



جمهوری اسلامی ایران  
وزارت فرهنگ و امور اسلامی

وزارت اوقاف و اسلامی امور و کثرت



# موسس و مقرب

جلد - ۱۲

تشبیه - تعلیل

# موسوعه فقہیہ

مناہجہ کراہ

وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت

© جملہ حقوق بحق وزارت اوقاف و اسلامی امور کویت محفوظ ہیں

پوسٹ بکس نمبر ۱۳، وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت

اردو ترجمہ

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

161-F، جوگابائی، پوسٹ بکس 9746، جامعہ نگر، نئی دہلی - 110025

فون: 26982583, 26981779-11-91

Website: <http://www.ifa-india.org>

Email: [ifa@vsnl.net](mailto:ifa@vsnl.net)

اشاعت اول : ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء

ناشر

جینوین پبلیکیشنز اینڈ میڈیا (پرائیویٹ لمیٹڈ)

**Genuine Publications & Media Pvt. Ltd.**

B-35, Basement, Opp. Mogra House

Nizamuddin West, New Delhi - 110 013

.....Tel: 24352732, 23259526,

وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت

# موسوعه فقہیہ

اردو ترجمہ

جلد - ۱۲

تشبہ — تعلیل

مجمع الفقہ الاسلامی الہند



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً  
 فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي  
 الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾

(سورہ توبہ، ۱۲۲)

”اور مومنوں کو نہ چاہئے کہ (آئندہ) سب کے سب نکل کھڑے ہوں، یہ کیوں نہ ہو کہ  
 ہر گروہ میں سے ایک حصہ نکل کھڑا ہوا کرے، تاکہ (یہ باقی لوگ) دین کی سمجھ بوجھ  
 حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ اپنی قوم والوں کو جب وہ ان کے پاس واپس  
 آجائیں ڈراتے رہیں، عجب کیا کہ وہ محتاط رہیں!“۔

”من یرد اللہ بہ خیراً

یفقہہ فی الدین“

(بخاری و مسلم)

”اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے

اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے“۔

## فہرست موسوعہ فقہیہ

### جلد - ۱۲

صفحہ	عنوان	فقرہ
۳۱-۳۳	تشبہ	۱۸-۱
۳۳	تعریف	۱
۳۳	متعلقہ الفاظ: اتباع، تائسی، تھلید، موافقت	۳-۲
۳۳	تشبہ سے متعلق احکام	
۳۳	اول-لباس میں کافروں سے تشبہ اختیار کرنا	۴
۳۴	حرمت تشبہ کے حالات	۵
۳۵	دوم-کفار سے ان کے تہواروں میں مشابہت اختیار کرنا	۱۱
۳۷	سوم-عبادات میں کفار سے مشابہت اختیار کرنا	
۳۷	الف-مکروہ اوقات میں نماز ادا کرنا	۱۲
۳۸	ب-نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا	۱۳
۳۸	ج-صوم وصال	۱۴
۳۹	د-صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا	۱۵
۳۹	چہارم-فساق سے مشابہت اختیار کرنا	۱۶
۴۰	پنجم-مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا نیز اس کے برعکس ہونا	۱۷
۴۱	ششم-ذمیوں کا مسلمانوں سے مشابہت اختیار کرنا	۱۸
۴۲-۴۳	تشبیہ	۳-۱
۴۲	تعریف	۱
۴۲	متعلقہ الفاظ: تشبیہ، نسیب، غزل	
۴۲	تشبیہ کا شرعی حکم	۲
۴۲	کسی لڑکے کی تشبیہ کرنا	۳

صفحہ	عنوان	فقہہ
۴۷-۴۳	تشبیک	۵-۱
۴۳	تعریف	۱
۴۳	اجمالی حکم	۲
۵۱-۴۷	تشبیہ	۵-۱
۴۷	تعریف	۱
۴۸	متعلقہ الفاظ: قیاس تشبیہ کا حکم	۲
۴۸	الف - ظہار میں تشبیہ	۳
۴۹	ب - عقد (تہمت لگانے) میں تشبیہ	۴
۵۰	ج - آدمی کا دوسرے کو اس کی ناپسندیدہ چیز سے تشبیہ دینا	۵
۵۱	تشریق	
	دیکھئے: ایام تشریق	
۵۴-۵۱	تشریک	۷-۱
۵۱	تعریف	۱
۵۱	متعلقہ الفاظ: اشراک	۲
۵۲	تشریک بنانے کا حکم	۳
۵۲	الف - عبادت کی نیت میں ایسی چیز کو شریک کرنا جس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی	۴
۵۳	ب - ایک نیت میں دو عبادتوں کو شریک کرنا	۵
۵۳	ج - جمع میں شریک کرنا	۶
۵۴	د - ایک طلاق میں کئی عورتوں کو شریک کرنا	۷
۶۲-۵۴	تشمیت	۱۱-۱
۵۴	تعریف	۱
۵۵	تشمیت کا شرعی حکم	۲

صفحہ	عنوان	فقہ
۵۸	چھیننے والے کو کن چیزوں کی رعایت کرنی چاہئے	۴
۵۸	تشمیت کے شروع ہونے کی حکمت	۵
۵۸	خطبہ کے دوران تشمیت	۶
۵۹	قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء میں موجود شخص کی تشمیت	۷
۶۰	اجنبی عورت کی طرف سے مرد کی تشمیت اور اس کے برعکس	۸
۶۱	مسلمان کی طرف سے کافر کی تشمیت	۹
۶۱	نمازی کی طرف سے دوسرے کی تشمیت	۱۰
۶۲	تین مرتبہ سے زیادہ چھیننے والے کی تشمیت	۱۱
۶۳-۶۵	تشمیر	۱-۴
۶۳	تعریف	۱
۶۳	متعلقہ الفاظ: سدل، اسبال	۲-۳
۶۴	اجمالی حکم	۴
۶۵-۷۰	تشہد	۱-۹
۶۵	تعریف	۱
۶۵	اجمالی حکم	۲
۶۶	تشہد کے الفاظ	۳
۶۸	الفاظ تشہد میں کمی و زیادتی اور ان کے درمیان ترتیب	۴
۶۹	تشہد میں بیٹھنا	۵
۶۹	غیر عربی میں تشہد پڑھنا	۶
۶۹	تشہد میں انشاء کرنا	۷
۶۹	تشہد چھوڑنے پر کیا مرتب ہوگا	۸
۷۰	تشہد میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا	۹
۷۱-۷۹	تشہیر	۱-۹
۷۱	تعریف	۱

صفحہ	عنوان	فقہ
۷۱-۷۱	متعلقہ الفاظ: تعزیر، متر	۲-۳
۷۱	اجمالی حکم	۴
۷۱	اول: لوگوں کا ایک دوسرے کی تشہیر کرنا	
۷۱	مندرجہ ذیل حالات میں تشہیر حرام ہے	۵
۷۲	مندرجہ ذیل حالات میں تشہیر جائز ہے	۶
۷۶	دوم: حاکم کی طرف سے تشہیر	
۷۶	الف- حدود کے سلسلہ کی تشہیر	۸
۷۷	ب- تعزیر کے سلسلہ کی تشہیر	۹
۸۰-۸۲	تشوف	۱-۵
۸۰	تعریف	۱
۸۰	اجمالی حکم	
۸۰	الف- نسب ثابت کرنے کے لئے شارع کا تشوف	۲
۸۱	ب- آزادی کا تشوف	۳
۸۱	ج- عدت میں تشوف (زیب وزینت اختیار کرنا)	۴
۸۲	د- منگنی کے لئے تشوف	۵
۸۳	تشبیح الجنازہ	
	دیکھئے: جنازہ	
۸۳-۸۷	تصادق	۱-۱۱
۸۳	تعریف	۱
۸۳	تصادق کا حکم	۲
۸۴	کس کے تصادق کا اعتبار کیا جائے گا	۳
۸۴	تصادق کا طریقہ	۴
۸۴	مصادق (جس کی تصدیق کی جارہی ہو) میں کیا شرط ہے	۵
۸۴	تصادق کا محل	۶

صفحہ	عنوان	فقہ
۸۴	حقوق اللہ میں تصادق	۷
۸۵	نکاح میں تصادق	۸
۸۵	سابقہ طلاق پر زوجین کے تصادق کا حکم	۹
۸۶	شوہر کے تنگدست ہونے پر بیوی کے تصادق کا حکم	۱۰
۸۶	تصدیق سے رجوع کرنا	۱۱
۱۰۲-۸۷	تصحیح	۳۳-۱
۸۷	تعریف	۱
۸۷	متعلقہ الفاظ: تعدیل، تصویب، تہذیب، اصلاح، تحریر	۲
۸۷	تصحیح کا شرعی حکم	۷
۸۷	تصحیح سے تعلق رکھنے والے احکام	
۸۷	اول - حدیث کی تصحیح	۸
۸۹	تصحیح میں عالم کے عمل اور اس کے فتوے کا اثر	۹
۹۰	متاخرین اصحاب حدیث کی تصحیح	۱۰
۹۰	دوم - عقد فاسد کی تصحیح	۱۱
۹۳	عقد کی تصحیح اس کو دوسرا عقد مان کر کرنا	۱۳
۹۴	سوم - عبادت کی تصحیح کرنا جب اس پر اس کو فاسد کرنے والی کوئی چیز طاری ہو جائے	۱۵
۹۷	چہارم - میراث میں مسائل کی تصحیح	۲۴
۹۷	فرائض کے مسائل کی تصحیح کے لئے کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے	۲۵
۹۷	تین اصول	
۹۷	پہلا اصول	۲۶
۹۷	دوسرا اصول	۲۷
۹۸	تیسرا اصول	۲۸
۹۹	وہ چار اصول جو رؤوس اور رؤوس کے درمیان ہوتے ہیں	
۹۹	چار اصولوں میں سے پہلا اصول	۲۹
۹۹	چار اصولوں میں سے دوسرا اصول	۳۰

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۰۰	چار اصولوں میں سے تیسرا اصول	۳۱
۱۰۱	چار اصولوں میں سے چوتھا اصول	۳۲
۱۰۲	تضعیف	
	دیکھئے: تحریف	
۱۰۲	تصدق	
	دیکھئے: صدق	
۱۰۲	تصدیق	
	دیکھئے: تصادق	
۱۰۳-۱۰۵	تصرف	۱۲-۱
۱۰۳	تعریف	۱
۱۰۳	متعلقہ الفاظ: التزام، عقد	۲-۳
۱۰۳	تصرف، التزام اور عقد کے درمیان فرق	۴
۱۰۳	تصرف کی انواع	۵
۱۰۳	پہلی نوع: فعلی تصرف	۶
۱۰۴	دوسری نوع: قولی تصرف	۷
۱۰۴	الف- تصرف قولی عقدی	۸
۱۰۴	ب- تصرف قولی غیر عقدی، اس کی دو قسمیں ہیں	
۱۰۴	پہلی قسم	۹
۱۰۴	دوسری قسم	۱۰
۱۰۵	تصریح	
	دیکھئے: صریح	
۱۰۶-۱۱۰	تصریہ	۸-۱
۱۰۶	تعریف	۱



صفحہ	عنوان	فقہ
۱۰۶	شرعی حکم	۲
۱۰۶	وضعی حکم (شر)	۳
۱۰۷	دودھ کے معاوضہ کی نوع	۴
۱۰۷	کھجور کی عدم موجودگی کے وقت واجب ہونے والی چیز	۵
۱۰۸	کیا دودھ کی کثرت اور قلت کے مابین حکم مختلف ہوگا	۶
۱۰۹	خیار کی مدت	۸
۱۰۹-۱۱۵	تصفیق	۱۰-۱
۱۰۹	تعریف	۱
۱۱۰	تصفیق کا شرعی حکم	۲
۱۱۰	نماز کے کسی سہو پر اپنے امام کو متنبہ کرنے کے لئے مصلی کا تالی بجانا	۳
۱۱۱	اپنے سامنے سے گزرنے والے کو روکنے کے لئے نماز پڑھنے والے کا تالی بجانا	۴
۱۱۲	نماز میں مرد کا تالی بجانا	۵
۱۱۳	نماز پڑھنے والے کا دوسرے کو داخل ہونے کی اجازت دینے کے لئے تالی بجانا	۶
۱۱۳	نماز میں ابو لعب کے طور پر تالی بجانا	۷
۱۱۴	تالی بجانے کی کیفیت	۸
۱۱۴	خطبہ کے دوران تالی بجانا	۹
۱۱۴	نماز اور خطبہ کے علاوہ جگہوں میں تالی بجانا	۱۰
۱۱۶-۱۱۵	تصفیہ	۲-۱
۱۱۵	تعریف	۱
۱۱۵	اجمالی حکم	۲
۱۱۶-۱۲۵	تصلیب	۱۵-۱
۱۱۶	تعریف	۱
۱۱۷	متعلقہ الفاظ: تمثیل، صبر	۳-۲
۱۱۸	شرعی حکم	

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۱۸	اول: تصلیب بمعنی قتل کی معروف کیفیت کا حکم	۴
۱۱۸	الف - زمین میں فساد پھیلانا	
۱۱۹	ڈاکو پر سولی کی سزا نافذ کرنے کا طریقہ	۶
۱۲۰	ب - جس نے عداوت دہرائے کو سولی دے کر قتل کیا ہو یہاں تک کہ وہ مر گیا ہو	۷
۱۲۰	ج - تعزیری سزا میں سولی دینا	۸
۱۲۰	دوم: صلیب سے متعلق احکام	
۱۲۰	صلیب سازی اور صلیب کو اپنانا	۹
۱۲۱	مصلیٰ اور صلیب	۱۱
۱۲۲	صلیب کی چوری میں ہاتھ کاٹنا	۱۲
۱۲۲	صلیب تلف کر دینا	۱۳
۱۲۳	ذمی اور صلیب	۱۴
۱۲۴	مالی معاملات میں صلیب	۱۵
۱۲۵-۱۶۶	تصویر	۱-۷۴
۱۲۵	تعریف	۱
۱۲۶	تصویر کی قسمیں	۲
۱۲۷	متعلقہ الفاظ: تماثل، رسم، تزویق، نقش، وشی، رقم، نحت	۳-۸
۱۲۸	اس بحث کی ترتیب	۹
۱۲۸	پہلی قسم: انسانی صورت سے تعلق رکھنے والے احکام	۱۰
۱۳۰	دوسری قسم تصویر (صورتیں بنانے) کا حکم	
۱۳۰	الف - بنائی ہوئی چیز کی شکل خوبصورت بنانا	۱۳
۱۳۱	ب - بنائی ہوئی چیزوں کی تصویر	۱۴
۱۳۱	ج - اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جمادات کی تصویریں بنانا	۱۵
۱۳۲	د - نباتات اور درختوں کی تصویر بنانا	۱۶
۱۳۳	ه - حیوان یا انسان کی تصویر بنانا	۱۷
۱۳۳	تصویر سابقہ مذاہب میں	۱۸

صفحہ	عنوان	فقرہ
۱۳۴	اسلامی شریعت میں انسان یا حیوان کی تصویر بنانا	۱۹
۱۳۴	پہلا قول	۲۰
۱۳۵	دوسرا قول	۲۲
۱۳۵	پہلی شرط	
۱۳۵	دوسری شرط	
۱۳۵	تیسری شرط	
۱۳۵	تیسرا قول	۲۳
۱۳۶	تصویر کی فی الجملہ حرمت کے بارے میں دوسرے اور تیسرے اقوال کے دلائل	۲۴
۱۳۶	پہلی حدیث	
۱۳۷	دوسری حدیث	
۱۳۷	تیسری حدیث	
۱۳۸	چوتھی حدیث	
۱۳۸	پانچویں حدیث	
۱۳۸	تصویر کے حرام ہونے کی علت	۲۵
۱۳۸	پہلی وجہ	
۱۳۹	دوسری وجہ	۲۶
۱۴۰	تیسری وجہ	۲۷
۱۴۱	چوتھی وجہ	۲۸
۱۴۱	تصویریں بنانے سے متعلق بحث کی تفصیل	
۱۴۱	اول - (سایہ والی) مجسم تصویریں	۲۹
۱۴۱	دوم - مسطح تصویریں بنانا	
۱۴۱	مسطح (بغیر سایہ والی) تصویریں بنانے کے بارے میں پہلا قول	۳۰
۱۴۲	مسطح تصویریں بنانے کے بارے میں دوسرا قول	۳۲
۱۴۵	سوم - کائی ہوئی تصویریں اور آدھے دھڑ کی تصویریں وغیرہ	۳۳
۱۴۵	چہارم - خیالی تصویریں بنانا	۳۴

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۴۶	پنجم۔ پامال تصویریں بنانا	۳۵
۱۴۶	ہشتم۔ مٹی، مٹھائی اور جلد خراب ہو جانے والی چیزوں سے تصویریں بنانا	۳۶
۱۴۶	ہفتم۔ لڑکیوں کے کھلونے (گڑیا) بنانا	۳۷
۱۴۸	ہشتم۔ تعلیم وغیرہ جیسی مصلحت سے تصویر بنانا	۳۹
۱۴۸	تیسری قسم: تصویریں رکھنا اور ان کا استعمال کرنا	۴۰
۱۴۹	جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں نر شتے نہیں داخل ہوتے	۴۲
۱۵۱	انسانی مصنوعات نیز جمادات و نباتات کی تصویریں رکھنا اور استعمال کرنا	۴۳
۱۵۱	انسان یا حیوان کی تصویریں رکھنا اور استعمال کرنا	۴۴
۱۵۱	الف۔ مسطح تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا	۴۵
۱۵۲	ب۔ کاٹی ہوئی تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا	۴۶
	ج۔ نصب کی ہوئی تصویروں اور حقارت سے	۴۹
۱۵۳	رکھی ہوئی تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا	
۱۵۵	بچوں کے مجسم اور غیر مجسم کھلونوں کا استعمال	۵۲
۱۵۶	ایسے کپڑے پہننا جن میں تصویریں ہوں	۵۶
۱۵۷	انگوٹھی، سلکوں یا اس طرح کی چیزوں میں چھوٹی تصویروں کا استعمال کرنا اور انہیں رکھنا	۵۷
۱۵۷	تصویروں کی طرف دیکھنا	۵۸
۱۵۹	ایسی جگہ داخل ہونا جہاں تصویریں ہوں	۶۰
۱۶۰	ایسی جگہ کی دعوت قبول کرنا جس میں تصویریں ہوں	۶۳
	حرام تصویر کے ساتھ اس صورت میں کیا کیا جائے	۶۴
۱۶۰	جب وہ کوئی ایسی چیز ہو جس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے	
۱۶۱	تصویریں اور نمازی	۶۶
۱۶۲	کعبہ، مسجدوں اور عبادت کی جگہوں میں تصویریں	۶۷
۱۶۳	گر جا گھروں اور غیر اسلامی عبادت گاہوں میں تصویریں	۶۹
۱۶۳	چوتھی قسم: تصویروں کے احکام	
۱۶۳	الف۔ تصویریں اور ان کے ذریعہ معاملات	۷۰

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۶۴	تصویریں اور آلات تصویر تلف کرنے میں ضمان	۷۳
۱۶۵	تصاویر کی چوری میں ہاتھ کاٹنا	۷۴
۱۶۸-۱۶۶	تضییب	۷-۱
۱۶۶	تعریف	۱
۱۶۶	متعلقہ الفاظ: جبر، وصل، تضییب، تطعیم، تمویہ	۶-۲
۱۶۷	شرعی حکم	۷
۱۶۹-۱۶۸	تضمیر	۳-۱
۱۶۸	تعریف	۱
۱۶۸	متعلقہ الفاظ: سباق	۲
۱۶۹	اجمالی حکم اور بحث کے مقامات	۳
۱۷۶-۱۷۰	تطبیب	۷-۱
۱۷۰	تعریف	۱
۱۷۰	متعلقہ الفاظ: مداوی	۲
۱۷۰	شرعی حکم	۳
۱۷۲	طیب کا ستر کی طرف دیکھنا	۴
۱۷۳	علاج کے لئے ڈاکٹر کو اجازت پر رکھنا	۵
۱۷۴	طیب کا تلف کردہ چیز کا ضامن ہونا	۷
۱۷۸-۱۷۷	تطبیق	۲-۱
۱۷۷	تعریف	۱
۱۷۷	اجمالی حکم	۲
۱۸۰-۱۷۸	تطفل	۵-۱
۱۷۸	تعریف	۱
۱۷۸	متعلقہ الفاظ: ضیف، فضولی	۲

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۷۹	طفیلی بننے کا شرعی حکم	۴
۱۸۰	طفیلی کی کواعی	۵
۱۸۰-۱۸۲	تطہیف	۴-۱
۱۸۰	تعریف	۱
۱۸۰	متعلقہ الفاظ: توفیہ	۲
۱۸۰	اجمالی حکم	۳
۱۸۱	ناپ تول میں کمی پر روک لگانا اور اس کی تدابیر	۴
۱۸۲	تطہیر	
	دیکھئے: طہارت	
۱۸۲	تطہیر	
	دیکھئے: طہارت	
۱۸۳-۲۱۰	تطوع	
۱۸۳	تعریف	۴۶-۱
۱۸۴	تطوع کی قسمیں	۲
۱۸۵	تطوع کی مشروعیت کی حکمت	۳
۱۸۵	الف- اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا	
۱۸۶	ب- عبادت سے مانوس ہونا اور اس کے لئے تیار ہو جانا	۵
۱۸۶	ج- سزاؤں کی تلافی	۶
	د- لوگوں کے درمیان باہمی تعاون، ان کے درمیان تعلقات	۷
۱۸۷	مضبوط کرنا اور ان کی محبت حاصل کرنا	
۱۸۷	سب سے افضل تطوع	۸
۱۸۹	شرعی حکم	۱۰
۱۹۰	تطوع کی اہلیت	۱۱

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۹۱	تطوع کے احکام	۱۲
۱۹۱	اول: عبادات کے ساتھ مخصوص احکام	
۱۹۱	الف - وہ نماز تطوع جس کے لئے جماعت سنت ہے	۱۳
۱۹۱	نماز تطوع کی جگہ	۱۴
۱۹۲	چوپایہ پر نماز تطوع	۱۵
۱۹۳	بیٹھ کر نفل نماز	۱۶
۱۹۴	فرض نماز اور نفل نماز کے درمیان فصل کرنا	۱۷
۱۹۴	نفل کی قضاء	۱۸
۱۹۵	واجب کا تطوع میں بدل جانا	۱۹
۱۹۶	فرض کی ادائیگی سے تطوع کا حصول اور اس کے برعکس	۲۰
۱۹۷	دوم - وہ احکام جو عبادات اور غیر عبادات دونوں میں عام ہیں	
۱۹۷	الف - شروع کرنے کے بعد تطوع کو توڑ دینا	۲۱
۱۹۹	ب - تطوع کی نیت	۲۲
۲۰۰	ج - تطوع میں نیابت	۲۷
۲۰۱	د - تطوع پر اجرت لینا	۲۸
۲۰۳	تطوع کا واجب سے بدل جانا	۲۹
۲۰۳	الف - شروع کرنا	۳۰
۲۰۳	ب - ایسے شخص کا نفلی حج کرنا جس نے حج اسلام (فرض حج) نہیں ادا کیا ہے	۳۱
۲۰۴	ج - نیت اور قول سے التزام یا تعین	۳۲
۲۰۵	د - نذر	
۲۰۵	ه - حاجت کا تقاضا	۳۴
۲۰۶	و - ملکیت	۳۵
۲۰۶	تطوع کی ممانعت کے اسباب	۳۶
۲۰۶	الف - اس کا ممنوعہ اوقات میں واقع ہونا	۳۷
۲۰۶	ب - فرض نماز کی اقامت	۳۸



صفحہ	عنوان	فقہ
۲۰۷	ج۔ جو اجازت دینے کے مختار ہیں ان کا اجازت نہ دینا	۳۹
۲۰۷	د۔ مالی تبرعات کے لحاظ سے حجر میں دیوالیہ قرار دینا	۴۰
۲۰۸	ھ۔ کوئی ایسی قربت بطور تطوع کرنا جس میں معصیت ہو	۴۱
۲۰۸	سوم۔ تطوع کے وہ احکام جو غیر عبادات کے ساتھ مخصوص ہیں	
۲۰۸	ایجاب، قبول اور قبضہ	۴۲
۲۰۸	الف۔ عاریت	۴۳
۲۰۹	ب۔ بیہ	۴۴
۲۱۰	ج۔ کسی مہین کے لئے وصیت	۴۵
۲۱۰	د۔ کسی مہین پر وقف کرنا	۴۶
۲۱۱-۲۲۰	تطیب	۱۶-۱
۲۱۱	تعریف	۱
۲۱۱	متعلقہ الفاظ: ترین	۳
۲۱۱	شرعی حکم	۴
۲۱۱	مرد اور عورت کا خوشبو لگانا	۵
۲۱۲	نماز جمعہ کے لئے خوشبو لگانا	۶
۲۱۲	نماز عید کے لئے خوشبو لگانا	۷
۲۱۳	روزہ دار کا خوشبو لگانا	۸
۲۱۳	مختلف کا خوشبو لگانا	۹
۲۱۳	جج میں خوشبو لگانا	۱۰
۲۱۸	محرم کے لئے کون سی خوشبو مباح اور کون سی غیر مباح ہے	۱۴
۲۱۹	بھول یا ناواقفیت سے محرم کا خوشبو لگانا	۱۵
۲۲۰	مجنونہ (مغلطہ طلاق دی گئی عورت) کا خوشبو استعمال کرنا	۱۶
۲۲۱-۲۲۲	تطہیر	۵-۱
۲۲۱	تعریف	۱

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۲۱	متعلقہ الفاظ: ذال، کہانت	۳-۲
۲۲۱	بدشگونی کی اصلیت	۴
۲۲۱	تطیر کا شرعی حکم	۵
۲۲۳-۲۳۷	تعارض	۲۳-۱
۲۲۳	تعریف	۱
۲۲۳	متعلقہ الفاظ: تناقض، تنازع	۳-۲
۲۲۳	تعارض کا حکم	۴
۲۲۴	بیانات کے تعارض میں وجوہ ترجیح	۵
۲۲۴	اول	۶
۲۲۵	دوم	۷
۲۲۵	سوم	۸
۲۲۸	حقوق اللہ میں دلائل کا تعارض	۱۲
۲۲۹	گواہوں کی تعدیل اور جرح کا تعارض	۱۳
۲۳۰	اسلام پر باقی رہنے اور ارتداد پیدا ہونے کے احتمال کا متعارض ہونا	۱۴
۲۳۱	ایک ہی فعل میں احکام کا تعارض	۱۶
۲۳۳	اصل اور ظاہر کا تعارض	۲۱
۲۳۵	عبارت (لفظ) اور حسی اشارہ میں تعارض	۲۲
۲۳۷-۲۴۰	تعاطی	۷-۱
۲۳۷	تعریف	۱
۲۳۸	متعلقہ الفاظ: عقد	۲
۲۳۸	اجمالی حکم	
۲۳۸	تعاطی سے منع کرنا	۳
۲۳۹	تعاطی کے ذریعہ اقبال	۵
۲۳۹	تعاطی سے اجارہ	۶

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۲۰	بحث کے مقامات	۷
۲۲۰	تعاویذ	
	دیکھئے: تعویذہ	
۲۲۰-۲۵۳	تعبدی	۲۱-۱
۲۲۰	تعریف	۱
	متعلقہ الفاظ: عبادت، حق اللہ، مآ تمام علت کے ذریعہ تغلیل، قیاس کے طریقوں سے ہٹا ہوا معاملہ، ایسا حکم جس کی علت کی صراحت کی گئی ہو	۱۲-۸
۲۲۲	تعبدیات کی مشروعیت کی حکمت	۱۳
۲۲۶	تعبدی کی معرفت کے راستے	۱۴
۲۲۷	تعبدیات کہاں ہوتی ہیں، اس کی کچھ مثالیں	۱۵
۲۲۸	تغلیل اور تعبد کے اعتبار سے احکام میں اصل	۱۶
۲۲۹	تعبدی اور معقول المعنی کے درمیان موازنہ	۱۹
۲۵۱	تعبدیات کی خصوصیات	۲۰
۲۵۲		
۲۵۸-۲۵۴	تعبیر	۷-۱
۲۵۴	تعریف	۱
۲۵۴	تعبیر کے طریقے	۲
۲۵۴	اول: قول سے تعبیر	۳
۲۵۴	دوم: فعل سے تعبیر	۴
۲۵۶	سوم: تحریر سے تعبیر	۵
۲۵۷	چہارم: اشارہ کے ذریعہ تعبیر	۶
۲۵۷	پنجم: خاموشی کے ذریعہ تعبیر	۷
۲۵۸	تعبیر الروایا	
	دیکھئے: رویا	

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۵۸-۲۶۰	تعجیز	۴-۱
۲۵۸	تعریف	۱
۲۵۸	اول: مکاتیب کی تعجیز (عاجز تر اردینا)	۲
۲۵۹	دوم: مدنی یا مدعا علیہ کی عاجزی	۴
۲۶۸-۲۶۰	تجیل	۱۹-۱
۲۶۰	تعریف	۱
۲۶۰	متعلقہ الفاظ: اسراع	۲
۲۶۱	اجمالی حکم	۳
۲۶۱	تجیل کی اقسام	
۲۶۱	اول: وجود سبب کے وقت عمل میں تجیل	
۲۶۱	الف- گناہ سے توبہ کرنے میں تجیل	۴
۲۶۱	ب- میت کی تجہیز میں تجیل	۵
۲۶۲	ج- دین کی ادائیگی میں تجیل	۶
۲۶۲	د- ہجرت دینے میں تجیل	۷
۲۶۲	ھ- کنواری کی شادی کرنے میں تجیل	۸
۲۶۳	و- رمضان میں افطار میں تجیل	۹
۲۶۳	ز- منی سے کوچ کرنے میں حاجی کی تجیل	۱۰
۲۶۴	دوم: وجوب سے پہلے ہی فعل کی تجیل	
۲۶۴	الف- وقت سے پہلے نماز کی تجیل	۱۲
۲۶۵	ب- سال سے پہلے زکاۃ نکالنے میں تجیل	۱۳
۲۶۶	ج- کفاروں میں تجیل	
۲۶۶	قسم کے کفارہ کی حد (قسم توڑنے) سے پہلے ہی تجیل	۱۴
۲۶۷	کفارہ ظہار کی تجیل	۱۶
۲۶۷	کفارہ قتل کی تجیل	۱۷

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۶۸	و- دین مؤجل (مؤخر مالی مطالبہ) کی ادائیگی میں تعجل	۱۸
۲۶۸	ھ- معاملہ واضح ہونے سے پہلے فیصلہ میں تعجل	۱۹
۲۶۹-۲۷۳	تعدد	۱۸-۱
۲۶۹	تعریف	۱
۲۶۹	شرعی حکم	۲
۲۶۹	الف- مؤذنون کا تعدد	۳
۲۶۹	ب- ایک ہی مسجد میں جماعت کا تعدد	۴
۲۷۰	ج- جمعہ کا تعدد	۵
۲۷۰	د- روزہ کے کفارہ کا تعدد	۶
۲۷۱	ھ- احرام میں ممنوع کے ارتکاب کے تعدد کی وجہ سے نذیہ کا تعدد	۷
۲۷۱	و- صفقہ (عقد بیع) میں تعدد	۸
۲۷۱	ز- رہن یا مرہن کا تعدد	۹
۲۷۲	ح- جائداد میں حق شفعہ رکھنے والوں کا تعدد	۱۰
۲۷۲	ط- وصیتوں کا تعدد	۱۱
۲۷۲	ی- بیویوں کا تعدد	۱۲
۲۷۲	ک- اولیاء نکاح کا تعدد	۱۳
۲۷۲	ل- طلاق کا تعدد	۱۴
۲۷۳	م- محنی علیہ جس پر جنایت ہوئی ہے (کیا جانی (جنایت کرنے والا) کا تعدد	۱۵
۲۷۳	ن- الفاظ کے تعدد سے تعزیر کا تعدد	۱۶
۲۷۳	س- ایک ہی شہر میں قاضیوں کا تعدد	۱۷
۲۷۳	ع- ائمہ کا تعدد	
۲۷۴-۲۸۰	تعدی	۲۰-۱
۲۷۴	تعریف	۱
۲۷۴	شرعی حکم	۲

صفحہ	عنوان	فقہہ
۲۷۴	اموال پر تعدی	
۲۷۴	غصب کرنا، ضائع کرنا، اور چوری اور غبن کے ذریعہ تعدی کرنا	۳
۲۷۵	عقود میں تعدی	
۲۷۵	اول - ودیعت میں تعدی	۴
۲۷۶	دوم - رہن میں تعدی	۵
۲۷۶	الف - راہن کی تعدی	۶
۲۷۶	ب - مرہن کی تعدی	۷
۲۷۶	سوم: عاریت میں تعدی	۸
۲۷۷	چہارم: وکالت میں تعدی	۹
۲۷۸	پنجم: اجارہ میں تعدی	۱۰
۲۷۸	ششم: مضاربہ میں تعدی	۱۱
۲۷۸	ہفتم: جان اور جان سے کم (اعضاء وغیرہ) پر تعدی	۱۳
۲۷۹	ہشتم: آمر و پر تعدی	۱۵
۲۷۹	نہم: باغیوں کی تعدی	۱۶
۲۷۹	دہم: جنگوں میں تعدی	۱۷
۲۷۹	دوسرے اطلاق بمعنی انتقال کے اعتبار سے تعدی	
۲۷۹	الف - سلت کی تعدی	۱۸
۲۸۰	ب - سرایت کر جانے سے تعدی	۱۹
۲۸۰	تعدی کے اثرات	۲۰
۲۸۱-۲۸۲	تعدیل	۶-۱
۲۸۱	تعریف	۱
۲۸۱	متعلقہ الفاظ: تخریج	۲
۲۸۱	شرعی حکم	
۲۸۱	الف - کواہوں کی تعدیل	۳
۲۸۱	ب - نماز میں ارکان کی تعدیل	۴

صفحہ	عنوان	فقرہ
۲۸۲	ج۔ برابری کے ذریعہ تقسیم	۵
۲۸۲	د۔ مناسک میں جزاء صید کے دم میں تعدیل	۶
۲۸۸-۲۸۳	تعذیب	۱۲-۱
۲۸۳	تعریف	۱
۲۸۳	متعلقہ الفاظ: تعزیر، تاویب، تمثیل	۲
۲۸۳	شرعی حکم	۵
۲۸۳	تعذیب کی قسمیں	۶
۲۸۵	مہتمم کی تعذیب	۸
۲۸۸	بحث کے مقامات	۱۲
۲۹۲-۲۸۸	تعریض	۱۰-۱
۲۸۸	تعریف	۱
۲۸۹-۲۸۸	متعلقہ الفاظ: کنایہ، توریہ	۲
۲۸۹	شرعی حکم	
۲۸۹	اول: پیغام نکاح میں تعریض	۴
۲۸۹	دوم: غیر رجعی معتدہ سے پیغام نکاح کی تعریض کرنا	۵
۲۹۰	پیغام نکاح کی تعریض کرنے کے الفاظ	۶
۲۹۰	سوم: قذف کی تعریض کرنا	۷
۲۹۱	چہارم: مسلمان سے اس کا نر کے قتل کی تعریض کرنا جو اسے طلب کرنے آیا ہو	۸
۲۹۱	پنجم: خالص حد کا اقرار کرنے والے سے رجوع کرنے کی تعریض کرنا	۹
۲۹۲	بحث کے مقامات	۱۰
۲۹۴-۲۹۲	تعریف	
۲۹۲	تعریف	۱
۲۹۳	الف۔ اصولیین کے نزدیک	۲
۲۹۳	ب۔ فقہاء کے نزدیک	۳



صفحہ	عنوان	فقہ
۲۹۳	متعلقہ الفاظ: اعلان، کتمان یا انفاء	۴
۲۹۳	شرعی حکم	۵
۲۹۳	اول: شہروں میں تعریف	۶
۲۹۴	دوم: لفظ کی تعریف (تشہیر)	۷
۲۹۴	سوم: دعویٰ میں تعریف	۸
۲۹۵-۳۲۹	تعزیر	۵۸-۱
۲۹۵	تعریف	۱
۲۹۵	متعلقہ الفاظ: حد، قصاص، کفارہ	۲
۲۹۷	شرعی حکم	۶
۲۹۷	تعزیر کے مشروع ہونے کی حکمت	۷
۲۹۸	وہ معاصی جن میں تعزیر مشروع ہے	۸
۲۹۹	تعزیر کا حد، قصاص یا کفارہ کے ساتھ جمع ہونا	۹
۳۰۱	تعزیر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور بندہ کا حق ہے	۱۰
۳۰۲	تعزیر ایک تفویض کردہ سزا ہے	
۳۰۲	تفویض کا مطلب اور اس کے احکام	۱۱
۳۰۴	تعزیر کی سزائیں جائز اقسام	۱۲
۳۰۴	جسمانی سزائیں	
۳۰۴	الف- قتل کے ذریعہ تعزیر	۱۳
۳۰۵	ب- کوڑے لگا کر تعزیر	۱۴
۳۰۶	تعزیر میں کوڑے لگانے کی مقدار	۱۵
۳۰۹	ج- قید کر کے تعزیر	۱۶
۳۱۰	تعزیر میں قید کرنے کی مدت	۱۷
۳۱۱	د- شہر بدر کر کے تعزیر	
۳۱۱	جاء وطنی کے ذریعہ تعزیر کی مشروعیت	۱۸
۳۱۱	جاء وطنی کی مدت	۱۹

صفحہ	عنوان	فقہ
۳۱۲	ھ۔ مال کے ذریعہ تعزیر	
۳۱۲	مال کے ذریعہ تعزیر کی مشروعیت	۲۰
۳۱۳	تعزیر بالمال کے اقسام	
۳۱۳	الف۔ مال کو اس کے مالک سے روک دینا	۲۱
۳۱۴	ب۔ ارتاف	۲۲
۳۱۵	ج۔ تغیر (تبدیلی کر دینا)	۲۳
۳۱۵	د۔ تملیک (مالک بنادینا)	۲۴
۳۱۵	تعزیر کی دوسری قسمیں	
۳۱۵	الف۔ مجرد اعلام (صرف آگاہ کرنا)	۲۵
۳۱۶	ب۔ مجلس قضائیں حاضر کرنا	۲۶
۳۱۶	ج۔ توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ)	
۳۱۶	توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکنے) کی مشروعیت	۲۷
۳۱۷	توبیخ کی کیفیت	۲۸
۳۱۷	دستک تعلق (بایکٹ)	۲۹
۳۱۷	وہ جرائم جن میں تعزیر مشروع ہے	۳۰
۳۱۸	وہ جرائم جن میں حدود کے بدلہ میں تعزیر مشروع ہوتی ہے	
۳۱۸	نفس اور مادیات انفس پر زیادتی کرنے کے جرائم	۳۱
۳۱۸	قتل کے جرائم (نفس پر جنایت)	
۳۱۸	قتل عمد (دانشہ قتل)	۳۲
۳۱۸	قتل شبه عمد (دانشہ قتل کے مشابہ)	۳۳
۳۱۸	مادیات انفس (جان سے کم) پر زیادتی	۳۵
۳۱۹	وہ زنا جس میں حد نہ ہو، اور زنا کے مقدمات	۳۶
۳۲۰	وہ قذف جس میں حد نہیں ہوتی اور برا بھلا کہنا	۳۷
۳۲۲	وہ چوری جس میں حد نہیں ہے	۳۸
۳۲۲	وہ رہزنی جس میں حد نہیں ہے	۳۹

صفحہ	عنوان	فقہ
۳۲۲	وہ جرائم جو اصلاً تعزیر کے موجب ہیں	
۳۲۲	بعض وہ جرائم جو افر اور پر واقع ہوتے ہیں	
۳۲۲	جھوٹی کوہی	۴۰
۳۲۳	ماحق شکایت	۴۱
۳۲۳	غیر موذی جانور کو مار ڈالنا اس کو ضرر پہنچانا	۴۲
۳۲۳	دوسرے کی ملکیت کی بے حرمتی کرنا	۴۳
۳۲۳	مصلحت عامہ کو ضرر پہنچانے والے جرائم	۴۴
۳۲۴	رشوت	۴۵
۳۲۴	ملازمین کا اپنی حدود سے تجاوز کرنا اور کوتاہی کرنا	
۳۲۴	الف - تقاضی کا انسانی کرنا	۴۶
۳۲۴	ب - عمل ترک کر دینا یا عہد واجب کی ادائیگی سے رک جانا	۴۷
۳۲۵	حکومت کے کارندوں کا مقابلہ کرنا اور ان پر زیادتی کرنا	۴۸
۳۲۵	قیدیوں کا فرار ہونا اور محرموں کا چھپانا	۴۹
۳۲۵	کھوئے اور جعلی سکوں کی نقل کرنا	۵۰
۳۲۵	تزویر (جعل سازی)	۵۱
۳۲۵	لازم کردہ قیمت سے زیادہ پرفروخت کرنا	۵۲
۳۲۶	ناپ تول کے پیمانوں میں دھوکہ دینا	۵۳
۳۲۶	مشتبہ افراد	۵۴
۳۲۶	تعزیر کا ساقط ہو جانا	۵۵
۳۲۶	الف - موت سے تعزیر کا سقوط	۵۶
۳۲۶	ب - معافی سے تعزیر کا سقوط	۵۷
۳۲۸	توبہ سے تعزیر کا سقوط	۵۸
۳۳۲-۳۲۹	تعزیریت	۹-۱
۳۲۹	تعریف	۱
۳۲۹	شرعی حکم	۲

صفحہ	عنوان	فقہ
۳۳۰	تعزیت کی کیفیت اور تعزیت کس کے لئے ہوگی	۳
۳۳۰	تعزیت کی مدت	۴
۳۳۰	تعزیت کا وقت	۵
۳۳۱	تعزیت کی جگہ	۶
۳۳۱	تعزیت کے الفاظ	۷
۳۳۲	کیا مسلمان سے کافر کی تعزیت یا اس کے برعکس کرے گا	۸
۳۳۲	میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرنا	۹
۳۳۳-۳۳۴	تعشیر	۳-۱
۳۳۳	تعریف	۱
۳۳۳	مصحف میں تعشیر (دہاگانے) کی تاریخ	۲
۳۳۳	تعشیر کا حکم	۳
۳۳۴	تعصیب	
	دیکھئے: عصبہ	
۳۳۴	تعقیب	
	دیکھئے: مولاۃ، متابع	
۳۳۴	تعلم	
	دیکھئے: تعلیم	
۳۳۴-۳۳۵	تعلی	۱۰-۱
۳۳۴	تعریف	۱
۳۳۴	حق تعلی کے احکام	۲
۳۳۶	منہدم ہونے اور تعمیر کرنے میں علو اور سفل کے احکام	۳
۳۳۸	گھر کے علو کو مسجد بنا دینا	۷
۳۳۹	علو یا سفل کا روشن دان کھولنا	۸
۳۳۹	تعمیر میں ذمی کا مسلمان سے اونچا ہو جانا	۹

صفحہ	عنوان	فقہہ
۳۶۱-۳۴۱	تعليق	
۳۴۱	تعريف	۱
۳۴۱	متعلقہ الفاظ: اضافت، شرط، یقین	۲-۴
۳۴۳	تعليق کا صیغہ	۵
۳۴۳	تعليق کے کلمات	۶
۳۴۴	الف-ان	۷
۳۴۵	ب-اذا	۹
۳۴۶	ج-متى	۱۱
۳۴۷	و-من	۱۳
۳۴۸	ھ-مهما	۱۵
۳۴۸	و-اى	۱۶
۳۴۹	ز-كل، كلما	۱۷
۳۵۰	ح-لو	۲۱
۳۵۲	ط-كيف	
۳۵۳	ی-حيث اور أين	۲۴
۳۵۴	ک-اُنِی	۲۵
۳۵۴	سوم-تعليق کی شرائط	۲۸
۳۵۶	تصرفات پر تعليق کا اثر	۳۰
۳۵۷	اول: وہ تصرفات جو تعليق کو قبول کرتے ہیں	
۳۵۷	الف-اِیلاء	۳۲
۳۵۷	ب-حج	۳۳
۳۵۷	ج-خلع	۳۴
۳۵۷	د-طایق	۳۵
۳۵۸	ھ-ظہار	۳۶
۳۵۸	و-عتق	۳۷
۳۵۸	ز-مکاتبت	۳۸

صفحہ	عنوان	فقرہ
۳۵۸	ح-نذر	۳۹
۳۵۸	ط-ولایت	۴۰
۳۵۹	دوم-وہ تصرفات جو تعلیق کو قبول نہیں کرتے	
۳۵۹	الف-اِجارہ	۴۱
۳۵۹	ب-اِقرار	۴۲
۳۵۹	ج-اللہ تعالیٰ پر ایمان	۴۳
۳۶۰	د-بیع	۴۴
۳۶۰	ھ-رجعت	۴۵
۳۶۰	و-نکاح	۴۶
۳۶۰	ز-وقف	۴۷
۳۶۱	ح-وکالت	۴۸
۳۶۲-۳۶۷	تعلیل	۵-۱
۳۶۲	تعریف	۱-۱
۳۶۲	احکام کی تعلیل	۲
۳۶۲	احکام کی تعلیل کے فوائد	۳
۳۶۳	نصوص کی تعلیل	۴
۳۶۳	علت (معلوم کرنے) کے طریقے	۵
۳۶۳	پہلا طریقہ: نص صریح	
۳۶۳	دوسرا طریقہ: اجماع	
۳۶۳	تیسرا طریقہ: اشارہ اور تنبیہ	
۳۶۳	چوتھا طریقہ: سہر اور تقسیم	
۳۶۳	پانچواں طریقہ: مناسبت، شبہ اور طرد	
۳۶۴	چھٹا طریقہ: تنقیح مناط، تحقیق مناط اور دوران	
۳۶۴	حدیث معلل	۶
۳۸۸-۳۶۷	تراجم فقہاء	

موسوعه فقهيہ



## تشبیہ ۱-۴

یا اس کے سبب نہ ہو<sup>(۱)</sup>۔  
لہذا موافقت تشبیہ سے عام ہے۔

تشبیہ سے متعلق احکام:

اول۔ لباس میں کافروں سے تشبیہ اختیار کرنا:

۴- اپنے صحیح قول کے مطابق حنفیہ، اور اصل مذہب کے مطابق مالکیہ اور جمہور شافعیہ اس طرف گئے ہیں کہ جو لباس کفار کا شعار ہے، جس کے ذریعہ وہ مسلمانوں سے ممتاز ہوتے ہیں اس کو استعمال کر کے تشبیہ اختیار کرنے والے کو احکام دنیا کے اعتبار سے کافر قرار دیا جائے گا، چنانچہ جو شخص اپنے سر پر مجوسیوں کی ٹوپی رکھے اس کی تکفیر کی جائے گی، الا یہ کہ اس نے اکراد کی ضرورت سے یا گرمی یا ٹھنڈک دور کرنے کے لئے اس کا استعمال کیا ہو، اسی طرح عیسائیوں کے زمار پہنے والے کو بھی کافر قرار دیا جائے گا، الا یہ کہ یہ عمل جنگ میں دھوکہ دینے یا مسلمانوں کے لئے دشمنوں کے احوال معلوم کرنے وغیرہ کی غرض سے کرے<sup>(۲)</sup>، اس لئے کہ حدیث نبوی ہے: ”من تشبیہ بقوم فہو منہم“<sup>(۳)</sup> (جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے)، اس لئے کہ کفار کا مخصوص لباس کفر کی علامت ہے، اور اس کو صرف کفر کا التزام کرنے والا ہی پہنتا ہے اور علامت سے استدلال کرنا نیز علامت کی دلالت کی بناء پر حکم لگانا عقل و شریعت میں طے شدہ ہے<sup>(۴)</sup>۔

(۱) لا حکا ملأ مدی ۱/ ۷۲۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۲/ ۲۷۶، الاختیار ۳/ ۱۵۰، جوہر لؤلؤ ۲/ ۷۸، التاج ولؤلؤ ۱/ ۱۶۹، تہذیب المحتاج ۲/ ۹۱، طبع دار صادر، اکسی الطالاب وحامیہ الرئی ۱۱/ ۳۔

(۳) حدیث: ”من تشبیہ بقوم فہو منہم...“ کی روایت ابو داؤد (۳/ ۳۱۳ طبع عزت عید دہاس) نے کی ہے اور ابن تیمیہ نے ”اقتضاء الصراط المستقیم“ (۱/ ۲۳۶ طبع امیرکات) میں اس حدیث کو جید قرار دیا ہے۔

(۴) المرآۃ فی ہدایہ الہندیہ ۶/ ۳۳۲۔

## تشبیہ

تعریف:

۱- لغت کے اعتبار سے تشبیہ ”تشبیہ“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: تشبیہ فلان بفلان (فلان شخص نے فلان سے تشبیہ اختیار کیا) جب وہ بہ تکلف اس کے مثل ہونا چاہے، اور دو چیزوں کے درمیان مشابہت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کسی وصف میں اشتراک پایا جائے، اور اسی سے ہے: ”أشبه الولد أباه“ (بیٹا اپنے باپ کے مشابہ ہوا) جب بیٹا باپ کی صفات میں سے کسی صفت میں اس کا شریک ہو<sup>(۱)</sup>۔

فقہاء کے یہاں اس لفظ کا استعمال اس کے لغوی مفہوم سے الگ نہیں ہے<sup>(۲)</sup>۔

متعلقہ الفاظ:

۲- ان میں سے ”اتباع“، ”تأسی“ اور ”تقلید“ ہیں جن پر بحث ”اتباع“ کے زیر عنوان گزر چکی ہے۔

۳- اور ان ہی میں سے موافقت بھی ہے، جس کا معنی ہے: کسی قول یا فعل یا ترک یا اعتقاد وغیرہ میں دو اشخاص میں سے ایک کا دوسرے کے ساتھ شریک ہونا، خواہ یہ مشارکت اس دوسرے شخص کے سبب ہو،

(۱) معجم متن اللغة، المعجم الوسيط مادة ”تشبیہ“۔

(۲) ابن ماجہ ۱/ ۱۹، طبع بولاق، روحۃ الطائین ۲/ ۶۳، الزرقانی ۵/ ۱۳۰، کشاف القناع ۲/ ۲۳۹۔

## تشبہ ۵-۶

مخصوص لباس میں ان سے تشبہ اختیار کرنے والے کے کفر کو چند قیود سے مقید کرتے ہیں، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

۵- یہ عمل بلاد اسلام میں کرے (۱)، احمدی کہتے ہیں: کفار کا لباس اختیار کرنا ارتداد اس وقت ہوگا جبکہ دارالاسلام میں ایسا کیا جائے، دارالحرب میں اسے ارتداد قرار دینا ممکن نہیں ہے، کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ اسے دوسرا لباس مل سکا ہو جیسا کہ غالب ہے، یا یہ کہ اسے اس پر مجبور کیا گیا ہو (۲)۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اگر مسلمان دارالحرب یا دارالکفر میں ہو تو وہ ظاہری ہیئت میں ان (کفار) کی مخالفت پر مامور نہ ہوگا، کیونکہ اس میں اس کو ضرر ہوگا، بلکہ کبھی کبھی آدمی کے لئے ظاہری ہیئت میں ان کا شریک ہونا مستحب یا واجب ہوگا جبکہ اس میں کوئی دینی مصلحت ہو، جیسے ان کو دین کی دعوت دینا، اور مسلمانوں کو باخبر کرنے کے لئے ان کے پوشیدہ امور پر مطلع ہونا، یا مسلمانوں سے ان کے ضرر کا دفع کرنا اور اسی طرح کے دوسرے اچھے مقاصد، اور جہاں تک دارالاسلام اور دارالبحریت کا تعلق ہے جس میں اللہ نے اپنے دین کو امر از بخشا ہے اور اس میں کافروں پر ذلت مسلط کی ہے اور ان پر جزیہ عائد کیا ہے، تو اس میں مخالفت مشروع ہے (۳)۔

۶- مشابہت اختیار کرنا بلا ضرورت ہو، چنانچہ جو شخص یہ عمل ضرورتاً کرے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، لہذا اگر کوئی شخص اپنی کمر میں زمار باندھے اور قیدیوں کو چھڑانے کے لئے دارالحرب میں داخل ہو، یا یہ عمل جنگ میں دھوکہ دینے اور مسلمانوں کے لئے دشمنوں کے

چنانچہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے حقیقت کفر کے اعتقاد سے نہیں، بلکہ مثلاً قیدیوں کو چھڑکارا دلانے کے مقصد سے دارالحرب میں داخل ہونے کے لئے زمار باندھا ہے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا (۱)۔

ایک قول میں حنفیہ یہ رائے رکھتے ہیں اور مالکیہ میں سے ابن الشاط نے جو بحث کی ہے اس سے بھی یہی مآخوذ ہوتا ہے کہ جو شخص کافر کے مخصوص لباس میں اس سے مشابہت اختیار کرے، اسے کافر نہیں قرار دیا جائے گا، الا یہ کہ ان کے عقیدہ کو اختیار کرے، اس لئے کہ وہ زبان سے موحد ہے اور دل سے تصدیق کر رہا ہے، اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی شخص ایمان سے اسی دروازہ سے نکلے گا جس سے اس میں داخل ہوا ہے، اور ایمان میں دخول زبان سے قرار اور دل سے تصدیق سے ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں موجود ہیں (۲)۔

حنابلہ کے نزدیک جو لباس کفار کا شعار ہے اس میں کفار کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے، بہوتی فرماتے ہیں: اگر کوئی مسلمان ایسی ہیئت اختیار کرے جو اہل ذمہ کا شعار بن گئی ہے، یا اپنے سینہ پر صلیب لٹکائے تو یہ حرام ہوگا اور دوسرے معاصی کی طرح وہ اس سے کافر بھی نہیں ہوگا (۳)۔

اور شافعیہ میں سے نووی کی رائے یہ ہے کہ جو زمار وغیرہ پہنے وہ نیت نہ ہونے کی صورت میں کافر نہیں ہوگا (۴)۔

## حرمت تشبہ کے حالات:

فقہاء کی عبارتوں کے تتبع سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کفار کے

(۱) اہر قانی ۸/۶۳۔  
(۲) اسنی الطالب ۳/۱۱ اور دیکھئے اصول الدین لابن منسور عبدالقادر التیمی لہجہ ادبی ص ۲۶۶ طبع استنبول۔  
(۳) اقتضاء الصراط المستقیم بتحقیق ذاکر ناصر العنقل ۱/۳۱۸۔

(۱) تحفۃ المحتاج لابن حجر ۹/۹۱، ۹۲۔  
(۲) الفتاویٰ امیر ازیہ ہامش الہندیہ ۶/۳۳۲، دارالشرق مع الفرق ۳/۱۱۶۔  
(۳) کشاف القناع ۳/۱۲۸۔  
(۴) روضۃ الطالبین ۱۰/۶۹۔

احوال معلوم کرنے کے مقصد سے کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی (۱)، اسی طرح گرمی اور سردی دور کرنے کے لئے اگر اپنے سر پر مجوسیوں کی ٹوپی لگائے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی (۲)۔

۷- کافروں کے ساتھ مخصوص چیز میں مشابہت اختیار کی جائے جیسے عیسائی کا ہیٹ اور یہودی کا کیپ (ٹوپی)۔ مالکیہ نے ارداد کے تحقق کے لئے اسی کے ساتھ یہ شرط بھی لگائی ہے کہ مشابہت اختیار کرنے والا اس کے ذریعہ گرجا گھر وغیرہ کا اہتمام کرے (۳)۔

۸- مشابہت اختیار کرنا ایسے وقت میں ہو جب متعین لباس کفار کا شعار ہو، ابن حجر نے حضرت انسؓ کی حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے ایک جماعت دیکھی جن پر سبز چادریں تھیں تو فرمایا: یہ تو کویا خیبر کے یہود ہیں (۴)، پھر ابن حجر فرماتے ہیں: یہود کے واقعہ سے استدلال کرنا اس وقت صحیح ہوگا جب سبز چادر ان کا شعار ہو، اور یہ بات بعد میں ختم ہو چکی ہے، لہذا وہ مباح کے عموم میں داخل ہوگئی ہے (۵)۔

۹- مشابہت اختیار کرنا کفر کی طرف میلان کی وجہ سے ہو، چنانچہ جو شخص کھلواڑ اور تمسخر کے طور پر مشابہت اختیار کرے وہ مرتد نہیں ہوگا، بلکہ وہ فاسق ہوگا جو سر کا مستحق ہوتا ہے، یہ مالکیہ کا مسلک ہے (۶)۔

۱۰- اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی (ذہن میں رہے) کہ غیر مذموم چیز میں مشابہت اختیار کرنے نیز جن چیزوں میں تشبیہ مقصود نہ ہوتا ہو

انہیں اختیار کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

صاحب ”الدر المختار“ کہتے ہیں: (اہل کتاب سے) مشابہت اختیار کرنا ہر چیز میں مکروہ نہیں ہے، بلکہ مذموم چیزوں اور جن میں تشبیہ مقصود ہوتا ہے ان میں مکروہ ہے۔

ہشام کہتے ہیں: میں نے امام ابو یوسف کو میخوں کے ذریعہ جوڑے ہوئے جوتے پہنے دیکھا تو پوچھا: کیا آپ کی رائے میں اس لوہے میں کوئی حرج ہے؟ فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: سفیان اور ثور بن یزید اسے مکروہ سمجھتے ہیں، اس لئے کہ اس میں راہبوں سے مشابہت پائی جاتی ہے؟ فرمایا: ”نبی کریم ﷺ بالوں والے جوتے پہنتے تھے اور یہ بھی راہبوں کا پہناوا ہے“ چنانچہ امام ابو یوسف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ بندوں کی بھلائی سے متعلق چیزوں میں مشابہت کی صورت مضر نہیں ہے، اس لئے کہ زمین کی لمبی مسافت اس قسم کے جوتوں کے بغیر طے کرنا ممکن نہیں ہے (۱)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”ردت“ اور ”کفر“۔

دوم- کفار سے ان کے تہواروں میں مشابہت اختیار کرنا: ۱۱- کفار سے ان کے تہواروں میں مشابہت اختیار کرنا ناجائز ہے، اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ: ”من تشبه بقوم فهو منهم“ (۲) (جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے)، اور اس کا مطلب کفار کے تمام مخصوص امور میں مسلمانوں کو موافقت کرنے سے نفرت دلانا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ، قُلْ

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۲/۷۶، الفتاویٰ البرازیلیہ بمائش الہندیہ ۶/۳۳۲، اسنی الطالب ۱۱۹/۳۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۲/۷۶۔

(۳) الترغاب فی ۸/۶۳، المشرح الصغیر ۳/۳۳۳، جوہر لا طیل ۲/۲۸۸۔

(۴) حضرت انسؓ کے اثر: ”الذی راٰی فو ما علیہم الطالبۃ“ کو حافظ ابن القیم نے اپنی کتاب زاد المعاد (۱/۱۳۲) اور احکام اہل الذمہ (۲/۵۵۳) میں روایت کیا ہے۔

(۵) فتح الباری ۱۰/۲۵۵ طبع استنبیہ۔

(۶) المشرح الصغیر ۳/۳۳۳، الترغاب فی ۸/۶۳۔

(۱) ابن ماجہ ۱/۱۹، الفتاویٰ الہندیہ ۵/۳۳۳۔

(۲) احکام اہل الذمہ ۲/۲۲۲، شائع کردہ دارالعلم للملایین المدخل لابن

الماجد ۶/۳۸، واداب الشریعہ لابن مفلح ۳/۳۲۱، کشاف القناع

۳/۳۱۔



إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى، وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ“ (۱)  
(اور آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز خوش نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ ہو جائیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی (بتلائی ہوئی) راہ تو بس وہی ہے اور اگر آپ اس علم کے بعد جو آپ کو پہنچ چکا ہے ان کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آپ کے لئے اللہ (کی گرفت) کے مقابلہ میں نہ کوئی یار ہوگا، نہ مددگار)۔

اور بیہمتی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: عجمیوں کی زبان مت سیکھو، اور مشرکین کے تہواروں کے دن ان کی عبادت گاہوں میں نہ جاؤ، اس لئے کہ ان پر غضب نازل ہوتا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص عجمیوں کے ملک سے گزرے اور ان کا نوروز اور مہر جان منائے، اور ان سے مشابہت اختیار کرے، یہاں تک کہ اسی حال میں مر جائے تو قیامت کے دن اس کو انہیں کے ساتھ اٹھایا جائے گا (۲)۔

اور اس لئے بھی کہ تہوار قبلہ، نماز اور روزوں کی طرح مجملہ شریعت، منج اور ان مناسک کے ہے جن کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ“ (۳)  
(ہم نے ہر امت کے واسطے ایک طریقہ (فنج و عبادت کا) مقرر کر رکھا ہے، کہ وہ اس پر چلنے والے ہیں)۔

لہذا تہوار میں ان کے ساتھ شریک ہونے اور تمام مناجج میں ان کے ساتھ شریک ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ

(۱) سورہ بقرہ ۱۲۰۔

(۲) احکام الملل مقدمہ ۲/۲۳۔

(۳) سورہ حج ۶۷۔

پورے تہوار میں موافقت اختیار کرنا کفر میں موافقت کرنا ہے، اور اس کی کچھ فروغ میں موافقت کرنا کفر کے بعض شعبوں میں موافقت کرنا ہے، بلکہ تہوار شریعتوں کے مخصوص ترین امتیازات اور ان کے نمایاں ترین شعائر میں سے ہوتے ہیں، لہذا ان میں موافقت کرنا شرائع کفر کی مخصوص ترین چیزوں اور ان کے نمایاں ترین شعاروں میں موافقت کرنا ہے (۱)۔

قاضی خاں فرماتے ہیں: کوئی شخص نوروز کے دن کوئی ایسی چیز خریدے جسے وہ اس دن کے علاوہ کسی اور دن نہیں خریدتا تھا تو اگر اس کا مقصد کافروں کی طرح اس دن کی تعظیم کرنا ہے تو یہ کفر ہوگا، اور اگر یہ عمل اسراف و تبذیر کے لئے کیا ہو، دن کی تعظیم کے لئے نہ کیا ہو تو یہ کفر نہیں ہوگا، اور اگر نوروز کے موقع پر کسی انسان کو کچھ ہدیہ کرے، اور اس دن کی عظمت کا ارادہ نہ کرے، اور یہ عمل صرف لوگوں کی عادت کے مطابق کرے تو یہ کفر نہیں ہوگا، اور چاہئے کہ اس دن کوئی ایسا عمل نہ کرے جو اس دن سے پہلے یا بعد میں نہ کرتا ہو، اور کافروں سے مشابہت اختیار کرنے سے احتراز کرے (۲)۔

اور مالکیہ میں سے ابن القاسم نے مسلمان کے لئے یہ مکروہ قرار دیا ہے کہ وہ عیسائی کے تہوار کے موقع پر بدلہ میں اسے ہدیہ پیش کرے، اور انہوں نے اس کو اس کے تہوار کی تعظیم اور اس کے کفر میں اس کی معاونت گردانا ہے (۳)، اور جس طرح تہواروں میں کفار سے مشابہت اختیار کرنا ناجائز ہے اسی طرح ان میں ان کی مشابہت

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم ۱/۲۷۱۔

(۲) الفتاویٰ الخانیہ بمہاشم الہندیہ ۳/۵۷۷، اور دیکھئے الفتاویٰ الہندیہ

۲/۲۷۱، ۲/۷۷، الفتاویٰ البرازیہ بمہاشم الہندیہ ۶/۳۳۳، ۳/۳۳۳،

حاشیہ ابن عابدین ۵/۸۱، الفتاویٰ والنقویہ ۱/۶۳، بذل الجہود فی حل

الکی داؤد ۱/۶۰، مسالیح کردہ دارالکتب العلمیہ۔

(۳) المدخل لابن الحاج ۲/۷۷، احکام الملل مقدمہ ۲/۲۵۔

اختیار کرنے والے مسلمان کی مدد نہیں کی جائے گی، بلکہ اسے اس سے روکا جائے گا۔

چنانچہ جو شخص ان کے تہواروں میں خلاف عادت دعوت کرے اس کی دعوت قبول نہیں کی جائے گی، اور مسلمانوں میں سے جو شخص ان تہواروں میں کوئی ایسا بدیہ پیش کرے جو اس تہوار کے علاوہ بقیہ اوقات میں عادت کے برخلاف ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا، خصوصاً اس وقت جب ہدیہ ان چیزوں میں سے ہو جن سے ان کی مشابہت اختیار کرنے میں مدد ملی جاتی ہے، جیسے عید میلاد (کرسمس ڈے) کے موقع پر شمع وغیرہ بدیہ کرنا (۱)۔

اس کے ساتھ ہی جو شخص تہواروں میں کفار سے مشابہت اختیار کرے اس کو مزا دینا واجب ہے (۲)۔

جہاں تک ان چیزوں کا تعلق ہے جن کو کفار اپنے تہواروں کے موقع پر بازاروں میں بیچتے ہیں تو ان میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، مہنا کی روایت میں امام احمد نے اس کی صراحت کی ہے، اور فرمایا ہے کہ انہیں تو ان کے عبادت خانوں اور گرجوں میں جانے سے روکا جائے گا، رہیں ماکولات میں سے وہ چیزیں جو بازار میں بیچی جاتی ہیں تو ان سے نہیں (روکا جائے گا) اگرچہ اس کی زیادتی اور تحسین کا قصد انہیں کی وجہ سے کرے (۳)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”عید“۔

سوم - عبادات میں کفار سے مشابہت اختیار کرنا:

عبادات میں کفار سے مشابہت اختیار کرنا فی الجملہ مکروہ ہے، اور اس باب میں ان سے مشابہت اختیار کرنے کی کچھ مثالیں یہ ہیں:

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم ۲/۵۱۷۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۳۱، قلیوبی و عمیرہ ۲/۲۰۵۔

(۳) لا داب الشریعہ لابن مفلح ۳/۳۲۱، اقتضاء الصراط المستقیم ۲/۵۱۸۔

الف - مکروہ اوقات میں نماز ادا کرنا:

۱۲ - کفار کی عبادت میں مشابہت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے کراہت کے اوقات میں نماز کی ممانعت فرمائی ہے (۱)۔

چنانچہ مسلم نے حضرت عمرو بن عبسہؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”صل صلاة الصبح، ثم أقصر عن الصلاة حتى تطلع الشمس حتى ترتفع، فإنها تطلع حين تطلع بين قرني شيطان، وحينئذ يسجد لها الكفار، ثم صل فإن الصلاة مشهودة محصورة حتى يستقل الظل بالرمح، ثم أقصر عن الصلاة فإن حينئذ تسجر جهنم، فإذا أقبل الفیء فصل فإن الصلاة مشهودة محصورة حتى تصلي العصر، ثم أقصر عن الصلاة حتى تغرب الشمس فإنها تغرب بين قرني شيطان وحينئذ يسجد لها الكفار“ (۲) (صبح کی نماز پڑھو، پھر طلوع شمس تک نماز سے رک جاؤ، یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے، اس لئے کہ طلوع کے وقت وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے، اور اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں، پھر نماز پڑھو، اس لئے کہ نماز میں ملائکہ موجود ہوتے ہیں یہاں تک کہ سایہ نیزہ کے بقدر ٹھہر جائے، پھر نماز سے رک جاؤ، اس لئے کہ اس وقت جہنم کو بجھ کایا جاتا ہے، پھر جب سایہ آگے بڑھے تو نماز پڑھو، اس لئے کہ نماز میں ملائکہ موجود ہوتے ہیں، یہاں تک کہ عصر کی نماز پڑھ لو، پھر غروب شمس تک

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ ۱/۹۰، فتح القدیر ۱/۲۰۲ طبع دار احیاء التراث العربی، الکافی لابن عبد البر ۱/۹۵، البحر می علی الخلیب ۱/۱۰۱ طبع کردہ دار المعرفۃ، المغنی ۲/۱۰۷ طبع بیاض۔

(۲) حدیث: ”صل صلاة الصبح.....“ کی روایت مسلم (۵۷۰ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

بالیہود“ (۱) (یہود سے مشابہت نہ اختیار کرو)۔  
تفصیل کے لئے دیکھئے: ”صلاۃ“۔

### ج۔ صوم وصال:

۱۴ - حنفیہ، جمہور مالکیہ، دو اقوال میں سے ایک کے مطابق شافعیہ اور حنابلہ صوم وصال کی کراہت کے قائل ہیں (۲)، اس لئے کہ بخاری نے حضرت انسؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لاتواصلوا، قالوا: انک تو اصل، قال لست کاحد منکم، انی اطعم و اسقی“ (۳) (صوم وصال نہ رکھو، صحابہ نے عرض کیا: آپ خود تو رکھتے ہیں؟ فرمایا: میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں، مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے)، یا فرمایا: ”انی آیت اطعم و اسقی“ (میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے)، اور آپ ﷺ کا فرمان: ”لاتواصلوا“ (صوم وصال نہ رکھو) ممانعت ہے، اور اس کا ادنیٰ درجہ کراہت کا متقاضی ہے۔

اور نبی کی علت عیسائیوں سے مشابہت ہے، جیسا کہ حضرت بشیر ابن خصاصیہؓ کی اس حدیث میں صراحت کی گئی ہے جس کو احمد، طبرانی، سعید بن منصور نے، نیز عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیروں میں بشیر بن خصاصیہ کی بیوی لیلیٰ تک (پہنچنے والی) صحیح سند سے نقل کیا ہے، وہ فرماتی ہیں: میں نے دونوں کے صوم وصال کا

نماز سے رک جاؤ، اس لئے کہ وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے، اور اس وقت کفار اس کو جودہ کرتے ہیں)۔  
اوقات کراہت سے متعلق احکام کی تفصیل کے لئے دیکھئے:  
الموسمۃ الفقہیہ ۷/ ۲۵۰، اوقات اصلا و مقررہ ۲۳۔

### ب۔ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا:

۱۳ - نماز میں ”اختصار“ (۱) (کمر پر ہاتھ رکھنے) کی کراہت کے بارے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ یہود یہ عمل کثرت سے کرتے تھے، لہذا ان سے مشابہت کی کراہت کی وجہ سے اس کی ممانعت کر دی گئی، چنانچہ بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے، (اور الفاظ مسلم کے ہیں) کہ: ”نہی رسول اللہ ﷺ ان یصلی الرجل مختصراً“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے اس سے ممانعت فرمائی ہے کہ آدمی کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھے) اور بخاری نے بنی اسرائیل کے بیان میں بروایت ابو الفصحی عن مسروق عن عائشہؓ یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت عائشہؓ کو یہ بات ناپسند تھی کہ نمازی اپنا ہاتھ اپنی کمر پر رکھے فرماتی تھیں: ”یہ عمل یہود کرتے ہیں“ ابن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے: ”نماز میں“ (۳) اور دوسری روایت میں ہے: ”لا تشبہوا

(۱) اختصار کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے، اور قول صحیح جس پر محققین اور اہل لغت و غریب اور محدثین میں سے اکثر کا اتفاق ہے یہ ہے کہ مُخْتَصَرٌ وہ ہے جو اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کا ہاتھ خاصہ پر ہو۔ صحیح مسلم بشرح النووی ۳۶۵ طبع المطبعۃ المصریہ بالازمیر۔

(۲) حدیث: ”نہی رسول اللہ ﷺ ان یصلی الرجل مختصراً“ کی روایت بخاری (الفتح ۸۸۳ طبع المستقیم) اور مسلم (۳۸۷ طبع المجلد) نے کی ہے۔

(۳) بنی اسرائیل کے تذکرہ میں بروایت ابو الفصحی اس کی روایت بخاری (الفتح ۳۹۵/۶ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۱) عمدة القاری ۷/ ۲۹۷ طبع المیزان، صحیح مسلم بشرح النووی ۳۶۵، المغنی ۲/ ۹۰ طبع ریاض، المشرع المیزان ۳۲۰۔

(۲) امام ابو یوسف اور امام محمد نے صوم وصال کی تفسیر دو دن اس طرح روزہ رکھے سے کی ہے کہ ان کے درمیان اختلاف نہ کیا گیا ہو (حاشیہ ابن عابدین ۴/ ۸۳ اور دیکھئے: المغنی ۳/ ۱۷۱ طبع ریاض)۔

(۳) حدیث: ”لا تواصلوا، لست کاحد منکم“ کی روایت بخاری (الفتح ۲۰۲ طبع المستقیم) نے کی ہے۔



ارادہ کیا تو مجھے حضرت بشیر نے منع کیا اور فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے (۱) اور فرمایا: ”یفعل ذلک النصاری ولکن صومو کما أمرکم اللہ، اتمو الصیام الی اللیل، فإذا کان اللیل فافطروا“ (یہ فعل نصاری کرتے ہیں، البتہ تم اس طرح روزہ رکھو جس طرح تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے کہ روزہ کو رات تک پورا کرو، پھر جب رات آجائے تو افطار کر لیا کرو)۔

امام احمد نیز مالکیہ کی ایک جماعت سحر تک وصال کے جواز کی قائل ہے، اور یہی قول اسحاق، ابن المنذر اور ابن خزمہ کا ہے۔ اور شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ صوم وصال حرام ہے، مالکیہ میں سے ابن العربی نے بھی اس قول کو صحیح قرار دیا ہے (۲)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”صوم“۔

و- صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا:

۱۵- حنفیہ یہود سے مشابہت کی وجہ سے صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں بقول ابن تیمیہ امام احمد کے کلام کا مقتضا بھی یہی ہے (۳)۔

چنانچہ مسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کے روزہ کا حکم دیا تو صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ایسا دن

ہے جس کی تعظیم یہود و نصاری کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فإذا کان العام المقبل إن شاء اللہ صمنا الیوم التاسع“ (۱) (تب تو آئندہ سال آنے پر ہم انشاء اللہ نویں دن بھی روزہ رکھیں گے)، فرماتے ہیں کہ آئندہ سال آیا بھی نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی۔

علامہ نووی حدیث پر تعلق کرتے ہوئے بعض علماء سے نقل کر کے فرماتے ہیں: دسویں دن کے ساتھ نویں دن کے روزہ کا سبب شاید یہ ہے کہ صرف دسویں دن کا روزہ رکھنے میں یہود سے مشابہت نہ ہو، اور حدیث میں اس کی طرف اشارہ بھی ہے (۲)۔

اور شافعیہ و حنابلہ نے عاشوراء (حرم کے دسویں دن) اور ”تاسوعاء“ (حرم کے نویں دن) کے روزہ کو مستحب قرار دیا ہے (۳)۔ اور حنفیہ کے نزدیک عاشوراء سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھنا مستحب ہے (۴)۔

اور مالکیہ کہتے ہیں کہ عاشوراء، نویں تاریخ اور اس سے پہلے آٹھ دن روزہ رکھنا مندوب ہے (۵)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”صوم“ اور ”عاشوراء“۔

چہارم- فساق سے مشابہت اختیار کرنا:

۱۶- قرطبی فرماتے ہیں: اگر اہل فسق اور بے حیا لوگوں کا کوئی مخصوص لباس ہو تو دوسروں کو اس کے پہننے سے روک دیا جائے گا،

(۱) حضرت بشیر بن خصاصہ کی بیوی حضرت لیلیٰ کی حدیث کی روایت احمد (۲۲۵، ۲۲۳/۵ طبع المصنوع) نے کی ہے اور ابن حجر نے فتح الباری (۲۰۲/۳ طبع المستقیم) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) فتح الباری ۲۰۲/۳، ۲۰۳ طبع المستقیم، عمدۃ القاری ۱۱/۱، ۷۲، حاشیہ ابن عابدین ۲/۸۳، جوہر لولکیل ۱/۲۷۳، المغنی ۱/۳۱۷ طبع ریاض۔

(۳) فتح القدیر ۲/۷۸ طبع الامیریہ، عمدۃ القاری ۱۱/۱۱۹، کشاف القناع ۳۳۹/۲۔

(۱) حدیث: ”فإذا کان العام المقبل - إن شاء اللہ - صمنا الیوم التاسع“ کی روایت مسلم (۵۸/۲ طبع المجلد) نے کی ہے۔

(۲) صحیح مسلم بشرح النووی ۸/۱۳، ۱۳۔

(۳) شرح المکلی علی المنہاج ۳/۷۳، المغنی ۳/۷۳۔

(۴) فتح القدیر ۲/۷۸ طبع الامیریہ۔

(۵) المشرح المغیر ۱/۶۹۱، ۶۹۲۔

اس لئے کہ اس کو نہ پہچاننے والا اسے بھی انہیں لوگوں میں سمجھے گا، اور اس کے ساتھ بدگمانی کرے گا تو بدگمانی کرنے والا بھی گنہگار ہوگا، اور بدگمانی پر معافیت کی وجہ سے وہ شخص بھی جس سے بدگمانی کی جارہی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”شہادت“ اور ”فسق“۔

پنجم۔ مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا نیز اس کے برعکس ہونا:

۱۷۔ جمہور فقہاء عورتوں کی مردوں سے اور مردوں کی عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں (۱)۔

چنانچہ بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لعن رسول اللہ ﷺ المتشبهین من الرجال بالنساء، و المتشبهات من النساء بالرجال“ (۲) (رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے)۔

اور ایک قول کے مطابق شافعیہ اور حنابلہ کی ایک جماعت مردوں کی عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے نیز اس کے برعکس کو مکروہ قرار دیتی ہے (۳)۔

(۱) نیل الاوطار ۲/۱۷۱ طبع دار الخلیل، عمدة القاری ۲/۲۱۲ طبع المیزان، المعیود ۱/۱۵۶ طبع دار الفکر، نہایۃ المحتاج ۲/۶۲۳، روضة الطالبین ۲/۶۲۳، الرواجز ۱/۱۳۳ طبع مصطفیٰ الخلیفی، الکبائر ص ۱۳۳ طبع المکتبۃ الامیریہ، کشاف القناع ۱/۲۸۳، ۲/۲۳۹، اعلام الموقعین ص ۲۰۲ طبع کردہ مکتبۃ الکلیات لا زمیریہ۔

(۲) حدیث: ”لعن رسول اللہ ﷺ المتشبهین من الرجال بالنساء“ کی روایت بخاری (فتح ۱۰/۳۳۲ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۳) الرواجز ۱/۱۳۳، کشاف القناع ۲/۲۳۹، آداب الشرعیہ ۳/۵۳۰۔

اور مشابہت لباس، حرکات و سکنات، نیز اعضاء اور آواز میں تصنع اختیار کرنے سے ہوتی ہے (۱)۔

اس کی مثال مردوں کا عورتوں سے مخصوص لباس اور زیب و زینت میں مشابہت اختیار کرنا ہے، مثلاً اوڑھنی، ہار، گلوبند، کنگن، پازیب اور بالی جیسی چیزیں پہننا جن کا پہننا مردوں کے لئے درست نہیں ہے، اسی طرح عورتوں سے مخصوص انعام میں ان کی مشابہت اختیار کرنا جیسے بدن میں لچک پیدا کرنا، اور بات چیت اور چال میں زمانہ پن ظاہر کرنا (۲)۔

اسی طرح عورتوں کا لباس، چال و حال، آواز بلند کرنے یا اسی طرح کی چیزوں میں مردوں سے مشابہت اختیار کرنا (۳)۔

اور لباس کی ہیئت ہر شہر کے عرف کے اختلاف سے کبھی کبھی بدل جاتی ہے، چنانچہ کبھی عورتوں کی ہیئت مردوں کی ہیئت سے الگ نہیں ہوتی ہے، البتہ پردہ اور حجاب سے وہ ممتاز ہو جاتی ہیں (۴)۔

اسنوی کہتے ہیں: تشبیہ کے حرام ہونے کے لئے دونوں صنفوں کے لباس اور ہیئت کے بارے میں اعتبار ہر علاقہ کے عرف کا ہوگا (۵)۔

بات چیت اور چال میں مشابہت اختیار کرنے کی مذمت اس شخص تک محدود ہے جو دانستہ ایسا کر رہا ہو اور جس کی اصل خلقت میں ایسا ہوا ہے نہ تکلف اس کے ترک کرنے، اور بتدریج اس پر دوام اختیار کرنے کا حکم دیا جائے گا، اور اگر وہ ایسا نہ کرے اور اسی پر مصر رہے تو مذمت اس کو لاحق ہو جائے گی، خاص طور سے اس وقت جب اس کی طرف سے اس فعل پر رضا مندی ظاہر کرنے والی کسی چیز کا

(۱) فیض القدیر ۵/۲۶۹۔

(۲) عمدة القاری ۲/۲۱۲۔

(۳) فیض القدیر ۵/۲۶۹۔

(۴) عمدة القاری ۲/۲۱۲۔

(۵) نہایۃ المحتاج ۲/۶۲۳۔



اظہار ہو (۱)۔

اسی کے ساتھ دوسرے منکرات ہی کی طرح مشابہت پر طاقت سے اور اگر عاجز ہو تو انجام پر اطمینان کے ساتھ زبان سے، اور اس سے بھی عاجز ہو تو دل سے نکیر کرنا واجب ہے (۲)۔

اور اسی پر یہ بات مرتب ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل حکم کی اطاعت کرتے ہوئے شوہر پر واجب ہوگا کہ وہ اپنی بیوی کو لباس اور چال و حال وغیرہ میں مردوں سے مشابہت میں ڈالنے والی چیزوں سے روکے: ”قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَارًا“ (۳) (بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے)، یعنی ان کی تعلیم و تادیب کے ذریعہ، اور ان کو پروردگار کی اطاعت کا حکم دے کر اور اس کی نافرمانی سے روک کر (۴)۔

ششم - ذمیوں کا مسلمانوں سے مشابہت اختیار کرنا:

۱۸ - اہل ذمہ کو ایسی علامات ظاہر کرنے کا پابند بنایا جائے گا جس سے وہ پہچانے جاسکیں، اور انہیں یہ آزادی نہیں دی جائے گی کہ لباس، سواری اور شغل و صورت میں مسلمانوں سے مشابہت اختیار کریں، اور اس حکم کی اصل وہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو سوار تھے اور باوقار شغل و شباهت والے تھے، آپ نے ان کو مسلمان سمجھا اور سلام کیا تو آپ کے مصاحبین میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ آپ کو درست رکھے، آپ جانتے ہیں یہ کون لوگ ہیں؟ دریافت کیا: یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ بنو تغلب کے عیسائی ہیں، پھر جب آپ اپنی قیام گاہ آئے تو لوگوں

میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ کوئی بھی عیسائی ایسا نہ بچے جو پیشانی کے بال نہ باندھے، اور پالان کی سواری نہ کرے، اور یہ منقول نہیں کہ کسی نے آپ پر نکیر کی ہو، لہذا یہ گویا اجماع ہے، اور اس لئے بھی کہ سلام اسلام کے شعائر میں سے ہے، لہذا ملاقات کے وقت مسلمانوں کو ان شعائر کے اظہار کی حاجت ہے، اور یہ تب ہی ممکن ہے جب اہل ذمہ علامت کے ذریعہ ممتاز ہوں۔

اسی کے ساتھ ساتھ جب امتیاز واجب ہو گیا تو یہ بھی واجب ہوگا کہ اس میں ذلت ہو نہ کہ عزاز، اس لئے کہ ان کو ذلیل کرنا واجب ہے، مگر بلاوجہ ضرب اور تھپڑ لگا کر نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کی ایک خصوصیت ہو۔

اسی طرح راستہ چلنے کی حالت میں ذمیوں کی عورتوں کا مسلمانوں کی عورتوں سے متمیز ہونا واجب ہے، اور ان کے گھروں پر کوئی علامت لگا دی جائے گی تاکہ ان کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کیا جائے جو مسلمانوں سے مخصوص ہے، اور جزیرۃ العرب کے علاوہ مسلمانوں کے بقیہ شہروں میں انہیں آباد ہو کر خرید و فروخت کرنے سے نہیں روکا جائے گا، اس لئے کہ عقد ذمہ کی مشروعیت اس لئے ہے تاکہ ان کے اسلام کا ذریعہ بنے اور مسلمانوں کے شہروں میں انہیں رہائش کی اجازت دینا اس مقصد کے لئے زیادہ مؤثر ہے (۱)۔

اور ان امور کی تفصیل کے لئے جن میں اہل ذمہ کو مسلمانوں سے مشابہت اختیار کرنے سے روکا جائے گا کتب فقہ میں ”جزیہ“ اور ”عقد ذمہ“ کے ابواب دیکھے جائیں۔

(۱) بدائع الصنائع ۷/۱۱۳، تبیین الحقائق، جامعۃ العلینی ۳/۲۸۰، ۲۸۱، ابن حابدین ۳/۲۷۳، جوہر لا کلیل ۱/۲۶۸، المعیار للمغرب ۶/۲۲۱ طبع دارالمغرب الاسلامی بیروت، نہایت المحتاج ۸/۷۷، کشاف القناع ۳/۱۲۷، المغنی ۸/۵۲۸، ۵۲۹، اور دیکھئے الموسوعۃ الفقہیہ المکنتیہ، اصطلاح ”اکرمہ“ فقرہ نمبر ۲۳ جلد ۶ اور اصطلاح ”اہل الذمہ“ فقرہ نمبر ۳۶ جلد ۷۔

(۱) فتح الباری ۱۰/۳۳۲، فیض القدیر ۵/۲۷۱۔

(۲) کشاف القناع ۲/۲۳۹۔

(۳) سورہ حجریمہ ۶۔

(۴) الروا ج ۱/۱۲۵ طبع مصنفی الجلیسی، الکبیر ص ۱۳۲۔

## تشبیہ ۱-۳

ایذا رسانی، پردہ دری اور ایک مسلمان عورت کو بدنام کرنا ہے۔  
جہاں تک اپنی بیوی یا باندی کی تشبیہ کا تعلق ہے تو وہ اس  
وقت تک جائز ہوگی جب تک اس کے باطنی اعضاء کے اوصاف بیان  
نہ کرے، یا ایسی چیز نہ بیان کرے جس کا چھپانا ضروری ہے، اس لئے  
کہ یہ چیز اس کی مروت کو ساقط کر دے گی۔ اور یہ چیز بعض لوگوں کے  
نزدیک حرام اور بعض لوگوں کے نزدیک مکروہ ہوگی (۱)۔

اسی طرح جب تک کوئی فحش بات نہ کہے، یا تعین پر دلالت  
کرنے والا کوئی قرینہ مقرر نہ کرے اس وقت تک غیر معین عورت کی  
تشبیہ کرنا جائز ہوگا، اس لئے کہ اس سے مقصود کلام میں خوبصورتی  
اور لطافت پیدا کرنا ہے نہ کہ ان باتوں کو انجام دینا ہے جن کا وہ ذکر  
کر رہا ہے، لہذا اگر کوئی ایسا قرینہ مقرر کرے جو تعین پر دلالت کرتا ہو  
تو وہ تعین ہی کے حکم میں ہوگا اور کسی نامعلوم عورت جیسے لیلیٰ اور سعاد کا  
ذکر کرنا حضرت کعب ابن زہیر کی حدیث اور نبی کریم ﷺ کے  
سامنے ان کے اپنے مشہور قصیدہ ”بانث سعاد.....“ سنانے کی بنا پر  
تعین میں شمار نہیں ہوگا (۲)۔

### کسی لڑکے کی تشبیہ کرنا:

۳- کسی لڑکے کی تشبیہ کرنا اگر یہ بیان کرے کہ وہ اس پر عاشق ہے  
تو حرام ہے، اگرچہ وہ معین نہ ہو، اس لئے کہ لڑکا کسی صورت میں بھی  
حلال نہیں ہوتا، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ معین نہ ہو تو اس کا حکم

(۱) جامعہ الجمل ۵/۳۸۲، مغنی المحتاج ۳/۳۱۸، فتح القدیر ۶/۳۶۶، الانصاف  
۵۲/۱۲، طبع القاہہ ۱۳۵۷ھ طبع النبی محمدیہ۔

(۲) مغنی المحتاج ۳/۳۱۸، تحفۃ المحتاج ۸/۳۳۲، الدسوقی ۳/۱۶۶، ۱۶۷۔  
اور اپنے مشہور قصیدہ ”بانث سعاد.....“ کے پڑھنے سے متعلق حضرت کعب  
ابن زہیر کی حدیث کی روایت ابن اسحاق نے کی ہے جیسا کہ سیرت ابن  
ہشام (۲/۵۰۱، ۵۱۵، طبع المجلدی) میں ہے۔

## تشبیہ

### تعریف:

۱- ”تشبیہ“ ”شَبَّ“ کا مصدر ہے، اور اس کے ایک معنی خواتین  
کے ذکر سے شعر کے ابتدائی حصہ میں خوبصورتی پیدا کرنے کے ہیں،  
اور ”شَبَّ بالمرأۃ“ کے معنی ہیں: عورت کے بارے میں غزل یا  
نسب کہنا (۱)۔  
فقہی اصطلاح لغوی معنی سے الگ نہیں ہے۔

### متعلقہ الفاظ:

تشبیہ، نسب اور غزل مترادف الفاظ ہیں جن کا مطلب  
عورتوں کے محاسن بیان کرنا ہے (۲)۔

### تشبیہ کا شرعی حکم:

۲- کسی ایسی معین عورت کی تشبیہ کرنا جو تشبیہ کرنے والے پر  
حرام ہو، یا کسی بے ریش لڑکے کی تشبیہ کرنا حرام ہے، اور اپنے اوپر  
حرام کسی اجنبی عورت سے برائی پر آمادہ کرنے والے حسی یا معنوی  
اوصاف کے بیان کرنے کی حرمت پر فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف  
معلوم نہیں ہے، اور اس سلسلہ میں ظاہری اور باطنی اوصاف کا بیان  
کرنا برابر ہے، اس لئے کہ اس میں عورت اور اس کے متعلقین کی

(۱) لسان العرب۔

(۲) جامعہ الجمل ۵/۳۸۲۔

## تشبیک ۱-۲

غیر معین عورت کی طرح ہوگا (۱)۔

یہ تفصیل شعر یا نثر میں انشاء قول (خود کہنے) کی ہے جہاں تک ۱۳۰ استشہاد یا فصاحت و بلاغت سیکھنے کے مقصد سے اس کی روایت کرنے یا گنگنانے کا تعلق ہے تو اگر اس سے حرام پر ابھارنا مقصود نہ ہو تو یہ مباح ہوگا۔

اور حنفیہ نے عورت کی تشبیک کی حرمت کو عورت کے معین اور با حیات ہونے سے مقید کیا ہے، چنانچہ اگر مردہ عورت کی تشبیک کرے تو حرام نہ ہوگا (۲)۔

## تشبیک

تعریف:

۱- لغت میں تشبیک کے معنی ہیں: ایک کو دوسرے میں داخل کرنا، چنانچہ دو گتھم گتھا ہونے والی چیزوں کو ”مشتبکان“ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی سے ایک کے دوسرے میں داخل ہو جانے کی وجہ سے ”شباک الحلید“ (وہ کھڑکی جس میں لوہے کی جالی ہو) اور ”تشبیک الأصابع“ (انگلیوں کو ایک دوسرے میں پیوست کرنا) ہے۔ اور یہاں یہی مراد ہے، اور ”شباک“ کے معنی: ملانے اور ایک کے دوسرے میں داخل ہو جانے کے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے: ”شباک الشیء يشبکہ شبکا“ جب کوئی کسی چیز کو ملا دے، اور اس کے ایک حصہ کو دوسرے میں پیوست کر دے (۱)۔

اور ”تشبیک الأصابع“ اپنے اصطلاحی معنی میں اس لغوی معنی سے باہر نہیں ہے، ابن عابدین کہتے ہیں: ”تشبیک الأصابع“ یہ ہے کہ آدمی اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر دے (۲)۔

اجمالی حکم:

۲- اس بات پر فقہاء کا اجماع ہے کہ نماز میں انگلیوں کی تشبیک مکروہ



(۱) المصباح الممیر، محیط الحریط، مختار الصحاح مادۃ ”شباک“۔

(۲) ابن عابدین ۳۳۱، قواعد الفقہ للمیرکتی ۲۲۸۔

(۱) سابقہ مصادر۔

(۲) سابقہ مصادر اور المغنی ۷/۸۷، فتح القدیر ۶/۳۶۶۔



## تشبیک ۲

ہے، اس لئے کہ حضرت کعب بن عجرہؓ کی روایت ہے: ”أن رسول الله ﷺ رأى رجلاً قد شبك أصابعه في الصلاة، ففرج رسول الله ﷺ بين أصابعه“ (۱) (رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں انگلیوں کی تشبیک کئے ہوئے دیکھا، تو آپ ﷺ نے اس کی انگلیوں کو کھول دیا)۔

اور حضرت ابن عمرؓ نے اس شخص کے بارے میں جو نماز پڑھتے ہوئے انگلیوں میں تشبیک کر رہا تھا، فرمایا: ”تلك صلاة الم غضوب عليهم“ (۲) (یہ ان لوگوں کی نماز ہے جن پر غضب نازل ہوا ہے)۔

اور جہاں تک نماز کے علاوہ حالت میں مسجد کے اندر اور نماز کے انتظار میں یعنی جہاں نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے وہاں یا نماز کے لئے جاتے ہوئے تشبیک کرنے کا تعلق ہے تو حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ اس حالت میں تشبیک کی کراہت کے قائل ہیں، اس لئے کہ نماز کا انتظار کرنا نمازی کے حکم میں ہوتا ہے (۳)، اس لئے کہ صحیحین کی حدیث ہے: ”لا يزال أحدكم في صلاة مادامت الصلاة

(۱) حدیث: ”رأى رجلاً قد شبك أصابعه.....“ کی روایت ابن ماجہ (۳۱۰/۱ طبع عیسیٰ البابی) نے کی ہے منذری فرماتے ہیں اس کو احمد اور ابوداؤد نے حید سند سے نقل کیا ہے (الترغیب والترہیب ۱/۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲ طبع المکتبۃ البیروتیہ)۔

(۲) اثر: ”تلك صلاة الم غضوب عليهم“ کی روایت ابوداؤد (۶۰۵/۱ طبع الدعاس) نے کی ہے۔

(۳) ابن ماجہ ۳۳۱، ۳۳۲، مراۃ الفلاح ۱۹۰، جوہر لولیل ۱/۵۳، اشرح الکبیر ۱/۲۵۳، ہواہب الجلیل اشرح مختصر فلیل ۱/۵۵۰، شرح الترغیب علی مختصر فلیل ۱/۲۱۹ دار الفکر، شرح روض الطالب من اسنی المطالب ۱/۱۸۳ طبع المکتبۃ الاسلامیہ، نہایت المحتاج للدری ۵۹/۲، المغنی لابن قدامہ ۱۰/۲ طبع ریاض المدینہ، کشاف القناع ۲/۳ طبع انصر المدینہ، مطالب اولیٰ اسنی ۱/۲۶، ۲۷، ۲۸، منشورات المکتب الاسلامی۔

تجبسه“ (۱) (تم میں سے کوئی اس وقت تک نماز میں ہوتا ہے جب تک نماز اس کو روکے رہے) اور اس لئے بھی کہ احمد اور ابوداؤد وغیرہ نے مرفوعاً روایت نقل کی ہے: ”إذا توضأ أحدكم فأحسن وضوءه ثم خرج عامداً إلى المسجد، فلا يشبك بين يديه فإنه في صلاة“ (۲) (جب تم میں سے کوئی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد کا قصد کرتے ہوئے نکلے تو وہ اپنے ہاتھوں کے درمیان تشبیک نہ کرے، اس لئے کہ وہ نماز میں ہے)۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إذا كان أحدكم في المسجد فلا يشبكن، فإن التشبيك من الشيطان، وإن أحدكم لا يزال في صلاة مادام في المسجد حتى يخرج منه“ (۳) (جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہو تو تشبیک نہ کرے، اس لئے کہ تشبیک شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، اور تم میں سے کوئی جب تک مسجد میں رہے، اس سے نکل آنے تک براہ نمازی میں ہوتا ہے)۔

اور حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”إذا توضأ أحدكم ثم خرج عامداً إلى الصلاة، فلا يشبكن بين يديه، فإنه في صلاة“ (۴) (تم میں سے کوئی جب وضو کرے، پھر

(۱) حدیث: ”لا يزال أحدكم في صلاة مادامت الصلاة تجبسه.....“ کی روایت بخاری (۵۳۸/۱ طبع المستوفی) اور مسلم (۳۶۰/۱ طبع عیسیٰ البابی) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”إذا توضأ أحدكم فأحسن وضوءه.....“ کی روایت ابوداؤد (۳۸۰/۱ طبع عبید الدعاس) اور منذری (۲۲۸/۲ طبع مصنفی الحلبي) نے کی ہے اور احمد نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) حدیث: ”إذا كان أحدكم في المسجد فلا يشبكن.....“ کی روایت احمد (۲۳/۳ طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے ثنی فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے (مجمع الزوائد ۲۵/۲ طبع القدی)۔

(۴) حدیث: ”إذا توضأ أحدكم ثم خرج عامداً إلى الصلاة فلا.....“

## تشبیہ ۳

نماز کے ارادے سے نکلے تو اپنے ہاتھوں کے درمیان تشبیہ نہ کرے، اس لئے کہ وہ نماز میں ہے۔

۳- مسجد کے اندر تشبیہ کی ممانعت کی علت میں اختلاف ہے، چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ اس کی ممانعت اس کے فعل عبث ہونے کی وجہ سے ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی ممانعت اس میں شیطان سے تشبیہ کی وجہ سے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی رہنمائی شیطان نے کی تھی (۱)۔

”مراتی الفلاح“ پر خطاوی کے حاشیہ میں ہے کہ تشبیہ سے ممانعت کی علت یہ ہے کہ وہ شیطان کی طرف سے ہے، نیز اس لئے کہ وہ نیند لاتی ہے اور نیند کی حالت میں حدیث پیش آنے کا ظن غالب ہوتا ہے، اور ایک علت وہ بھی ہے جس پر نماز پڑھتے ہوئے تشبیہ کرنے والے شخص کو حضرت ابن عمرؓ نے متنبہ کیا تھا کہ یہ ان لوگوں کی نماز ہے جن پر غضب مازل ہوا ہے، پھر اس کو ان جگہوں میں بھی مکروہ مانا گیا جو نماز کے حکم میں ہوتی ہیں، تا کہ وہ منہی عنہ میں نہ پڑ جائے (۲) اور نماز کے اندر اس کی کراہت زیادہ شدید ہے (۳)۔ اور جمہور کے نزدیک نماز سے فراغت کے بعد تشبیہ مکروہ نہیں ہے، خواہ مسجد ہی میں کیوں نہ ہو، اس کی دلیل حضرت ذوالیدینؒ والی حدیث ہے جس کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ نے کی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”صلی بنا رسول اللہ ﷺ إحدى صلاتي العشي“ (رسول اللہ ﷺ نے ہم کو شام کی دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی) ابن سیرین کہتے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز کا نام لیا تھا،

= کی روایت ان الفاظ کے ساتھ احمد (۲۳۰/۳) طبع المکتب الاسلامی نے کی

ہے اور اس کی ترجیح گذر چکی ہے۔

(۱) نیل الاوطار لکھنؤ کا ۲/۳۸۰، ۳۸۱۔

(۲) حاشیہ الخطاوی علی مرآۃ الفلاح ص ۱۹۰۔

(۳) کشاف القناع ۳۲۵/۱ طبع انصر الحدیث۔

لیکن میں بھول گیا فرماتے ہیں: ”فصلی بنا رکعتین، ثم سلم“ (تو آپ ﷺ نے ہم کو دو رکعتیں پڑھائیں، پھر سلام پھیر دیا) اور آپ ﷺ مسجد میں رکھی ہوئی ایک لکڑی کی طرف گئے، اور اس پر اس طرح ٹیک لگالی کہ آپ ﷺ غصہ میں ہوں، اور اپنا دایہا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں کے درمیان تشبیہ کی، اور اپنا دایہا رخسار بائیں ہتھیلی کے اوپری حصہ پر رکھا، اور جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے نکل گئے اور کہنے لگے: نماز میں قصر (کمی) کر دی گئی، لوگوں میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے تو ان کو تو آپ ﷺ سے بات کرنے میں خوف محسوس ہوا، اور لوگوں میں ایک شخص تھے جن کا ہاتھ کچھ لمبا تھا ان کو ذوالیدینؒ کہا جاتا تھا، وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سے بھول ہو گئی یا نماز میں کمی کر دی گئی؟ فرمایا: ”لم آنس ولم تقصر“ (نہ تو میں بھولا ہوں اور نہ کمی کی گئی ہے)، پھر فرمایا: ”أكما يقول ذو الیدین؟“ (کیا بات اسی طرح ہے جیسے ذوالیدینؒ کہہ رہے ہیں؟) لوگوں نے کہا: جی ہاں، چنانچہ آپ ﷺ آگے بڑھے، اور جو نماز چھوڑ دی تھی پڑھ لی، پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہی اور اپنے سجدوں ہی کے مثل یا اس سے بھی طویل سجدہ کیا، پھر اپنا سر اٹھایا اور تکبیر کہی، پھر تکبیر کہی اور اپنے سجدوں ہی کے مثل یا اس سے بھی طویل سجدہ کیا، پھر اپنا سر بلند کیا اور تکبیر کہی، تو بعض اوقات (تائیدہ) ان سے (ابو ہریرہؓ) سے سول کرتے: پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا؟ تو وہ فرماتے: مجھے بتایا گیا کہ عمران بن حصین فرماتے تھے کہ پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا“ (۱)۔

اور مالکیہ کے نزدیک نماز کے علاوہ میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ مسجد ہی میں کیوں نہ ہو، اس لئے کہ ان کے نزدیک اس کی

(۱) حضرت ذوالیدینؒ کی حدیث کی روایت بخاری (الفتح ۵۵۵، ۵۶۶ طبع

المکتبہ) اور مسلم (۳۰۳/۱ طبع عیسیٰ الہابی) نے کی ہے، اور الفاظ بخاری

کے ہیں۔

## تشبیہ ۴-۵

کراہت صرف نماز میں ہے لیکن ”اشرح الکبیر“ اور ”جواہر الکلیل“ کے مطابق ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے (۱)۔

اور ”مواہب الجلیل“ میں ہے: جہاں تک نماز کے باہر تشبیہ کے حکم کا مسئلہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ انسان مسجد ہی میں ہو، ابن عرفہ کہتے ہیں: ابن القاسم نے سنا (یعنی امام مالک سے) کہ نماز کے علاوہ یعنی مسجد میں انگلیوں کی تشبیہ میں کوئی حرج نہیں ہے، جب داؤد بن قیس نے دیکھا کہ امام مالک انگلیوں میں تشبیہ کئے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں کے ہاتھ کی طرف یہ کہتے ہوئے اشارہ کیا: یہ کیا ہے؟ مقصد یہ تھا کہ وہ تشبیہ ختم کر دیں تو امام مالک نے فرمایا: یہ تو صرف نماز میں مکروہ ہے، اور ابن رشد فرماتے ہیں: ذوالیدین کی حدیث میں مسجد کے اندر آپ ﷺ کا انگلیوں کے درمیان تشبیہ کرنا ثابت ہے (۲)۔

۴- جہاں تک نماز سے باہر ایسے موقعوں پر انگلیوں میں تشبیہ کا تعلق ہے جو نماز کے توابع میں سے نہ ہوں، مثلاً وہ نماز کی طرف سعی کرنے (جانے) کی حالت میں نہ ہو، یا مسجد میں اس کے لئے (نہ بیٹھا) ہو تو اگر تشبیہ کسی حاجت مثلاً انگلیوں کو آرام دینے کے لئے ہو اور بے فائدہ نہیں بلکہ کسی غرض صحیح سے ہو تو حنفیہ کے نزدیک اس حال میں وہ مکروہ نہیں ہے، چنانچہ آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضاً“ (۳) (مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کی مثال ایسی عمارت کی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط رکھتا ہے)، اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیہ کی، آپ ﷺ کا

یہ تشبیہ کرنا مسلمانوں کی باہمی نصرت اور ایک دوسرے کو مضبوط کرنے کے مفہوم کو محسوس طور پر بتانے کے لئے تھا، چنانچہ اگر بلا ضرورت غیث کے طور پر تشبیہ کرے تو مکروہ تنزیہی ہوگا (۱)۔

اور شافعیہ میں سے شبراہی کے حواشی میں ہے کہ جب مسجد میں بجائے نماز کے کسی اور کام مثلاً درس کی حاضری یا لکھنے کے لئے بیٹھے تو اس کے حق میں تشبیہ مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس پر یہ بات صادق نہیں آتی کہ وہ نماز کے انتظار میں ہے، اور اگر وہ دونوں چیزوں (درس اور نماز) کا ایک ساتھ منتظر ہو تو کراہت ہونی چاہئے، اس لئے کہ اس پر یہ بات صادق آ رہی ہے کہ وہ نماز کا منتظر ہے (۲)۔ جہاں تک مالکیہ کا تعلق ہے تو وہ خاص کر نماز پڑھنے والے کے لئے تشبیہ کی کراہت کے قائل ہیں، اگرچہ وہ غیر مسجد میں ہو، اور ان کے نزدیک غیر نماز میں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ یہ مسجد ہی میں ہو، اس لئے کہ جب داؤد بن قیس نے دیکھا کہ امام مالک انگلیوں میں تشبیہ کئے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں کی طرف یہ کہتے ہوئے اشارہ کیا: یہ کیا ہے؟ مقصد یہ تھا کہ وہ تشبیہ ختم کر دیں تو امام مالک نے فرمایا: یہ تو صرف نماز میں مکروہ ہے (۳)۔

۵- اور مالکیہ کے علاوہ دوسرے ائمہ کے نزدیک خطبہ جمعہ کی حالت میں تشبیہ مکروہ ہے، اس لئے کہ خطبہ سننے والا نماز کے انتظار میں ہوتا ہے لہذا وہ (جیسا کہ گزر چکا ہے) اس شخص کی طرح ہے جو نماز میں ہو۔

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۱/ ۳۳۲۔

(۲) حاشیہ اشعر الملسی القہری علی نہایۃ المحتاج (لی شرح الصہباج للعلی ۳۳۱/ ۲ طبع مصطفیٰ المجلس۔

(۳) مواہب الجلیل لشرح مختصر فہمیل ۱/ ۵۵۰ طبع الصہباج لبیان شرح الترمذی علی مختصر فہمیل ۱/ ۲۱۹ طبع دار الفکر۔

(۱) اشرح الکبیر ۱/ ۲۵۳، جواہر الکلیل ۱/ ۵۳۔

(۲) مواہب الجلیل لشرح مختصر فہمیل ۱/ ۵۵۰ طبع الصہباج لبیان۔

(۳) حدیث: ”المؤمن للمؤمن كالبنيان...“ کی روایت بخاری (۵/ ۹۹ طبع المستقیم) اور مسلم (۳/ ۱۹۹ طبع عیسیٰ البابی) نے کی ہے۔



## تشبیہ ۱

اور مالکیہ کے نزدیک غیر مکروہ ہے، خواہ مسجد ہی میں کیوں نہ ہو، اس لئے کہ ان کے یہاں کراہت صرف نماز میں ہوتی ہے، اگرچہ (جیسا کہ گزر چکا ہے) ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے (۱)۔

## تشبیہ

### تعریف:

۱- لغت میں تشبیہ ”شَبَّهْتُ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ“ کا مصدر ہے: جب تم کسی جامع صفت کی وجہ سے ایک چیز کو دوسری چیز کے قائم مقام بناؤ، اور صفت ذاتی بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی، ذاتی کی مثال جیسے یہ درہم اس درہم کی طرح ہے یعنی مقدار میں، اور معنوی کی مثال جیسے زید شیر کی طرح ہے (۱)۔

اور علماء بلاغت کی اصطلاح میں تشبیہ اس بات پر دلالت کرنا ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک کے ذاتی وصف میں دونوں چیزیں شریک ہیں جیسے شیر میں شجاعت (کا وصف) اور سورج میں روشنی (کا وصف)، اور وہ یا تو مفرد سے مفرد کی تشبیہ ہوتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَتْهُمْ بُنْيَانًا مَوْصُوصًا“ (۲) (اللہ تو ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں)، یا مفردات کی مفردات سے تشبیہ ہوتی ہے، جیسے نبی اکرم ﷺ کا قول: ”إِنَّمَا مِثْلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمِثْلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبْلَتْ الْمَاءَ فَانْبَتَتِ الْكَلَاءُ وَالْعُشْبُ الْكَثِيرُ، وَكَانَ مِنْهَا



(۱) المعجم البصير مادة ”شبه“۔

(۲) سورة ص، ۲۔

(۱) الشرح الكبير ۱/ ۲۵۳، جوہر لاکیل ۱/ ۵۳۔

## تشبیہ ۲-۳

به ويعجبون له ويقولون: هَلَّا وُضِعَتْ هذه اللَّبَنَةُ؟ قال: فَاَنَا اللَّبَنَةُ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ“<sup>(۱)</sup> (میری مثال اور مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جس نے ایک مکان بنایا اور سوائے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کے (چھوڑ دینے کے بقیہ کو) بہت حسین و جمیل بنایا، تو لوگ اس گھر کا چکر لگانے لگے، اور اس پر تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے: یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ فرمایا: تو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔)۔  
تو یہ مجموعہ کی مجموعہ سے تشبیہ ہے، اس لئے کہ وجہ شبہ عقلی اور کئی امور سے ماخوذ ہے (۲)۔

متعلقہ الفاظ:

قیاس:

۲- قیاس نام ہے: فرع کو کسی علت جامعہ کی وجہ سے حکم میں اصل سے ملحق کرنے کا۔

تشبیہ کا حکم:

تشبیہ کا حکم اس کے محل اور مراد کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

الف- ظہار میں تشبیہ:

۳- شرعی اعتبار سے ظہار مسلمان کا اپنی بیوی یا اس کے کسی جزاء شائع کو اپنے اوپر دائمی طور پر حرام (کسی عورت) سے تشبیہ دینے کا نام ہے جیسے اس کا یہ کہنا: ”أنت علي كظهر أمي أو نحوہ“ (تم میرے

آجاذب أمسكت السماء فنفع الله بها الناس فشربوا وسقوا وزرعوا، وأصاب منها طائفة أخرى إنما هي قيعان لا تمسك ماء ولا تنبت كلأ، فذلك مثل من فقه في دين الله ونفعه ما بعثني الله به فعلم وعلم، ومثل من لم يرفع بذلك رأسا، ولم يقبل هدى الله الذي أرسلت به“<sup>(۱)</sup> (جس ہدایت اور علم کے ساتھ اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اس کی مثال اس زوردار بارش کی ہے جو کسی زمین پر ہوئی تو اس کا ایک حصہ صاف ستھرا تھا جس نے پانی جذب کر لیا، اور دوسرے مقامات میں چارہ اور گھاس اگائی، اور کچھ زمینیں بخر تھیں جنہوں نے پانی روک لیا، اور اللہ نے ان کے ذریعہ لوگوں کو نفع پہنچایا، چنانچہ انہوں نے (اس سے) پیلا پلایا اور بھیتی کی، اور اس کے ایک ایسے حصہ پر بھی بارش ہوئی جو چٹیل وادی تھی، جس نے نہ پانی روکا، نہ سبزہ اگایا تو یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی، اور اللہ نے جس چیز کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کے ذریعہ اسے نفع پہنچایا، چنانچہ اس نے سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، اور یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے اس کے لئے سر بھی نہیں اٹھایا، اور جس طریقہ کے ساتھ اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اسے قبول نہیں کیا)۔

تو آپ ﷺ نے علم کو بارش سے تشبیہ دی، اور علم سے مستفیع ہونے والے کو پاکیزہ (ثمر آور) زمین سے تشبیہ دی، اور اس سے مستفیع نہ ہونے والے کو چٹیل وادی سے تشبیہ دی، لہذا اس میں کئی تشبیہات اکٹھا ہیں،

یا وہ مرکب تشبیہ ہوتی ہے، جیسے آپ ﷺ کا یہ قول: ”إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي: كمثل رجل بنى بيتا فأحسنه وأجمله، إلا موضع لبنة من زاوية، فجعل الناس يطوفون

(۱) حدیث: ”إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي: كمثل رجل بنى بيتا فأحسنه وأجمله، إلا موضع لبنة من زاوية، فجعل الناس يطوفون“ کی روایت بخاری (فتح ۱/۵۸۸) اور مسلم (۳/۷۸۷، ۷۸۸) طبع الحلی نے کی ہے۔

(۱) حدیث: ”إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي: كمثل رجل بنى بيتا فأحسنه وأجمله، إلا موضع لبنة من زاوية، فجعل الناس يطوفون“ کی روایت بخاری (فتح ۱/۵۸۸) اور مسلم (۳/۷۸۷، ۷۸۸) طبع الحلی نے کی ہے۔  
(۲) اشعار غفر للرحماني۔



## تشبیہ ۴

لئے ماں کی پیٹھ کی طرح یا پیٹھ کے مانند ہو، یا اس کے پیٹ یا ران کی طرح ہو وغیرہ)۔

تشبیہ کی یہ نوع از روئے نص حرام ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”الَّذِينَ يَظَاهِرُونَ مِنْكُم مِّنْ نِّسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا“ (۱) (تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، تو وہ (بیویاں) ان کی مائیں نہیں ہو جاتی ہیں، ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنما ہے، یہ لوگ یقیناً ایک نامعقول بات اور جھوٹ کہہ رہے ہیں)۔

اور جب شوہر کی جانب سے ایسی تشبیہ واقع ہو جس کو ظہار مانا جاتا ہے تو باتفاق فقہاء کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس پر اپنی بیوی سے وطی کرنا حرام ہو جائے گا۔

اسی طرح جمہور فقہاء (حنفی مالکیہ اور یہی شافعیہ کا ایک قول اور حنابلہ کی ایک روایت ہے) کے نزدیک جماع سے کم درجہ کی لذت اندوزی بھی حرام ہو جائے گی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا ذَلِكُمْ تَوْعْظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِّن قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا“ (۲) (تو ان کے ذمہ قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں ایک مملوک کو آزاد کرنا ہے، اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے، اور اللہ کو پوری خبر ہے اس کی جو تم کرتے رہتے ہو، پھر جس کو یہ میسر نہ ہو تو قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں اس کے ذمہ دو متواتر مہینوں کے روزے ہیں)، اور ”تماس“ (آپس میں ہاتھ لگانا) وطی اور اس کے محرکات دونوں کو شامل ہے۔

(۱) سورہ بکاح ۲۲۔

(۲) سورہ بکاح ۲۳، ۲۴۔

اور شافعیہ کے ایک قول میں جو کہ حنابلہ کی بھی دوسری روایت ہے، صرف وطی حرام ہوگی (۱)۔

یہ تفصیل تو ظہار کے صریح الفاظ میں ہے، جہاں تک اس کے کنایات کا تعلق ہے، جیسے اس کا کہنا ”أنت علي مثل أُمِّي“ (تم میری ماں کے مثل ہو) تو اس میں حسن سلوک یا ظہار یا طلاق مراد لینے میں اس کی نیت صحیح ہوگی (۲)۔

اور اس موضوع میں بہت سی جزئیات ہیں جن کی تفصیلات فقہاء کے اختلاف کے ساتھ ”ظہار“ کی اصطلاح میں دیکھی جائیں۔

## ب- قذف (تہمت لگانے) میں تشبیہ:

۴- اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جب تہمت لگانے والا زنا کی صراحت کرے تو وہ قذف ہے اور موجب حد تہمت ہے، اور اگر تعریف کرے اور صراحت نہ کرے تو امام مالک فرماتے ہیں: یہ قذف ہے، اور امام ابوحنیفہ و امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب تک وہ یہ نہ کہے کہ اس سے میری مراد قذف ہے، یہ قذف نہیں ہوگا، امام مالک کے قول کی دلیل یہ ہے کہ قذف میں حد مقرر کرنے کا مقصد اس ضرر و عار کا ازالہ ہے جس میں قاذف (تہمت لگانے والے) نے مقذوف (جس پر تہمت لگائی گئی) کو مبتلا کیا ہے، لہذا جب تعریف سے ضرر و عار لاحق ہو جائے تو صراحت ہی کی طرح اس کا قذف ہونا واجب ہوگا اور اس کا تعلق فہم سے ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ کی قوم کی زبانی ارشاد فرمایا ہے کہ انہوں نے حضرت شعیبؑ سے کہا: ”إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ“ (۳) (واقعی تم ہی بڑے عقل مند بڑے دین دار

(۱) ابن ماجہ ۲/۴، ۵۷۵، ۵۷۶، جوہر لا کلیل ۱/۳۷۱، ۳۷۲، اہمرب ۲/۱۱۳، ۱۱۴، المغنی ۷/۳۲۷، ۳۲۸۔

(۲) ابن ماجہ ۲/۴، ۵۷۶، المغنی ۷/۳۲۷، ۳۲۸، جوہر لا کلیل ۱/۳۷۲۔

(۳) سورہ ہود ۷۷۔

## تشبیہ ۵

ہو) یعنی بیوقوف اور گمراہ ہو، تو ان لوگوں نے بطور تعریض ایسے کلام سے گالی دی جس کا ظاہر ایک تاویل کے مطابق مدح ہے۔

اور حضرت عمرؓ نے حلیہ کو اس وقت قید کر لیا تھا جب اس نے ایک شخص کے متعلق یہ شعر کہا:

دع المکارم لا ترحل لبغيتها

واقعد فإنک أنت الطاعم الکاسی

(مکارم (خوبیوں) کو چھوڑو، ان کی تلاش میں سفر مت کرو

اور گھر بیٹھو، اس لئے کہ تم کھانے پینے والے ہو)۔

اس لئے کہ اس نے اس شخص کو اس چیز میں عورتوں سے تشبیہ دی

تھی کہ انہیں کھلایا پلایا اور پہنایا جاتا ہے (۱)۔

اس بنیاد پر جب عورت یا مرد کو عیفہ یا عنیف (پاک و امن)

سے تشبیہ دینے سے استہزاء سمجھ میں آئے تو امام مالک کے مسلک میں

وہ صریح تہمت کی طرح ہوگا۔

ج- آدمی کا دوسرے کو اس کی ناپسندیدہ چیز سے تشبیہ دینا:

۵- مسلمان کے لئے اپنے مسلمان بھائی کو کسی ایسی چیز سے تشبیہ دینا

نا جائز ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا تَنَابَرُوا

بِالْأَلْقَابِ بِشَرِّ الْأَسْمَاءِ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ" (۲) (اور ایک

دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو، ایمان کے بعد گناہ کا نام ہی برا

ہے)۔

خواہ یہ تشبیہ اُدات تشبیہ بیان کر کے ہو، یا اس کو حذف کر کے

جیسے کہ کہنے: اے مخنث! اے اندھے (۳)۔

اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اے کافر، اے منافق، اے

کانے، اے چغل خور، اے جھوٹے، اے خبیث، اے مخنث، اے

فاسقہ کے بیٹے، اور اسی طرح کے ایسے الفاظ کے کہنے سے اس کی

تعزیر کی جائے گی جن میں بلاوجہ کی ایذا رسانی ہو، خواہ یہ آنکھ یا ہاتھ

کے اشارہ ہی سے کیوں نہ ہو، اس لئے کہ اس نے ایسی معصیت کا

ارتکاب کیا ہے جس میں کوئی حد نہیں ہے (یعنی اس میں کوئی شرعی

سزا مقرر نہیں ہے) اور جس معصیت میں حد نہ ہو اس میں تعزیر ہوتی

ہے (۱)۔

اسی طرح جمہور فقہاء (مالکیہ شافعیہ حنابلہ اور متاخرین حنفیہ

کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے) کے نزدیک اس وقت بھی اس کی

تعزیر کی جائے گی جب وہ اس کو گھٹیا جانوروں سے تشبیہ دے، جیسے کہ

کہنے: اے گدھے! اے کتے! اے بندر! اے بیل! وغیرہ، اس

لئے کہ جو کسی برائی کا مرتکب ہو، یا ناحق قول، فعل یا اشارہ سے کسی

مسلمان کو اذیت دے وہ تعزیر کا مستحق ہو جاتا ہے، اور حنفیہ کے یہاں

ظاہر الروایہ میں اس کا جھوٹ ظاہر ہونے کی وجہ سے اے گدھے! اور

اے کتے! وغیرہ کہنے سے اس کی تعزیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس کا

جھوٹ ظاہر ہے۔

بعض حنفیہ نے یہ فرق کیا ہے کہ اگر مسبوب (جس کو گالی دی

جائے) شرفاء میں سے ہو تو تعزیر کی جائے گی، اور عوام میں سے ہو تو

تعزیر نہیں کی جائے گی، اس فرق و تفصیل کو "الہدایہ" اور "الزیلعی"

میں مستحسن قرار دیا گیا ہے (۲)۔

یہ تمام تفصیلات اس وقت ہیں جب سب و شتم حد قذف تک نہ

پہنچے، رہی وہ صورت جب وہ قذف کی انواع میں سے ہو، جیسے بغیر

(۱) ابن عابدین ۱۸۲/۳، جوہر الاکلیل ۲۸۸/۲، حاشیہ الجمل علی شرح المبیح

۱۶۲/۵، کشاف القناع ۱۱۲/۶، المغنی ۲۲۰/۸، جامعہ اقلیو بی ۱۸۳/۳۔

(۲) ابن عابدین ۱۸۵/۳۔

(۱) تفسیر القرطبی ۸/۸۷۔

(۲) سورہ حجرات ۱۱۔

(۳) تشبیہ کی اقسام کے بارے میں دیکھئے مختصر المعانی ص ۱۲۵۔

## تشریق تشریک ۱-۲

بینہ زنا کی تہمت لگانا تو اس تفصیل کے مطابق جسے ”قذف“ کی اصطلاح میں دیکھا جاسکتا ہے، اس پر حد لگائی جائے گی (۱)۔

## تشریک

تعریف:

۱- لغت میں تشریک ”شُرک“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: شُرک فلان فلانا: جب کوئی شخص دوسرے کو معاملہ میں داخل کرے اور اس کو اس میں اپنا تشریک بنالے، اور کہا جاتا ہے: شرک غیرہ فیما اشتواہ: اپنی خریدی ہوئی چیز میں اس نے دوسرے کو تشریک بنالیا، تاکہ دوسرے بعض شمن اور دے اور بیچ میں اس کا تشریک بن جائے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے: شُرک نعلہ تشریکا: جب جوتے میں شرک (تسمہ) لگائے، اور شرک: جوتے کا وہ تسمہ ہے جو اس کے درمیان میں ہوتا ہے (۱)۔

اور شرعی اصطلاح میں تشریک خریداری وغیرہ جیسے معاملہ میں دوسرے کو شامل کرنے کو کہتے ہیں تاکہ دوسرے معاملہ میں اس کا تشریک ہو جائے۔

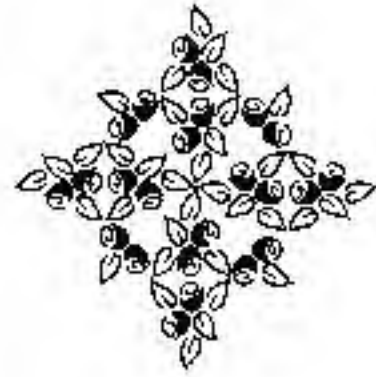
متعلقہ الفاظ:

إشراک:

۲- إشراک تشریک کا ہم معنی ہے، اور جب کہا جائے: ”أشرك الكافر بالله“ تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے غیر اللہ کو اللہ کا تشریک بنالیا ہے، اللہ اس سے بلند ہے۔

## تشریق

دیکھئے: ”ایام تشریق“۔



(۱) تاج المعروس وتن للحدادہ ”شُرک“۔

(۱) مختصر المعانی درص ۲۵، تفسیر الکشاف ۲/ ۱۷۹، القرطبی ۷/ ۳۲۵۔



## تشریک ۳-۴

دیکھئے: ”اشراک“۔

تشریک بنانے کا حکم:

۳- خریداری وغیرہ میں تشریک بنانا جائز ہے، اور عبادت کی نیت میں غیر عبادت کو تشریک کرنا یا ایک نیت میں دو عبادتوں کو تشریک کرنا آنے والی تفصیل کے ساتھ جائز ہے:

الف- عبادت کی نیت میں ایسی چیز کو تشریک کرنا جس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی:

۴- عبادت کی نیت میں ایسی چیز کو تشریک کرنے کے جواز کے بارے میں جس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی ہے، ہمیں فقہاء کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے، جیسے حج کے ساتھ تجارت، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ.....“ (۱) (اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، لوگ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دہلی اونٹنیوں پر بھی جو دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی، تاکہ اپنے فوائد کے لئے آمو جوہ ہوں، اور تاکہ یام معلوم میں اللہ کا نام لیں)، اور حج ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ“ (۲) (تمہیں اس باب میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار کے یہاں تلاش معاش کرو)، اس کا نزول حج کے ساتھ تجارت کرنے کے بارے میں ہوا تھا، اور صحت کے ارادہ کے ساتھ روزہ رکھنا اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت کے ساتھ وضو کرنا، اور وائیں کو دفع کرنے کی نیت

(۱) سورہ حج ۲۸۔

(۲) سورہ بقرہ ۱۹۸۔

کے ساتھ نماز پڑھنا (بھی اسی حکم میں ہوں گے) اس لئے کہ یہ چیزیں نیت کے بغیر بھی حاصل ہو جاتی ہیں، لہذا عبادت کی نیت میں ان کا تشریک کرنا عبادت پر اثر نہیں ڈالے گا، اسی طرح مال غنیمت حاصل کرنے کے ارادہ کے ساتھ جہاد کرنا (یہ بھی اسی حکم میں ہوگا) (۱)۔

”مواہب الجلیل“ میں قرآنی کی ”افروق“ سے منقول ہے کہ جو جہاد کرے تاکہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نیز مال غنیمت حاصل کرے تو یہ بلا جہاں اس کے لئے مضر اور حرام نہ ہوگا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عبادت میں اس کو (مال غنیمت کو) مقرر کیا ہے، لہذا اس مقصد سے جہاد کرنے میں کہ لوگ اس کو بہادر کہیں، یا امام اس کو اہمیت دے کر بیت المال سے اس کو وافر عطیہ دے اور اس مقصد سے جہاد کرنا کہ دشمن کے اموال میں سے مال غنیمت حاصل ہو ان دونوں میں بڑا فرق ہے، حالانکہ دونوں صورتوں میں اس نے عبادت کے ساتھ دوسری چیز شامل کی ہے، پہلی صورت ریا کاری اور حرام ہے اور دوسری صورت جائز ہے۔

اور اس کو ریا، اس وجہ سے نہیں کہیں گے کہ ریا، یہ ہے کہ عمل اس لئے کرے کہ اللہ کے سوا اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کو دیکھے، اور عبادت کی نیت میں غیر عبادت کو تشریک کرنے کی جائز صورتوں میں سے ٹھنڈک یا صفائی حاصل کرنے کے مقصد سے تازہ وضو کرنا ہے، اور ان تمام اغراض میں مخلوق کی تعظیم داخل نہیں ہے، بلکہ یہ اغراض ایسے مصالح کو تشریک کرنے کے لئے ہیں جن کا ادراک نہیں ہوتا، اور وہ ادراک یا تعظیم کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ہیں، اور یہ چیز عبادات میں عیب نہیں پیدا کرتی، اس طرح عبادت میں ریا، کے قاعدہ اور عبادات کی نیت میں غیر عبادت کو تشریک کرنے کے قاعدہ

(۱) مواہب الجلیل ۵۳۲/۲، حلیہ البیرونی علی الصحیح ۶۷/۱، مثنیٰ لکھنا ج

۱۱۳/۱، ۵۰، ۱۳۹، ۱۱۲۔

## تشریک ۵-۶

نیز دیکھئے: ”نیت“ کی اصطلاح۔

کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا (۱)۔

اور ”معنی المحتاج“ میں ہے (۲) کہ جو شخص (معتبر نیت کے ساتھ) یعنی تبر دیا اس جیسی چیز کی نیت کے وقت وضو کی نیت کا احتضار کرتے ہوئے اپنے وضو سے ٹھنڈک حاصل کرنے کی یا صفائی جیسی کسی ایسی چیز کی نیت کرے جو بغیر قصد کے حاصل ہو جاتی ہے تو چاہے یہ نیت اثناء وضو ہی میں کیوں نہ ہو، صحیح قول کے مطابق اس کے لئے یہ وضو جائز ہوگا، اس لئے کہ یہ چیز بغیر نیت ہی کے حاصل ہو جاتی، جیسے کہ کوئی نماز پڑھنے والا نماز کی اور دائیں کو دفع کرنے کی نیت کرے تو اس کی نماز درست ہوگی، اس لئے کہ دائیں سے اس کی غفلت کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مضر ہوگا، اس لئے کہ اس میں قربت اور غیر قربت کو شریک کرنا پایا جاتا ہے، اور اگر معتبر نیت مفقود ہو، مثلاً ٹھنڈک وغیرہ حاصل کرنے کی نیت کرے، اور وضو کی نیت سے غفلت برتے تو جس عضو کو ٹھنڈک وغیرہ کے حصول کی نیت سے دھویا ہے اس کا دھونا صحیح نہیں ہوگا، اسے دوبارہ دھونا ہوگا، از سر نو وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔

زرکشی فرماتے ہیں: یہ اختلاف صحت کے بارے میں ہے، رہا ثواب تو ظاہر یہ ہے کہ ثواب حاصل نہ ہوگا اور اس صورت میں جبکہ عبادت میں امر دنیوی میں سے کسی غیر عبادت کو شریک کر لیا ہو تو امام غزالی نے اس بات کو رائج قرار دیا ہے کہ عمل کے محرک کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ اگر دنیوی قصد ہی غالب ہو تو اس میں کوئی اجر نہ ہوگا، اور اگر دینی قصد غالب ہو تو اسی کے بقدر اسے اجر ملے گا، اور اگر دونوں مساوی ہوں تو دونوں ساقط ہو جائیں گے، اور ابن عبدالسلام نے مختار اس کو قرار دیا ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی ثواب نہ ہوگا، خواہ دونوں قصد مساوی ہوں یا مختلف (کم و بیش)۔

(۱) مواہب الجلیل ۲/۵۳۳۔

(۲) معنی المحتاج ۱/۹۳۔

ب- ایک نیت میں دو عبادتوں کو شریک کرنا:  
۵- اگر ایک نیت میں دو عبادتوں کو شریک کیا تو ان دونوں کا معنی اگر مدخل پر ہو جیسے جمعہ اور جنابت، یا جنابت اور حیض کا غسل، یا جمعہ اور عید کا غسل یا ان دونوں میں سے ایک غیر مقصود ہو، جیسے فرض یا کسی دوسری سنت کے ساتھ تحیۃ المسجد تو یہ (تشریک) عبادت میں کوئی خلل نہیں ڈالے گی، اس لئے کہ طہارت کا معنی مدخل پر ہے، اور تحیۃ المسجد وغیرہ بالذات غیر مقصودہ ہیں، بلکہ مقصود جگہ کو نماز سے مشغول کرنا ہے، لہذا وہ دوسرے میں داخل ہو جائے گی۔

جہاں تک دو مقصود بالذات عبادتوں کو شریک کرنے کا تعلق ہے، جیسے ظہر اور اس کی سنت مؤکدہ تو ان دونوں کو ایک نیت میں شریک کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ دو ایسی مستقل عبادتیں ہیں جن میں سے ایک دوسرے میں داخل نہیں ہوگی (۱)۔  
نیز دیکھئے: ”نیت“ کی اصطلاح۔

## ج- بیع میں شریک کرنا:

۶- عقد میں شریک کرنا جائز ہے مثلاً خریدار شمن جاننے والے شخص سے کہے: ”میں نے تم کو اس بیع میں شریک کیا“ اور دوسرا شخص قبول کر لے، فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں اتفاق ہے (۲)، اور اگر اس کو مقدار معلوم جیسے آدھے یا چوتھائی میں شریک کرے تو شریک کئے ہوئے شخص کا حصہ بیع میں اسی قدر ہوگا اور اگر مطلق رکھے تو اس کا آدھا ہوگا، اس لئے کہ مطلق شرکت مساوات کی متقاضی ہوتی ہے،

(۱) الاتباع علی شرح الطیب ۶/۲، نہایۃ المحتاج ۶/۲، المعنی ۱/۲۲۱۔

(۲) البدائع ۲۲۶/۵، حاشیۃ الدرر ۳/۵۷، اکسی الطالاب ۲/۹۱، نہایۃ المحتاج ۶/۲، المعنی ۱/۳۱۔

## تشریک ۷، تشمیت ۱

اور احکام و شرائط میں اس کا حکم نفع اور تولیہ کی طرح ہوگا (۱)۔

د- ایک طلاق میں کئی عورتوں کو تشریک کرنا:

۷- جب اپنی چار عورتوں سے کہے: ”میں نے تم پر ایک طلاق واقع کی تو ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی، اس لئے کہ طلاق میں تجزی نہیں ہوتی۔

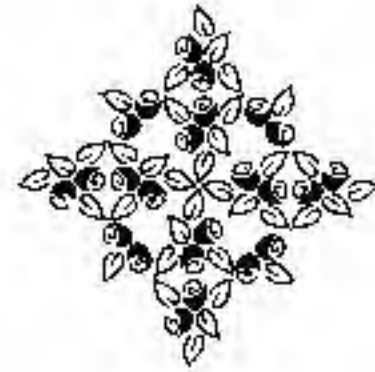
اور اگر کہے: دو طلاقیں یا تین یا چار واقع کیں تو ہر ایک پر صرف ایک طلاق پڑے گی، الا یہ کہ کل طلاق کو سب پر تقسیم کرنے کا ارادہ کرے تو (ایسی صورت میں) ”دو طلاقیں“ (کہنے کی صورت) میں ہر ایک پر دو طلاقیں اور ”تین اور چار“ (کہنے کی صورت) میں تین طلاقیں واقع ہوں گی (۲)۔

## تشمیت

تعریف:

۱- تشمیت کے لغوی معانی میں سے ایک خیر و برکت کی دعا کرنا بھی ہے، اور کسی کے لئے خیر کی دعا کرنے والا: مشمت اور مسمت کہلاتا ہے (شین اور سین دونوں سے) اور شین زیادہ بہتر اور کلام عرب میں زیادہ رائج ہے، اور خیر کی ہر دعا تشمیت ہے، حضرت فاطمہؑ سے حضرت علیؑ کی شادی سے متعلق حدیث میں ہے: ”شمت علیہما“ یعنی آپ ﷺ ان دونوں کو برکت کی دعا دی (۱)۔

اور چھینک سے متعلق حدیث میں ہے کہ ان میں سے ایک کو آپ ﷺ نے دعا دی اور دوسرے کو نہیں دی، لہذا تشمیت اور تشمیت: خیر و برکت کی دعا کرنا ہے، اور چھینکنے والے کی تشمیت یا تشمیت یہ ہے کہ جب وہ مسلمان ہو تو اس سے کہے: یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحم کرے) (۲)۔



(۱) حدیث: ”تشمیت النبی ﷺ علی علی و فاطمة...“ کو ابو عبید القاسم ابن سلام نے غریب الحدیث (۲/ ۱۸۳، ۱۸۴ طبع دار الفکر المعارف البحرانیہ) میں ذکر کیا ہے۔

ور دیکھئے صحیح بخاری کی شرح فتح المبارک لابن حجر (۶۰۱، ۶۰) انہوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے مقررہ از کہتے ہیں: تشمیت برکت کی دعا ہے کو کہتے ہیں اور عرب کہتے ہیں: ”شمت“ جب کوئی کسی کو برکت کی دعا دے ”شمت علیہ“ جب کوئی کسی کے لئے برکت کی دعا کرے اور حضرت فاطمہؑ سے حضرت علیؑ کی شادی کے واقعہ والی حدیث میں ہے ”شمت علیہما“ یعنی آپ ﷺ نے دونوں کو برکت کی دعا دی۔

(۲) لسان العرب، الصحاح، مختار الصحاح مادۃ ”شمت“۔

(۱) سابقہ مراجع۔

(۲) روضۃ الطالبین ۷/ ۸۸، حاشیہ الطحاوی ۲/ ۱۳۰، المغنی ۷/ ۲۳۳۔



## تشمیت ۲

تشمیت کا فتہی معنی لغوی معنی سے مختلف نہیں ہے۔

علی کل حال)۔

### تشمیت کا شرعی حکم:

۲- اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ چھینکے والے کے لئے چھینک آنے کے بعد مشروع یہ ہے کہ اللہ کی حمد کرے اور کہے: ”الحمد لله“ اور اگر حضرت ابن مسعود کے فعل کی طرح ”رب العالمین“ کا اضافہ کر دے تو زیادہ اچھا ہے، اور اگر حضرت ابن عمر کے فعل کی طرح ”الحمد لله علی کل حال“ (ہر حال میں اللہ ہی کے لئے تعریف ہے) کہے تو افضل ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے علاوہ (لوگوں) کے فعل کی طرح ”الحمد لله حمدا کثیرا طیباً مبارکاً فیہ“ (اللہ ہی کے لئے پاکیزہ، زیادہ اور مبارک حمد ہے) کہے گا، اور احمد و نسائی نے حضرت سالم بن عبید سے مرفوعاً روایت کی ہے: ”إذا عطس أحدکم فلیقل: الحمد لله علی کل حال أو الحمد لله رب العالمین“ (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو کہے: ”الحمد لله علی کل حال“ یا ”الحمد لله رب العالمین“) (۱)، اور حضرت ابو ہریرہؓ کی نبی کریم ﷺ سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”إذا عطس أحدکم فلیقل: الحمد لله علی کل حال“ (۲) (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو کہے: الحمد لله

اور چھینک کے بعد جب وہ حمد کرے تو اس کے مسلمان بھائیوں میں سے نماز نہ پڑھنے والوں میں جو بھی اس کو سنے تو اس پر حق (ضروری) ہوگا کہ یرحمک اللہ کہہ کر اس کو دعا دے، چنانچہ بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے: ”إذا عطس أحدکم فحمد الله فحق علی کل مسلم سماعه أن یقول: یرحمک الله“ (۱) (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد کرے تو اس کو سننے والے ہر مسلمان پر حق ہے کہ یرحمک اللہ کہے) اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی نبی کریم ﷺ سے روایت ہے: ”إذا عطس أحدکم فلیقل: الحمد لله، ولیقل له أخوه أو صاحبه: یرحمک الله فإذا قال له: یرحمک الله فلیقل: یرحمکم الله ویصلح بالکم“ (۲) (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ کہے: ”الحمد لله“ اور اس کا بھائی یا دوست کہے: ”یرحمک الله“ تو وہ کہے: ”یرحمکم الله و یصلح بالکم“ (اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح کرے)۔

اور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حق المسلم علی المسلم خمس: رد السلام و عیادة المریض و اتباع الجنائز، و اجابة الدعوة، و تشمیت العاطس“ (مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: سلام کا جواب

(۱) حدیث: ”إذا عطس أحدکم فلیقل: الحمد لله علی کل حال.....“ کی روایت احمد (۷/۶ طبع المصنف) نے حضرت سالم بن عبید کی سند سے کی ہے اور اس کی سند میں جہالت ہے لیکن ابن حجر نے اس کے شواہد نقل کئے ہیں جن سے اسے تقویت حاصل ہو جاتی ہے (فتح ۱۰/۶۰۰ طبع المستقر)۔

(۲) حدیث: ”إذا عطس أحدکم فلیقل: الحمد لله علی کل حال.....“ کی روایت ابو داؤد (۵/۳۹۰ طبع عزت عید دہاس) اور حاکم (۳/۲۶۵، ۲۶۶ طبع دائرة المعارف اصفہانیہ) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے فتح الباری (۱۰/۶۰۸ طبع المستقر)۔

(۱) حدیث: ”حدیث إذا عطس أحدکم و حمد الله کان حقاً علی کل مسلم.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۰/۶۱۱ طبع المستقر) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”إذا عطس أحدکم فلیقل: الحمد لله و لیقل له أخوه أو صاحبه: یرحمک الله“ کی روایت بخاری (فتح ۱۰/۶۰۸ طبع المستقر) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔

## تشمیت ۲

دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے پیچھے جانا، دعوت قبول کرنا، اور چھینکنے والے کو دعا دینا، اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ”حق المسلم علی المسلم ست: إذا لقيته فسلم عليه، وإذا دعاك فأجبه، وإذا استنصحك فانصح له، وإذا عطس فحمد الله تعالى فشمتته، وإذا مرض فعده، وإذا مات فاتبعه“<sup>(۱)</sup> (مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: جب تم اس سے ملو تو سلام کرو، جب تمہیں وہ دعوت دے تو قبول کرو، جب وہ تم سے نصیحت چاہے تو نصیحت کرو، اور جب اسے چھینک آئے اور اللہ کی حمد کرے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہو، اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو، اور جب مرجائے تو اس کے جنازہ کے پیچھے جاؤ)۔

اور اگر چھینکنے کے بعد اللہ کی حمد نہ کرے تو اسے دعا نہیں دی جائے گی، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مرفوعاً روایت ہے: ”إذا عطس أحدكم فحمد الله فشمتوه، فإن لم يحمد الله فلا تشمتوه“<sup>(۲)</sup> (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد کرے تو اسے یرحمک اللہ کہو، اور اگر اللہ کی حمد نہ کرے تو اسے یرحمک اللہ مت کہو)۔

اور حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”عطس رجلان عند النبي ﷺ فشمت أحدهما ولم يشمت الآخر، فقال الذي لم يشمته: عطس فلان فشمته“

(۱) حدیث: ”حق المسلم علی المسلم خمس.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۳/۱۱۲ طبع استغیہ) اور مسلم (۵/۵۰۵ طبع المجلد) نے حضرت ابومیریہ سے کی ہے

(۲) حدیث: ”إذا عطس أحدكم فحمد الله فشمتوه فإن لم يحمد الله.....“ کی روایت احمد (۳/۲۱۲ طبع المیمیہ) اور مسلم (۳/۲۹۲ طبع المجلد) نے کی ہے

وعطست فلم تشمتني فقال: إن هذا حمد الله تعالى، وإنك لم تحمد الله تعالى“<sup>(۱)</sup> (نبی کریم ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، تو آپ ﷺ نے ان میں سے ایک کو دعا دی، ایک کو نہیں دی، تو جس کو آپ ﷺ نے دعا نہیں دی تھی اس نے کہا: فلاں کو چھینک آئی تو آپ ﷺ نے اس کو دعا دی، اور مجھے چھینک آئی تو آپ ﷺ نے دعا نہیں دی؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: اس نے اللہ کی حمد کی تھی، اور تم نے اللہ کی حمد نہیں کی تھی) اور یہ حکم عام ہے، اور جس شخص کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا اس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

عموم کی تائید حضرت ابوموسیٰ کی اس حدیث کے الفاظ سے ہوتی ہے: ”إذا عطس أحدكم فحمد الله فشمتوه، فإن لم يحمد الله فلا تشمتوه“<sup>(۲)</sup> (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے، اور وہ اللہ کی حمد کرے تو اسے دعا دو، اور اللہ کی حمد نہ کرے تو اسے دعا نہ دو)۔

لہذا دعا حمد کرنے والے کے لئے مشروع ہے، حمد نہ کرنے والے کے لئے نہیں، چنانچہ جب سامع کو معلوم ہو کہ چھینکنے والے نے چھینک آنے کے بعد حمد کی ہے تو اس کو دعا دے گا، جیسے کہ اسے اللہ کی حمد کرتے ہوئے سن لے، اور اگر چھینک سنے اور اسے اللہ کی حمد کرتے ہوئے نہ سنے، البتہ کسی کو اس چھینکنے والے کو دعا دیتے ہوئے سنے، تو دعا دینا اس کے لئے مشروع ہوگا، اس لئے کہ چھینک کر حمد کرنے والے کو دعا دینے کا حکم عام ہے، اور نوویؒ فرماتے ہیں کہ مختار یہ ہے

(۱) حدیث: ”إن هذا حمد الله، وإنك لم تحمد الله“ کی روایت بخاری (الفتح ۱۰/۶۱۰ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۲۹۲ طبع المجلد) نے کی ہے اور الفاظ مسلم کے ہیں۔

(۲) حدیث: ”إذا عطس أحدكم فحمد الله فشمتوه.....“ کی تخریج تفرہ نمبر ۲ میں گذر چکی ہے



## تشمیت ۳

کہ وہ جس سے سنے صرف اسی کو دعا دے، دوسرے کو نہ دے، اور یہ تشمیت شافعیہ کے نزدیک سنت ہے۔

حنفیہ کے نزدیک اور حنابلہ کے ایک قول کے مطابق تشمیت واجب ہے۔

اور مالکیہ اس کو واجب کفائی کہتے ہیں اور حنابلہ کے یہاں بھی مذہب یہی ہے (۱)۔

اور ”البدیان“ سے منقول ہے کہ زیادہ مشہور اس کا فرض عین ہونا ہے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”کان حقاً علی کل مسلم سمعه أن يقول له: یرحمک اللہ“ (ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو اسے سنے کہ اس سے کہے: یرحمک اللہ)۔

اور اگر چھینک آئے، اور بھولے سے اللہ کی حمد نہ کرے تو اس کے پاس موجود رہنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ اس کو حمد یاد دلا دے، تاکہ وہ حمد کرے، اور یہ اس کو دعا دے، یہ چیز حضرت ابراہیم نخعی سے ثابت ہے (۲)۔

۳- اور چھینکنے والے کے لئے مستحب ہے کہ اپنے دعا دینے والے کو جواب دے اور اس سے کہے: یرغم اللہ لنا ولکم (اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے) یا یرحمکم اللہ و یصلح بالکم (اللہ تمہیں ہدایت دے، اور تمہارے حال کی اصلاح کرے) اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے گا اور کہے گا: یرحمنا اللہ و لیاکم و یرغم لنا ولکم (اللہ ہم پر اور تم پر رحم کرے اور ہماری تمہاری

مغفرت کرے) چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب ان کو چھینک آتی، اور ان سے ”یرحمک اللہ“ کہا جاتا تو فرماتے: یرحمنا اللہ و لیاکم و یرغم اللہ لنا ولکم۔

ابن ابوجرمہ کہتے ہیں: حدیث میں چھینکنے والے پر اللہ کی عظیم نعمت کی دلیل ہے، اور یہ چیز اس پر مرتب ہونے والے خیر سے ماخوذ ہوتی ہے، اور اس میں بندہ پر اللہ کے فضل عظیم کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ اس نے چھینک کی نعمت کے ذریعہ ضرر کو اس سے دور کر دیا، پھر اس کے لئے حمد شروع کی جس پر اسے ثواب ملتا ہے، پھر دعاء خیر کے بعد دعاء خیر (م شروع کی) اور اپنے فضل و احسان سے یہ پے پے بہ پے نعمتیں مختصر وقت میں شروع فرمائیں، چنانچہ جب چھینکنے والے سے ”یرحمک اللہ“ کہا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز (رحمت) تمہارے لئے کر دے، تاکہ تمہارے لئے سلامتی کا دوام ہو جائے، اور اس میں چھینکنے والے کو رحمت طلب کرنے اور گناہ سے توبہ کرنے پر متنبہ کرنے کا اشارہ ہوتا ہے، اور اسی لئے اس کے جواب میں درج ذیل جملے کہنا مشروع ہے: ”غفر اللہ لنا ولکم“ اور ”و یصلح بالکم ای شانکم“ (۱)، اور اللہ تعالیٰ کا قول: ”سَيَهْدِيهِمْ وَ يَصْلَحُ بَالَهُمْ“ (۲) (اللہ انہیں سنبھالے رہے گا، اور ان کی حالت درست رکھے گا)۔

اور یہ سب اس وقت ہے جب وہ نماز یا بیت الخلاء میں نہ ہو۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۳۲۶/۵، الاختیار شرح المختار ۱۶۵/۳ طبع مصطفیٰ النجفی ۱۹۵۹ء جامعۃ النجف علی شرح الخ ۳۲/۲، الاذکار للعووی ۲۳۰-۲۳۱، دآداب الشریعہ لابن مفلح ۳۲۶/۱، فتح الباری بشرح صحیح البخاری لابن حجر ۵۹۹/۱۰، ۶۱۰، ۶۱۱، کفایۃ الطالب الربانی ۳۲۰-۳۹۹، لشرح الصغیر ۳۶۳-۶۳۷۔

(۲) فتح الباری ۶۱۱/۱۰۔

(۱) کفایۃ الطالب علی شرح الرسائل ۳۹۹/۲-۴۰۰، طبع مصطفیٰ النجفی ۱۹۳۸ء طبع المشرق الصغیر ۳۶۵، فتح الباری بشرح صحیح البخاری لابن حجر ۶۱۰، ۶۰۹، ۶۱۰۔

(۲) سورہ محمد ۵۔

## تشمیت ۴-۶

خطبہ کے دوران تشمیت:

۶- حنفیہ اور مالکیہ نے خطبہ کے دوران تشمیت کو مکروہ قرار دیا ہے<sup>(۱)</sup>، اور شافعیہ کے یہاں قول جدید میں خطبہ کے وقت کلام حرام نہیں ہے، اور خاموش رہنا مسنون ہے، اور تشمیت اور غیر تشمیت کے درمیان اس سلسلہ میں کوئی فرق نہیں ہے، ان کا استدلال حضرت انسؓ کی روایت سے ہے، وہ فرماتے ہیں: ایک آدمی اس وقت داخل ہوا جب نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز منبر پر کھڑے تھے، اور اس نے کہا: قیامت کب ہے؟ تو لوگوں نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش رہو، تو تیسری بار نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: ”ما أعددت لہا“ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”انک مع من أحببت“<sup>(۲)</sup> (تم اسی کے ساتھ رہو گے جس سے تمہیں محبت ہے)۔

اور خطبہ میں جب یہ جائز ہے تو اس کے دوران چھینکنے والے کو دعا دینا بھی جائز ہوگا۔

اور مالکیہ کے نزدیک خطبہ سننے کے لئے خاموشی اختیار کرنا واجب ہے، شافعیہ کا بھی قول قدیم یہی ہے، اس لئے کہ حضرت جابرؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعودؓ اس وقت داخل ہوئے جب نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے، تو وہ حضرت ابیؓ کے پاس بیٹھ گئے اور ان سے کوئی بات پوچھی تو انہوں نے جواب نہیں دیا تو وہ (حضرت ابن مسعودؓ) خاموش رہے، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھ لی، تب انہوں نے حضرت ابیؓ سے کہا: آپ نے

چھینکنے والے کو کن چیزوں کی رعایت کرنی چاہئے:

۴- چھینکنے والے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ چھینک میں اپنی آواز پست رکھے، اور حمد میں بلند رکھے، اور اپنا چہرہ ڈھانپ لے، تاکہ اس کے منہ یا ناک سے کوئی ایسی چیز نہ نکلے جو اس کے ہم نشین کو تکلیف دے، اور اپنی گردن دائیں بائیں نہ موڑے، تاکہ اس کو اس سے ضرر نہ پہنچے، ابن العربیؒ کہتے ہیں: چھینک میں آواز پست کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس کو بلند کرنے سے اعضاء بے قرار ہو جاتے ہیں، اور چہرہ ڈھانپنے کی حکمت یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی چیز ظاہر ہوگی تو اس کے ساتھی کو اذیت دے گی، اور اگر وہ اپنے ساتھی کو بچانے کے لئے گردن موڑے گا تو گردن کے اکڑ جانے کا خطرہ ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ”کان النبی ﷺ اذا عطس وضع یدہ (أو ثوبہ) علی فیه، و لخفض أو غصّ بہا صوتہ“<sup>(۱)</sup> (نبی کریم ﷺ کو جب چھینک آتی تھی تو اپنا ہاتھ (یا کپڑا) اپنے منہ پر رکھ لیتے تھے، اور چھینکنے میں اپنی آواز پست یا بلکی کر لیتے تھے)۔

تشمیت کے مشروع ہونے کی حکمت:

۵- ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں: تشمیت کے فوائد میں ہے: مسلمانوں کے درمیان ربط اور محبت پیدا کرنا، اور کسر نفس کے ذریعہ چھینکنے والے کی اس کے گھمنڈ پر تادیب کرنا اور تواضع پر آمادہ کرنا، اس لئے کہ رحمت کے ذکر کرنے میں اس گناہ کا احساس کرنا ہے جس سے اکثر مکلف خالی نہیں رہتے<sup>(۲)</sup>۔

(۱) ابن ماجہ میں ۵۵۱، شرح الکبیر ۱/۳۸۶۔

(۲) حدیث: ”دخل رجل و النبی ﷺ قائم علی المنبر“ کی روایت بیہقی (۲۲۱/۳) طبع دائرة المعارف العثمانیہ نے کی ہے اور ابن خزیمہ (۳۹۴/۳) طبع المکتب الاسلامی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) حدیث: ”کان اذا عطس وضع یدہ.....“ کی روایت ابو داؤد (۲۸۸/۵) طبع عزت عید دھاس نے کی ہے اور ابن حجر نےفتح (۶۰۲/۱۰) طبع المنقہ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر (۶۰۲/۱۰)۔

## تشمیت ۷

نہ چھینکنے والے کو دعا دے اور جب خطبہ نہ سن رہے ہو تو تلاوت کرو، چھینکنے والے کو دعا دے اور سلام کا جواب دے، ابو داؤد کہتے ہیں: میں نے امام احمد سے دریافت کیا کہ کیا انسان امام کے خطبہ کے دوران سلام کا جواب اور چھینکنے والے کو دعا دے گا؟ فرمایا: جب خطبہ نہ سن رہا ہو تو جواب دے گا اور سن رہا ہو تو نہیں دے گا (۱)۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ (۲) (تم اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو)۔

اور اسی طرح کی بات حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔

قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء میں موجود شخص کی تشمیت: ۷۔ جو شخص قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء میں ہو اس کے لئے چھینکنے کی آواز سنائی دینے پر چھینکنے والے کو دعا دینا مکروہ ہے، مذاہب اربعہ کے فقہاء اسی کے قائل ہیں، اسی طرح انہوں نے بیت الخلاء میں چھینک آجانے کی صورت میں چھینکنے والے کے لئے اپنی زبان سے الحمد للہ کہنے کو مکروہ قرار دیا ہے، اور زبان کو حرکت دینے بغیر دل سے الحمد للہ کہنے کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے (۳)۔

اور مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے تو میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے وضو کر لینے تک جواب نہیں دیا، پھر مجھ سے معذرت

میری بات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت ابنی نے جواب دیا: آپ نے جمعہ میں ہمارے ساتھ شرکت نہیں کی، ابن مسعودؓ نے کہا: کیوں؟ فرمایا: کیونکہ آپ نے نبی اکرم ﷺ کے خطبہ کے دوران بات کی، پھر ابن مسعودؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”صدق نبی“ (۱) (ابنی نے سچ کہا)۔

اور جب خاموش رہنا واجب ہے تو اس کی مخالفت کرنے والی چیز یعنی خطبہ کے دوران چھینکنے والے کو دعا دینا حرام ہوگا (۲)۔

اور حنابلہ کے یہاں دو روایتیں ہیں:

ایک روایت مطلق جواز کی ہے، جو اثرم کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ میں نے سنا کہ ابو عبد اللہ یعنی امام احمد سے پوچھا گیا: آدمی جمعہ کے دن سلام کا جواب دے گا؟ کہا: ہاں، اس نے کہا: اور چھینکنے والے کو دعا دے گا؟ فرمایا: ہاں، امام کے خطبہ کے دوران بھی چھینکنے والے کو دعا دے گا اور ابو عبد اللہ نے فرمایا: بہت سے لوگوں نے ایسا کیا ہے، اس کو کئی بار کہا اور اس کی اجازت دینے والوں میں حضرت حسن، شعیب، نجعی، قتادہ، ثوری اور اسحاق ہیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اگر خطبہ نہ سن رہا ہو تو چھینکنے والے کو دعا دے گا، اور سن رہا ہو تو نہیں دے گا، ابو طالب کہتے ہیں: امام احمد نے فرمایا: جب تم خطبہ سنو تو کان لگاؤ، اور خاموش رہو، نہ تلاوت کرو، اور

(۱) المغنی لابن قدامة ۲/ ۳۲۳-۳۲۴ طبع ریاض الحدیث، کشاف القناع عن متن الإقناع ۲/ ۲۸ طبع انصر الحدیث۔

(۲) سورة اعراف ۲۰۳۔

(۳) ابن ماجہ ۱/ ۲۳۰، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱/ ۳۳، لا ذکار للمووی ۲۸، المشرح للمکبیر ۱/ ۱۰۶، کشاف القناع عن متن الإقناع ۱/ ۶۳ طبع انصر الحدیث۔

(۱) حدیث: ”صدق نبی“ عن جابر قال: دخل عبد الله بن مسعود المسجد و النبي ﷺ يخطب، فوثقني في الجمع (۱۸۵/۲ طبع القدی) میں نقل کیا ہے اور فرمایا: ابو یعلیٰ نے بطرائق میں اس کی اسی طرح اور ”المکبیر“ میں اختصار سے روایت کی ہے اور ابو یعلیٰ کے روی ثقہ ہیں۔

(۲) المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱/ ۱۲۲، منهاج الطالبین بہامش قلیوبی و عمیرہ ۲۸۹/۔



## تشمیت ۸

فرمائی، اور ارشاد فرمایا: ”إني كرهت أن أذكر الله تعالى إلا على طهر“ او قال: ”على طهارة“ (۱) (طہارت کے بغیر اللہ کا ذکر کرنا میں نے پسند نہیں کیا)۔

اجنبی عورت کی طرف سے مرد کی تشمیت اور اس کے برعکس:

۸- اگر عورت جوان ہو اور اس سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے یہ مکروہ ہے کہ مرد کو چھینک آنے پر اسے دعا دے، اسی طرح اس کے لئے مکروہ ہے کہ اسے چھینک آنے کی صورت میں اس کو دعا دینے والے مرد کو وہ جواب دے، برخلاف اس صورت کے جب وہ بوڑھی ہو، اور اس کی طرف میلان نفس نہ ہوتا ہو، اس لئے کہ وہ بھی چھینک کی دعا دے گی، اور اللہ کی حمد کرنے پر اسے بھی چھینک کی دعا دی جائے گی، مالکیہ اسی کے قائل ہیں (۲) اور اس میں حنا بلہ کا مسلک بھی مالکیہ کی طرح ہے۔

ابن مفلح کی ”آداب اشعریہ“ میں ابن تیمیم کے حوالہ سے آیا ہے کہ مرد جوان عورت کی تشمیت نہ کرے اور نہ عورت مرد کی تشمیت کرے، اور سامری کہتے ہیں: عورت کو چھینک آنے پر دعا دینا مرد کے لئے مکروہ ہے، اور بوڑھی عورت کو دعا دینا مکروہ نہیں ہے، ابن الجوزی فرماتے ہیں: ہم نے امام احمد سے روایت کی ہے کہ ان کے پاس عابدوں میں سے ایک صاحب تھے، امام احمد کی اہلیہ کو چھینک آئی، اور عابد نے ان سے ”یرحمک اللہ“ کہہ دیا، تو

(۱) حدیث: ”إني كرهت أن أذكر الله إلا على طهر“ او قال: ”على طهارة“ کی روایت ابو داؤد (۲۳/۱ طبع عزت عبید دھاس) اور حاکم (۱/۱۶۷ طبع دائرة المعارف اہمانيہ) نے کی ہے اور وہی نے بھی اس کی تصحیح و توثیق کی ہے۔

(۲) جامعہ الصلوٰۃ علی کلماتہ لعلہ اللہ شرح لہ رسالہ ۳۹۹/۲۳ شرح الخیر ۶۴۷۔

امام احمد نے فرمایا: یہ عابد جاہل ہے، حرب کہتے ہیں: میں نے امام احمد سے پوچھا: چھینک آنے پر مرد عورت کو دعا دے گا؟ تو فرمایا: اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کی آواز نکلوں اس کی بات سننے تو ایسا نہ کرے، اس لئے کہ بات کرنا فتنہ کی چیز ہے، اور اگر یہ ارادہ نہ ہو تو ان کو دعا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، ابو طالب کہتے ہیں کہ انہوں نے ابو عبد اللہ سے پوچھا: جب عورت کو چھینک آئے تو مرد اس کو دعا دے گا؟ فرمایا: ہاں! حضرت ابو موسیٰ نے اپنی بیوی کو دعا دی تھی، میں نے کہا: اگر عورت گزر رہی ہو یا بیٹھی ہو اور اسے چھینک آجائے تو اسے دعا دوں؟ فرمایا: ”ہاں“ قاضی کہتے ہیں: مرد گھر سے باہر نکلنے والی عورت کو چھینکنے کی دعا دے گا، اور نو جوان عورت کو دعا دینا مکروہ ہے، ابن عقیل کہتے ہیں: مرد باہر نکلنے والی عورت کی تشمیت کرے گا، اور وہ خاتون بھی اس کی تشمیت کرے گی، اور نو جوان عورت کی تشمیت نہ وہ کرے گا، اور نہ وہ عورت ہی اس کی تشمیت کرے گی، شیخ عبد القادر فرماتے ہیں: مرد کے لئے باہر نکلنے والی عورت اور بوڑھی عورت کو چھینکنے پر دعا دینا جائز ہے اور نو جوان عورت کو دعا دینا مکروہ ہے، اور اس میں نو جوان اور غیر نو جوان کے درمیان تفریق ہے (۱)۔

حنفیہ کا مسلک صاحب ”الذخیرۃ“ بیان کرتے ہیں کہ جب مرد کو چھینک آئے اور عورت اس کو دعا دے، تو اگر وہ بوڑھی ہو تب تو اس کو جواب دے گا، ورنہ اپنے دل میں جواب دے لے گا، ابن عابدین فرماتے ہیں: اسی طرح اس وقت ہوگا جب خود عورت کو چھینک آئے، ”الخلاصۃ“ میں اسی طرح ہے (۲)۔

(۱) آداب اشعریہ لابن تیمیمہ ۳۵۲/۲-۳۵۳۔

(۲) الاختیار شرح لمخار ۱۱۹/۳ مصنف المجلد ۱۹۳۶، ابن عابدین ۲۳۶/۵۔

## تشمیت ۹-۱۰

مسلمان کی طرف سے کافر کی تشمیت:

۹- اگر کافر کو چھینک آئے، اور چھینکنے کے فوراً بعد وہ اللہ کی حمد کرے، اور کوئی مسلمان اس کو سن لے تو اس پر لازم ہے کہ یہ کہہ کر اس کو دعا دے: ”ہدایک اللہ“ (اللہ تمہیں ہدایت دے) یا ”عافاک اللہ“ (اللہ تمہیں عافیت دے)، چنانچہ ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ اشعرئی سے یہ حدیث روایت کی ہے فرماتے ہیں: ”کان الیہود یتعاطسون عند النبی ﷺ رجاء ان یقول: یرحمکم اللہ، فکان یقول: یرحمکم اللہ ویصلح بالکم“ (۱) (نبی کریم ﷺ کے پاس یہود اس امید سے چھینکتے تھے کہ آپ ﷺ ان سے ”یرحمکم اللہ“ کہہ دیں تو آپ ﷺ ان سے ”یرحمکم اللہ ویصلح بالکم“ (اللہ تمہیں ہدایت دے، اور تمہارے حال کی اصلاح کرے) فرماتے تھے، اور آپ ﷺ کے اس قول: ”اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح کرے“ میں انہیں اشارۃً اسلام کی طرف بلانا ہے یعنی راہ ہدایت اختیار کرو، اور ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے حال کی اصلاح کر دے گا، تو یہ کفار کے لئے مخصوص دعا ہے، اور وہ ہے ان کی ہدایت اور اصلاح حال کی دعا، برخلاف مسلمانوں کی تشمیت کے، اس لئے کہ کفار کے برخلاف وہ دعائے رحمت کے اہل ہیں (۲)، اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”مسلمان اور یہودی اکٹھا تھے، نبی کریم ﷺ کو چھینک آگئی اور دونوں ہی فریقوں نے آپ ﷺ کو دعا دی، تو آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا:

”یغفر اللہ لکم و یرحمنا و یرحمکم“ (اللہ تمہاری مغفرت کرے، اور ہمارے اور تمہارے اوپر رحم کرے) اور یہود سے فرمایا: ”یرحمکم اللہ ویصلح بالکم“ (۱) (اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح کرے)۔

نمازی کی طرف سے دوسرے کی تشمیت:

۱۰- جو شخص نماز میں ہو، اور کسی چھینکنے والے کو چھینک کے بعد اللہ کی حمد کرتے ہوئے سنے، اور اس کی تشمیت کر دے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ ”یرحمکم اللہ“ کہہ کر اس کی تشمیت کرنا لوگوں کی باہمی گفتگو میں شامل ہے، لہذا یہ ان کے کلام میں سے ہوگا، چنانچہ حضرت معاویہ ابن الحکمؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا کہ اچانک ایک شخص کو چھینک آئی، تو میں نے کہا: ”یرحمکم اللہ“ تو لوگوں نے مجھے اپنی نگاہوں سے گھورا، میں نے کہا: میری ماں مجھے کھوئے تمہیں کیا ہوا کہ میری طرف دیکھ رہے ہو؟ تو لوگوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر مارے، پھر جب رسول اللہ ﷺ لوٹے تو میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ ﷺ نے مجھے بلایا، میں نے آپ ﷺ سے بہتر سکھانے والا کوئی معلم نہیں دیکھا، اللہ کی قسم آپ نے نہ تو مجھے مارا، اور نہ جھڑکا، پھر فرمایا: ”ان صلاتنا ہنہ لا یصلح فیہا شیء من کلام الادمیین، انما ہی التسمیۃ والتکبیر وقرآۃ القرآن“ (ہماری اس نماز میں آدمیوں کی باتوں میں سے کوئی چیز درست نہیں ہے، یہ تو تسمیہ تکبیر اور قرآن پڑھنے کا نام

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعرئی کی حدیث: ”کان الیہود یتعاطسون.....“ کی روایت ترمذی (۸۲/۵ طبع مجلس) نے کی ہے موفور ملا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) المشرح المصغر ۳/۶۳، حاشیۃ الصدوق علی کفایۃ الطالب شرح الرراہ ۳/۹۹، الآداب الشرعیۃ لابن مفلح ۳/۵۲، الذکار للنووی ۲۳۳-۲۳۴، فتح المبارک بشرح صحیح البخاری ۶۰۹/۱۰۔

(۱) حضرت ابن عمرؓ کی حدیث: ”اجتمع الیہود و المسلمون.....“ کی روایت بخاری نے ”شعب الایمان“ میں کی ہے اور اس کے ایک راوی کے ضعف کی وجہ سے ابن حجر نے اس کی تصدیق کی ہے (فتح المبارک ۶۰۹/۱۰ طبع المکتبہ)۔

## تشمیت ۱۱

اور ابن دقیق العید نے بعض شافعیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب چھینک میں تکرار ہو تو دعا میں بھی تکرار کرے گا، الا یہ کہ معلوم ہو جائے کہ اسے زکام ہے، تب اسے شفاء کی دعا دی جائے گی، اور ان کے نزدیک تشمیت کا حکم زکام کا علم ہونے پر ساقط ہوگا، اس لئے کہ اس کو علت بنانا اس بات کا متقاضی ہے کہ جس کے بارے میں علم ہو جائے کہ اسے زکام ہے اس کو دعا نہ دی جائے، اس لئے کہ یہ مرض ہے، اور ایسی پسندیدہ چھینک نہیں ہے جو بدن کی خفت، مسامات کے کھلنے نیز حد درجہ شکم سیری نہ ہونے سے آتی ہے (۱)۔

ہے) (۱) یہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا قول اور شافعیہ کا قول مشہور ہے، اگرچہ حنفیہ نے نماز کو فاسد اور دوسرے حضرات نے باطل قرار دیا ہے، لیکن یہاں فساد اور بطلان ایک ہی معنی میں ہیں (۲)۔ اور اگر خود اس کو نماز میں چھینک آئے، اور وہ زبان کو حرکت دینے بغیر اپنے دل میں اپنے آپ کو دعا دے، اس طور پر کہ کہے: ”یرحمک اللہ یا نفسی“ (اے نفس! اللہ تجھ پر رحم کرے) تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اس لئے کہ جب تک دوسرے سے خطاب نہ ہو اسے لوگوں کی گفتگو نہیں سمجھا جائے گا، جیسے کہ اگر کہے: ”یرحمنی اللہ“ (اللہ میرے اوپر رحم کرے)، حنفیہ، حنابلہ اور مالکیہ اسی کے قائل ہیں۔

تین مرتبہ سے زیادہ چھینکنے والے کی تشمیت:

۱۱۔ جس کو کئی بار چھینک آئے، اور تین دفعہ سے بڑھ جائے تو تین دفعہ سے بڑھ جانے والی چھینک میں اسے دعا نہیں دی جائے گی، اس لئے کہ بڑھ جانے والی چھینک سے وہ زکام میں مبتلا مانا جائے گا، چنانچہ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھینکنے والے شخص کو دو مرتبہ ”یرحمک اللہ“ کہہ کر دعا دی، پھر تیسری مرتبہ فرمایا: یہ شخص زکام میں مبتلا ہے (۳)۔



(۱) حدیث: ”ابن صلاح دنا ھلہ لا یصلح فیہا شیء.....“ کی روایت مسلم (۳۸۱/۱-۳۸۲/۱ طبع المجلد) نے حضرت معاویہ ابن الحکم سے کی ہے۔  
(۲) ابن ماجہ ۳۱۶/۱-۳۱۷/۱، فتح القدیر ۱/۳۲۷ طبع دار احیاء التراث العربی، لشرح الصغیر ۲/۶۳، کفایہ الطالب شرح الرسائل للقرطبی ۲/۳۹۹، الجلیل لشرح مختصر غلیل ۲/۳۳ مکتبۃ انوار البیضاء، والمہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱/۵۳، روضۃ الطالبین ۱/۲۹۲، کشاف القناع عن متن الاقناع ۱/۳۷۸ طبع انصر الحدیث۔

(۳) حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کی حدیث کی روایت ترمذی (۵/۵۵ طبع المجلد) نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱) لشرح الصغیر ۲/۶۵، فتح الباری بشرح صحیح البخاری لابن حجر ۱/۶۰۳، ۶۰۷، وآداب الشریعہ لابن مفلح ۲/۳۵۳۔



ثوب کئے ہوئے (کپڑے لٹکا ہوئے) نماز پڑھتے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "كَانَهُمُ الْيَهُودُ خَرَجُوا مِنْ فُجُورِهِمْ" (۱)  
(گویا یہ یہود ہیں جو اپنے معبود سے نکلے ہوں)۔

اور اصطلاح میں سدل کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کپڑے کو اپنے سر یا کندھوں پر ڈال لے، اور اس کے کناروں کو ضم کئے بغیر تمام گوشوں سے چھوڑ دے، یا اس کے ایک کنارے کو دوسرے کندھے پر ڈال لے، یہ نماز میں بالاتفاق مکروہ ہے (۲)۔

اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: "نَهَى عَنْ السِّدْلِ فِي الصَّلَاةِ" (۳) (نبی کریم ﷺ نے نماز میں "سدل" (کپڑے لٹکانے سے منع فرمایا ہے)۔

### ب- اسہال:

۳- لغت میں اسہال: لٹکانے اور لمبا کرنے کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: أسبل إزاره: جب کوئی اپنی لنگی لٹکائے، وأسبل فلان ثيابه: جب وہ کپڑے کو لمبا رکھے، اور زمین کی طرف چھوڑ دے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ثَلَاثَةٌ لَا يَكْلِمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَرْكَبُهُمْ قَالَ: قُلْتُ: وَمَنْ" (۱)

(۱) سورۃ فجر کی جمع ہے یہودیوں کی مقدس جگہ جہاں وہ نماز پڑھتے تھے ان کے لئے جمع ہوتے ہیں (لسان العرب)۔

(۲) ابن حبان ۴۲۹/۲، مرآۃ الفلاح ۱۹۲-۱۹۳، فتح القدیر ۵۹۱/۳، دار احیاء التراث العربی، القاوی الہندیہ ۱۰۶/۱، الاختیار شرح المختار ۱۱۱/۱، دار المعرفۃ، البحر شعی علی مختصر فلیل ۱۱۵/۲، المجموع شرح المہذب ۶۳/۱، ۷۷/۱، کشاف القناع ۵۸۵/۲، طبع انصر الحدیث، والمغنی لابن قدامہ ۵۸۳/۱، ۵۸۵/۱ طبع ریاض الحدیث۔

(۳) حدیث: "نَهَى عَنْ السِّدْلِ فِي الصَّلَاةِ....." کی روایت ابو داؤد (۱/۲۳۳ طبع عبید الدعاس) اور ترمذی (۲/۲۱۷ طبع محمد الجلی) نے کی ہے اور احمد بن حنبل نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

## تشمیر

### تعریف:

۱- لغت میں "تشمیر" کے کئی معانی ہیں، ان میں ایک معنی ہے: اٹھانا، کہا جاتا ہے: "شَمَرُ الْإِزَارِ وَ الثَّوْبِ تَشْمِيرًا": جب لنگی اور کپڑے کو اٹھائے، اور کہا جاتا ہے: "شَمَرٌ عَنْ سَاقِهِ" اور "شَمَرٌ فِي أَمْرِهِ": جب معاملہ میں سخت اور سرعت سے کام لے، اور "شَمَرُ الشَّيْءِ فَتَشْمَرُ": یعنی چیز کو سمیٹنا تو وہ سمٹ گئی، "تشمیر": یعنی تیار ہو گیا (۱)۔

اور اصطلاح میں اس کا استعمال کپڑے اٹھانے کے معنی سے الگ نہیں ہے۔

### متعلقہ الفاظ:

### الف- سدل:

۲- لغت میں سدل کے ایک معنی کپڑے لٹکانے کے ہیں، کہا جاتا ہے: "سَدَلْتُ الثَّوْبَ سِدْلًا": جب تم کپڑے کو لٹکاو، اور اس کے دونوں گوشے ملائے بغیر چھوڑ دو، "وسدل الثوب يسدله ويسدله سدلا و أسدله": کپڑے کو لٹکایا، اور چھوڑ دیا (۲)، اور حضرت نلیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے لٹکے تو ایک جماعت کو سدل

(۱) لسان العرب، المصباح للمعیر، بخاری الصحاح مادۃ "شمر"۔

(۲) المصباح للمعیر، لسان العرب، مادۃ "سدل"۔

ہم؟ خابوا وخسروا فاعادھا رسول اللہ ﷺ ثلاث مرآت: المسبل، والمنان، والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب“ (۱) (تین آدمی ایسے ہیں جن سے نہ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کام فرمائے گا، نہ ہی ان پر نگاہ (نگاہ کرم) ڈالے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا فرماتے ہیں: میں نے کہا: وہ کون لوگ ہیں، وہ تو ناکام و برباد ہی ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے تین بار اس کا اعادہ فرمایا: لنگی نیچی رکھنے والا، احسان جتانے والا، اور جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے سامان کو رائج کرنے والا)۔

ابن الاعرابی وغیرہ فرماتے ہیں: مسبل وہ ہے جو اپنا کپڑا المبا رکھتا ہو، اور چلتے وقت اس کو زمین کی طرف لٹکا دیتا ہو، اور یہ فعل گھمنڈ اور غرور کی وجہ سے کرتا ہو (۲)۔

اور اس لفظ کا اصطلاحی معنی لغوی معنی سے باہر نہیں ہے اور اس کا حکم کراہت کا ہے (۳)، اس لئے کہ روایت ہے: ”من جو ثوبہ من الخیلاء لم ينظر الله الیه“ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص گھمنڈ سے اپنا کپڑا گھسیٹتا ہو، اللہ اس پر نگاہ کرم نہیں ڈالے گا (۴)، اور حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”من أسبل إزاره في صلاة خيلاء فليس من الله جل ذكره في حل

ولا حرام“ (۱) (جو شخص نماز میں ازراہ تکبر اپنے پا جامے کو لٹکائے وہ اللہ سبحانہ کی طرف سے نہ حلت میں ہے نہ حرمت میں)، اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی مرفوع حدیث ہے: ”لا ينظر الله يوم القيامة إلى من جو إزاره بطراً“ (۲) (اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نگاہ نہیں ڈالے گا جو گھمنڈ کی وجہ سے اپنی لنگی گھسیٹتا ہو)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”صلاة“، ”عورة“ اور ”إسبال“۔

اجمالی حکم:

۴- نماز میں بالاتفاق کپڑا اٹھانا مکروہ ہے، اس لئے کہ وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے کپڑوں اور بالوں کو الٹنے پھیرنے سے منع فرمایا ہے (۳)۔

البتہ مالکیہ نماز میں اس کی کراہت کے قائل اس صورت میں ہیں جب اس کو نمازی کے لئے کیا ہو، اور جہاں تک نماز سے باہر یا نمازی میں لیکن نماز کے مقصد کے لئے نہیں (بلکہ کسی اور غرض سے) ایسا کرنے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، اور ان کے یہاں اس کی نظیر پنڈلی سے دامن کا اٹھانا ہے، چنانچہ اگر یہ فعل کسی کام کے لئے کیا ہو پھر نماز کا وقت ہو جائے اور وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے تو کوئی کراہت نہ ہوگی اور ”المدونہ“ کے ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم کراہت دونوں صورتوں میں ہے، اسے دوبارہ اس کام

(۱) حدیث: ”من أسبل إزاره في صلاة خيلاء فليس من الله.....“ کی روایت بخاری ابوداؤد (۲۳۳/۱ طبع عبید الدعاس) نے کی ہے اور ابن ماجہ نے فرماتے ہیں، اس کی سند صحیح ہے (شرح السنن للمبجوع ۲۲۸/۲ طبع المکتب الاسلامی)۔

(۲) حدیث: ”لا ينظر الله يوم القيامة إلى من جو.....“ کی روایت بخاری (فتح ۲۵۸/۱۰-۲۵۹ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”لہی عن کفہ الباب.....“ کی روایت بخاری (۲۹۵/۲ طبع المستقیم) اور مسلم (۳۵۳/۱ طبع عیسیٰ الحلبي) نے کی ہے۔

(۱) حدیث: ”صلاة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر اليهم.....“ کی روایت مسلم (۱۰۲/۱ طبع عیسیٰ البابی) اور احمد (۱۳۸/۵ طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے۔

(۲) لسان العرب۔  
(۳) المغنی لابن قدامہ ۵۸۵/۱ طبع ریاض المدینہ، کشاف القناع ۱/۷۷ طبع انصر المدینہ، الدین الخالص ۳/۵۲۰ لحدیثی خان مطبعة المدنی۔

(۴) حدیث: ”من جو ثوبہ.....“ کی روایت مسلم (۱۶۵۳/۳ طبع عیسیٰ البابی) نے کی ہے۔



## تشہد ۱-۲

کی طرف لوٹنا ہو یا نہ لوٹنا ہو اور شہیدی نے عدم کراہت کو اس صورت پر  
محمول کیا ہے جب اسے اپنے کام پر دوبارہ لوٹنا ہو اور ابن ماجہ نے  
اسی کو درست قرار دیا ہے (۱)۔  
تفصیل کے لئے دیکھئے: ”صلاة“، ”عورة“ اور ”لباس“۔

## تشہد

### تعریف:

۱- لغت میں تشہد ”تشہد“ کا مصدر ہے، یعنی شہادتین کو زبان سے ادا  
کرنا (۱)۔

اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کا اطلاق کلمہ توحید کہنے اور  
نماز میں تشہد پڑھنے پر کیا جاتا ہے، اور یہ نماز میں ”التحیات  
للہ..... الخ“ کا پڑھنا ہے (۲)۔

اور ابن عابدین نے ”الحلیہ“ سے نقل کر کے صراحت کی ہے  
کہ تشہد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی تمام کلمات  
کے مجموعہ کا نام ہے، اس کا یہ نام اس کے شہادتین پر مشتمل ہونے کی  
وجہ سے پڑا، یہ کسی چیز کا نام اس کے جزء کے نام پر رکھنے کے قبیل  
سے ہے (۳)۔



### اجمالی حکم:

۲- حنفیہ کا قول اصح اور مالکیہ کا ایک قول یہ ہے اور حنابلہ کا اصل  
مذہب بھی یہی ہے کہ تشہد اس تعدہ میں واجب ہوگا جس کے بعد سلام  
نہیں ہوتا، اس لئے کہ اس کے ترک سے تجدید سہو واجب ہوتا ہے۔

(۱) متن المدۃ مادۃ ”تشہد“۔

(۲) الاختیار ۱/ ۵۳، نہایۃ المحتاج ۱/ ۵۱۹ طبع مصطفیٰ البابی الحلبي، المغرب  
للطهری ولسان العرب الجلیط مادۃ ”شہد“۔

(۳) ابن عابدین ۱/ ۳۳۲ طبع دار احیاء التراث العربی، نہایۃ المحتاج ۱/ ۵۱۹۔

(۱) فتح القدیر ۱/ ۳۵۹، دار احیاء التراث العربی، مرآۃ المفلاح ۱/ ۱۹۲، الفتاوی  
الہندیہ ۱/ ۱۰۶، منہاج الطالبین ۱/ ۱۹۳، نہایۃ المحتاج للدرر ۱/ ۵۵۲، حاشیہ  
الحجری علی المنہج ۱/ ۳۳۲، المشرح الکبیر ۱/ ۲۱۸، الخرش علی مختصر فطیل ۱/ ۲۵۰،  
کشاف القناع ۱/ ۲۷۶، ۳۷۳ طبع انصر المدینہ۔

### تشہد ۳

اس کو گھر کی اس بنیاد سے تشبیہ دے کر جس کے بغیر وہ قائم نہیں رہ سکتا، اس کو رکن کا نام دیتے ہیں (۱)۔

حنفیہ کے یہاں فرض و واجب کے درمیان فرق کے بارے میں، نیز دوسرے حضرات کے یہاں وجوب کے معنی میں تفصیل ہے، جس کے لئے کتب فقہ و اصول میں ان کے ممکنہ مقامات کی طرف رجوع کیا جائے (۲)، نیز دیکھئے: ”فرض و واجب“ کی اصطلاحات۔

#### تشہد کے الفاظ:

۳۔ جو حنفیہ اور حنابلہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ سب سے افضل تشہد وہ ہے جو نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کو سکھایا تھا، اور وہ یہ ہے: ”التحیات لله، والصلوات والطیبات، السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ، السلام علینا وعلى عباد اللہ الصالحین، أشہد أن لا إله إلا اللہ، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله“ (۳) (اللہ ہی کے لئے ہیں تمام عظمتیں، تمام عبادتیں اور صدقات، اے نبی ﷺ آپ پر سلامتی ہو، اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں کو ای دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور کو ای دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں)۔

اور اس روایت کو مختار قراردینے کی وجہ یہ روایت ہے کہ حضرت حماد نے امام ابو حنیفہ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو تشہد سکھایا اور فرمایا: حضرت

ایک قول کے مطابق حنفیہ اور اصل مذہب میں مالکیہ، شافعیہ اور ایک روایت کی رو سے حنابلہ اس قعدہ میں تشہد کے مسنون ہونے کی رائے رکھتے ہیں، اس لئے کہ وہ سہو سے ساقط ہو جاتا ہے، لہذا سنتوں جیسا ہو گیا۔

نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا حنفیہ کے یہاں واجب ہے، اس لئے کہ اعرابی کی حدیث میں نبی کریم ﷺ کا قول ہے: ”إذا رفعت رأسک من آخر سجدة وقعدت قدر التشہد فقد تمت صلاتک“ (۱) (جب تم آخری سجدہ سے اپنا سر اٹھاؤ، اور بقدر تشہد بیٹھ لو، تو تمہاری نماز پوری ہوگئی)، آپ ﷺ نے نماز کے مکمل ہونے کو تشہد پڑھنے کے بجائے قعدہ کرنے پر معلق فرمایا، لہذا اس قعدہ میں حنفیہ کے یہاں فرض صرف جلوس ہوگا، رہا تشہد تو وہ واجب ہوگا، سہو ترک کرنے پر سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو جائے گی، اور اس کے ترک کرنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی، لہذا اس کا اعادہ لازم ہوگا (۲)۔

اور مالکیہ کا اصل مذہب یہ ہے کہ وہ سنت ہے، اور ایک قول میں واجب ہے (۳)۔

شافعیہ اور حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ وہ نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، اور ان میں سے بعض اس کو فرض یا واجب، اور بعض

(۱) حدیث: ”إذا رفعت رأسک من آخر سجدة.....“ کو صاحب ”الاختیار“ (۱/ ۵۳ طبع دار المعرفہ) نے بیان کیا ہے اور اپنے پاس موجود حدیث کے مراجع میں ہمیں اس کا سراغ نہیں مل سکا۔

(۲) دیکھئے الدر المختار رد المحتار ۱/ ۳۰۷۔

(۳) الاختیار لتعلیل المختار ۱/ ۵۳، ۵۴، ابن عابدین ۱/ ۳۰۶، ۳۰۷، القوائین الفقہیہ ۱/ ۷۰، جوہر لا تلکیل ۱/ ۹۹، حاشیۃ الدسوقی ۱/ ۲۳۳، ۲۵۱، الترغاتی ۱/ ۲۰۵، نہایۃ المساج ۱/ ۵۱۸، لا ذکر ۱/ ۶۰، روضۃ الطالبین ۱/ ۶۱، المغنی ۱/ ۵۳۲، ۵۳۳، کشاف القناع ۱/ ۳۸۹، ۳۸۵۔

(۱) ساہقہ مراجع۔

(۲) ابن عابدین ۱/ ۶۳، ۳۰۶، ۳۰۷، کشاف القناع ۱/ ۳۸۵۔

(۳) حدیث: ”تعلم النبی ﷺ الشہد لعبد اللہ بن مسعود“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۲/ ۳۱۱ طبع المنقحہ) اور مسلم (۱/ ۳۰۱، ۳۰۲ طبع عیسیٰ الحلی) نے کی ہے۔

### تشہد ۳

ابراہیم خنی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے سکھایا، اور حضرت علقمہ نے حضرت ابراہیم کا ہاتھ پکڑا، اور ان کو سکھایا، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود نے حضرت علقمہ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو سکھایا، اور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑا، اور ان کو تشہد سکھایا اور فرمایا: کہو: ”التحیات للہ“ اخیر تک، اور اس کی تائید حضرت عبد اللہ بن مسعود کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”علمنی رسول اللہ ﷺ التشہد - کفی بین کفیدہ کما یعلمنی سورۃ من القرآن، التحیات للہ.....“<sup>(۱)</sup> (مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے تشہد سکھایا اس حال میں کہ میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی، جیسے کہ آپ ﷺ مجھ کو قرآن کی کوئی سورہ سکھا رہے ہوں، ”التحیات للہ.....“)

حضرت عبد اللہ بن مسعود کے تشہد کو مختار قرآن دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں واو عطف ہے، اور وہ تعریف کا تعدو ثابت کرتا ہے، اس لئے کہ معطوف معطوف علیہ کے علاوہ ہوتا ہے، ثوری، اسحاق اور ابو ثور بھی اسی کے قائل ہیں<sup>(۲)</sup>۔

اور مالکیہ پیرائے رکھتے ہیں کہ سب سے افضل تشہد حضرت عمر بن الخطابؓ کا ہے، وہ یہ ہے: ”التحیات للہ، الزاکیات للہ، الطبیات الصلوات للہ، السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ و برکاتہ، السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین، أشہد أن لا إله إلا اللہ وحده لا شریک لہ، و

(۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث: ”علمنی رسول اللہ ﷺ التشہد“ کتاب لا تأخیر لہ فی (ص ۱۳۶، ۱۳۷ طبع مجلس العلمی) اور لا تأخیر لہ فی یوسف (ص ۵۳ طبع الاستقامہ) میں ہے اور اس سے پہلے والی حدیث اس حدیث کی تائید ہے۔

(۲) الاختیار لتحلیل الخیار ص ۵۳، المغنی ص ۵۳۲، ۵۳۵، ۵۳۱ طبع ریاض، کشاف القناع ص ۳۸۸ طبع عالم الکتاب۔

أشہد أن محمدًا عبدہ ورسولہ“ (تمام عظمتیں اللہ کے لئے ہیں، تمام پاکیزہ چیزیں اللہ کے لئے ہیں، تمام صدقات، تمام عبادتیں اللہ کے لئے ہیں، اے نبی ﷺ آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں کو ای دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، اور کو ای دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں)۔

اس تشہد کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس کو ہر منبر پر پڑھا تھا، اور صحابہ نے اس پر نکیر نہیں کی، لہذا یہ خبر متواتر کی طرح ہو گیا، اور اجماع بھی ہو گیا<sup>(۱)</sup>۔

شافعیہ کے نزدیک افضل تشہد وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہم کو تشہد اس طرح سکھاتے تھے، جیسے کہ قرآن کی کوئی سورہ سکھا رہے ہوں، اور فرماتے تھے کہ تم لوگ کہو: ”التحیات المبارکات، الصلوات الطبیات للہ، السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ و برکاتہ، السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین، أشہد أن لا إله إلا اللہ، و أشہد أن محمدًا رسول اللہ“ (عظمت کے تمام بابرکت القاط اور عبادات و صدقات اللہ کے لئے ہیں، اے نبی ﷺ آپ پر سلامتی ہو، اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں کو ای دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور کو ای دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)، اس حدیث کی روایت مسلم اور ترمذی نے کی ہے، البتہ مسلم کی روایت میں ہے: ”و أشہد أن محمدًا عبدہ ورسولہ“<sup>(۲)</sup> (اور میں

(۱) القوانين الخفیہ ص ۷۰، حامیہ الدبوتی ص ۲۵۱ طبع دار الفکر، جوہر لا کلیل ص ۵۲۱ دار المعرفہ۔

(۲) الاذکار ص ۶۱، ۶۲، روایت الطائیین ص ۲۶۳۔



## تشہد ۴

ذیل ہے:

حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ تشہد میں کسی حرف کا اضافہ کرنا یا کسی حرف سے پہلے کسی دوسرے حرف سے ابتداء کرنا مکروہ تحریمی ہے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: اگر اپنے تشہد میں کچھ کمی یا زیادتی کر دی تو مکروہ ہوگا، اس لئے کہ نماز کے اذکار متعین ہیں، لہذا ان پر اضافہ نہیں کیا جاسکتا، پھر ابن عابدین نے مزید فرمایا: اور کراہت جب مطلق بولی جاتی ہے تو اس سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے (۱)۔

اسی طرح مالکیہ کے نزدیک بھی تشہد پر زیادتی مکروہ ہے، اور کچھ تشہد چھوڑ دینے کے بارے میں ان میں اختلاف ہے، چنانچہ ان کے بعض مشائخ کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ بعض تشہد سے سنت اور انہیں ہوگی، اس کے برخلاف ابن ماجی سورت پر قیاس کرتے ہوئے تشہد کے کچھ حصہ کو کافی سمجھتے ہیں (۲)۔

شافعیہ نے اس مسئلہ میں تفصیل کرتے ہوئے کہا کہ ”مبارکات“، ”صلوات“، ”طیبات“ اور ”زاکیات“ کے الفاظ سنت ہیں اور تشہد میں شرط نہیں ہیں، لہذا اگر ان سب کو حذف کر دیا جائے اور بقیہ پر اکتفا کرے تو ان کے یہاں بغیر کسی اختلاف کے کافی ہوگا، اور جہاں تک لفظ: ”السلام علیک..... الخ“ کا تعلق ہے تو یہ واجب ہے اور اس کے کسی جز کا حذف کرنا سوائے ”رحمة اللہ وبرکاتہ“ کے الفاظ کے جائز نہیں ہے، اور ان دو لفظوں کے سلسلے میں تین اقوال ہیں: ان میں صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کا حذف جائز نہیں ہے، اور دوسرا قول دونوں کے حذف کے جواز کا ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ ”وبرکاتہ“ کا حذف جائز ہے، ”ورحمة اللہ“ کا نہیں (۳)۔

(۱) راہۃ مراجع۔

(۲) شرح الررکانی ۱/ ۲۰۵، ۲۱۶، المغنی ۱/ ۵۳۵، ۵۳۷۔

(۳) الاذکار ۱/ ۶۲۔

کو اسی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں)۔

اس مسئلہ میں امر کا اختلاف فضیلت کا اختلاف ہے، جو تشہد بھی نبی اکرم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے اسے پڑھ لینا جائز ہے (۱)۔

اور کچھ حضرات نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کے تشہد کو مختار قرار دیا ہے، اور وہ اس طرح ہے: ”التحیات للہ، الطیبات والصلوات للہ.....“ (تمام عظمتیں، صدقات، اور عبادات اللہ کے لئے ہیں)، اور باقی الفاظ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کے تشہد کی طرح ہیں (۲)۔

اور ابن عابدین نے بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والا تشہد کے الفاظ سے اپنی جانب سے انشاء کا ارادہ کرتے ہوئے ان کے معانی کا قصد کرے گا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو تحیہ پیش کر رہا ہے، اور نبی کریم ﷺ کو نیز خود اپنے آپ کو اور اولیاء کو سلامتی کی دعا دے رہا ہے، اور معراج میں آنحضرت ﷺ، اللہ تبارک و تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف سے جو کچھ واقع ہوا تھا اس کے اخبار اور حکایت کا قصد نہیں کرے گا (۳)۔

الفاظ تشہد میں کمی و زیادتی اور ان کے درمیان ترتیب:

۴- اس مسئلہ میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں جن کی تفصیل حسب

= حضرت ابن عباس کی حدیث: ”کان یعلمنا التشہد.....“ کی روایت مسلم (۱/ ۳۰۳، ۳۰۴ طبع عیسیٰ الخلیلی) نے کی ہے۔

(۱) ابن عابدین ۱/ ۳۱۳، جامعہ الدسوقی ۱/ ۲۵۱، الررکانی ۱/ ۲۱۶ طبع دار الفکر، الاذکار ۱/ ۶۲، روایت الطائیین ۱/ ۲۶۳ طبع المکتب الاسلامی، المغنی ۱/ ۵۳۶۔

(۲) بدائع الصنائع ۱/ ۲۱۲ طبع دار الکتاب العربی۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث: ”التحیات للہ الطیبات.....“ کی روایت مسلم (۱/ ۳۰۳) نے کی ہے۔

(۳) ابن عابدین ۱/ ۳۲۲۔

## تشہد ۵-۸

غیر عربی میں تشہد پڑھنا:

۶- جو شخص عربی پر قادر نہ ہو اس کے لئے غیر عربی میں تشہد پڑھنے کے جواز کے بارے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اس پر قدرت رکھنے والے کے لئے ایسا کرنے کے بارے میں ان کا اختلاف ہے (۱)۔

مزید تفصیل ”ترجمہ“ کی اصطلاح میں ہے۔

تشہد میں اخفاء کرنا:

۷- تشہد میں سنت آہستہ پڑھنا ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ تشہد زور سے نہیں پڑھتے تھے، اس لئے کہ اگر جہر فرماتے تو اسی طرح منقول ہوتا جیسا کہ قراءت کا جہر منقول ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ تشہد میں اخفاء کرنا بھی سنت ہے (۲)۔

صاحب ”المغنی“ فرماتے ہیں: اس میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے (۳)۔

تشہد چھوڑنے پر کیا مرتب ہوگا:

۸- اگر ترک تشہد سہواً ہوا ہو تو حکم میں فقہاء کے اختلاف کے باوجود ان کے درمیان تعدد اولیٰ (تعدد اخیرہ سے پہلے والے) میں تشہد ترک کر دینے پر جہر سہو کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے،

(۱) ابن ماجہ ۳۲۵/۱، البدائع ۱۱۳/۱ طبع دار الکتب العربیہ، المجموع ۲۹۹/۱ اور اس کے بعد کے صفحات طبع المکتبۃ السنن، المجلد ۱/۱ طبع مطبعہ دار احیاء الکتب العربیہ، روضۃ الطالبین ۲۲۶/۱، ۲۲۹/۱، المغنی ۵۳۵/۱، کشاف القناع ۳۲/۲۔

(۲) حدیث: ”من السنة إخفاء التشهد“ کی روایت ابو داؤد (۶۰۲/۱) طبع عبد الدعاس (اور ترمذی (۲/۸۳/۸۵ طبع مصطفیٰ الحسنی) نے کی ہے اور احمد بن حنبل نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) البیہقی ۳۲/۱، لا ذکار ۶۳، المغنی ۵۳۵/۱۔

اسی طرح صحیح مذہب کے مطابق ان کے نزدیک اس کے الفاظ کے درمیان ترتیب مستحب ہے، لہذا اگر ایک کو دوسرے پر مقدم کر دے تو جائز ہوگا، اور ایک قول کے مطابق ”فاتحہ“ کے الفاظ کی طرح تشہد کے الفاظ کی ترتیب بدلنا بھی جائز نہیں ہے (۱)۔

حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا لفظ ساتھ کر دیا جو بعض ماثورہ تشہدات میں ساتھ ہے تو صحیح قول کے مطابق اس کا تشہد صحیح ہوگا، اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر واویا کوئی دوسرا حرف ساتھ کر دیا تو بھی نماز کا اعادہ کرے گا، اس لئے کہ حضرت اسود کا قول ہے کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم اس طرح یاد رکھتے تھے جیسے قرآن کے حروف یاد رکھتے تھے (۲)۔

تشہد میں بیٹھنا:

۵- مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ پہلے تشہد میں بیٹھنا سنت ہے، اور حنفیہ میں سے طحاوی اور کرخی کا بھی یہی قول ہے۔ اور حنفیہ کے یہاں صحیح قول یہ ہے کہ وہ واجب ہے اور حنابلہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

دوسرے تشہد میں چاروں ائمہ کے نزدیک تشہد کے بعد بیٹھنا رکن ہے، اسی کی تعبیر حنفیہ نے فرضیت سے اور غیر حنفیہ نے کبھی وجوب اور کبھی فرضیت سے کی ہے (۳)۔

اور جہاں تک تشہد میں بیٹھنے کی ہیئت کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل ”جلوس“ کی اصطلاح میں ہے۔

(۱) راہۃ مراجع۔

(۲) المغنی ۵۳۷/۱، ۵۳۸۔

(۳) ابن ماجہ ۳۰۱/۱، الاختیار ۵۳/۱، ۵۴، القوائین الفقیہیہ ۶۹، جوہر لا کلیل ۳۸/۱، حاشیۃ الدرر ۲۲۹/۱، نہایۃ المحتاج ۵۲۰/۱، ۵۲۱، المغنی ۵۳۲/۱، ۵۳۳، ۵۳۹، کشاف القناع ۳۸۵۔



## تشہد ۹

نماز کے آخر میں قعدہ کرتے ہوئے تشہد کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کی مشروعیت میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے (۱)۔

اور جہاں تک قعدہ اخیرہ میں نبی کریم ﷺ پر درود کے صیغہ اور اس کے متعلق دلائل کا تعلق ہے تو فقہاء نے اس کی تفصیل کتب فقہ میں اس کے محل میں کی ہے (۲)، نیز دیکھئے: ”الصلاة على النبي ﷺ“ کی اصطلاح۔



اور اس کو عمداً چھوڑنے پر ان کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ حنفیہ اور ایک قول کے مطابق حنابلہ نماز دہرانے کو واجب کہتے ہیں۔

اور مالکیہ، شافعیہ نیز دوسری روایت کے مطابق حنابلہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس حالت میں بھی مصلیٰ پر سجدہ سہو کرنا ضروری ہے۔ قعدہ اخیرہ میں تشہد چھوڑنا اگر عمداً ہو تو حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ کا مسلک اور مالکیہ کا ایک قول یہ ہے کہ نماز کا اعادہ واجب ہے۔

شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک سہو کی صورت میں بھی اعادہ واجب ہوگا اور حنفیہ و مالکیہ کی اس حالت میں رائے یہ ہے کہ اس پر سجدہ سہو ہوگا (۱)۔

جہاں تک دو رکعت والی نماز میں تیسری یا تین رکعت والی نماز میں چوتھی یا چار رکعت والی نماز میں پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو جانے والے شخص کے لئے تشہد کی طرف لوٹنے کے حکم کا تعلق ہے تو فقہاء نے اس کی تفصیل ”کتاب الصلاة“ میں ”سجدہ سہو“ کی بحث کرتے وقت کی ہے۔

تشہد میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا:

۹۔ جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ مصلیٰ قعدہ اولیٰ میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیج کر تشہد میں زیادتی نہیں کرے گا، نجفی، ثوری اور اسحاق اسی کے قائل ہیں۔

اور شافعیہ کا قول اظہر یہ ہے کہ پہلے قعدہ میں درود پڑھنا مستحب ہے، اور یہی قول شعبی کا ہے۔

(۱) الاقویار ۱/ ۵۳، ۵۴، ابن ماجہ ۱/ ۳۳۳، القوائین ۷/ ۷۰، روحہ الطائین ۱/ ۲۶۳، المغنی ۱/ ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹۔  
(۲) ابن ماجہ ۱/ ۳۳۳، ۳۳۵، روحہ الطائین ۱/ ۲۶۵، المغنی ۱/ ۵۳۲۔

(۱) ابن ماجہ ۱/ ۳۱۳، ۵۰۱، القوائین ۷/ ۸۳، شرح المرقاۃ ۱/ ۲۳۶، روحہ الطائین ۱/ ۳۰۳، نہایت المحتاج ۲/ ۷۵، ۷۶، لا ذکار ۶۰، المغنی ۲/ ۲۶، ۲۷، ۲۸، کشاف القناع ۱/ ۳۸۹۔

## تشہیر ۱-۵

ب- متر:

۳- متر کے معنی ہیں: روکنا اور ڈھانک دینا، یہ تشہیر کی ضد ہے۔

اجمالی حکم:

۴- تشہیر کا حکم جس سے تشہیر صادر ہواں کے اعتبار سے، نیز جس کی تشہیر کی جائے اس کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، چنانچہ کبھی تشہیر لوگوں کی جانب سے عداوت یا غیبت کے طور پر ایک دوسرے کی ہوتی ہے، اور کبھی کبھی حاکم کی جانب سے حدود یا تعزیرات میں ہوتی ہے، اس کی وضاحت ذیل میں آ رہی ہے:

اول: لوگوں کا ایک دوسرے کی تشہیر کرنا:

اصل یہ ہے کہ لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کے عیوب بیان کر کے یا نقص نکال کر تشہیر کرنا حرام ہے۔

اور کبھی یہ مباح یا واجب ہوتی ہے، تشہیر کے حرام یا مباح یا واجب ہونے کا تعلق اس صفت سے ہے جس سے مشہر بہ (جس کی تشہیر کی جارہی ہو) متصف ہو۔

۵- مندرجہ ذیل حالات میں تشہیر حرام ہے:

الف- جب مشہر بہ (جس کی تشہیر کی جارہی ہو) اس چیز سے بری ہو جو اس کے بارے میں پھیلائی جارہی ہے، اور اس میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: "إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الْمُلْكِ وَالْآخِرَةِ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" (۱) (یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنین کے درمیان بے حیائی کا چرچا رہے ان کے لئے سزائے دردناک ہے دنیا میں

(۱) سورہ نور ۱۹۔

## تشہیر

تعریف:

۱- لغت میں تشہیر "شہرہ" (بمعنی اعلان کیا اور پھیلا یا) سے ماخوذ ہے، شہر بہ کا معنی ہے: اس کے بارے میں برائی پھیلائی، شہرہ تشہیرا فاشتہر کا معنی (اس کو شہرت دی تو وہ مشہور ہو گیا) اور شہرت کے معنی: معاملہ واضح ہونے کے ہیں (۱)۔

اور فقہاء کے یہاں اس لفظ کا استعمال لغوی معنی سے الگ نہیں ہے (۲)۔

متعلقہ الفاظ:

الف- تعزیر:

۲- تعزیر: حد سے کم درجہ کی تادیب اور اہانت کو کہتے ہیں۔ تشہیر سے زیادہ عام ہے، اس لئے کہ یہ تشہیر سے بھی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ سے بھی (۳)۔

لہذا تشہیر تعزیر کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

(۱) لسان العرب، المصباح المہیر، المعجم الوسيط، الصحاح للجوهري، تاج العروس مادة "شہرہ"۔

(۲) الموسوعة الفقهية ۱۶/۱۳۵، مع الجليل ۳/۱۶۳، ۲۳۳، مغنی المحتاج ۳/۲۱۱، كشف القناع ۶/۱۲۷، المہرب ۲/۳۳۰۔

(۳) المصباح المہیر، البدائع ۷/۵۸، ۶۳۔

## تشریح ۵

(بھی) اور آخرت میں (بھی)، اللہ علم رکھتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے۔  
اور نبی کریم ﷺ کا قول ہے: ”ایما رجل أشاع علی رجل مسلم کلمة وهو منها بریء یری أن یشینه بها فی الدنیا، کان حقاً علی اللہ تعالیٰ أن یرمیه بها فی النار“ (جو شخص بھی کسی مسلمان کے بارے میں ایسی بات پھیلائے جس سے وہ بری ہو، اس کے ذریعہ وہ اسے دنیا میں عیب لگانا چاہتا ہو تو اللہ پر واجب ہے کہ اس کی وجہ سے اسے جہنم میں جھونک دے)، پھر آپ ﷺ نے کتاب اللہ سے اس کے مصداق کی تلاوت فرمائی: ”إِنَّ الدِّينَ يُحْبَوْنَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ“<sup>(۱)</sup> (یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنین کے درمیان بے حیائی کا چرچا رہے)۔

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایسا کام کرنے والوں کی مذمت فرمائی اور ان کو عذاب عظیم کی دھمکی دی، اور یہ بات ان آیات میں ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں اس وقت نازل ہوئیں جب تہمت اور بہتان لگانے والوں نے جھوٹ اور افتراء کر کے آپ پر الزام لگایا اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ”إِنَّ الدِّينَ جَاءَ وَالْبَاطِلُ فَكُ غَضَبُهُ مِنْكُمْ.....“<sup>(۲)</sup> (بیشک جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم سے ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے)۔

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ”وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا

(۱) حدیث: ”ایما رجل أشاع علی رجل مسلم کلمة.....“ کی روایت طبرانی نے قریب ترین الفاظ میں کی ہے اور اس کی اسناد عمدہ ہے، جیسا کہ منذری کی الترغیب والترہیب (۵/۱۵۷ طبع التجاریہ) میں ہے۔

(۲) سورہ نور ۱۱ اور دیکھئے: الجامع لاحکام القرآن ۲۰۶/۱۲، مختصر تفسیر ابن کثیر ۵۹۱/۲، ۵۹۲۔

اور حدیث: ”الْفُكُ“ کی روایت بخاری (۲۵۲/۸ طبع المستقیم) اور مسلم (۲۱۲۹/۳ طبع عیسیٰ الحلی) نے کی ہے۔

مُبِينًا“<sup>(۱)</sup> (اور جو لوگ ایذا پہنچاتے رہتے ہیں ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو بدوں اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار (اپنے اوپر) لیتے ہیں) کے بارے میں ابن کثیر فرماتے ہیں: ”یعنی ان کی طرف ایسی چیز منسوب کرتے ہیں جس سے وہ بری ہیں، انہوں نے اس کو نہیں کیا ہے، اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے بارے میں اس کو غیبت اور نقص نکالنے کے لئے بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”أرأی الربا عند اللہ استحلّال عرض امریء مسلم“ (اللہ کے نزدیک سب سے بڑا سود کسی مرد مومن کی عزت و آبرو کو حلال سمجھتا ہے)، پھر آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی: ”وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ“<sup>(۲)</sup>، اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد: ”مَنْ سَمِعَ سَمْعَ اللہ بَدَ“ (جو تشہیر کرے اللہ اس کی تشہیر کرے گا) کے معنی کے بارے میں کہا گیا ہے: یعنی جو لوگوں کے عیوب کی تشہیر کرے اور اسے پھیلائے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو ظاہر کر دے گا<sup>(۳)</sup>۔

اور اسی قبیل سے اشعار کے ذریعہ جو کرنا بھی ہے۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں: جو اشعار مسلمانوں کی جہو اور ان کی بے حرمتی پر مشتمل ہوں وہ کہنے والے پر حرام ہوں گے<sup>(۴)</sup>۔

(۱) سورہ احزاب ۵۸۔

(۲) حدیث: ”أرأی الربا عند اللہ استحلّال.....“ کی روایت ان الفاظ میں ابو یعلیٰ نے کی ہے اور اس حدیث کے تمام روی صحیح بخاری کے روی ہیں، جیسا کہ منذری نے ”الترغیب والترہیب“ (۳/۵۰۳ طبع مصطفیٰ الحلی) میں کہا ہے اور اس کی روایت ابو داؤد (۵/۱۵۳ طبع عزت عبد الدھامس) اور احمد (۱۹۰/۱۰۰ مکتب الاسلامی) نے قریب ترین الفاظ میں کی ہے اور سیوطی نے اس کی سند کی تحسین کی ہے (فیض القدیر ۵۳۱/۲)۔

(۳) مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/۱۱۳، فتح الباری ۱۱/۳۳، اور حدیث: ”مَنْ سَمِعَ سَمْعَ اللہ بَدَ“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۳/۱۲۸ طبع المستقیم) اور مسلم (۲۲۸۹/۳ طبع عیسیٰ الحلی) نے کی ہے۔

(۴) المغنی ۵/۱۷۸، مغنی المحتاج ۳/۳۳۱۔



## تشہیر ۵

ب۔ جب مشہور بہ (جس کی تشہیر کی جارہی ہو) اس چیز سے متصف ہو جو اس کے بارے میں کہی جارہی ہے، لیکن وہ اسے علانیہ نہ کرنا ہو اور اس سے دوسرے کو ضرر نہ ہوتا ہو، تب بھی اس کی تشہیر کرنا حرام ہوگا، اس لئے کہ اس کا شمار غیبت میں ہوگا جس کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں کی ہے: ”وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا“ (۱) (اور کوئی کسی کی غیبت نہ کیا کرے)، اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”أندرون ما الغيبة؟ قالوا: الله ورسوله أعلم قال: ذكرك أخاك بما يكره۔ قيل: أفرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: إن كان فيه ماتقول فقد اغتبتہ، وإن لم يكن فيه ماتقول فقد بهتہ“ (۲) (تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا اس طرح تذکرہ کرنا جو اسے ناپسند ہو، پوچھا گیا: پھر آپ ﷺ کا اس صورت میں کیا خیال ہے جب میرے بھائی میں وہ بات ہو جو میں کہہ رہا ہوں فرمایا: اگر اس میں جو کچھ کہہ رہے ہو وہ موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ چیز اس میں نہیں ہے تو تم اس کے بارے میں کہہ رہے ہو تب تو تم نے اس پر بہتان لگایا)۔

اور اسی طرح کسی پر طعن و تشنیع کے ارادہ سے عالم کا یہ کہنا: فلاں نے یہ بات کہی، یا کسی کا یہ کہنا: بعض لوگوں یا بعض مدعیان علم یا ان لوگوں میں سے بعض نے جن کی نسبت صلاح و زہد کی طرف کی جاتی ہے فلاں کام کیا، یا اسی طرح کے کسی اور جملہ کے کہنے کا حکم ہوگا جبکہ مخاطب اس کو متعین طور سے سمجھتا ہو۔

(۱) سورہ حجرات ۱۲۔

(۲) حدیث: ”أندرون ما الغيبة؟“ کی روایت مسلم (۲۲۰۱/۳) طبع عیسیٰ الحلی نے کی ہے۔

اور شرعاً ثابت شدہ بات ہے کہ مسلمان پر ہر ایسے شخص کی پردہ پوشی واجب ہے جو اذیت اور فساد میں مشہور نہ ہو، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”من ستر مسلماً ستره الله عز وجل يوم القيامة“ (۱) (جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا)، شرح مسلم میں فرمایا: یہ پردہ پوشی کا حکم ان لوگوں کے بارے میں ہے جو (بدی میں) مشہور نہ ہوں، اور ابن العربی فرماتے ہیں: جب کسی انسان کو گناہ کرنا دیکھو تو خفیہ طور سے اس کو نصیحت کرو اور اسے رسوا نہ کرو (۲)۔

ج۔ اسی طرح انسان پر خود اپنی تشہیر کرنا بھی حرام ہے، اس لئے کہ مسلمان سے خود اپنی پردہ پوشی کرنے کا مطالبہ ہے، چنانچہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”كل أمتي معافي إلا المجاهرين، وإن من الإجهار أن يعمل العبد بالليل عملاً، ثم يصبح وقد ستره عليه الله، فيقول: يا فلان! عملت البارحة كذا وكذا، وقد بات يستره الله عز وجل و يصبح يكشف ستر الله عز وجل عنه“ (۳) (میری تمام امت کو معاف کر دیا جائے گا، سوائے کھلم کھلا گناہ کرنے والوں کے، اور کھلم کھلا کرنے میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی رات میں کوئی کام کرے پھر صبح ہو اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کر رکھی ہو اور وہ کہنے لگے: اے فلاں! میں نے رات کو فلاں فلاں کام کئے اور اس

(۱) حدیث: ”من ستر مسلماً ستره الله عز وجل“..... کی روایت بخاری (فتح

الباری ۵/۱۹۷ طبع استغیہ) اور مسلم (۱۹۹۶/۳) طبع عیسیٰ الحلی نے کی ہے۔

(۲) الاذکار ص ۲۸۸، ۲۹۰، وآداب الشرعیہ لابن مفلح ۲۶۶/۱، لطايف

۶۳/۶، المواقیہ بھامش لطايف ۱۶۶/۶، الفواکیر الدوائی

۶۹/۳

(۳) حدیث: ”كل أمتي معافي إلا المجاهرين“..... کی روایت بخاری (فتح

الباری ۵/۱۹۷ طبع استغیہ) اور مسلم (۲۲۰۱/۳) طبع عیسیٰ الحلی نے کی ہے۔

## تشمیر ۶-۷

نے رات اس طرح گزاری تھی کہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی کر رکھی تھی اور صبح اس نے اللہ کے ستر کو چاک کرنا شروع کر دیا۔

اور مسلمان پر خود اپنی پردہ پوشی کرنا اس صورت میں واجب ہے جب کوئی بخش کام کرے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا قول ہے: ”من أصاب من هذه القاذورات شيئاً فليستتر بستر الله“<sup>(۱)</sup> (جو شخص ان گندگیوں میں سے کسی میں ملوث ہو جائے تو وہ اللہ کے ستر سے پردہ پوشی کرے)۔

### ۶-مندرجہ ذیل حالات میں تشمیر جائز ہے:

الف۔ اس شخص کے متعلق جو علانیہ معصیت کرتا ہو، لہذا جو اپنے فسق کو کھلم کھلا ظاہر کرتا ہو اس کا ذکر کرنا جائز ہوگا، اس لئے کہ علانیہ فسق کرنے والے کو اس کا ذکر کیا جانا برا نہیں معلوم ہوتا، اور اس کے حق میں اس کو غیبت نہیں سمجھا جائے گا، اس لئے کہ جو حیاء کا لبادہ اتار پھینکے اس کی غیبت کیا ہے؟ قرآنی کہتے ہیں: فسق کا اعلان کرنے والے جیسے امرؤ القیس کا قول: فمثلک حبلی قد طرقت و مرضع (تمہاری طرح کی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کے پاس میں رات میں جا چکا ہوں) کہ وہ اپنے شعر میں زنا پر فخر کر رہا ہے، اس کے فسق کی حکایت کرنے میں کوئی ضرر نہیں ہے، اس لئے کہ اسے سن کر اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، بلکہ ان رسوائیوں پر بعض اوقات وہ خوش ہوگا، بہت سے چور چوری کرنے اور بڑے بڑے

(۱) آداب الشریعہ ۱/ ۲۶۷، المواق بہائش لخطاب ۱/ ۱۶۶، معنی المحتاج ۱/ ۵۰۔

اور حدیث: ”من أصاب من هذه القاذورات شيئاً“ کی روایت مالک نے مؤطا (۸۲۵/۲ طبع نوادعہ البانی) میں، نیز بیہقی (۲۳۰/۸ طبع دار المعرفہ) اور حاکم (۲۳۳/۳ طبع الکتاب العربی) نے کی ہے اور حاکم نے فرمایا: یہ حدیث شیخین کی شرطوں کے مطابق صحیح ہے اور ذہبی نے بھی اس کو ثابت مانا ہے۔

گھروں اور عظیم قلعوں کی دیواریں پھیا لگنے پر قادر ہو جانے پر فخر کرتے ہیں تو ان گروہوں سے متعلق اس طرح کی چیزوں کا بیان کرنا حرام نہیں ہوگا۔

اور مسلم شریف کی حدیث: ”من ستر مسلماً ستره الله“<sup>(۱)</sup> (جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا) کی شرح کرتے ہوئے ”الاکمال“ میں فرمایا: یہ پردہ پوشی مشہور نہ ہونے والوں کے بارے میں ہے، خلل کہتے ہیں، مجھ سے حرب نے بیان کیا کہ میں نے امام احمد کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب آدمی اپنے فسق کا اعلان کرتا ہو تو اس کی غیبت (گناہ) نہیں ہے۔

اور ابن عبد البر نے کتاب ”بہجة المجالس“ میں نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ: ”ثلاثة لا غيبة فيهم: الفاسق المعلن بفسقه، وشارب الخمر، والسلطان الجائر“<sup>(۲)</sup> (تین آدمیوں میں کوئی غیبت نہیں ہے، اپنے فسق کا اعلان کرنے والا، شراب پینے والا اور ظالم بادشاہ)۔

ب۔ جب تشمیر مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کو چوکنا کرنے کے طور پر ہو: جیسے راویوں، گواہوں اور صدقات، اوقاف اور یتیموں کے ذمہ داروں کی جرح کرنا، رہا مصنفوں نیز اہلیت نہ ہونے کے

(۱) حدیث: ”من ستر مسلماً ستره الله“ کی تخریج نمبر ۳۳ میں گذر چکی ہے۔

(۲) الفرق لقرآنی ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴



## تشہیر ۷

دشمنی یا عزت و آبرو پر عیب لگانے کے لئے یا خواہشات کا تابع ہو کر ایسا کرنا حرام ہے، اگرچہ راویوں کے یہاں اس کا فائدہ حاصل ہی کیوں نہ ہو جائے (۱)۔

خطیب شریفی فرماتے ہیں: اگر عالم لوگوں کی ایک جماعت سے کہے: تم لوگ فلاں سے حدیث مت سننا، اس لئے کہ وہ غلط کر دیتا ہے، یا اس سے استفتاء مت کرو، اس لئے کہ وہ صحیح فتویٰ نہیں دیتا، تو یہ لوگوں کی خیر خواہی ہے، ”الام“ میں اس کی صراحت ہے، فرمایا: یہ غیبت نہیں ہے اگر ایسے شخص سے کہے جس سے اس کی اتباع کرنے اور پیروی کر کے غلطی کرنے کا خوف ہو (۲)، اور اسی کے مثل ”الفواکہ اللوانی“ میں بھی ہے (۳)۔

نوی فرماتے ہیں: مسلمانوں کو شر سے ڈرانا اور نصیحت کرنا جائز ہے، اور یہ کئی طرح ہوتا ہے، اسی میں سے ایک حدیث کے مخرج راویوں اور گواہوں کی جرح کرنا ہے، اور یہ باجماع مسلمین جائز بلکہ حاجت کی وجہ سے واجب ہے۔

اور اسی میں سے یہ ہے کہ جب کوئی آدمی تم سے نکاح کا رشتہ قائم کرنے یا شرکت کرنے یا اپنی ودیعت رکھنے یا اپنے پاس ودیعت رکھنے یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا معاملہ کرنے کے لئے مشورہ کرے تو تمہارے اوپر واجب ہے کہ اس کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو خیر خواہی کے طور پر اس سے بیان کر دو (۴)۔

اور ”معنی المحتاج“ میں ہے: جو شخص مد ریس، فتویٰ اور وعظ کے درپے ہو اور اس کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو اس پر نکیر کی جائے گی اور اس

باوجود یا فسق یا بدعت کے ساتھ اس کی دعوت دیتے ہوئے افتاء یا مد ریس میں مشغول ہونے والوں اور ان اصحاب حدیث اور حاملین علم کی تشہیر کرنا جن کی تہلیل کی جاتی ہو، تو ان لوگوں میں سے جس کی اس سلسلہ میں تہلیل کی جاتی ہو اور اس کے قول کی طرف رجوع کیا جاتا ہو اس کی جرح کرنا اور برے حالات کا ظہر کرنا اس کے جانے والے پر واجب ہوگا، تاکہ ان سے دھوکا نہ کھلایا جائے اور اللہ کے دین کے سلسلے میں ایسے شخص کی تہلیل نہ کی جائے جس کی تہلیل جائز نہیں ہے، اور اس موقع پر پردہ پوشی نہ پسندیدہ ہے، نہ مباح، زمانہ قدیم و جدید میں امت کی رائے اس پر متفق ہے (۱)۔

قرانی فرماتے ہیں: بدعت والوں اور گمراہ کن تصانیف والوں کے عیب و فساد کی نیز اس بات کی کہ وہ حق پر نہیں ہیں، لوگوں کو تشہیر کرنی چاہئے، تاکہ کمزور لوگ ان سے اجتناب کریں اور اس میں ہتلا نہ ہوں، اور ممکن حد تک ان مفسد سے نفرت دلائی جائے، بشرطیکہ اس بارے میں سچائی سے تجاوز نہ کیا جائے، اور ان اصحاب بدعت پر ایسے فسق و فواحش کے سلسلہ میں جھوٹے الزامات نہ لگائے جائیں جو انہوں نے نہ کئے ہوں، بلکہ ان کے اندر تنفر کی جو باتیں ہیں انہیں پر اکتفا کیا جائے، چنانچہ بدعتی کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ وہ شراب پیتا ہے یا زنا کرتا ہے، اور نہ ہی اس طرح کی کوئی اور ایسی بات کہی جائے جو اس میں نہ ہو۔

احادیث و اخبار کے مخرج راویوں اور مقلدین کی جرح میں ان طلبہ کے لئے کتابیں لکھنا جو ان کو سنبھالیں، ان سے فائدہ اٹھائیں اور انہیں دوسروں تک پہنچائیں اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ شریعت کو منہبط کرنے کا مقصد مسلمانوں کی خیر خواہی اور خالص اللہ کی رضا کا حصول ہو۔

(۱) المروق للقرانی ۲/۶۳، ۲۰۷۔

(۲) معنی المحتاج ۳/۳۵۔

(۳) الفواکہ اللوانی ۲/۷۰۔

(۴) الاذکار للوہی ۲/۹۴۔

(۱) الروا ج ۲/۱۳، الخطاب ۶/۶۳، داب الشریعہ ۱/۲۶۶۔

## تشہیر ۸

میں ان پر کوڑے لگانے نیز ان پر لازم ہونے والی سزاؤں کا اعلان کیا جائے اور عورت کا چہرہ کھولا جائے<sup>(۱)</sup>۔

اور امام مالکؒ سے شراب پینے اور تہمت لگانے کی وجہ سے جس کو کوڑے لگائے گئے ہوں اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ ان کو اور شرابیوں کو گھمایا جائے؟ فرمایا: جب وہ فاسق اور عادی شرابی ہوں تو میری رائے یہ ہے کہ ان کو گھمایا جائے، ان کے جرم کا اعلان کیا جائے اور انہیں رسوا کیا جائے<sup>(۲)</sup>۔

اور حد سرقہ کے بارے میں فقہاء فرماتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ کائے ہوئے عضو کو محدود (جس پر حد لگائی گئی ہو) کی گردن میں لٹکا دیا جائے، اس لئے کہ اس سے لوگوں کو باز رکھنے میں مدد ملے گی، اور حضرت فضالہ بن عبیدؒ سے روایت ہے: ”آن النبی ﷺ اتی بسارق قطع یدہ، ثم أمر بها فعلق فی عنقه“ (نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ایسا چور لایا گیا جس کا ہاتھ کاٹا جا چکا تھا تو آپ ﷺ کے حکم پر اس کا ہاتھ اس کی گردن پر لٹکا دیا گیا)، اور یہی کام حضرت علیؑ نے بھی کیا<sup>(۳)</sup>۔

”الدر المختار“ میں یہ حدیث نقل کی ہے: ”ما بال العامل نبعثہ، فیاتی فیقول: ہذا لک و ہذا لی، فہلا جلس فی بیت أبیہ وأمه فینظر أبیہدی له أم لا؟ والذی نفسی بیدہ لا یأتی بشیء إلا جاء بہ یوم القیامۃ یحملہ علی رقبۃ، إن

کے معاملہ کی تشہیر کی جائے گی تاکہ اس سے دھوکا نہ کھایا جائے<sup>(۱)</sup>۔

دوم: حاکم کی طرف سے تشہیر: حاکم کی طرف سے بعض لوگوں کی تشہیر حدود یا تعزیر میں ہوتی ہے۔

الف- حدود کے سلسلہ کی تشہیر:

۸- فقہاء فرماتے ہیں: حدود کو ایک جماعت کی موجودگی میں قائم کرنا چاہئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”وَلْيَشْهَدْ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ“<sup>(۲)</sup> (اور چاہئے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہے)، کاسانی فرماتے ہیں: یہ آیت اگرچہ حد زنا کے بارے میں وارد ہوئی ہے، لیکن اس سلسلہ میں وارد ہونے والی آیت دلالت تمام حدود میں وارد بھی جائے گی، اس لئے کہ تمام حدود کا مقصود ایک ہی ہے یعنی عوام کو زجر و تنبیہ کرنا، اور یہ اسی وقت حاصل ہوگا جب اقامت حدود مدبر عام ہو، اس لئے کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ سزا کو دیکھ کر خود اس جرم سے باز رہتے ہیں اور جو لوگ نہیں ہیں وہ حاضر لوگوں کے خبر دینے سے باز رہتے ہیں، اور تمام لوگوں کے حق میں زجر واقع ہو جاتا ہے<sup>(۳)</sup>۔

اور عبد الملک ابن حبیب کہتے ہیں: اقامت حد کو علانیہ اور غیر مخفی ہونا چاہئے تاکہ لوگ اس چیز سے باز رہیں جو اللہ نے ان پر حرام کی ہے<sup>(۴)</sup>۔

اور مظرف کہتے ہیں: ہمارے نزدیک لوگوں کے امور میں سے یہ بھی ہے کہ اہل فسق مردوں اور عورتوں کی تشہیر کی جائے، اور حدود

(۱) التبصر ۲۵/۱۸۳۔

(۲) التبصر ۲۵/۱۷۷۔

(۳) المہذب ۲/۲۸۳، معنی المحتاج ۱۷۹/۲، المغنی ۸/۲۶۱، حضرت فضالہ کی

حدیث کی روایت ابو داؤد (۵۶۷۱/۳) تحقیق عزت عبید الدعاس) اور

نسائی (۹۲/۸) طبع المکتبۃ التجاریہ نے کی ہے۔

ورنسائی نے فرمایا: محتاج بن ارطاة (یعنی جو اس کی سند میں ہیں) ضعیف ہیں،

اور ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

(۱) معنی المحتاج ۳/۲۱۱۔

(۲) سورہ نور ۲۔

(۳) بدائع الصنائع ۷/۶۰، ۶۱۔

(۴) التبصرہ ہیامش فتح اعلیٰ الملک ۲/۲۶۹۔

## تشہیر ۹

کے مختلف ہونے اور زمانوں اور علاقوں کے مختلف ہونے کے اعتبار سے زود کو ب، قید، زجر و توبیخ یا تشہیر وغیرہ سے ہوتی ہے۔

اس بنیاد پر تشہیر کے ذریعہ تعزیر جائز ہوگی جبکہ حاکم اس میں مصلحت جانے، اور یہ حکم فی الجملہ ہر ایسی معصیت کے بارے میں ہوگا جس میں کوئی حد اور کفارہ نہ ہو۔

ماوردی کہتے ہیں: اگر حکم اس گھٹیا لوگوں کی تنبیہ میں مصلحت دیکھے تو اس کو ان کی تشہیر کرنے اور ان کے جرائم کا اعلان کرنے کا حق ہے، یہ اس کے لئے جائز ہوگا (۱)۔

مزید کہتے ہیں: تعزیر کی سزا میں ستر عورت کے بقدر کپڑوں کو چھوڑ کر بقیہ کو نکال لیا اور لوگوں میں تشہیر کرنا اور اس کے گناہ کا اعلان کرنا اس صورت میں جائز ہوگا جب اس سے بار بار جرم سرزد ہو اور وہ توبہ نہ کرے (۲)۔

اور ابن فرحون کی ”تبصرة الحکام“ میں ہے: اگر قاضی گھٹیا لوگوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ان کے جرائم کی تشہیر کرنے میں مصلحت دیکھے تو ایسا کرے (۳)۔

نیز ابن فرحون فرماتے ہیں: جب قاضی ظالمانہ فیصلہ کرے اور یہ چیز اس پر بینہ سے ثابت ہو جائے تو اس کو تکلیف دہ سزا دی جائے گی، اسے معزول کر دیا جائے گا، اس کی تشہیر کی جائے گی اور اسے رسوا کیا جائے گا (۴)۔

اور ”کشاف القناع“ میں ہے کہ دلال عورت - جو عورتوں اور مردوں کو برائی پر آمادہ کرتی ہو - کم سے کم واجب ہونے والی سزا زوردار مار لگانا ہے، اور اس کی اس طرح تشہیر ہونی چاہئے کہ

(۱) الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۳۱۔

(۲) ساتھ مراجع ص ۲۳۹۔

(۳) تبصرة الحکام بر حاشیہ فتح العالی ص ۱۳۶/۲۔

(۴) ساتھ مراجع ص ۳۱۵/۲۔

کان بعیرا له رغاء، أو بقرة لها خوار، أو شاة تيعر“ (۱)  
(کیا ہو گیا ہے صدقہ وصول کرنے پر مامور کارکن کو جس کو ہم بھیجتے ہیں اور وہ آ کر کہتا ہے کہ یہ آپ کا ہے اور یہ میرا ہے تو وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہیں بیٹھ جاتا اور کیوں نہیں دیکھتا کہ اس کو بد یہ کیا جاتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ جو چیز بھی (اپنے لئے) لاتا ہے قیامت کے دن اس کو اپنی گردن پر لا کر لائے گا، اگر انٹ ہو تو اس کے بلبلانے کی آواز ہوگی، گائے ہوئی تو اس کی آواز ہوگی، اور بکری ہوئی تو وہ میں میں کرتی ہوگی)۔

ابن عابدین فرماتے ہیں: ابن مسیر کے بقول اس حدیث سے یہ بھی ماخوذ ہے کہ حکام نے چوروں وغیرہ کی تشہیر کے لئے گھنٹی بجانے کا حکم اسی حدیث سے اخذ کیا ہے (۲)۔

اسی طرح ڈاکو کو سولی دیئے جانے کی صورت میں فقہاء فرماتے ہیں: اس کو تین دن تک سولی پر لٹکایا جائے گا، تاکہ اس کے حال کی شہرت ہو جائے، اور سزا مکمل ہو جائے، ابن قدامہ کہتے ہیں: سولی کی مشروعیت دوسروں کو باز رکھنے کے لئے ہوتی ہے تاکہ اس کا معاملہ مشہور ہو جائے (۳)۔

## ب- تعزیر کے سلسلہ کی تشہیر:

۹- تشہیر بھی تعزیر کی ایک قسم ہے، یعنی وہ تعزیری سزا ہے۔

اور یہ معلوم ہے کہ تعزیر کی جنس اور مقدار کی تحدید حاکم کی رائے پر منحصر ہے، چنانچہ وہ لوگوں کے مراتب کے مختلف ہونے، گناہوں

(۱) حدیث: ”ما بال العامل لبعده فبکي فبقول.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ص ۱۳/۶۳ طبع المستفید) اور مسلم (ص ۱۳۶/۳ طبع عیسیٰ الحلی) نے کی ہے۔ الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۲) ابن ماجہ ص ۱۹۲۔

(۳) مغنی المحتاج ص ۱۸۲، المغنی ص ۲۸۸، ۲۹۱۔



## تشمیر ۹

مردوں اور عورتوں میں مشہور ہو جائے تاکہ لوگ اس سے اجتناب کریں (۱)۔

البتہ اس کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ فقہاء ہمیشہ تشمیر کو جھوٹے کوادہ کی تعزیر میں بیان کرتے ہیں، جس سے اشارہ ملتا ہے کہ جھوٹے کوادہ کے سلسلہ میں تشمیر واجب ہے، اور ایسا اس گناہ کو کبار میں شمار کرنے کی وجہ سے ہے۔

شاید زور (جھوٹے کوادہ) کے سلسلہ میں قاضی شریح کے فعل کو بنیاد بنا کر امام ابو حنیفہ قول مشہور میں فرماتے ہیں: اس کو گشت کرانی جائے، تشمیر کی جائے اور مارا نہ جائے، صاحبین نے اس کو مارنے اور قید کرنے کا اضافہ کیا ہے (۲)۔

ابن قدامہ نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہیں: ”ألا أنبئكم بأكبر الكبائر؟ قالوا: بلى يا رسول الله، قال: الإشراف بالله وعقوق الوالدین، وكان متكنا فجلس، فقال: ألا وقول الزور وشهادة الزور، فما زال يكررها حتى قلنا: ليته سكت“ (۳) (کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ (گناہ) کی خبر نہ دوں، لوگوں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے تو (سیدھے) بیٹھ گئے اور فرمایا: سن لو اور جھوٹی بات، اور جھوٹی شہادت، اور آپ برآمد اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش آپ ﷺ خاموش ہو جاتے)۔

پھر ابن قدامہ فرماتے ہیں: لہذا جب حاکم کے پاس کسی شخص

کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ جان بوجھ کر جھوٹی کوادہ دیتا ہے تو اکثر اہل علم کے قول میں اس کی تعزیر اور اس کی تشمیر کرے، حضرت عمرؓ سے یہی مروی ہے، اور حضرت شریح، القاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ، اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، امام مالک، امام شافعی، اور بصرہ کے قاضی عبد الملک بن یعلیٰ بھی اسی کے قائل ہیں (۱)۔

اور ”کشاف القناع“ میں ہے: جس پر تعزیر واجب تھی جب اس کی تعزیر کر لی جائے تو کسی مصلحت کی وجہ سے حاکم پر اس کی تشمیر واجب ہوگی جیسے کہ جھوٹے کوادہ (کی تعزیر کے بعد تشمیر) تاکہ اس سے اجتناب کیا جائے (۲)۔

اور ”تبصرة الحکام“ میں آیا ہے: تعزیر کوڑے لگانے، ہاتھ سے مارنے اور قید کرنے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ یہ تو امام کے اجتہاد کے حوالہ کر دیا گیا ہے، ابو بکر طرطوشی نے ”اخبار الخلفاء المتتبعین“ میں فرمایا ہے کہ وہ حضرات آدمی کے ساتھ اس کی سطح اور اس کے جرم کی مقدار کے اعتبار سے بدتاؤ کرتے تھے، چنانچہ بعض کو مارا جاتا، بعض کو قید کیا جاتا اور بعض کو محفلوں میں ایرایوں کے مل کھڑا کر دیا جاتا اور بعض کا عمامہ چھین لیا جاتا تھا۔

قرآنی فرماتے ہیں: تعزیر زمانوں اور علاقوں کے بدلنے سے بدل جاتی ہے، چنانچہ بعض ملکوں کی بعض تعزیریں بعض دوسرے ملکوں میں اکرام ہو سکتی ہیں، جیسے کہ چادر کاٹ ڈالنا شام میں تعزیر نہیں ہے، اکرام ہے، اور سر کھولنا اندلس میں ذلت نہیں ہے اور مصر اور عراق میں ذلت ہے۔

پھر صاحب ”تبصرة الحکام“ فرماتے ہیں: تعزیر کسی معین فعل یا معین قول کے ساتھ مخصوص نہیں ہے: ”فقد عذر رسول الله

(۱) کشاف القناع ۶/۱۲۷۔

(۲) ابن ماجہ ۳/۱۹۲، ۳/۳۵۵، البدائع ۶/۲۸۹۔

(۳) حدیث: ”ألا أنبئكم بأكبر الكبائر؟ قالوا:.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۰/۳۰۵ طبع استنبیہ) اور مسلم (۱/۱۹۱ طبع عیسیٰ الخلیلی) نے کی ہے۔

(۱) المغنی ۹/۲۶۱۔

(۲) کشاف القناع ۶/۱۲۵، ۱۲۷۔

## تشمیر ۹

ساتھ دوسری سزا جیسے ضرب و قید کا مانا بھی جائز ہوگا۔  
اور ابو بکر بختری کے پاس جو کہ مدینہ کے امیر تھے جب کوئی آدمی اس حال میں لایا جاتا کہ اس کے پاس نشہ آور مشروب کا گھڑا بھی پایا جاتا تو وہ اس کے بارے میں حکم دیتے اور اس گھڑے کو اس کے دروازہ کے پاس اس کے سر پر اندیل دیا جاتا، تاکہ وہ اس سے معروف و مشہور ہو جائے (۱)۔



ﷺ بالهجر، وذلك في حق الثلاثة الذين ذكرهم الله تعالى في القرآن الكريم، فهجروا خمسين يوماً لا يكلمهم أحد،<sup>(۱)</sup> (چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بائیکاٹ کے ذریعہ تعزیر کی، اور یہ تعزیر ان تین حضرات کے حق میں ہوئی تھی جن کا ذکر قرآن میں ہے، چنانچہ پچاس دن تک ان کا بائیکاٹ رکھا گیا تھا، ان سے کوئی بات نہیں کرتا تھا)۔

”وعذر رسول الله ﷺ بالنفي، فأمر بإخراج المخنثين من المدينة ونفيهم“<sup>(۲)</sup> (اور نبی کریم ﷺ نے شہر بدر کر کے بھی تعزیر فرمائی، چنانچہ مخنثوں کو مدینہ سے نکالنے اور شہر بدر کرنے کا حکم فرمایا)۔

اور ”معنی المحتاج“ میں ہے: امام تعزیر کی نوعیت اور مقدار کے بارے میں اجتہاد کرے گا، اس لئے کہ شرعی طور پر اس کی تحدید نہیں کی گئی ہے، لہذا سب سے صحیح کو اختیار کرنے میں اجتہاد کرے گا اور اسے اختیار ہوگا کہ جس کے بارے میں اس کا اجتہاد تشہیر کی طرف جاتا ہو اس کی تشہیر کرے اور سر موڑنے کا اختیار ہوگا، اور زندہ سولی دینے کا بھی اختیار ہوگا، یعنی اس کو کسی بلند جگہ میں باندھ دے پھر چھوڑ دے، ایسا تین دن سے زیادہ نہ کرے اور اس مدت میں کھانے پینے اور نماز پڑھنے سے اس کو نہیں روکا جائے گا (۳)۔

اور یہ نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جب امام کی رائے ہو تو ایک تعزیری سزا کے طور پر تشہیر پر اکتفا کر سکتا ہے اور اس کے

(۱) التبصرہ ۲/۲۹۵، ۲۹۶، اور حدیث: ”هَجَرَ الثَّلَاثَةَ الْمَلِئِينَ دَخَلُوا.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۸/۳۳۲ طبع استقویہ) اور مسلم (۳/۲۱۲۰ طبع عیسیٰ الخلیلی) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”أَمَرَ بِإِخْرَاجِ الْمَخْنَثِينَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَنَفَيْهِمْ“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۰/۳۳۳ طبع استقویہ) نے کی ہے۔

(۳) معنی المحتاج ۳/۱۹۲۔

(۱) تبصرة لوكام ۳/۱۸۳۔



## تشوف ۱-۲

اور کہا گیا ہے کہ تیزین کے معنی میں تشوف چہرہ کے ساتھ خاص ہے، اور تیزین عام ہے جو چہرہ میں بھی مستعمل ہے اور دوسری جگہ بھی (۱)۔

## تشوف

اجمالی حکم:

الف-نسب ثابت کرنے کے لئے شارع کا تشوف:

۲- شریعت اسلامیہ کے مقررہ قواعد میں سے ہے: ”إن الشارع متشوف للحاق النسب“ (۲) (نسب ملانے کے لئے شارع پوری کوشش کرتا ہے) اس لئے کہ نسب ان ستونوں میں سب سے مضبوط ستون ہے جن پر خاندان (کی عمارت) قائم ہے، اور نسب ہی کے ذریعہ افراد خاندان باہم مربوط ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا، وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا“ (۳) (اور وہ ہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور آپ کا پروردگار بڑا قدرت والا ہے)۔

چونکہ شریعت حفاظت نسب کو بہت اہمیت دیتی ہے اور اثبات نسب کی پوری کوشش کرتی ہے اس لئے شریعت نے اس طور پر حفاظت نسب کا حکم بار بار دیا ہے کہ شک و شبہ اس میں راہ نہ پائے اور ان ذرائع سے بار بار روکا ہے جن کی وجہ سے نسب کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے، اور اس مقصد کے پیش نظر نسب کو جوڑنے والے مادہ حالات کا اعتبار کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے، اس لئے کہ شارع نسب کو ثابت

تعریف:

۱- لغت میں ”تشوف“ ”تشوف“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: تشوفت الأوعال: جب پہاڑی بکرے چشمہ پر جانے کی غرض سے یہ دیکھنے کے لئے کہ نشیبی میدان ان کی خوف کی چیزوں سے خالی ہیں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جائیں، اور اسی سے کہا جاتا ہے: تشوف فلان لکلماء، جب وہ اپنی نگاہ اس کی طرف اٹھائے، پھر اس کا استعمال آرزوئیں وابستہ کرنے اور شدت سے طلب کرنے کے لئے ہوا۔

اور ”مشوفہ“ وہ عورت ہے جو اپنے آپ کو اس مقصد سے ظاہر کرے تاکہ لوگ اس کو دیکھیں۔

اور تشوفت المرأة: عورت نے زینت اختیار کی اور نکاح کا پیغام دینے والوں کا انتظار کرنے لگی (۱)، ”شفت المدہم“ سے ماخوذ ہے، جب تم درہم کو صیقل کرو اور ”دینار مشوف“ صیقل کئے ہوئے دینار کو کہتے ہیں، تشوف یہ ہے کہ عورت اپنا چہرہ صاف کرے اور رخسار چمکنے کرے (۲)۔

اور لفظ تشوف کے اصطلاحی معنی لغت میں آنے والے اس کے معانی سے باہر نہیں ہے۔

(۱) شرح فتح القدیر ۳/ ۷۲ طبع دارصادر۔

(۲) رد المحتار علی الدر المختار ۳/ ۴۲۳، ۴۲۴، ۶۲۷، البدائع ۳/ ۳۲۹، جامعہ

الدوسقی ۳/ ۴۱۲، شرح المرقاۃ ۶/ ۱۰۵، الکافی لابن عبد البر ۲/ ۹۱۶ اور اس

کے بعد کے صفحات۔

(۳) سورہ بقرہ ۲۱۵۔

(۱) المصباح للمیر، لسان العرب، محیط المحيط، معجم متن اللغة مادة ”شوف“۔

(۲) فتح القدیر ۳/ ۷۲، العناویہ حاشیہ فتح القدیر۔

### تشوف ۳-۴

آزاد کرے گا، دیکھئے: ”حق“ اور ”اعتاق“۔

کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے (۱)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”نسب“۔

ج- عدت میں تشوف (زیب وزینت اختیار کرنا):

۴- مطلقہ رجوعیہ کو زیب وزینت اختیار کرنے کا اختیار ہے، اس لئے کہ وہ شوہر کے لئے حلال ہے، عدت کے دوران اس کا نکاح قائم ہے اور رجوع مستحب ہے، اور ترین اس پر آمادہ کرتا ہے، لہذا وہ مشروع ہوگا، اور یہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا مسلک ہے، شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ اس کے لئے سوگ (ترک زینت) مستحب ہے، لہذا آرائش کرنا اس کے لئے مستحب نہیں ہے، اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ایسی زیب وزینت اختیار کرے جو شوہر کو اس سے رجوع کرنے پر ابھارے (۱)۔

دیکھئے: ”عدت“۔

اور متوفی عنہا زوجه (جس کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو) پر عدت کی مدت میں زینت حرام ہونے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ اس پر سوگ واجب ہے۔

جس عورت کو زندگی میں طلاق مغلطہ ہوگئی ہو اس کے بارے میں فقہاء کے چند اقوال ہیں، چنانچہ حنفیہ کا مسلک اور شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اس کے لئے سوگ اور شوہر پر افسوس کرنے کے لئے نیز نعمت نکاح کے فوت ہونے کے افسوس میں جو کہ اس کی حفاظت کا سبب تھا اور ضروریات کے لئے کفایت کرنے والا تھا نیز بیوی کی طرف دیکھنے کی حرمت اور رجوع کی عدم مشروعیت کی وجہ سے زینت

ب- آزادی کا تشوف:

۳- آزاد کرنے کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ حکماً زندہ کرتا ہے، غلام جو جمادات کے ساتھ ملحق تھا آزاد ہو کر انسانی اعزازات کا اہل ہو جاتا ہے، اس کی کوئی قبول کی جانے لگتی ہے، حاکم اور قاضی بن سکتا ہے اور فقہاء کے نزدیک حق (آزاد کرنا) ہر مکلف مسلمان سے واقع ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ نشہ میں ہو یا مذاق کر رہا ہو اور اگرچہ نیت کے بغیر آزادی کے الفاظ زبان سے کہے ہوں، اس لئے کہ فقہاء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ شارع آزادی کا شدت سے خواہاں ہے، اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ اصل کے اعتبار سے آزاد کرنا ایک مستحب عمل ہے اور کسی عارض سے واجب ہو جاتا ہے اور اس سے ثواب حاصل ہوتا ہے (۲)، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ“ (۳) (تو ایک مسلم غلام کا آزاد کرنا) اور ”فَكُّ رَقَبَةٍ“ (۴) (وہ گردن کا چھڑانا ہے)۔

اور حدیث ہے: ”ایما مسلم اعتق مؤمناً اعتق اللہ بكل عضوٍ منه عضواً من النار“ (۵) (جو بھی مسلمان کسی مسلمان کو آزاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلہ ایک عضو کو جہنم سے

(۱) القرانی فی الفرق، لفرق ۵، ۱، ۲۳۹۔

(۲) شرح فتح القدیر ۵/۳۳۹، ۳۳۲ طبع دار صادر، جامعہ الدبوتی ۵۹/۳، شرح الرزقانی اور اس پر بنائی کا حاشیہ ۷/۱۴۰ طبع دار الفکر، حواشی المشروانی و ابن قاسم العبادی علی تحتہ المحتاج ۱۰/۳۵۶ طبع دار صادر، نہایت المحتاج ۸/۳۵۶، ۳۵۷ طبع المجلد، مصر، مطالب اولیٰ الیٰ ۳/۶۹۱ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۳) سورہ نساء، ۹۲۔

(۴) سورہ بقرہ، ۱۷۳۔

(۵) بخاری و مسلم۔

(۱) ابن جابر بن ۳/۵۳۶، ۶۱۶، ۶۱۸ طبع بیروت، بدائع الصنائع ۳۸/۱۸۰ طبع اول، شرح فتح القدیر ۳/۱۷۲ طبع دار صادر، جامعہ الدبوتی علی شرح المحتاج ۳۵۷، ۳۵۹، نہایت المحتاج ۷/۱۴۰ اور اس کے بعد کے صفحات، روح المعانی ۸/۳۰۵، ۳۰۷، الشرح الکبیر ۲/۷۸، ۷۹، المغنی ۷/۷۹، ۸۱، ۸۲۔

## تشوف ۵

دے تو اگر وہ اس کے نکاح پر آمادہ کرنے والی چیز کو دیکھنے کی استطاعت رکھتا ہو تو دیکھ لے، اور یہ اس لئے کہ یہ محبت اور موافقت کے اسباب میں سے ہے۔

اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک خاتون کو پیغام دیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: ”انظرت الیہا؟“ قال: لا۔ فقال: اذهب فانظر الیہا، فإنه أحری أن یؤدم بینکما“ (۱) (کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے، کہا: نہیں، فرمایا: جاؤ، اور اس کو دیکھ لو، اس لئے کہ یہ تم دونوں کے درمیان رشتہ برقرار رہنے کے لئے زیادہ مناسب ہے)۔

اور اکثر فقہاء یہ رائے رکھتے ہیں کہ پیغام دینے والے کو صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے دیکھنے کا اختیار ہے، اس لئے کہ ان دونوں چیزوں کو دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خوبصورتی ہے یا نہیں، جسم شاداب ہے یا نہیں؟ چنانچہ چہرہ خوبصورتی یا بدصورتی کو بتا دیتا ہے، اس لئے کہ وہ خوبصورتی کا محل ہے اور ہتھیلیاں بدن کی شادابی کو بتا دیتی ہیں۔

اور بعض حنفیہ نے گردن اور پاؤں کو دیکھنے کی اجازت دی ہے، اور حنابلہ نے ان اعضاء کو دیکھنے کی اجازت دی ہے جو کام کرتے وقت ظاہر ہو جاتے ہیں اور وہ اعضاء چھ ہیں: چہرہ، سر، گردن، ہاتھ، پاؤں اور پنڈلی، اس لئے کہ حاجت اس کی متقاضی ہے اور گزشتہ احادیث مطلق ہیں (۲)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”نکاح“ اور ”خطبہ“۔

حرام ہے، اور شافعیہ کہتے ہیں: اس کے لئے سوگ مستحب ہے اور ایک قول میں جیسا کہ گزر چکا حداد (سوگ منانا) واجب ہے۔

مالکیہ کے نزدیک سوگ منانا صرف اس عورت کے لئے ہے جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو، اس کا ما حاصل یہی ہے کہ مہانہ (جس کو طلاق بائن دی گئی ہو) پر سوگ نہیں ہے اگرچہ عدت میں اس کے لئے حداد مستحب ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک اس کے لئے سوگ مسنون نہیں ہے۔ لہذا اپنی طرف دیکھنے کی رغبت پیدا کرنے والی زینت سے اجتناب اس پر لازم نہیں ہوگا (۱)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”عدت“۔

## د- منگنی کے لئے تشوف:

۵- فقہاء کی رائے ہے کہ جو عورت منگنی اور شادی کے لائق ہو اس کے لئے اس سے منگنی اور شادی میں رغبت رکھنے والے کے دیکھنے کی تیاری کے طور پر زینت اختیار کرنا ناجائز ہے۔

اور اس پر ان کا اجماع ہے کہ خود منگنی کرنے والے کے لئے اس عورت کو دیکھنا جائز ہے جس سے شادی کرنے کی اسے رغبت ہو تاکہ اگر وہ پسند ہو تو اس سے شادی کرنے کا اقدام کرے اور اگر پسند نہ ہو تو اس سے باز رہے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”إذا خطب أحدکم امرأة، فإن استطاع أن ینظر منها إلی ما یدعوہ إلی نکاحها فلیفعل“ (۲) (جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو پیغام

(۱) حدیث: ”اذهب فانظر الیہا فإنه أحری.....“ کی روایت ابن ماجہ

(۱/ ۶۰۰ طبع الحلبي) نے کی ہے اور یحیری ”الرواۃ“ میں فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔

(۲) بدایۃ المجتہد ۲/ ۳۴ طبع مطبعۃ الکلیات الازہریہ، حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۸۳ اور اس کے بعد کے صفحات طبع مصنف الحلبي مصر، جہیزہ الدسوقي ۲/ ۲۱۵، نہایت

(۱) سابقہ مراجع۔

(۲) حدیث: ”إذا خطب أحدکم امرأة فإن.....“ کی روایت ابو داؤد (۲/ ۵۶۶، ۵۶۷ طبع عزت عید الدعاس) نے کی ہے اور ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں اس کو صریحاً رد کیا ہے (۱/ ۸۱ طبع استغفر)۔

## تشبیح الجنازہ

دیکھئے: ”جنازہ“۔

## تصادق

تعریف:

۱- لغت اور اصطلاح دونوں میں تصادق (ایک دوسرے کو سچا کہنا) تکاذب (ایک دوسرے کو جھوٹا کہنا) کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: ”تصادقا فی الحلیث و المودة“ (گفتگو اور محبت میں دونوں نے ایک دوسرے کو سچا قرار دیا) یہ تکاذب کی ضد ہے، اور تفاعل کا مادہ عام طور سے صرف دو کے درمیان ہوتا ہے، کہا جاتا ہے: تحاببا و تحاصما یعنی دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے محبت یا جنگ کر لیا۔

اور مالکیہ نے ”تقارر“ کو بھی تصادق کے معنی میں استعمال کیا ہے (۱)۔

تصادق کا حکم:

۲- جب تصادق سے حقوق العباد متعلق ہوتے ہوں تو دو متصادقین (ایک دوسرے کو سچا قرار دینے والے) کے حق میں یا ان حقوق اللہ میں جو شبہات سے دفع نہیں کئے جاتے، فی الجملہ تصادق کا حکم لزوم ہے، اور یہ شہادت سے بڑھی ہوئی چیز ہے، اس لئے کہ یہ امر کی ایک قسم ہے، شہب کہتے ہیں: ہر آدمی کا اپنے بارے میں کہا ہوا قول دوسرے پر دعویٰ کرنے کے مقابلہ میں زیادہ ثابت کرنے والا ہوتا ہے۔



الجنایہ ۶/۱۸۳، المغنی ۶/۵۵۳ اور اس کے بعد کے صفحات، المبدع فی شرح المنہج ۷/۷۷ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۱) تاج العروس، الدسوقی ۲/۳۳۱، حاشیہ اقلیدیہ ۲/۳۰۹، تہذیبہ لولکام ۲/۳۶۱۔



### تصادق ۳-۷

#### تصادق کا محل:

۶- تصدیق نسب اور مال میں ہوتی ہے۔

اور نسب میں تصدیق کو ”نسب“ کی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

اور مال میں تصدیق کی دو قسمیں ہیں: مطلق اور مقید، تو مطلق وہ ہے جو اس کو مقید کرنے والی یا اس کے کل یا بعض کے حکم کو رفع کرنے والی چیز سے ملے بغیر صادر ہو اور جب اس طریقہ پر تصدیق ہو تو وہ تصدیق کرنے والے کے لئے لازم ہوگی اور اس پر اس چیز کا ادا کرنا لازم ہوگا جس میں اس نے تصدیق کی ہے اور اس کے لئے اس سے رجوع کرنا ناجائز ہوگا۔ اور جب تصدیق کسی قید سے مقید ہو تو اس کے لزوم اور عدم لزوم میں تفصیل ہے جس کو ”اقرار“ کی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

#### حقوق اللہ میں تصادق:

۷- جب دو یا دو سے زیادہ لوگ اللہ کے حقوق میں سے کسی حق کے اکتفاء پر ایک دوسرے کی تصدیق کریں تو ان کی تصدیق کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور اس پر کوئی حکم مرتب نہ ہوگا الا یہ کہ اس تصادق پر کوئی بینہ قائم ہو جائے، تو اس حالت میں بینہ کے ذریعہ (نہ کہ تصادق کے ذریعہ) حکم ثابت ہو جائے گا، اور مندرجہ ذیل مثالوں سے اس کی وضاحت ہو جائے گی۔

اگر شوہر اپنی بیوی کو دخول سے پہلے طلاق دے اور وہ اس سے خلوت کر چکا ہو تو اگر شوہر بالغ ہو اور عورت بطن کی متحمل ہو تو اس پر عدت لازم ہوگی، خواہ یہ خلوت ہد یہ پیش کرنے کے لئے ہوئی ہو یا ملاقات کرنے کے لئے، یہ حکم حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے، ایسی صورت میں عدت لازم ہے اگرچہ بطن نہ ہونے پر دونوں ایک دوسرے کی تصدیق کریں، اس لئے کہ عدت اللہ کا حق ہے، لہذا

اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کے بارے میں تصادق کا حکم جو شبہات سے دفع ہو جاتے ہیں، یہ ہے کہ یہ تصادق لازم نہیں ہے (۱)۔

#### کس کے تصادق کا اعتبار کیا جائے گا؟:

۳- وہ تصادق جس کا اعتبار ہوگا اور جس پر حکم مرتب ہوگا عاقل، بالغ اور باختیار شخص کی جانب سے ہوتا ہے، چنانچہ نابالغ اور غیر عاقل کی تصدیق کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

#### تصادق کا طریقہ:

۴- تصدیق کا طریقہ ایسا لفظ یا قائم مقام لفظ ہے جو مقرر (تصدیق کرنے والے) کی جانب حق کے متوجہ ہونے پر دلالت کرے۔ اور لفظ کے قائم مقام: اشارہ، تحریر اور سکوت ہوتا ہے، اشارہ کو ننگے اور مریض کی طرف سے ہوتا ہے، لہذا جب مریض سے کہا جائے: فلاں کا تمہارے پاس اتنا ہے اور وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں ہے، تو اس کی مراد سمجھ میں آ جانے پر یہ اس کی جانب سے تصدیق ہوگی (۲)۔

#### مصادیق (جس کی تصدیق کی جارہی ہو) میں کیا شرط ہے:

۵- جس کی تصدیق کی جارہی ہے اس میں یہ شرط ہے کہ مستحق ہونے کا اہل ہو اور تصدیق کرنے والا اس کی تکذیب نہ کرے اور جب تصدیق کرنے والا مصادیق (جس کی تصدیق کی جارہی ہے) کی تکذیب کر کے پھر رجوع کرے تو اس کے رجوع سے فائدہ نہیں ہوگا، الا یہ کہ مصادیق اس چیز کا مطالبہ کرے جس کا مصادیق نے اقرار کر لیا ہے۔

(۱) تہرۃ الوکام ۳۶/۲

(۲) تہرۃ الوکام ۳۶/۲، ۳۸



## تصادق ۸-۹

تصادق سے ساقط نہیں ہوگا۔

اور طہی نہ ہونے کے بارے میں ان دونوں کے تصادق کو ان چیزوں میں لیا جائے گا جو ان دونوں کا حق ہیں، چنانچہ بیوی کو نفقہ نہیں ملے گا، مہر پورا نہیں دیا جائے گا، اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوگا، یعنی ان دونوں میں سے جس نے بھی اقرار کیا ہوگا وہ اجتماعی یا انفرادی طور پر اپنے اقرار سے ماخوذ ہوگا، اور تصادق کو قبول یا رد کرنے پر بہت سے احکام مرتب ہوں گے جیسے خلوت کی تاریخ سے نسب کا ثبوت اور مہر کا مؤکد ہونا، نفقہ، سکنی اور عدت کا لزوم اور اس کی عدت کے دوران اس کی بہن سے اور اس کے علاوہ دوسری چار عورتوں سے نکاح کی حرمت، اور ان مسالک میں خلوت پر مرتب ہونے والے حقوق میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل باب ”نکاح“ میں ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک مذہب قدیم میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ خلوت مؤثر ہوتی ہے اور طہی کا دعویٰ کرنے میں عورت کی تصدیق کی جائے گی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ خلوت طہی کے حکم میں ہے اور شافعیہ کے قول جدید میں ہے کہ صرف خلوت مہر میں مؤثر نہ ہوگی۔ اس بنیاد پر اگر دونوں خلوت کے حصول پر متفق ہوں اور عورت طہی کا دعویٰ کرے تو اس کا پہلو رائج نہیں ہوگا، بلکہ قسم کے ساتھ مردی کی بات معتبر ہوگی۔

اور اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اگر شوہر بیوی کی تصدیق کر دے تو پورا مہر ثابت ہو جائے گا (۱)۔

نکاح میں تصادق:

۸- تصادق سے نکاح نہیں ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ اس میں

شہادت شرط ہے۔ اور غیر مالکیہ کے نزدیک اس (شہادت) کا وقت عقد ہی کا وقت ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک عقد کے وقت کواد بنانا مستحب ہے اور اگر عقد کے وقت کواد نہ بنائے تو دخول کے وقت وجوبی طور سے شرط ہے، اور مالکیہ کے نزدیک اگر ولیہ، یا دف بجانے یا دھویں کے ذریعہ نکاح کی شہرت ہو جائے یا عقد یا دخول پر ولی کے علاوہ ایک کواد ہو تو ان صورتوں میں نکاح صحیح ہو جانے کی وجہ سے زنا کی سزا جاری نہیں ہوگی (۱)۔

اور مالکیہ کہتے ہیں: تقارر یعنی تصادق سے زوجین کے حق میں زوجیت ثابت ہو جائے گی، جبکہ وہ دونوں یا دونوں میں سے ایک اسی شہر کے ہوں، اگر دونوں طاری ہوں یعنی اہل شہر میں سے نہ ہوں، خواہ ایک ساتھ آئے ہوں یا الگ الگ تو صرف تصادق سے ان کے درمیان زوجیت ثابت نہیں ہوگی (۲)۔

سابقہ طلاق پر زوجین کے تصادق کا حکم:

۹- جب کوئی شخص صحت کی حالت میں وقت اقرار سے پہلے کی طلاق بائن یا رجعی کا اقرار کرے اور اس کے پاس کواد نہ ہوں تو اس کی بیوی اقرار کے وقت سے عدت کی شروعات کرے گی، طلاق میں اس شخص کی تصدیق کی جائے گی اور سابق وقت کی طرف طلاق کو منسوب کرنے میں تصدیق نہیں کی جائے گی، خواہ بیوی اس کی تصدیق کر دے، اس لئے کہ عدت ساقط کرنے میں اسے متمم قرار دیا جائے گا اور عدت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اگر اس کے پاس کواد ہوں تو عدت اس وقت سے شمار کی جائے گی جس وقت طلاق دینے کی بات کواد کہہ رہے ہیں۔

(۱) البدائع ۲/۲۵۶، المشرح المکبیر ۲/۲۱۷، نہایۃ المحتاج ۶/۲۱۳، ۷/۲۵۷۔

(۲) الدسوقی علی المشرح المکبیر ۲/۳۳۱، ۳۳۲۔

(۱) ابن ماجہ ۲/۳۳۸، ۳۳۹، المشرح المکبیر ۲/۲۶۸، المغنی ۶/۷۰۳، طبع

ریاض، روضۃ الطالبین ۷/۲۶۳۔

## تصادق ۱۰-۱۱

اختیار ہے بشرطیکہ اس کو اس کی سچائی کا گمان ہو اور خاص طور سے اس وقت جب شوہر معروف نہ ہو، اس لئے کہ کسی مجہول کے لئے (زوجیت) کا اقرار صحیح نہیں ہوتا۔

اور اسی طرح اصل (اس چیز میں جس کا اس نے زوجیت سے خالی ہونے کے بارے میں دعویٰ کیا ہے) اس کا سچا ہونا ہے اور کوئی منازع (اس سے تنازع کرنے والا) نہیں ہے (۱)۔

شوہر کے تنگدست ہونے پر بیوی کے تصدیق کا حکم:

۱۰- اِعمال (تنگدست ہونا) کے دعویٰ میں بیوی کا اپنے شوہر کی تصدیق کرنا کافی ہوگا اور بیوی کی تصدیق بینہ کے قائم مقام ہوگی، اور ان شرطوں کے ساتھ جن کو ان کے ابواب میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے باعتبار حکم اس پر وہی (احکام) مرتب ہوں گے جو بینہ سے ثابت ہونے والے اِعمال سے مرتب ہوتے ہیں (۲)، دیکھئے:

”اِعمال“، ”نفقہ“ اور ”مہر“۔

تصدیق سے رجوع کرنا:

۱۱- یہ بات گزر چکی ہے کہ تصدیق تصدیق کرنے والے کے لئے لازم کرنے والی ہوتی ہے، لہذا حقوق العباد اور ان حقوق اللہ میں جو شبہات سے دفع نہیں ہوتے جیسے زکاۃ تصدیق کے بعد ان سے رجوع کرنا ناجائز ہے، چنانچہ جو شخص مدعی کے دعویٰ کردہ حق کے بارے میں اس کی تصدیق کر چکا ہو اس کے لئے تصدیق سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے جبکہ تصدیق کی شرطیں پوری ہوں۔

اور اگر نسب کا اقرار کرے، اور مقررہ (جس کے لئے اقرار کیا

یہ عدت کے بارے میں حکم ہے، اس لئے کہ عدت اللہ تعالیٰ کا حق ہے، رہے زوجین کے حقوق تو ہر ایک کے ساتھ اس کے اقرار کے مطابق معاملہ کیا جائے گا، چنانچہ اگر بیوی وفات پا جائے اور شوہر کے اقرار کے مطابق اس کی عدت ختم ہوگئی تھی تو مرد اس کا وارث نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ اس کے دعویٰ کے مطابق انبیہ ہوگئی ہے اور اگر طلاق رجعی ہو تو اسے بیوی سے رجوع کا حق نہیں ہوگا۔ اور عدت مستأنفہ (از سر نو شروع کی جانے والی عدت) میں اگر شوہر وفات پا جائے تو طلاق رجعی کی صورت میں بیوی اس کی وارث ہو جائے گی، بشرطیکہ اس نے مرد کی تصدیق نہ کی ہو، اور وہ عدت کے دوران اس کی بہن سے اور اس کے علاوہ چار عورتوں سے نکاح نہیں کرے گا اگرچہ ماضی میں طلاق ہونے پر بیوی اس سے اتفاق کرے، کیونکہ ماضی میں طلاق ہو جانے کا بیان دینے کے سلسلے میں دونوں کے درمیان ساز باز کی تہمت کا امکان ہے، اور اگر بیوی اس کی تصدیق کرے تو اس کی تصدیق پر عمل کرتے ہوئے اسے نفقہ نہیں ملے گا، یہ حنفیہ اور مالکیہ کا مسلک ہے (۱)۔

شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر شوہر طلاق کی نیت زمانہ ماضی کی طرف کرے اور بیوی نیت میں شوہر کی تصدیق کرے تو عدت اسی تاریخ سے ہوگی جس کی طرف طلاق کی نیت کی گئی ہے، اگرچہ شوہر نے اس پر گواہی پیش کئے ہوں (۲)۔

اور حنابلہ کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے کہ ان کے یہاں بھی اسی طرح حکم ہوگا، چنانچہ ”شرح منتهی الارادات“ میں آیا ہے: اگر کوئی عورت حاکم کے پاس آئے اور دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دی اور اس کی عدت ختم ہوگئی تو حاکم کو اس کی شادی کروانے کا

(۱) شرح منتهی الارادات ۳/۱۸۸، المغنی ۶/۳۵۰، ۳۵۱، کشاف القناع ۵/۳۳۳۔

(۲) المشرح الکبیر ۲/۳۹۹، ۵۱۹، قلیوبی مع عمیرہ ۳/۸۳، المغنی ۷/۵۷۳،

الدرواہن مابدین ۲/۶۵۶۔

(۱) ابن مابدین ۲/۶۱۰، المشرح الکبیر ۲/۷۷۷۔

(۲) نہایۃ المحتاج ۷/۱۸۔

جائے) اس کی تصدیق کرے پھر مقرر اپنے اقرار سے رجوع کرے تو اس کا رجوع قبول نہیں کیا جائے گا۔

جو حقوق اللہ شہادت سے دفع کر دیئے جاتے ہیں جیسے حدود اگر وہ صرف اقرار سے ثابت ہوں تو اقرار کرنے والے کے لئے رجوع کرنا جائز ہوگا، خواہ رجوع جاری ہونے سے پہلے ہو یا بعد میں اور حد ساقط ہو جائے گی، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماعزؓ کو اشارۃً رجوع کی تلقین کی تھی تو اگر رجوع مقید نہ ہوتا تو ان کو رجوع کی تلقین نہ فرماتے۔

اور آدمیوں کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے شہادت سے دفع نہ ہونے والے حقوق کی تصدیق سے رجوع کے ناجائز ہونے کی علت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ اس کا رجوع کرنا اس عمل کو توڑتا ہے جو اس سے صادر ہو چکا ہے اور جس سے دوسرے کا حق متعلق ہو گیا ہے، لہذا جب اس نے کہا: یہ گھبر زید کا ہے، نہیں بلکہ عمرو کا ہے، یا زید نے کسی میت پر اس کے ترکہ کی کسی مضمین چیز کا دعویٰ کیا اور اس میت کے بیٹے نے زید کے دعویٰ کی تصدیق کر دی پھر عمرو نے بھی اسی چیز کا دعویٰ کیا اور میت کے بیٹے نے اس کی بھی تصدیق کر دی تو اس چیز کا فیصلہ زید کے حق میں کیا جائے گا اور عمرو کے لئے اقرار کرنے والے پر اس چیز کا تاوان واجب ہوگا اور یہ امام شافعی کے دو اقوال میں سے ایک کا ظاہر ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ عمرو کو کوئی تاوان نہیں دے گا۔ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے، اس لئے کہ اس پر جس چیز کا اقرار کرنا واجب تھا اس نے اس کا اقرار کر لیا ہے اور قبول کرنے سے تو فیصلہ نے اس کو روکا ہے اور یہ موجب ضمان نہیں ہوتا (۱)۔

## تصحیح

تعریف:

۱- لغت میں تصحیح ”صح“ کا مصدر ہے کہا جاتا ہے: ”صححت الكتاب والحساب تصحيحاً“ جب تم کتاب اور حساب کی غلطی کی اصلاح کرو ”وصححته فصيح“ (۱) میں نے اس کی اصلاح کی تو اصلاح ہو گئی)۔

اور محدثین کے نزدیک تصحیح حدیث پر صحت کا حکم لگانا ہے جبکہ حدیث صحت کی وہ تمام شرائط پوری کرے جو محدثین نے وضع کی ہیں (۲)۔

اور ان کے یہاں تصحیح کا اطلاق ایسے کلام پر ”صح“ (صحیح ہے) لکھنے پر بھی کیا جاتا ہے جس میں شک کا احتمال ہو، مثلاً کوئی ایسا لفظ مکرر ہو جس کا چھوڑنا محمل نہ ہو (۳)۔

اور اہل فرائض کے نزدیک تصحیح ”سہام“ اور روس کے درمیان واقع ہونے والے ”سور“ کو دور کرنے کا نام ہے (۴)۔ اور فقہاء کے نزدیک تصحیح عبادت یا عقد کو فاسد کرنے والی چیز کے ختم کر دینے یا حذف کر دینے کا نام ہے (۵)۔

(۱) لسان العرب مادة ”صح“۔

(۲) مذہب الراوی ۲/۲۳۔

(۳) کشاف اصطلاحات الفنون ۸۱۹/۳۔

(۴) التعریفات للحر جانی۔

(۵) البدائع ۵/۱۳۹، ۱۷۸، الاختیار ۲/۲۶، مغنی المحتاج ۲/۳۰، مع الجلیل ۲/۵۹۰، ۵۷۱، بدلیۃ المجتہد ۲/۱۶۳ طبع عیسیٰ مجلسی۔

(۱) المغنی ۵/۱۶۳ طبع ریاض، نہایت المحتاج ۷/۳۳، الشرح الکبیر ۲/۳۱۸، البدائع ۷/۶۱۔



چوپایہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔

متعلقہ الفاظ:

الف-تعدیل:

۲- تعدیل ”عَدَّلَ“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”عَدَّلْتُ الشَّيْءَ تَعْدِيلًا فَاعْتَمِلْ“ (جب تم کسی چیز کو برابر کرو اور وہ برابر ہو جائے) قِسْمَةُ التَّعْدِيلِ (عادلانہ تقسیم) اسی سے ہے۔ اور عَدَّلْتُ الشَّاهِدَ: میں نے کواد کی نسبت عدالت کی طرف کی (یعنی کواد کو عادل قرار دیا) اور تَعْدِيلُ الشَّيْءِ کا معنی ہے: کسی چیز کو سیدھا کرنا (۱)۔

ھ-تحریر:

۶- تحریر الکتابۃ کا معنی ہے: لکھائی کے حروف کو درست کرنا اور نام تمام کی اصلاح کرنا ہے اور ”تحریر الحساب“ حساب کو ٹھیک ٹھیک اس طرح لکھ دینا کہ اس میں نہ کوئی غلطی ہو (۱)، نہ کوئی چیز نام تمام ہو، نہ اس میں کاٹ پیٹ ہو اور ”تحریر الرقبہ“ تمام کا آڑا کرنا ہے (۲)۔

ب-تصویب:

۳- تصویب صواب سے جو کہ خطا کی ضد ہے مآخوذ ہے اور صواب کا مصدر ہے اور اس معنی میں تصویب تصحیح کے مترادف ہے، اور صوابت قولہ کا معنی ہے: میں نے کہا کہ اس کی بات صحیح ہے (۲)۔

تصحیح کا شرعی حکم:

۷- بگاڑ اور غلطی کو جب انسان جان لے تو اس کی تصحیح شرعاً امر واجب ہے، خواہ یہ عبادات میں ہو، جیسے کوئی قبلہ جاننے کے لئے اجتہاد کرے اور نماز پڑھنے لگے پھر نماز کے دوران غلطی واضح ہو جائے تو قبلہ کی طرف رخ کر کے اس غلطی کی تصحیح واجب ہوگی ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی، یا یہ معاملات میں ہو جیسے عقد کو فاسد کرنے والی کسی شرط کے ساتھ عقد کرنا تو اس شرط کا ساقط کرنا واجب ہوگا، تاکہ بیع صحیح ہو جائے ورنہ فساد کو دفع کرنے کے لئے بیع کا فسخ کرنا واجب ہوگا (۳)۔

ج-تہذیب:

۴- تہذیب تنقیہ (صاف کرنے) کی طرح ہے، کہا جاتا ہے: ”هَذَبَ الشَّيْءَ“ جب کوئی کسی چیز کو صاف اور خالص کرے اور ایک قول یہ ہے کہ تہذیب کے معنی اصلاح کرنے کے ہیں (۳)۔

و-اصلاح:

۵- اصلاح افساد کی ضد ہے، أصلح الشَّيْءَ بعد فسادہ کا معنی ہے: فساد کے بعد چیز کی اصلاح کر لی، أصلح الدابة (۴) (اس نے

تصحیح سے تعلق رکھنے والے احکام:

اول-حدیث کی تصحیح:

۸- حدیث کی تصحیح کا مطلب ہے: ان مخصوص شرطوں کے پورا

(۱) لسان العرب، المصباح لمیر بادۃ ”عدل“۔

(۲) لسان العرب، المصباح لمیر بادۃ ”صحب“۔

(۳) لسان العرب بادۃ ”هذب“۔

(۴) لسان العرب بادۃ ”صلح“۔

(۱) اعلات: حساب کی غلطی (القاسوس الحیط)۔

(۲) لسان العرب بادۃ ”شہد“۔

(۳) البدایہ ۱/ ۵۵، ابن ماجہ ۳/ ۱۳۳، الترمذی ۳/ ۶۳۔



بغیر شہرت پا جائے اور ابن نورک نے بھی اس کے مثل بات کہی ہے (۱)۔

علاوہ ازیں یہاں کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جنہوں نے صحت کا حکم لگانے کے لئے ان کے علاوہ شرطیں لگائی ہیں جیسے حاکم کی یہ شرط کہ حدیث کا راوی طلب (یعنی طلب حدیث اور روایات کے تتبع) میں مشہور ہو، اور امام مالک سے بھی اسی طرح کی شرط منقول ہے اور جیسے امام ابو حنیفہ کا راوی کے فقیہ ہونے کی شرط لگانا اور بعض محدثین کا ”روایت بالمعنی“ میں معانی حدیث کا علم ہونے کی شرط لگانا، امام سیوطی کہتے ہیں: یہ ضروری شرط ہے لیکن یہ ضبط میں داخل ہے اور جیسے بخاری کا ہر راوی کا اپنے شیخ سے سماع کے ثبوت کی شرط لگانا اور ملاقات کے امکان اور معاشرت پر اکتفا نہ کرنا (۲)۔

تصحیح میں عالم کے عمل اور اس کے فتوے کا اثر:

۹۔ نووی اور سیوطی کہتے ہیں: اپنی روایت کردہ حدیث کے مطابق عالم کا عمل اور اس کا فتویٰ اس کی جانب سے نہ تو حدیث کی صحت کا حکم لگانا ہے، نہ اس کے راویوں کو عادل قرار دینا ہے، کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ اس کا عمل یا فتویٰ بر بنائے احتیاط ہو یا اس روایت کے موافق کسی اور دلیل کی بنیاد پر ہو، اور آمدی اور دوسرے اصولیین نے صحیح اس کو قرار دیا ہے کہ یہ اسی کا حکم لگانا ہے۔

امام الحرمین کہتے ہیں: بشرطیکہ احتیاط کے مسالک میں نہ ہو یعنی فتویٰ حدیث کی صحت کے مقتضائے نہ ہو بلکہ احتیاط کی وجہ سے ہو۔

اور ابن تیمیہ نے ترغیب اور غیر ترغیب میں اس پر عمل کرنے کے درمیان فرق کیا ہے، اسی طرح عالم کا مخالف حدیث عمل اس کی

ہونے پر جن کو علماء حدیث نے بیان کیا ہے، حدیث پر صحت کا حکم لگانا، بعض اوقات محدثین میں بعض احادیث کی صحت کے بارے میں اختلاف ہوتا ہے، کیونکہ بعض شرطوں کے بارے میں اور بعض شرطوں کو بعض پر مقدم کرنے کے بارے میں محدثین میں اختلاف ہے۔

چنانچہ ابن الصلاح اور نووی وغیرہ نے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ اس حدیث مسند کو صحیح قرار دیا جائے گا جس کی سند آخر تک عادل ضابطہ سے عادل ضابطہ کی نقل کے ساتھ متصل ہو اور وہ شاذ یا معطل نہ ہو۔

ابن الصلاح کہتے ہیں: یہی وہ حدیث ہے جسے اصحاب حدیث بلا کسی اختلاف کے صحیح قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ مذکورہ شرائط پائی جائیں تو حدیث پر صحت کا اس وقت تک حکم لگایا جائے گا جب تک کہ بعد میں یہ نہ ظاہر ہو جائے کہ اس میں شذوذ ہے۔ اور حدیث پر تو اتر کا حکم لگانا اس کی صحت کا حکم لگانا ہے۔

بعض محدثین کہتے ہیں: حدیث پر صحت کا حکم اس وقت لگایا جائے گا جب اس کو لوگوں میں قبولیت حاصل ہو جائے اگرچہ اس کی کوئی صحیح سند نہ ہو، ابن عبد البر ترمذی سے یہ نقل کرتے ہوئے کہ بخاری نے حدیث: ”هو الطهور ماؤه الحل مبته“ (۱) (مسند کا پانی پاک ہے اور اس کے مرے ہوئے (جانور) حلال ہیں) کی تصحیح کی ہے، حالانکہ اصحاب حدیث اس طرح کی سند کی تصحیح نہیں کرتے، فرماتے ہیں: لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے، اس لئے کہ اسے علماء نے عمومی طور پر قبول کیا ہے۔

استاذ ابو اسحاق اسفرائینی فرماتے ہیں: حدیث کی صحت اس وقت جانی جاتی ہے جب وہ ائمہ حدیث کے یہاں ان کی کسی تکلیف کے

(۱) حدیث: ”هو الطهور ماؤه و الحل مبته“ کی روایت مالک (سوطا ۲۲/۱ طبع عینی الحلبي) نے کی ہے اور انہیں سے ترمذی (۱۰۱/۱ طبع مصنف الحلبي) نے روایت کی ہے اور بخاری نے اس کی تصحیح کی ہے (۱/۱ طبع الحلبي)۔  
الحبر ۱/۱۰۰ شرکت الطباعة الفیة المتحدة۔

(۱) مذہب الراوی ص ۲۲، ۲۵۔

(۲) مذہب الراوی ص ۲۶۔

اور اس بارے میں نووی نے ابن الصلاح کی مخالفت کی ہے اور فرمایا ہے: میرے نزدیک قول ظہر یہ ہے کہ ایسے شخص کے لئے جو قدرت رکھتا ہو اور جس کا علم پختہ ہو، حدیث کی تصحیح درست ہے۔

حافظ عراقی کہتے ہیں: اصحاب حدیث کا عمل اسی پر ہے اور علماء متاخرین کی ایک جماعت نے ایسی احادیث کی تصحیح کی ہے جن کی تصحیح علماء متقدمین سے معلوم نہیں ہے (۱)۔

### دوم - عقد فاسد کی تصحیح:

۱۱- حنفیہ کے علاوہ باقی فقہاء عقد باطل اور عقد فاسد کے درمیان فی الجملہ فرق نہیں کرتے ہیں، چنانچہ ثا فعیہ اور حنابلہ کے یہاں حکم یہ ہے کہ مفسد کو دور کرنے سے عقد صحیح نہیں ہوگا اور ثا فعیہ کی کتابوں میں ہے کہ اگر دونوں عقد کرنے والے عقد کے مفسد کو حذف کر دیں، خواہ مجلس خیاری میں کیوں نہ حذف کریں، تب بھی عقد صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ فاسد کا کوئی اعتبار نہیں (۲)۔

اور ابن قدامہ کی ”المغنی“ میں ہے: اگر اس شرط سے بیع کی کہ اسے سلم یا قرض کے طور پر پیشگی قیمت دے، یا مشتری نے اس پر یہ شرط لگائی ہو تو یہ حرام ہوگا اور عقد باطل ہوگا، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے: ”أن النبی ﷺ ینهی عن بیع مالیم یضمن، وعن بیع مالیم یقبض، وعن بیعتین فی بیعة، وعن شرطین فی بیع وعن بیع وسلف“ (۳) (نبی کریم ﷺ)

(۱) مذہب الراوی ص ۸۷ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۲) اکسی الطالبا ص ۲۷۳، مغنی المحتاج ص ۳۰۲، روضۃ الملائکین ص ۳۱۰، جامعہ الجمل ص ۸۳، ۱۱۵، السکھری فی التواعد ص ۱۵۰۔

(۳) حدیث: ”لینھی عن ربیع مالیم یضمن وعن بیع مالیم یقبض.....“ کی روایت طبرانی نے حضرت حکیم بن حزام سے کی ہے مجمع الزوائد (۸۵/۳) میں کہا کہ سنائی نے اس کے بعض حصوں کی روایت کی ہے اور طبرانی کے یہاں اس کی سند میں العلاء ابن خالد واسطی ہیں، ابن حبان نے ان کی توثیق

جانب سے اس حدیث یا اس کے راویوں کی صحت پر نقد نہیں سمجھا جائے گا اس امکان کی وجہ سے کہ ایسا کسی مافع یعنی عارض وغیرہ کی وجہ سے ہو۔

اور امام مالک نے خیاری حدیث نقل کی اور اہل مدینہ کے اس کے خلاف عمل کرنے کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کیا، یہ اس کے راوی مافع پر ان کا نقد نہ تھا۔

اور جیسا کہ اہل اصول نے ذکر کیا ہے، صحت حدیث پر دلالت نہ کرنے والی چیزوں میں قول اصح کے مطابق اجماع کا اس کے موافق ہونا بھی ہے اس امکان کی وجہ سے کہ (اجماع کا) مستند کوئی دوسری چیز ہو۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اجماع حدیث کی صحت پر دلالت کرتا ہے (۱)۔

### متاخرین اصحاب حدیث کی تصحیح:

۱۰- شیخ ابن الصلاح یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان زمانوں میں تصحیح ختم ہوگئی ہے۔

لہذا کسی کو تصحیح کا حق نہیں ہے، بلکہ حدیث کی صحت کا حکم لگانے میں اسی پر اکتفا کیا جائے گا جس پر سابقین نے اعتماد کیا ہے۔ اسی طرح وہ صرف حدیث کی سند کی صحت کی بنیاد پر حدیث کو اس وقت تک صحیح نہ سمجھنے کی رائے رکھتے ہیں جب تک وہ ائمہ حدیث کی مشہور اور قابل اعتماد تصنیفوں میں نہ پالی جائے، کیونکہ ظن غالب یہ ہے کہ اگر ان کے نزدیک صحیح ہوتی تو ایسی شدت جستجو اور محنت کی وجہ سے انہوں نے اس کو چھوڑا نہ ہوتا (۲)۔

(۱) مذہب الراوی ص ۲۰۹۔

(۲) مذہب الراوی ص ۵۱، ۵۳، ۵۹، ۷۰، علوم الحدیث ص ۱۳۔

نے اس چیز کے نفع سے جو ضمان میں داخل نہ ہوئی ہو، اور اس چیز کے بیچنے سے جس پر قبضہ نہ ہوا ہو اور ایک بیع میں دو بیع کرنے سے، اور ایک بیع میں دو شرطیں لگانے سے اور سلف (قرض) کے ساتھ بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اس لئے کہ اس نے ایک عقد میں دوسرے عقد کی شرط لگائی ہے، لہذا ایک بیع میں دو بیعوں کی طرح یہ بھی فاسد ہوگی اور اس لئے بھی کہ جب قرض کی شرط لگائی جائے گی تو اس کی وجہ سے ثمن میں اضافہ کرے گا تو قرض کے عوض اور اس کے نفع میں ثمن میں زیادتی ہو جائے گی اور یہ حرام سود ہے، لہذا یہ اسی طرح فاسد ہوگا جیسے کہ اس کی صراحت کرنے پر ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ یہ بیع فاسد ہے، لہذا صحیح نہیں ہوگی جیسے کہ ایک درہم کو دو درہموں کے بدلہ میں بیچتا، پھر ایک کو چھوڑ دیتا<sup>(۱)</sup>۔

اور ”باب الرہن“ میں فرمایا: اگر عقد باطل ہو جاتا تو صحیح نہ ہوتا<sup>(۲)</sup>، اور ”شرح منہجی الا رادات“ میں ہے: عقد فاسد عقد صحیح نہیں بن سکتا<sup>(۳)</sup>، اور مالکیہ کے نزدیک جب عقد کو فاسد کرنے والی شرط حذف کر دی جائے تو عقد صحیح ہو جاتا ہے، خواہ وہ ایسی شرط ہو جو عقد کے مقتضا کے منافی ہو، یا ایسی شرط ہو جو بیع کی ثمن میں خلل ہو، سوائے چار شرطوں کے کہ ان کے ہوتے ہوئے بیع صحیح نہیں ہوتی ہے، خواہ شرط حذف ہی کر دی جائے اور وہ یہ ہیں:

= کی ہے اور سہی بن اسماعیل نے تصحیہ کی ہے۔

اور اس کی روایت ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربح مالہم یضمن، ولا بیع مالہم عندک“ اس کی روایت ترمذی (۵۳۵/۳، ۵۳۶/۳ طبع الحلبي) نے حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے کی ہے اور ملا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱) المغنی ۲/۲۵۹، ۲۶۰۔

(۲) المغنی ۲/۳۷۹۔

(۳) شرح منہجی الا رادات ۲/۲۵۰۔

الف۔ جو شخص ثمن مؤجل پر کوئی سامان اس شرط پر خریدے کہ اگر وہ مر جائے تو ثمن اس پر صدقہ ہوگی، چنانچہ یہ شرط بیع کو فسخ کر دے گی، خواہ اس شرط کو حذف بھی کر دے، اس لئے کہ یہ غرر ہے، اسی طرح جب یہ شرط لگائے کہ اگر وہ مر جائے تو بائع اس کے ورثاء سے ثمن کا مطالبہ نہ کرے۔

ب۔ ایسی مدت خیال کی شرط لگانا جو ناجائز ہے، چنانچہ بیع کا فسخ لازم ہوگا اگرچہ (مدت) ساقط کر دے، اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ اس کا استقاط اس کو اختیار کرنے کا نتیجہ ہو۔

ج۔ کوئی شخص کوئی باندی بیچے اور خریدار پر یہ شرط لگائے کہ وہ اس سے واپس نہ کرے اور اگر وہ کرے گا تو باندی آزاد ہو جائے گی یا مثلاً اس پر ایک دینار لازم ہوگا تو بیع فسخ کی جائے گی اگرچہ شرط ساقط کر دے، اس لئے کہ وہ یقین ہے۔

د۔ استثناء کی شرط بیع کو فاسد کر دے گی اگرچہ شرط ساقط کر دے اور ابن الحاجب نے ایک پانچویں شرط کا اضافہ کیا ہے اور وہ یہ ہے:

ھ۔ بیع خیال میں نقد (یعنی ثمن پیشگی دینے) کی شرط ہے، ابن الحاجب کہتے ہیں: اگر نقد کی شرط ساقط کر دے تب بھی بیع صحیح نہیں ہوگی<sup>(۱)</sup>۔

اور ”الشرح الصغیر کے ”باب لا جاره“ میں ہے: اجارہ ایسی شرط سے فاسد ہو جاتا ہے جو مقتضائے عقد کے منافی ہو، اور فاسد اس وقت ہوگا جبکہ شرط ساقط نہ کرے، اگر شرط ساقط کر دے تو اجارہ صحیح ہو جائے گا<sup>(۲)</sup>۔

اور ابن رشد مفسد کے مرتفع ہونے پر عقد کے صحیح ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کی توضیح کرتے ہوئے کہتے

(۱) معج ۱، جلیل ۲/۵۷۰، ۵۷۱۔

(۲) الشرح الصغیر ۲/۲۷۷ طبع الحلبي۔



فساد ضعیف ہو۔

کا سانی کہتے ہیں: ہمارے یہاں اصل یہ ہے کہ فساد کی طرف دیکھا جائے، اگر وہ اس طور پر قوی ہو کہ صلب عقد یعنی بدل یا مبدل (عوض یا سامان) میں داخل ہو تو مفسد کے رفع کرنے سے جواز کا احتمال نہیں رہے گا، جیسا کہ ایک ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے بدلہ میں کوئی غلام بیچے، اور خریدار سے شراب ساقط کر دے تو بیع فاسد ہے اور صحیح نہیں ہو پائے گی۔

اور فساد اگر ضعیف ہو یعنی جو صلب عقد میں داخل نہ ہو، بلکہ کسی جائز شرط کی صورت میں ہو تو اس بات کا احتمال رہے گا کہ مفسد کو دور کر کے عقد جائز ہو جائے، مثلاً ایسی شرط خیار کے ساتھ بیع کی گئی ہو جس کو موقت نہ کیا گیا ہو یا کٹائی جیسی مجہول چیز پر موقت کیا گیا ہو، یا وقت کا ذکر نہ کیا گیا ہو، اور جیسا کہ اس بیع میں جس کی شمن کو اجل مجہول تک مؤجل کیا گیا ہو، چنانچہ اگر حلول (اجل آنے) اور اس کے فسخ سے پہلے جس کو اجل کا حق ہے وہ اسے ساقط کر دے تو مفسد زائل ہو جانے کی وجہ سے بیع جائز ہوگی، ابن عابدین کی تحریر کے مطابق خواہ اجل کا اسقاط افتراق (مجلس عقد ختم ہونے) کے بعد کیوں نہ ہو۔

یہی حکم ان تمام بیوع کا ہوگا جو حوالگی میں بائع کو لاحق ہونے والے ضرر کی وجہ سے فاسد ہوتی ہیں، بشرطیکہ بائع اپنی رضامندی اور اختیار سے حوالہ کر دے جیسے کہ چھت کی کوئی کڑی یا دیوار کی کوئی اینٹ یا دیباچ (ریشمی کپڑے کا) ایک گز بیچے تو یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی حوالگی اکھاڑے اور کالے بغیر ممکن نہیں ہے اور اس میں بائع کو ضرر ہے اور عقد سے ضرر کا استحقاق نہیں ہوگا، لہذا تقدیراً یہ ایسی چیز کی بیع ہے جس کی حوالگی شرعاً واجب نہیں ہے، چنانچہ یہ بیع فاسد ہوگی، اور بائع اگر اس کو اکھاڑ دے یا کاٹ ڈالے اور قبل اس کے کہ

ہیں: جب شرط لگانے کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے تو شرط کے مرتفع ہونے کی صورت میں فساد مرتفع ہوگا یا نہیں جیسا کہ عین حرام کے بیع حال سے ملنے پر اس سے لاحق ہونے والا فساد مرتفع نہیں ہوتا جیسے کہ کوئی سودینا را اور مشک بھر شراب کے بدلہ میں کوئی غلام بیچے، پھر جب عقد بیع ہو جائے تو کہے: شراب چھوڑ دو تو علماء کے نزدیک وہ بیع بالاجمال فسخ کی جائے گی۔

اور یہ بھی ایک دوسری اصل پر مبنی ہے وہ یہ کہ کیا یہ فساد معقول المعنی ہے یا غیر معقول ہے؟

چنانچہ اگر ہم یہ کہیں کہ یہ غیر معقول المعنی ہے تو شرط مرتفع ہونے سے فساد مرتفع نہیں ہوگا اور اگر کہیں کہ معقول ہے تو شرط کے ارتقاء سے فساد مرتفع ہو جائے گا۔

چنانچہ امام مالک نے اس کو معقول سمجھا ہے اور جمہور نے غیر معقول سمجھا، اور سود و غرر کی بیعوں میں پایا جانے والا فساد اکثر غیر معقول المعنی ہوتا ہے، اسی لئے اگر بیع کے بعد سود ترک کر دے اور غرر مرتفع ہو جائے تب بھی ان کے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی (۱)۔

۱۲- حنفیہ عقد باطل اور عقد فاسد میں تفریق کرتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک (برخلاف امام زفر کے) مفسد کے ارتقاء سے عقد فاسد کی تصحیح درست ہے، باطل کی نہیں، اور یہ حضرات عقد بیع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بیع فاسد میں مفسد کا ارتقاء بیع کو صحیح کر دے گا، اس لئے کہ فساد کے باوجود بیع قائم ہے اور بطلان کے ہوتے ہوئے صفت بطلان کی وجہ سے اس کا قیام نہیں ہو پاتا، بلکہ وہ معدوم ہوتی ہے۔

امام زفر کے نزدیک عقد فاسد مفسد کے رفع سے جواز کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔

لیکن عقد فاسد کی تصحیح حنفیہ کے یہاں اس بات سے مقید ہے کہ

(۱) بدلیۃ المجدد ۱۶۲/۲ طبع عینی المجلد۔



مشتری بیع کو فتح کرے اس کو مشتری کے حوالہ کر دے تو بیع جائز ہوگی، اس لئے کہ جواز سے مانع حوالہ کرنے میں بائع کا ضرر تھا، لہذا جب اس نے اپنے اختیار اور رضامندی سے حوالہ کر دیا تو مانع زائل ہو گیا اور بیع جائز اور لازم ہو گئی (۱)۔

حنفیہ کے یہاں تمام فاسد عقود کا یہی حکم ہے، اس قاعدہ کے مطابق: ”إذا زال المانع مع وجود المقتضى عاد الحكم“ (اگر تقاضا ہونے کے باوجود مانع دور ہو جائے تو حکم لوٹ آئے گا)۔

اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ مشاء کا بہہ فاسد ہے، اور اگر اس کو تقسیم کر کے حوالہ کر دے تو جائز ہوگا اور تھن کا دودھ اور بھیر کی پیٹھ کا اون اور زمین میں لگی بھیتی اور کھجور کا باغ اور درخت میں لگی ہوئی کھجوریں مشاء کے درجہ میں ہیں، اس لئے کہ یہ سب موجود ہیں اور جواز میں رکاوٹ اتصال کی وجہ سے ہے، لہذا اگر ان کو الگ کر کے سپرد کر دے تو مانع زائل ہو جانے کی وجہ سے جائز ہوگا (۲)۔

اور اسی کے مثل وہ صورت ہے جب عمارت کے بغیر یا بھیتی اور درخت کے بغیر زمین کو رہن رکھے، یا زمین کے بغیر بھیتی اور درخت کو رہن رکھے، یا پھل کے بغیر درخت کو رہن رکھے، یا درخت کے بغیر پھل کو رہن رکھے کہ یہاں جائز ہے، اس لئے کہ مرہون غیر مرہون کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اور یہ صورت حال قبضہ صحیح ہونے سے مانع ہوگی، اور اگر پھل توڑ ڈالے، بھیت کاٹ ڈالے اور الگ کر کے حوالہ کر دے تو مانع ختم ہو جانے کی وجہ سے جائز ہوگا (۳)۔

عقد کی تصحیح اس کو دوسرا عقد مان کر کرنا:

۱۳ - اس کے ساتھ ہی عقد فاسد کی تصحیح اس صورت میں بھی ممکن ہے

(۱) البدائع ۵/۶۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱،

سوم۔ عبادت کی تصحیح کرنا جب اس پر اس کو فاسد کرنے والی کوئی چیز طاری ہو جائے:

۱۵۔ عبادت پر طاری ہونے والے کچھ امور ایسے بھی ہیں جن کا ازالہ یا تلافی ممکن نہیں جیسے کھانا، پینا، بات کرنا، حدث پیش آنا، جماع کرنا تو ان امور کی تلافی ممکن نہیں ہے اور فی الجملہ یہ عبادت کی مفسدات میں سے مانے جاتے ہیں اور یہ قلیل و کثیر کے درمیان نیز عمد و مہو اور جہل کے درمیان نیز معفو عنہ اور غیر معفو عنہ میں ان کی تفصیلات کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کے ساتھ ہے۔

لہذا جب ان میں سے کوئی چیز عبادت میں پیش آئے تو جو لوگ اس کو مفسد مانتے ہیں ان کے نزدیک عبادت بالفعل فاسد ہو جائے گی، چنانچہ اس عبادت کی تصحیح کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی اور اگر وقت میں گنجائش ہو تو اس کا اعادہ اور وقت نکل گیا ہو تو قضا لازم ہوگی۔

اس کی تفصیل ”اعادہ“ اور ”قضاء“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اور یہاں پر بحث عبادت پر طاری ہونے والے ان امور کی ہے جن کو مفسدات میں شمار کئے جانے کے باوجود اس کا امکان ہوتا ہے کہ مفسد کو دور کر کے یا اس کی تلافی کر کے عبادت صحیح کی جاسکے، مثلاً نجاست کا طاری ہو جانا، ستر کا کھل جانا اور اس جیسی چیزیں۔

اور فی الجملہ فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جب عبادت میں کوئی ایسی چیز پیش آ جائے جس کی حالت یہ ہو کہ مستقل رہنے پر اس کو فاسد کر دے گی اور اس کی تلافی اور ازالہ ممکن ہو تو عبادت کی تصحیح کے لئے ایسا کرنا (تلافی و ازالہ) واجب ہوگا۔

اور عبادت کے مختلف ابواب میں ان جیسی جزئیات کی کثرت کی وجہ سے ان کا احاطہ دشوار ہے، اس لئے وضاحت کرنے والی کچھ مثالوں کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۶۔ جو قبلہ جاننے کے لئے اجتہاد کرے، اور نماز کے دوران اس کا

لگا دی جائے کہ پورا نفع مضارب کا ہوگا تو وہ قرض ہو جائے گا، اس لئے کہ پورے نفع کی ملکیت صرف رأس المال کی ملکیت ہونے سے ہوتی ہے، لہذا جب اس کے لئے پورے نفع کی شرط لگائی ہے تو اسے رأس المال کا مالک بنادیا ہے اور اگر رب المال کے لئے پورے نفع کی شرط لگائی ہو تو وہ ”إبضاء“ ہے اور عرفاً و شرعاً اس کے معنی یہی ہیں (۱)۔

اور ”منح الجلیل“ میں آیا ہے کہ جس نے ایسے شخص کو محال علیہ بنایا جس پر اس کا دین نہیں تھا، اور (مال) محال کی خبر دے دی تو عقد حوالہ صحیح ہوگا، اور اگر وہ (مال) محال کی خبر نہ دے تو صحیح نہیں ہوگا، اور وہ حمالہ یعنی کفالہ ہو جائے گا (۲)۔

اور سیوطی کی ”اشباہ“ میں ہے: کیا عقود کے صیغے معتبر ہیں یا اس کے معانی؟ اس میں اختلاف ہے اور جزئیات میں ترجیح مختلف ہے۔

اور اسی کی ایک مثال یہ ہے کہ جب کہے: تم ایک ہزار کے بدلہ کل آزاد ہو، اگر تم یہ کہیں کہ یہ بیع ہے تو یہ فاسد ہے اور غلام کی قیمت واجب نہیں ہے اور اگر تم کہیں کہ بالعوض اعتاق ہے تو یہ صحیح ہوگا اور مسنی واجب ہوگا۔

اور اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ اگر قبضہ سے پہلے ثمن اولیٰ کے عوض سامان بائع سے بیچ دے تو وہ بیع کے الفاظ میں اقالہ ہے اور سکی نے اس قاعدہ پر اس کی تخریج کی ہے، اور تخریج قاضی حسین کی ہے فرماتے ہیں: اگر تم الفاظ کا اعتبار کریں تو صحیح نہیں ہے اور اگر معنی کا اعتبار کریں تو اقالہ ہے (۳)۔

(۱) الاختیار ۲۰/۳، المعنی ۵/۳۔

(۲) منح الجلیل ۲۳۲/۳۔

(۳) الاشباہ للسيوطی ص ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵ طبع معی الخلیفہ۔

اللہ ﷺ: ان جبریل اتانی، فأخبرني أن فيهما قدرا“ (۱)  
(تم کو جوتے پھینکنے پر کس چیز نے ابھارا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے  
دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے جوتے پھینک دیئے ہیں تو ہم نے بھی  
اپنے جوتے پھینک دیئے تب آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبریل  
میرے پاس آئے اور بتایا کہ ان (جوتوں) میں نجاست ہے۔

اس کی تفصیل ”نجاست“ اور ”صلاة“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔  
۱۸۔ جس شخص کا ستر دوران نماز کھل جائے اس طور پر کہ ہوا اس کے  
کپڑے کو اڑا دے اور اس کا ستر کھل جائے تو اگر جلدی سے اس کو  
دوبارہ ڈال لے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

اور اگر ستر (کپڑا) نہ ہونے کی وجہ سے ننگا ہو کر نماز پڑھے،  
پھر اپنے قریب میں ستر (کپڑا) پا جائے تو جس کا چھپانا واجب ہے  
اس کا ستر کرے گا، اور گزری ہوئی نماز پر بناء کر لے گا، اہل قباء کے  
عمل پر قیاس کر کے کہ جب ان کو تحویل قبلہ کا علم ہوا تو وہ اس کی طرف  
پھر گئے اور نماز مکمل کر لی (۲)۔

اس کی تفصیل ”عورة“ اور ”صلاة“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔  
۱۹۔ اگر ٹیک لگانے، بیٹھنے یا پہلو کے مل لینے کو جائز قرار دینے  
والے کسی عذر کے معذور کو نماز میں خفت (مرض میں کمی) ہو جائے تو  
وہ اہلی کی طرف منتقل ہو جائے گا، جیسے ٹیک لگانے والا بغیر ٹیک لگائے  
بیٹھنے پر قادر ہو جائے، بیٹھنے والا قیام پر قادر ہو جائے تو وہ وجوبی طور

اجتہاد تبدیل ہو جائے تو اس دوسری جہت کی طرف گھوم جائے گا جس  
کی طرف اس کا اجتہاد تبدیل ہوا ہے، اور جو نماز گزر چکی ہے اسی پر  
بناء کر لے گا۔

اسی طرح جب وہ اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے اور نماز کے  
دوران ہی مشاہدہ یا یقینی خبر کے ذریعہ یقینی خطا واضح ہو جائے تو وہ صحیح  
جہت کی طرف گھوم جائے گا اور گزری ہوئی نماز پر بناء کر لے گا۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل قباء کو جب قبلہ منسوخ ہونے کی  
اطلاع اس حال میں ملی کہ وہ نماز فجر میں تھے تو وہ قبلہ کی جانب پھر  
گئے اور نبی کریم ﷺ نے اہل قباء کے فعل کی تحسین کی اور ان کو  
اعادہ کا حکم نہیں دیا (۱)۔

اس کی تفصیل ”استقبال“، ”قبلہ“ اور ”صلاة“ میں دیکھی  
جاسکتی ہے۔

۱۷۔ جس کے اوپر دوران نماز خشک نجاست گری اور اس نے فوراً  
اسے ہٹا دیا تو اس کی نماز صحیح ہوگی، اس لئے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ  
کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: ”اسی درمیان کہ رسول اللہ ﷺ  
اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے آپ ﷺ نے اپنے جوتے  
نکالے اور انہیں بائیں جانب رکھ دیا، اور جب لوگوں نے یہ دیکھا تو  
انہوں نے بھی اپنے جوتے پھینک دیئے، پھر جب رسول اللہ ﷺ  
نے اپنی نماز پوری کر لی تو فرمایا: ”ما حملکم علی إلقاء نعالکم؟“  
قالوا: رأيناك ألقى نعليك فألقينا نعالنا فقال رسول

(۱) البدائع ۱/ ۲۲۱، الدرستی ۱/ ۷۰، المہرب ۱/ ۹۳، شرح منشی الارادات  
۱/ ۱۵۳، اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث: ”ان جبریل اتانی  
فأخبرني.....“ کی روایت ابوداؤد (۳۲۶/۱) تحقیق عزت عہد دھاس) اور  
حاکم (۱/ ۲۶۰، ۳، دائرة المعارف اشمائیہ) نے کی ہے اور حاکم نے اس کی  
صحیح کی ہے۔

(۲) ابن ماجہ ۱/ ۷۳، البدائع ۱/ ۳۳۹، الدرستی ۱/ ۲۲۱، المہرب  
۱/ ۷۳، ۹۳، شرح منشی الارادات ۱/ ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۶۔

(۱) الاختیار ۱/ ۳، ابن ماجہ ۱/ ۲۹۱، جوہر لؤلؤ ۱/ ۳۵، اسنی الطالب  
۱/ ۱۳۹، المغنی ۱/ ۳۳۔

اور حدیث: ”نسخ القبلة“ کی روایت بخاری (فتح المبارک ۱/ ۵۰۶ طبع  
المنشیہ) اور مسلم (۱/ ۳۷۵ طبع عیسیٰ الخلی) نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے  
کی ہے۔



پر اہلی کی طرف منتقل ہو جائے گا، اور اگر منتقل نہیں ہوا تو نماز باطل ہو جائے گی (۱)۔

اس کی تفصیل: ”عذر“ اور ”صلاۃ“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۰۔ جس کو اپنے طواف کے دوران اپنے بدن یا کپڑے پر نجاست کا علم ہو جائے تو نجاست کو ڈال دے یا دونوں کو دھو ڈالے اور اگر دیر نہ لگی ہو تو گزرے ہوئے طواف پر بناء کرے ورنہ تسلسل نہ ہونے کی وجہ سے اس کا طواف باطل ہو جائے گا (۲)۔

اس کی تفصیل ”طواف“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۱۔ عبادت کی تصحیح سے متعلق بعض امور وہ ہیں جو قاعدہ: ”بطلان الخصوص لا یبطل العموم“ (خصوص کا بطلان عموم کو باطل نہیں کرتا) کے تحت داخل ہیں۔

”المعذور“ میں آیا ہے: اگر منفر و فرض کا تحریمہ کیا پھر جماعت آگئی تو امام شافعی فرماتے ہیں: مجھے یہ پسند ہے کہ وہ دو رکعت پر سلام پھیر دے اور وہ نفل ہو جائے گی، اس کے بعد فرض پڑھ لے، تو فرض کے ابطال کے باوجود (امام شافعی نے) نفل کو صحیح قرار دیا ہے۔

اگر دخول وقت کا گمان کرتے ہوئے وقت سے پہلے ہی فرض نماز کا تحریمہ کر لے تو اس کے ظہر ہونے کا خصوص باطل ہو جائے گا اور قول اصح میں اس کے نفل ہونے کا عموم باقی رہے گا۔

اور جب حج کے مہینوں سے پہلے اس کا احرام باندھے تو اس کے عمرہ کے طور پر منعقد ہونے میں دو اقوال ہیں اور ان میں قول اصح ہے کہ ہاں (۳) (یعنی عمرہ کے لئے احرام ہو جائے گا)، ”المہذب“ میں اسی کو صرف ایک قول کے طور پر نقل کیا ہے فرمایا: اس لئے کہ وہ

موقت عبادت ہے، لہذا جب اس کو غیر وقت میں منعقد کیا ہے تو اسی کی جنس کی دوسری عبادت منعقد ہو جائے گی، جیسے کہ جب زوال سے پہلے ظہر کی نماز کا تحریمہ باندھے تو اس کا تحریمہ نفل کے لئے منعقد ہوتا ہے (۱)۔

۲۲۔ یہ قاعدہ تقریباً تمام مسالک میں فی الجملہ جاری ہے، چنانچہ ”شرح منشی الارادات“ میں ہے: جو شخص نماز میں کوئی ایسا فعل کرے جو فرض کو فاسد کر دیتا ہے جیسے بلا عذر قیام ترک کر دینا تو اس کا فرض نفل سے بدل جائے گا، اس لئے کہ یہ فرضیت کی نیت کو قطع کرنے کی طرح ہے، لہذا نماز کی نیت باقی رہے گی، اور فرض نفل سے بدل جائے گا، اسی طرح اس وقت بھی ہوگا جب فرض کا تحریمہ کہے، پھر ظاہر ہو کہ ابھی اس کا وقت نہیں ہوا ہے، اس لئے فرض صحیح نہیں ہوا، اور کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو نفل کو باطل کرتی (۲)۔

۲۳۔ یہ قاعدہ حنفیہ کے یہاں اسی قاعدہ کے قبیل سے ہے جس کو انہوں نے بیان کیا ہے کہ: ”لیس من ضرورۃ بطلان الوصف بطلان الأصل“ (وصف کے بطلان سے اصل کا بطلان ضروری نہیں ہے)۔

”الہدایہ“ میں آیا ہے کہ جو شخص یہ یاد رکھتے ہوئے عصر کی نماز پڑھے کہ اس نے ظہر نہیں پڑھی ہے تو یہ نماز فاسد ہوگی الا یہ کہ عصر کے بالکل آخر وقت میں ایسا کیا ہو، اور یہ ترتیب کا مسئلہ ہے۔

اور جب فرضیت فاسد ہو جائے تو امام ابو حنیفہ و ابو یوسف کے نزدیک اصل نماز باطل نہیں ہوگی، اس لئے کہ تحریمہ کو فرضیت کے وصف کے ساتھ اصل نماز کے لئے منعقد کیا گیا ہے، لہذا وصف کے بطلان سے اصل کا بطلان ضروری نہیں ہے (۳)۔

(۱) المہذب ۱/ ۲۰۷۔

(۲) شرح منشی الارادات ۱/ ۱۶۹۔

(۳) الہدایہ ۱/ ۷۳۔

(۱) ابن عابدین ۱/ ۵۱۱، جوہر لا کلیل ۱/ ۵۶، المعکور فی القواعد ۱/ ۷۷، شرح منشی الارادات ۱/ ۲۷۲۔

(۲) جوہر لا کلیل ۱/ ۷۷۳۔

(۳) المعکور فی القواعد ۱/ ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵۔



کاسانی ”باب الزکاة“ میں کہتے ہیں: پہلے ادا کی ہوئی زکاة جب زکاة کے طور پر واقع نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر فقیر کے ہاتھ میں پہنچ گئی ہو تو تظلم کے طور پر ہوگی، خواہ اس کے ہاتھ میں مال کے مالک کے ہاتھ سے پہنچی ہو، یا امام کے ہاتھ سے یا اس کے نائب یعنی سائی (زکاة کے مصل) کے ہاتھ سے، اس لئے کہ اصل قربت حاصل ہوگئی ہے، اور نفلی صدقہ میں فقیر کے ہاتھ میں پہنچ جانے کے بعد رجوع کا احتمال نہیں رہتا ہے (۱)۔

#### چہارم- میراث میں مسائل کی تصحیح:

۲۴- سرائض کے مسائل کی تصحیح یہ ہے کہ سہام کم از کم ممکن عدد سے ایسے طور پر لئے جائیں کہ ورثاء میں سے کسی پر کسر نہ واقع ہو، خواہ یہ بغیر ضرب دے کر ہو جیسا کہ استقامت کی صورت میں ہوتا ہے، یا بعض حصوں کو ضرب دے کر ہو جیسا کہ موافقت کی صورت میں ہوتا ہے، یا تمام حصوں کو ضرب دے کر ہو، جیسا کہ مہاینہ کی صورت میں ہوتا ہے (۲)۔

#### فرائض کے مسائل کی تصحیح کے لئے کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے:

۲۵- مسائل فرائض کی تصحیح کے کچھ قواعد ہیں، ان کے بارے میں حنفیہ میں سے ”اسراجیہ“ کے شارح نے جو کچھ بیان کیا ہے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے، فرماتے ہیں: اس میں سات اصولوں کی ضرورت پڑتی ہے:

ان میں سے تین اصول مخارج (۳) سے ماخوذ سہام اور ورثاء

(۱) البدائع ۵۰/۲-۵۲۔

(۲) شرح السراجیہ للشریف البحر جانی ۲۱۳ طبع المکرمی مصر، حاشیہ الفتاری۔

(۳) حاشیہ ابن عابدین ۵۱۲/۵ پر آیا ہے: ”مخارج مخرج کی جمع ہے اور یہ وہ کم سے کم عدد ہے جس سے ہر فرض کو انفرادی طور پر صحیح صحیح لینا ممکن ہو۔“

کے رؤوس کے درمیان ہوتے ہیں۔

اور ان میں سے چار اصول رؤوس اور رؤوس کے درمیان ہوتے ہیں۔

#### تین اصول:

۲۶- پہلا اصول: یہ ہے کہ اگر ورثاء میں سے ہر فریق کے حصے ان کے اوپر کسر کے بغیر تقسیم ہو جائیں تو ضرب دینے کی ضرورت نہیں ہے، جیسے ماں باپ اور دو لڑکیاں، اس لئے کہ اس وقت مسئلہ چھ سے ہوگا، اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھ کا چھٹا حصہ یعنی ایک حصہ ملے گا، اور دونوں لڑکیوں کو دو ٹکٹ یعنی چار حصے تو دونوں میں سے ہر ایک کو دو حصے ملیں گے تو ورثاء کے رؤوس پر سہام کسر کے بغیر ہی مستقیم (فٹ) ہو گئے ہیں لہذا تصحیح کی حاجت نہیں ہوگی، اس لئے کہ تصحیح تو اس وقت ہوتی ہے جب رؤوس پر تقسیم کرنے سے سہام میں کسر واقع ہو جائے۔

۲۷- دوسرا اصول: یہ ہے کہ کسر ایک گروہ پر ہو لیکن کسور میں سے کسی کسر کے ذریعہ ان کے سہام اور رؤوس کے درمیان موافقت ہو تو ان کے رؤوس (یعنی جس طائفہ کے رؤوس پر اس کے سہام کو تقسیم کرنے میں کسر واقع ہو رہا ہے یعنی وہی ایک گروہ) کے عدد وفاق کو اگر عول نہ ہو رہا ہو تو اصل مسئلہ میں اور اگر عول ہو رہا ہو تو اصل اور عول میں ایک ساتھ ضرب دے دیں گے جیسے ماں باپ اور دس بیٹیاں یا شوہر، ماں باپ اور چھ بیٹیاں۔

تو پہلی مثال اس مسئلہ کی ہے جس میں عول نہ ہو، اس لئے کہ اصل مسئلہ چھ سے ہوگا۔ دوسرے یعنی دو حصے ماں باپ کے ہیں اور وہ ان پر مستقیم ہیں اور دو ٹکٹ یعنی چار حصے دس بیٹیوں کے ہیں، اور یہ ان پر مستقیم نہیں ہیں لیکن چار اور دس کے درمیان موافقت بالمعصف

ہے، اس لئے کہ دونوں کا عدد عاؤ (کائناتے والا عدد) دو ہے، لہذا ہم نے رؤوس کے عدد یعنی دس کو اس کے نصف کو یعنی پانچ کی طرف لوٹا دیا اور اس کو چھ میں جو کہ اصل مسئلہ ہے ضرب دیا تو حاصل نکالتیں، اور مسئلہ اسی سے صحیح ہوگا۔

اس لئے کہ ماں باپ کو اصل مسئلہ سے دو حصے مل رہے تھے اور ہم نے دونوں کو مضروب میں جو کہ پانچ ہے ضرب دے دیا تو وہ دس ہو گئے اور دونوں میں سے ہر ایک کو پانچ حصے ملیں گے، اور دس بیٹیوں کو اصل مسئلہ سے چار حصے ملے تھے، ہم نے ان کو بھی پانچ میں ضرب دیا تو وہ بیس ہو گئے اور ان میں سے ہر لڑکی کے دو حصے ہوئے۔

اور دوسری مثال اس مسئلہ کی ہے جس میں عول ہو، اس لئے کہ ربح، دوسدس اور دو ثلث کے جمع ہونے کی وجہ سے اس کا اصل مسئلہ بارہ سے ہوگا، تو شوہر کے لئے چوتھائی یعنی تین ہوگا اور ماں باپ کے لئے اس کا دوسدس یعنی چار ہوگا اور چھ لڑکیوں کے لئے اس کا دو ثلث یعنی آٹھ ہوگا، چنانچہ مسئلہ کا پندرہ کی طرف عول ہو گیا ہے اور صرف لڑکیوں کے سہام یعنی آٹھ حصوں کا ان کے رؤوس پر کسر ہو رہا ہے، لیکن ان کے سہام اور رؤوس کے عدد کے درمیان توافق بالمصنف ہے، لہذا ان کے عدد رؤوس کو ہم نے نصف یعنی تین کی طرف لوٹا دیا پھر اس کو عول کے ساتھ اصل مسئلہ یعنی پندرہ میں ضرب دے دیا تو حاصل نکالا پینتالیس اور اس سے مسئلہ مستقیم (فٹ) ہو گیا۔

اس لئے کہ شوہر کو اصل مسئلہ سے تین حصے ملے تھے اور ہم نے اس کو مضروب میں جو کہ تین ہے ضرب دے دیا تو نو حصے ہو گئے جو شوہر کے ہوں گے اور ماں باپ کے چار حصے تھے ہم نے ان کو تین میں ضرب دے دیا تو بارہ حصے ہو گئے اور دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھ ہوں گے اور لڑکیوں کے آٹھ حصے تھے ہم نے ان کو تین میں ضرب دیا تو چوبیس حصے ہو گئے، اور ان میں سے ہر ایک کے لئے چار

حصے ہوں گے۔

۲۸- تیسرا اصول: یہ ہے کہ سہام میں صرف ایک گروہ ہی پر کسر واقع ہو رہا ہو اور ان کے سہام اور عدد رؤوس کے درمیان موافقت نہیں بلکہ مباہنت ہو تو اس وقت جس گروہ پر سہام کا کسر ہو رہا ہو ان کے عدد رؤوس کو اگر عول نہ ہو تو اصل مسئلہ میں اور عول ہو رہا ہو تو عول کے ساتھ ساتھ اصل میں ضرب دیا جائے گا، جیسے شوہر اور پانچ حقیقی بہنیں ہوں تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا نصف یعنی تین حصے شوہر کے ہوں گے اور دو ثلث یعنی چار حصے بہنوں کے ہوں گے تو اس کا سات کی طرف عول ہو رہا ہے، اور صرف بہنوں کے سہام کا ان پر کسر ہو رہا ہے، اور ان کے حصوں اور رؤوس کے عدد کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد رؤوس کو عول کے ساتھ اصل مسئلہ یعنی سات میں ضرب دیا تو حاصل ہوا پینتیس اور اسی سے مسئلہ صحیح ہو گیا۔

شوہر کے تین حصے تھے، ہم نے ان کو مضروب یعنی پانچ میں ضرب دے دیا پندرہ حصے ہو گئے، وہ شوہر کے ہوں گے اور پانچ بہنوں کے چار حصے تھے ہم نے ان کو بھی پانچ میں ضرب دیا تو وہ بیس ہو گئے تو ان میں سے ہر ایک کے چار حصے ہوں گے۔

اور عول نہ ہونے والے مسائل کی مثال ہے: شوہر دادی اور تین اخیانی بہنیں تو مسئلہ چھ سے ہوگا، شوہر کو اس کا نصف یعنی تین ملے گا، دادی کے لئے اس کا چھٹا حصہ یعنی ایک ملے گا اور اخیانی بہنوں کو اس کا تہائی یعنی دو ملے گا، اور یہ ان کے عدد رؤوس پر مستقیم نہیں ہو رہا ہے بلکہ دونوں کے درمیان تباہی ہے، لہذا بہنوں کے عدد رؤوس کو ہم نے اصل مسئلہ میں ضرب دیا تو حاصل آیا اٹھارہ اور مسئلہ اسی سے صحیح ہوگا۔

شوہر کے تین حصے تھے، ہم نے ان کو مضروب میں جو کہ تین ہے، ضرب دیا تو وہ نو حصے ہو گئے اور دادی کے حصہ کو بھی ہم نے

مضروب میں ضرب دیا تو وہ تین حصے ہو گئے اور اخیانی بہنوں کے حصوں کو بھی ہم نے مضروب میں ضرب دیا تو وہ چھ حصے ہو گئے اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے دو حصے دے دیئے۔

اور جان لیما چاہئے کہ جس جماعت پر کسر ہو رہا ہو اگر وہ مرد و عورت دونوں ہوں اور ان لوگوں میں سے ہوں جن کے مرد کو دو عورتوں کے مثل ملتا ہے جیسے کہ لڑکیاں، پوتیاں، حقیقی بہنیں اور علاقائی بہنیں تو ذکر (مردوں) کے عدد کو دو گنا کر لیما چاہئے اور امانت (عورتوں) کے عدد میں ضم کر لیما چاہئے، پھر اس اعتبار سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا جیسے شوہر، ایک لڑکا اور تین لڑکیاں، اصل مسئلہ چار سے ہوگا، شوہر کا ایک حصہ ہوگا جو اس پر مستقیم (فٹ) ہو جائے گا باقی بچیں گے تین حصے جو اولاد پر "للذکر مثل حظ الأنثیین" (مرد کو عورت کے دو گنا) کے تحت ملیں گے، لہذا ان کے عدد روؤں کو بائیں طور پانچ قرار دیا جائے گا کہ بیٹے کو دو لڑکیوں کے مرتبہ میں کر دیا جائے گا اور تین پانچ پر مستقیم نہیں ہوں گے، لہذا پانچ کو اصل مسئلہ میں ضرب دے دیا جائے گا اور وہ بیس تک پہنچ جائے گا اور اسی سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔

وہ چار اصول جو روؤں اور روؤں کے درمیان ہوتے ہیں:  
۲۹- پہلا اصول: یہ ہے کہ سہام کا کسر و رٹا، کے دو یا زیادہ گروہوں پر ہو، لیکن جن پر کسر ہوا ہے، ان کے روؤں کے اعداد کے درمیان مماثلت ہو، تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ مماثل اعداد میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے تو جو کچھ حاصل آئے گا اس سے تمام فریقوں پر مسئلہ صحیح ہو جائے گا جیسے چھ لڑکیاں، تین جدات: مثلاً ایک نانی کی ماں، دوسری دادی کی ماں، تیسری دادا کی ماں، ان حضرات کے مسلک کے مطابق جو دو سے زیادہ جدات کو وراثت

دیتے ہیں، اور تین چچا، یہ مسئلہ چھ سے ہوگا، چھ لڑکیوں کے لئے دو ٹمٹ یعنی چار حصے ہوں گے اور ان پر مستقیم (صحیح تقسیم) نہیں ہوں گے لیکن چار اور ان کے عدد روؤں کے درمیان موافقت بال نصف ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد روؤں کے نصف یعنی تین کو لیا اور تین دادیوں کے لئے سدس یعنی ایک حصہ ہوگا اور ان پر مستقیم (صحیح تقسیم) نہیں ہوگا اور ایک اور ان کے عدد روؤں کے درمیان موافقت نہیں ہے، لہذا ہم نے ان کے پورے عدد روؤں کو لیا اور وہ بھی تین ہیں اور تین چچاؤں کے لئے باقی ہوگا اور وہ بھی ایک ہے اور اس کے اور ان کے عدد روؤں کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے پورے عدد روؤں کو لیا، پھر ان مآخوذ اعداد کی ہم نے ایک دوسرے کی طرف نسبت کی اور ان کو مماثل پایا تو ان میں سے ایک یعنی تین کو اصل مسئلہ یعنی چھ میں ضرب دیا تو وہ اٹھارہ ہو گیا اور مسئلہ اسی سے صحیح ہوگا، لڑکیوں کے چار حصے تھے ہم نے ان کو مضروب میں جو تین ہے ضرب دیا تو وہ بارہ ہو گئے، لہذا ان لڑکیوں میں سے ہر ایک کے دو حصے ہوں گے اور جدات کا ایک حصہ تھا، ہم نے اس کو بھی تین میں ضرب دیا تو وہ تین ہو گئے، لہذا ہر ایک کے لئے ایک حصہ ہوگا اور چچاؤں کا بھی ایک حصہ تھا، ہم نے اس کو بھی تین میں ضرب دیا اور ہر ایک کو ایک حصہ دیا۔

اور مذکورہ صورت میں تین چچاؤں کے بجائے اگر ہم ایک چچا فرض کریں تو کسر صرف دو گروہوں پر ہوگا اور لڑکیوں کے روؤں کا وفق عدد جدات کے روؤں کے مماثل ہوگا، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک تین ہیں اور تین کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا اور وہ اٹھارہ ہو جائے گا اور ہر ایک پر سہام صحیح ہو جائے گا جیسا کہ گزر چکا ہے۔

۳۰- دوسرا اصول: یہ ہے کہ بعض اعداد یعنی دو سے زیادہ گروہوں میں سے ان و رٹا، کے روؤں کے اعداد جن پر سہام کا کسر



واقع ہو رہا ہے، بعض میں متداخل ہوں تو اس میں حکم یہ ہے کہ ان اعداد میں سے جو زیادہ ہو اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے، جیسے چار بیویاں، تین جدات اور بارہ چچا، تو اصل مسئلہ بارہ سے ہوگا: تین جدات کے لئے چھٹا یعنی دو حصے ہوں گے اور ان پر مستقیم (صحیح تقسیم) نہیں ہوں گے اور ان کے رؤوس اور حصوں کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد رؤوس کے مجموعہ یعنی تین کو لیا، اور چار بیویوں کے لئے چوتھائی یعنی تین حصے تھے اور ان کے عدد رؤوس اور عدد سہام کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے کل عدد رؤوس کو لیا اور بارہ چچاؤں کے لئے مابقیہ یعنی سات حصے تھے۔

اور یہ ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوں گے بلکہ دونوں کے درمیان بتا دیا ہے، لہذا ہم نے پورے کے پورے عدد رؤوس کو لے لیا اور ہم تین اور چار کو بارہ میں متداخل پارہ ہے تھے جو سب سے بڑا عدد رؤوس ہے، لہذا ہم نے اس (بارہ) کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا، وہ بھی بارہ ہی تھا تو وہ ایک سو چوالیس ہو گیا اور مسئلہ اسی سے صحیح ہو جائے گا۔

اصل مسئلہ سے جدات کے لئے دو حصے تھے، ہم نے ان کو مضروب جو کہ بارہ ہے اس میں ضرب دیا تو وہ چوبیس ہو گئے، لہذا ان میں سے ہر ایک کے آٹھ حصے ہوں گے اور بیویوں کے لئے اصل مسئلہ سے تین تھے، ہم نے ان کو مذکورہ مضروب میں ضرب دیا تو وہ چھتیس ہو گئے اور ان میں سے ہر ایک کے نو حصے ہوں گے اور چچاؤں کے سات حصے تھے، ہم نے ان کو بھی بارہ میں ضرب دیا، حاصل ہوا چوراسی، اور ان میں سے ہر ایک کے سات ہوں گے۔

اور اسی مسئلہ میں اگر چار بیویوں کے بجائے ہم ایک بیوی فرض کریں تو کس صرف دو گروہوں یعنی تین جدات اور بارہ چچاؤں پر ہوگا اور جدات کے عدد رؤوس اعمام کے عدد رؤوس میں متداخل

ہوں گے، لہذا ان دو متداخل عددوں میں سے بڑے عدد یعنی بارہ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور ایک سو چوالیس حاصل آئے گا جس کو مذکورہ قیاس کے مطابق ہر ایک پر تقسیم کر دیا جائے گا۔

۳۱- تیسرا اصول: یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ گروہوں میں سے جن پر کس واقع ہوا ہے ان کے رؤوس کے اعداد ایک دوسرے کے موافق ہوں، اس صورت میں حکم یہ ہے کہ ان کے رؤوس کے اعداد میں سے کسی ایک کے وفق کو دوسرے عدد کے کل میں ضرب دیا جائے، پھر اگر یہ مبلغ تیسرے عدد کے موافق ہو تو پورے مبلغ کو عدد ثالث کے وفق میں اور اگر مبلغ تیسرے عدد کے موافق نہ ہو تو عدد ثالث کے کل میں ضرب دیا جائے، پھر دوسرے مبلغ کو اسی طرح چھوٹے عدد میں ضرب دیا جائے گا یعنی اگر مبلغ دوسرے عدد کے موافق ہو تو اس کے وفق میں اور موافق نہ ہو تو اس کے کل میں، پھر تیسرے مبلغ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے جیسے چار بیویاں، اٹھارہ لڑکیاں، پندرہ جدات اور چھ چچا، اصل مسئلہ چوبیس سے ہوگا، چار بیویوں کے لئے آٹھواں حصہ یعنی تین ہوگا اور ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوگا اور ان کے عدد سہام اور عدد رؤوس کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے کل عدد رؤوس کو محفوظ کر لیا اور اٹھارہ بیٹیوں کے لئے دو ٹکٹ یعنی سولہ ہے اور ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوگا، اور ان کے رؤوس و سہام کے درمیان موافقت بالمصنف ہے۔

لہذا ہم نے ان کے نصف عدد رؤوس یعنی نو کو لیا اور محفوظ کر لیا اور پندرہ جدات کے لئے چھٹا حصہ یعنی چار ہے اور وہ ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوگا اور ان کے عدد رؤوس اور عدد سہام کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے کل عدد رؤوس کو محفوظ کر لیا اور چھ چچاؤں کے لئے باقی ماندہ ہے، اور وہ ایک ہے جو ان پر منقسم نہ ہوگا اور اس کے اور ان کے عدد رؤوس کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد



روؤں کو محفوظ کر لیا تو محفوظہ روؤں کے اعداد ہم کو چار، چھ، نو اور پندرہ حاصل ہوئے، چار چھ سے موافق بالمصنف ہے، لہذا دونوں میں سے ایک کو ہم نے اس کے نصف کی طرف لوٹا دیا اور اس کو دوسرے میں ضرب دیا تو حاصل آیا بارہ اور یہ نو سے موافق بالثلث ہے، لہذا دونوں میں سے ایک کے ثلث کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا حاصل آیا چھتیس اور اس دوسرے مبلغ اور پندرہ کے درمیان بھی موافقت بالثلث ہے، لہذا ہم نے پندرہ کے ثلث یعنی پانچ کو چھتیس میں ضرب دیا حاصل آیا ایک سو اسی، پھر ہم نے اس تیسرے مبلغ کو اصل مسئلہ یعنی چوہیس میں ضرب دیا حاصل آیا چار ہزار تین سو بیس اور اسی سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔

بیویوں کے لئے اصل مسئلہ سے تین حصے تھے، ہم نے اس کو مضروب یعنی ایک سو اسی میں ضرب دیا، حاصل آیا پانچ سو چالیس، لہذا چار بیویوں میں سے ہر ایک کو ایک سو پینتیس حصے ملیں گے اور اٹھارہ لڑکیوں کے سولہ حصے تھے، ہم نے اس کو مضروب میں ضرب دیا تو وہ دو ہزار آٹھ سو اسی ہو گئے، ان میں سے ہر ایک کو ایک سو ساٹھ ملیں گے اور پندرہ جدات کے چار حصے تھے، ہم نے اس کو مذکورہ مضروب میں ضرب دیا تو وہ سات سو بیس حصے ہو گئے، ان میں سے ہر ایک کو اڑتالیس حصے ملیں گے اور چھ چچاؤں کا ایک حصہ تھا، ہم نے اس کو مضروب میں ضرب دیا تو وہ ایک سو اسی ہو گیا، ان میں سے ہر ایک کو تیس ملیں گے۔

اور جب ورثاء کے تمام حصوں کو جوڑا جائے تو وہ چار ہزار تین سو بیس تک پہنچ جائے گا۔

۳۲۔ چوتھا اصول: یہ ہے کہ جن دو یا دو سے زیادہ گروہوں کے سہام میں کس واقعہ ہوا ہے ان کے روؤں کے اعداد کے درمیان بتاین ہو اور وہ ایک دوسرے کے موافق نہ ہوں، اس میں حکم یہ ہے کہ کسی

ایک عدد کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے پھر مبلغ کو تیسرے کے کل میں ضرب دیا جائے پھر مبلغ کو چوتھے کے کل میں ضرب دیا جائے، پھر جو کچھ حاصل ضرب آئے اسے اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے جیسے دو بیویاں، چھ جدات، دس لڑکیاں اور سات چچا، اصل مسئلہ چوہیس سے ہوگا۔ دونوں بیویوں کو آٹھواں حصہ یعنی تین ملے گا جو ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوگا اور ان کے عدد روؤں اور عدد سہام کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد روؤں یعنی دو کو لیا اور چھ جدات کے لئے چھٹا حصہ یعنی چار ہے جو ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوگا اور ان کے عدد روؤں اور عدد سہام کے درمیان موافقت بالمصنف ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد روؤں کے نصف یعنی تین کو لیا اور دس لڑکیوں کے لئے دسٹھ یعنی سولہ تھا جو ان پر صحیح تقسیم نہیں ہو سکتا تھا اور ان کے عدد روؤں اور عدد سہام کے درمیان موافقت بالمصنف ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد روؤں کے نصف یعنی پانچ کو لیا اور سات چچاؤں کے لئے ما بقیہ یعنی ایک تھا جو ان پر صحیح تقسیم نہیں ہو سکتا، اور اس کے اور ان کے عدد روؤں کے درمیان مباہنت تھا، لہذا ہم نے ان کے عدد روؤں کو لیا جو سات تھے تو روؤں کے لئے گئے اعداد میں سے ہمارے پاس دو، تین، پانچ، اور سات ہو گئے اور یہ سب اعداد متباین نہیں، لہذا دو کو ہم نے تین میں ضرب دیا، حاصل آیا چھ، پھر چھ کو پانچ میں ضرب دیا اور حاصل آیا تیس پھر اس مبلغ کو ہم نے سات میں ضرب دیا تو دو سو دس ہو گیا، پھر اس مبلغ کو ہم نے اصل مسئلہ یعنی چوہیس میں ضرب دیا تو کل پانچ ہزار چالیس ہوا اور تمام گروہوں پر اسی سے مسئلہ صحیح ہوگا۔

کیونکہ دونوں بیویوں کے لئے اصل مسئلہ سے تین حصے ملے تھے، ہم نے اس کو مضروب میں جو کہ دو سو دس ہے، ضرب دیا حاصل

## تصحیح ۳۳، تصحیف، تصدق، تصدیق

### تصحیف

دیکھئے: ”تخریف“۔

آیا چھ سو تیس، دونوں میں سے ہر ایک کے لئے تین سو پندرہ ہوں گے اور چھ جدات کے چار حصے تھے ہم نے اس کو مذکورہ مضروب میں ضرب دیا تو آٹھ سو چالیس ہو گیا، ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک سو چالیس ہوں گے اور دس لڑکیوں کے لئے سولہ حصے تھے ہم نے اس کو مذکورہ مضروب میں ضرب دیا تو تین ہزار تین سو ساٹھ ہو گیا، ان میں سے ہر ایک کے لئے تین سو چھتیس ہوں گے اور سات پچاؤں کے لئے ایک تھا، ہم نے اس کو اسی مضروب میں ضرب دیا تو دو سو دس ہو گیا، ان میں سے ہر ایک کے لئے تیس حصے ہوں گے اور ان حصوں کا مجموعہ پانچ ہزار چالیس ہے۔

اور بعض شافعیہ و حنابلہ نے بیان کیا ہے کہ استقراء سے یہ معلوم ہوا ہے کہ سہام کا کسر چار گروہوں سے زیادہ پر واقع نہیں ہوتا ہے (۱)۔

### تصدق

دیکھئے: ”صدق“۔

۳۳۔ بیان کردہ طریقہ کے مطابق ہر وارث کے حصہ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے فرائض کے مسائل کی تصحیح میں حنفیہ جس طرف گئے ہیں دوسرے مسائل کے فقہاء بھی ان سے اختلاف نہیں رکھتے ہیں (۲)۔

### تصدیق

دیکھئے: ”تصادق“۔

- (۱) شرح السراجیہ للشریف البحر جانی و حاشیہ الفتاری ۲۲۱، ۲۱۳ طبع الکردی بمصر، و نہایۃ المحتاج للدری ۳۷۶ طبع مصطفیٰ الحلبي، کشف القناع ۳۸۴ طبع انصرالحمد ش۔
- (۲) نہایۃ المحتاج للدری ۳۶۶-۳۷۶ طبع مصطفیٰ الحلبي، المشرح الکبیر ۲۷۲-۲۷۳ طبع انصرالحمد ش۔

## تصرف ۱-۶

### ب- عقد:

۳- عقد کے معنی لغت میں ضمان اور عہد کے ہیں (۱)۔

اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے: ایجاب کا ربط قبول التزامی سے ہو جانا جیسے بیع اور نکاح وغیرہ کے عقد کا اس طرح ہو جانا کہ اس کے اثرات مرتب ہونے لگیں۔

اور زرکشی نے بیان کیا ہے کہ استقلال اور عدم استقلال کے اعتبار سے عقد کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم وہ ہے جس کو عاقد تنہا کرتا ہے جیسے مدبر بنانا اور نذریں وغیرہ اور ایک قسم وہ ہے جس میں دو عقد کرنے والوں کا ہونا ضروری ہے جیسے بیع، اجارہ اور نکاح وغیرہ (۲)۔

### تصرف، التزام اور عقد کے درمیان فرق:

۴- التزام، عقد اور تصرف کے معنی کے بارے میں فقہاء کے اقوال سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عقد کا خواہ عام معنی لیا جائے یا خاص، تصرف اس سے زیادہ عام ہے، اس لئے کہ تصرف کبھی ایسا ہوتا ہے جس میں کوئی التزام نہیں ہوتا جیسے چوری اور غصب وغیرہ، اسی طرح تصرف التزام سے بھی زیادہ عام ہے۔

### تصرف کی انواع:

۵- تصرف کی دو انواع ہیں: فعلی تصرف اور قولی تصرف۔

### پہلی نوع: فعلی تصرف:

۶- وہ ہے جس کا محل صدور بجائے زبان کے عملی فعل ہو، اس معنی میں کہ وہ اقوال کے بجائے افعال سے حاصل ہوتا ہو اور اس کی

## تصرف

### تعریف:

۱- لغت میں تصرف معاملات میں الٹ پھیر کرنے اور طلب کسب میں کوشش کرنے کو کہتے ہیں (۱)۔

ری اصطلاح میں تو فقہاء نے اپنی کتابوں میں تصرف کی کوئی تعریف نہیں بیان کی ہے، لیکن ان کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ تصرف وہ ہے جو انسان سے بالا ارادہ صادر ہو اور شریعت اس پر مختلف احکام مرتب کرے۔

### متعلقہ الفاظ:

### الف- التزام:

۲- التزام ”التزم“ کا مصدر ہے، اور لزوم کا مادہ لغت میں ثبوت، دوام، وجوب، کسی چیز سے متعلق ہونے یا اس سے چمٹ جانے کے معنی میں آتا ہے (۲)۔

اور اصطلاح میں التزام کہتے ہیں: انسان کا خود سے اپنے اوپر ایسی چیز لازم کر لینا جو اس پر لازم نہیں تھی یعنی جو پہلے اس پر واجب نہیں تھی (۳)۔

لہذا وہ تصرف سے زیادہ عام ہے، اس لئے کہ تصرف تو اختیار اور ارادہ سے ہوتا ہے۔

(۱) القاموس المحیط، المصباح، المصباح المہیر مادہ ”صرف“۔

(۲) المصباح المہیر مادہ ”لزم“۔

(۳) تحریر الکلام للخطاب ضمن فتح اعلیٰ المآلک ۱/ ۲۱۷ دار المعرفہ۔

(۱) القاموس المحیط، المصباح المہیر، الکلیات للکتبوی مادہ ”عقد“۔

(۲) المحو للزرکشی ۲/ ۳۹۷، ۳۹۸ طبع المجلع۔

## تصرف ۷-۱۲

مثالوں میں:

الف۔ غصب ہے اور یہ لغت میں کسی چیز کو جبراً اور ظلماً لے لینے کا نام ہے (۱)۔

اور اصطلاح میں کسی کے مال کو ظالمانہ طور پر ڈکیتی کے بغیر لے لیا ہے (۲)۔

چنانچہ غصب فعل ہے قول نہیں ہے۔

ب۔ بائع کا مشتری سے ثمن پر قبضہ کرنا اور مشتری کا بائع سے بیع کو حاصل کرنا۔ اسی طرح وہ تمام تصرفات جن کے کرنے میں تصرف کرنے والا بجائے اقوال کے افعال پر بھروسہ کرتا ہے۔

دوسری نوع: قولی تصرف:

۷۔ یہ وہ ہے جس کی بنیاد بجائے فعل کے الفاظ ہوں، اور اس میں تحریر اور اشارہ بھی داخل ہے اور اس کی دو انواع ہیں: تصرف قولی عقدی اور تصرف قولی غیر عقدی۔

الف۔ تصرف قولی عقدی:

۸۔ یہ وہ ہے جس کا اتمام دو افرادوں کے اتفاق سے ہوتا ہو یعنی اس کو ایسے صحیفے کی ضرورت ہوتی ہے جو طرفین سے صادر ہوں اور کسی معاملہ پر دونوں کے اتفاق کو بتاتے ہوں، اس نوع کی مثال وہ تمام عقود ہیں جو طرفین یعنی ایجاب کرنے والے اور قبول کرنے والے کے وجود کے بغیر مکمل نہ ہوتے ہوں جیسے: جارہ، بیع، نکاح اور وکالت، اس لئے کہ یہ عقود طرفین کی رضا مندی کے بغیر مکمل نہیں ہوتے ہیں۔ اور ان کی تفصیل کا محل ان عقود کی مخصوص اصطلاحات ہیں۔

ب۔ تصرف قولی غیر عقدی، اس کی دو قسمیں ہیں:

۹۔ پہلی قسم: وہ ہے جو کسی حق کو وجود میں لانے یا اس کو ختم کرنے یا ساقط کرنے پر صاحب حق کے انشائی ارادہ اور اہل عزیمت کو متضمن ہو، اور چونکہ اس میں عزیمت اور حقوق کو پیدا کرنے یا انہیں ساقط کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، اس لئے کبھی کبھار اس عقد کو تصرف عقدی بھی کہہ دیا جاتا ہے اور یہ ان حضرات کے قول پر ہوتا ہے جن کی رائے یہ ہے کہ اپنے عمومی معنی میں عقد ان عقود کو بھی شامل ہوتا ہے جو بیع اور جارہ کی طرح طرفین کے درمیان ہوتے ہیں، اور ان عقود کو بھی شامل ہوتا ہے جن کو متصرف تنہا کرتا ہے جیسے وقف، طلاق، ابراء اور حلف وغیرہ جیسا کہ گزر چکا ہے، اور اس کی مثالوں میں وقف اور طلاق ہیں، اس کی تفصیل ان دونوں کی مخصوص اصطلاحات میں ہے۔

۱۰۔ دوسری قسم: ایسا قولی تصرف ہے جو حقوق کو وجود میں لانے، انہیں ختم کرنے یا انہیں ساقط کرنے کے ارادہ کو متضمن نہ ہو بلکہ یہ ان اقوال کی دوسری قسم ہے جن پر شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں، اور یہ قسم محض قولی تصرف ہے، عقود سے اس کی مشابہت نہیں ہوتی اور اس کی مثالوں میں دعویٰ اور قرار ہیں، اس کی تفصیل دونوں کی مخصوص اصطلاحات میں ہے۔

۱۱۔ قولی تصرف فعلی تصرف سے ممیز تصرف کے موضوع اور اس کی صورت سے ہوتا ہے، نہ کہ اس مہلکی سے جس پر اس کی بنیاد ہوتی ہے۔

۱۲۔ اور تصرف کی دونوں انواع قولی اور فعلی ہی میں تصرفات کی تمام انواع داخل ہو جاتی ہیں، خواہ یہ تصرفات عبادات ہوں جیسے نماز، زکاۃ، روزہ اور حج۔

یا تملیکات (مالک بنانے والے تصرفات) اور معاوضات ہوں جیسے بیع، اقالہ، صلح، تقسیم، جارہ، مزارعت، مساقات، نکاح، خلع، اجازت اور قراض (مضاربہت)۔

(۱) المعصبات: غصب۔

(۲) جوہر لالہ کلیل ۲/۸۸ طبع دار المعرفہ۔



## تصریح

یا تمہرات ہوں جیسے وقف، ہبہ، صدقہ اور دین سے بری قرار دینا۔

یا تقیدات (قید لگانے والے تصرفات) ہوں جیسے حجر، رجعت اور وکیل کو معزول کرنا۔

یا التزامات ہوں جیسے ضمان، کفالت، حوالہ اور کسی طاعت کا التزام۔

یا إسقاطات (ساقط کرنے والے تصرفات) ہوں جیسے طلاق، خلع، مدبر بنانا اور دین سے بری کرنا۔

یا اطلاعات (چھوٹ دینے والے تصرفات) ہوں جیسے غلام کو تجارت کی اجازت دینا اور وکیل کو تصرف کی مطلق اجازت دینا۔

یا ولایات ہوں جیسے قضاء، امارت، امامت اور وصیت کرنا۔

یا اثباتات ہوں جیسے اقرار، کواعی، یمین اور رہن۔

یا دوسرے کے مالی اور غیر مالی حقوق پر زیادتیاں ہوں جیسے غصب اور چوری۔

یا جان، اعضا، نیز مال پر جنایات ہوں۔

اس لئے کہ انواع کے اختلاف کے باوجود یہ تصرفات اقوال یا افعال ہونے سے خارج نہیں ہیں، لہذا اپنی دونوں انواع قولی اور فعلی کے ساتھ تصرف ان سب کو شامل ہے۔

رعی تصرف کے صحیح اور نافذ ہونے کی شرائط تو یہ بحث ان کے بیان کرنے کا محل نہیں ہے، خواہ ان شرائط کا تعلق تصرف کرنے والے سے ہو یا خود تصرف سے، اس لئے کہ ان شرائط کے بیان کرنے کا محل ان تصرفات میں سے ہر ایک کی مخصوص اصطلاح ہے۔

## تصریح

دیکھئے: ”تصریح“۔



## تصریہ ۱-۳

دھوکا کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے۔

اور اس لئے کہ اس میں تدلیس (عیب چھپانا) اور ضرر (ضرر پہنچانا) ہے (۱)۔

### وضعی حکم (اثر):

۳- ائمہ: مالک، شافعی، احمد اور ابو یوسف اس طرف گئے ہیں کہ حیوان کا تصریہ ایسا عیب ہے جس سے مشتری کے لئے خیانتا بہت ہوتا ہے اور اس میں چوپائے اور غیر چوپائے جن کے دودھ کا قصد کیا جاتا ہے مدلل ہیں، اور یہ اس لئے کہ اس میں واقعی دھوکا دینا ہے (۲)، اور حدیث ہے: ”لا تصرؤا الابل والغنم، فمن ابتاعها بعد فإنه بخیر النظرین بعد أن يحتلبها: إن شاء أمسک، وإن شاء ردھا ورد معها صاعاً من تمر“ (۳) (اونٹ اور بکریوں کا تصریہ مت کرو، اور جو اس کے بعد انہیں خریدے گا تو اسے ان کے دوہنے کے بعد اس کو دو چیزوں میں سے بہتر پر غور و فکر کا اختیار ہوگا: اگر چاہے تو روک لے اور چاہے تو اسے لونا دے، اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور لونا دے)، اور اگر اس کو دوا ہے تو دودھ کا معاوضہ لونا لے گا، ان ائمہ کے درمیان یہ تو محل اتفاق ہے اگرچہ جیسا کہ آ رہا ہے معاوضہ کی نوع میں ان کا اختلاف ہے، اسی طرح وہ اس پر بھی متفق ہیں کہ معاوضہ چوپایوں کے ساتھ مخصوص ہے (۴)۔

= روایت ابن ماجہ (۵۳/۲ طبع النجفی) نے کی ہے اور بھیری کہتے ہیں اس کی سند میں جابر بھی ہے ورنہ مہتمم ہے۔  
(۱) المغنی ۱۳۹/۳۔

(۲) اسنی الطالب ۶۱/۲، ۶۲، المغنی ۱۳۹/۳، الفرقانی ۱۳۳/۵۔  
(۳) حدیث: ”لا تصرؤا الابل والغنم.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۳۶۱/۱ طبع المنقذ) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اور مسلم (۱۵۸/۳ طبع النجفی) نے فقرہ بقرہ الفایز سے اس کی روایت کی ہے۔  
(۴) ساہقہ مراجع۔

## تصریہ

### تعریف:

۱- تصریہ لغت میں ”صری“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: صری الناقة أو غیرھا تصریة جب اونٹنی کو دوہنا چھوڑ دیا جائے اور دودھ اس کے تھن میں جمع ہو جائے (۱)۔  
اور اصطلاح میں یہ بائع کا اونٹنی یا کسی اور جانور کو بیچنے سے پہلے ایک مدت تک دوہنا ترک کر دینا ہے، تاکہ مشتری کو دودھ کی کثرت کا وہم دلائے (۲)۔

### شرعی حکم:

۲- اس صورت میں باتفاق فقہاء تصریہ حرام ہے جب بائع اس سے مشتری کو دودھ کی کثرت کا وہم دلانے کا قصد کرے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”من غشنا فلیس منا“ (۳) (جو ہم کو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے)۔

اور حدیث ہے: ”بیع المحفلات خلافة، ولا تحل الخلافة لمسلم“ (۴) (دودھ روکی ہوئی اونٹنی کا بیچنا دھوکا ہے اور (۱) المصباح للمیر مادہ: ”صری“۔

(۲) روض الطالب شرح اسنی الطالب ۶۱/۲، ابن ماجہ ۹۹/۳، شرح الفرقانی ۱۳۳/۵۔  
(۳) حدیث: ”من غشنا فلیس منا“ کی روایت مسلم (۹۹/۱ طبع النجفی) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔  
(۴) حدیث: ”بیع المحفلات خلافة، ولا تحل الخلافة لمسلم“ کی

## تصریہ ۳-۵

لوٹائے تو اس کے ساتھ ایک صاع غلہ لوٹائے، اور اس حدیث میں کھجور کی صراحت اس کی تخصیص کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ اس وقت کھجور مدینہ کی غالب غذا تھی (۱)۔

اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو ہے ہوئے دودھ کی قیمت لوٹائے گا، اس لئے کہ وہ تلف کی ہوئی چیز کا ضمان ہے، لہذا اتمام تلف کردہ چیزوں کی طرح دودھ ہی کی قیمت سے اس کی تحدید کی جائے گی (۲)، پھر جمہور کے نزدیک: جب دودھ موجود ہو تو کیا خود اسی کو لوٹنا واجب ہوگا؟

امام احمد اس طرف گئے ہیں کہ مشتری کو دودھ لوٹانے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ وہ متغیر نہ ہوا ہو، اور اس پر کوئی دوسری چیز لازم نہیں ہوگی اور رباع کے لئے اس کو مسترد کرنا جائز نہ ہوگا (۳)۔

کھجور کی عدم موجودگی کے وقت واجب ہونے والی چیز:

۵- حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ اس حال میں جس جگہ عقد واقع ہوا ہو وہاں (کے اعتبار سے) کھجور کی قیمت واجب ہوگی۔

اور قول اصح میں شافعیہ اس طرف گئے ہیں کہ اس کے ذمہ سب سے قریبی علاقہ جہاں پر کھجور ہو، کے اعتبار سے کھجور کی قیمت ہوگی اور دوسرے قول کے مطابق اس کے ذمہ تجاز کے اعتبار سے کھجور کی قیمت ہوگی۔

اور امام مالک کے نزدیک کھجور نہ ہونے سے حکم مختلف نہ ہوگا، اس لئے کہ ان کے یہاں مطلقاً شہر والوں کی غالب غذا کا ایک صاع

اور امام ابو حنیفہ اس طرف گئے ہیں کہ تصریہ کی بنیاد پر جانور واپس نہیں کرے گا اور اس کی وجہ سے خیارات ثابت نہیں ہوگا، اس لئے کہ تصریہ عیب نہیں ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ (جانور) مصرّۃ نہ ہوتا اور وہ اسے اس جیسے جانوروں سے کم دودھ والا پاتا تو اس کو اس کی واپسی کا اختیار نہ ہوتا اور ایسی چیز کے چھپانے سے خیارات ثابت ہوتا ہے جو عیب نہ ہو اور جانور کے ساتھ ایک صاع کھجور نہیں واپس کرے گا، اس لئے کہ زیادتی کا ضمان مثل سے ہوتا ہے یا قیمت سے اور کھجور نہ مثل ہے نہ قیمت، بلکہ خریدار رباع سے کمی کا ”ارش“ وصول کرے گا اور یہاں ”ارش“ سے مراد جمع کے نقص کا معاوضہ دینا ہے (۱)۔

## ۴- دودھ کے معاوضہ کی نوع:

معاوضہ دینے میں اور اس کی نوع میں فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ امام احمد اس طرف گئے ہیں کہ معاوضہ ایک صاع کھجور ہے اور شافعیہ کے یہاں بھی صحیح قول یہی ہے (۲)، اور یہ مسلک اوپر ذکر کردہ حدیث کی وجہ سے ہے جس میں کھجور کی صراحت ہے: ”وإن شاء ردھا ورد معها صاعاً من تمر“ (اور چاہے تو اسے لوٹا دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور لوٹا دے)۔

اور امام مالک اس طرف گئے ہیں کہ معاوضہ شہر کی غالب غذا سے ایک صاع ہوگا اور شافعیہ کا بھی دوسرا قول یہی ہے، اور امام مالک فرماتے ہیں: اس حدیث کے بعض طرق میں الفاظ اس طرح آئے ہیں: ”فإن ردھا رد معها صاعاً من طعام“ (۳) (اگر اس کو

(۱) الرزقانی ۵/۱۳۳، وریہ استدلال الرزقانی میں نہیں ہے بلکہ اس کو ہم نے

المغنی ۵/۱۵۱ سے نقل کیا ہے۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۳/۹۶، ۹۷۔

(۳) المغنی ۳/۱۵۱۔

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۳/۹۶، ۹۷۔

(۲) آسنی الطالب ۳/۶۱، ۶۲، المغنی ۳/۱۵۱۔

(۳) حدیث: ”فإن ردھا رد معها صاعاً من طعام“ کی روایت مسلم

(۳/۱۵۸ طبع مجلس) نے کی ہے۔

## تصریہ ۶-۷

واجب ہے (۱)۔

دوہے ہوئے دودھ کے بدلہ میں واجب ہے اور اس نے نہیں دیا ہے۔

نیز اس حدیث کی وجہ سے جس میں صاع لونا نے کو دوہنے سے متعید کیا گیا ہے اور (دوہنا) پایا نہیں گیا۔

اگر مشتری مصرّۃ کو رکھنے کا ارادہ کرے اور ”أرش“ (معاوضہ) طلب کرے تو اس کو اس کا اختیار نہیں ہوگا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے مصرّۃ کا کوئی ”أرش“ مقرر نہیں فرمایا ہے، آپ ﷺ نے تو صرف دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا ہے: ”إن شاء أمسك، وإن شاء ردّها وصاعاً من تمر“ (۱) (چاہے تو روک لے اور چاہے تو اسے لونا دے اور ایک صاع کھجور لونا دے)۔ اور اس لئے بھی کہ تصریہ کوئی عیب نہیں ہے، لہذا اس کی وجہ سے کسی عوض کا مستحق نہیں ہوگا۔

۷۔ اگر ایک عی عقد میں دیا دو سے زیادہ مصرّۃ جانور خریدے ہوں اور سب کو واپس کرے تو ہر مصرّۃ کے ساتھ ایک صاع لونا لے گا، امام شافعی نیز امام مالک کے بعض اصحاب اسی کے قائل ہیں، اور بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ سب میں ایک صاع ہوگا، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من اشترى غنماً مصرّۃ فاحتلبها، فإن رضيها أمسكها، وإن سخطها ففي حلبتها صاع من تمر“ (۲) (جو مصرّۃ بکری خریدے اور اسے دوہنے لے تو اگر چاہے تو اس کو روک لے اور اگر ناپسند کرے تو اس کے دوہنے میں ایک صاع کھجور ہوگا)۔

حنابلہ کی دلیل نبی کریم ﷺ کے اس قول کا عموم ہے:

کیا دودھ کی کثرت اور قلت کے مابین حکم مختلف ہوگا؟

۶۔ جو حضرات مصرّۃ جانور کے ساتھ ایک صاع لونا نے کی رائے رکھتے ہیں ان کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نہ تو دودھ کی کثرت اور قلت کا کوئی اعتبار ہوگا اور نہ ہی اس میں کہ ایک صاع جانور کے دودھ کی قیمت کے مثل یا کم یا زیادہ ہے، اس لئے کہ یہ ایسا بدل ہے جس کی تحدید شریعت نے کی ہے (۲)۔

مصرّۃ کی واپسی کے جواز کے لئے شرط ہے کہ:

الف۔ مشتری یہ نہ جانے کہ وہ مصرّۃ ہے اور اگر خریداری کرنے اور دوہنے سے پہلے اس کو علم ہو جائے تو اس کے لئے خیار ثابت نہیں ہوگا۔

ب۔ بائع تصریہ کا قصد کرے اور اگر اس کا قصد نہ کرے، مثلاً بھول سے یا کسی مشغولیت کی وجہ سے اس کو نہ دودھ سکے یا خود سے دودھ جمع ہو جائے تو خیار ثابت ہونے میں شافیہ کے یہاں دو احوال ہیں (۳)۔

حنابلہ کے نزدیک مشتری کو لاحق ہونے والے ضرر کو دور کرنے کے لئے اسے خیار حاصل ہوگا اور ضرر کا دور کرنا شرعاً واجب ہے، خواہ قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو، لہذا وہ عیب کے مشابہ ہوگا (۴)۔

ج۔ یہ کہ دوہنے کے بعد اس کو لونا لے، چنانچہ اگر دوہنے سے پہلے لونا دیا تو بالاتفاق اس پر کچھ نہیں ہوگا، اس لئے کہ صاع تو صرف

(۱) الترقائی ۵/ ۱۳۳، ۱۳۵، شرح الروض ۲/ ۶۳، المغنی ۳/ ۱۵۱۔

(۲) شرح الترقائی ۵/ ۱۳۳، ۱۳۴، کنی الطالب ۲/ ۶۳، المغنی ۳/ ۱۵۳، ۱۵۴، نہایۃ الحاج ۳/ ۷۳، ۷۴۔

(۳) نہایۃ الحاج ۳/ ۷۴، ۷۵، روض الطالب ۲/ ۶۱، ۶۲۔

(۴) المغنی ۳/ ۱۵۷۔

(۱) روض الطالب ۲/ ۶۳، المغنی ۳/ ۱۵۳، شرح الترقائی ۵/ ۱۳۳۔

(۲) المغنی ۳/ ۱۵۶، طبع ریاض، حدیث: ”من اشترى غنماً مصرّۃ.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۳/ ۶۸، طبع التلخیص) نے حضرت ابوہریرہؓ سے کی ہے۔



## تصریہ ۸، تصفیق ۱

”من اشتری مصرّاة ومن اشتری محفلة“ (جو کوئی مصرّاة اور جو دو دھروکا ہوا جانور خریدے) اور یہ ایک کو شامل ہے نیز جس کو دو سودوں میں دو چیزوں کا عوض بنایا جاتا ہے، وہ اس صورت میں بھی واجب ہوتا ہے جب دونوں چیزیں ایک ہی سودے میں ہوں جیسے عیب کا ”اُرش“ (معاوضہ)۔

## تصفیق

### تعریف:

۱- لغت میں تصفیق کے کئی معانی ہیں، ان میں ایک: ایسی ضرب لگانا ہے جس کی آواز سنائی دے۔ اس میں وہ صفیق ہی کی طرح ہے، کہا جاتا ہے ”صفیق بیدبہ“ و ”صفق“ (اپنے دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی) (دونوں الفاظ) برابر ہیں اور حدیث میں ہے: ”التسبیح للرجال، والتصفیق للنساء“<sup>(۱)</sup> (تسبیح مردوں کے لئے ہے اور تالی عورتوں کے لئے ہے)، مطلب یہ ہے کہ نمازی کو جب اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے اور وہ اپنے بغل والے کو متنبہ کرنا چاہے تو عورت اپنے ہاتھوں سے تالی بجائے گی اور مرد زبان سے تسبیح پڑھے گا۔

اور ”التصفیق بالید“ کا معنی ہے: ہاتھ سے آواز نکالنا، گویا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے معنی مراد لئے گئے ہیں: ”وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْفِيَةً“<sup>(۲)</sup> (اور خود ان کی نماز عی خانہ کعبہ کے پاس کیا تھی بجز سیٹی بجانے اور تالی بجانے کے)، وہ لوگ تالیاں اور سیٹی بجاتے تھے اور ان کے گمان میں یہی عبادت تھی، اور اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے ان کا

### خیار کی مدت:

۸- شافعیہ کے نزدیک خیار عیب کی طرح یہاں بھی واپسی فوری طور پر ہوگی اور مدت کے بارے میں حنابلہ کے تین اقوال ہیں: اول: یہ کہ وہ تین دن طے شدہ ہیں، ان کے گزرنے سے پہلے لوٹنے کا اور ان کے بعد روکنے کا اسے اختیار نہیں ہوگا، امام احمد کا قول ظاہر یہی ہے، اس لئے کہ مسلم کی حدیث ہے: ”فہو بالخیار ثلاثة أيام“<sup>(۱)</sup> (اس کو تین دن خیار حاصل ہوگا)۔

دوم: یہ کہ جب تصریہ ثابت ہو جائے تو تین دن سے پہلے اور بعد میں اس کے لئے لوٹنا جائز ہوگا، اس لئے کہ یہ خیار ثابت کرنے والی تدلیس (عیب چھپانا) ہے، لہذا اس کے واضح ہونے پر تمام تدلیسات و عیب چھپانے کی طرح وہ واپسی کا مختار ہوگا۔

سوم: یہ کہ تصریہ کا علم ہونے کے بعد تین دن مکمل ہونے تک اسے خیار حاصل رہے گا<sup>(۲)</sup>۔

اور مالکیہ کے نزدیک اگر دوسرے دن اختیار حاصل ہوا ہو تو اگر تیسرے دن دوبارہ ہو تو واپس نہیں کرے گا<sup>(۳)</sup>۔

(۱) حدیث: ”التسبیح للرجال و التصفیق للنساء“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۷ طبع استقبر) نے اور مسلم (۳/۱۸ طبع المکملی) نے حضرت ابوہریرہؓ سے کی ہے۔

(۲) سورۃ انفال ۳۵۔

(۱) حدیث: ”فہو بالخیار ثلاثة أيام“ کی روایت مسلم (۳/۱۵۸ طبع المکملی) نے کی ہے۔

(۲) اسنی الطالب ۶۱/۲، المغنی ۳/۱۵۵، ۱۵۵۔

(۳) الترغیب ۱۳۵/۵۔

## تصفیق ۲-۳

مقصد یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی تلاوت اور نماز میں خلل ڈال دیں (۱)۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابو ولعب کے طور پر تالی بجانا مراد ہو۔

اور کہا جاتا ہے: صفق له بالبيع والبیعة: یعنی بیع واجب ہوتے وقت اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مارا، پھر بیع کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا اگرچہ ہاتھ پر ہاتھ نہ مارا ہو۔

”ربحت صفقتک للشراء“ (تمہاری خریداری کا معاملہ نفع بخش رہا) اور صفقة رابحة (نفع بخش معاملہ) صفقة خاسرة (گھائے کا معاملہ)۔

”صفق بیدید“ (۲) (تشدید کے ساتھ ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا)۔

اور اصطلاحی معنی بھی لغوی معنی کے دائرہ سے خارج نہیں ہے، خواہ وہ عورت کی طرف سے نماز میں ہتھیلی کو اس انداز میں ہتھیلی پر مار کر ہو جو اس کی کیفیت کے بیان میں عنقریب آئے گا یا وہ عورت یا مرد کی جانب سے ایک ہتھیلی کے اندرون کو دوسری ہتھیلی کے اندرون پر مار کر ہو جیسا کہ محفلوں اور خوشی کی تقریبات کا حال ہوتا ہے (۳)۔

## تصفیق کا شرعی حکم:

۲- تالی کبھی نماز پڑھنے والے کی طرف سے ہوتی ہے اور کبھی غیر مصلی کی طرف سے، چنانچہ جو مصلی کی طرف سے ہو تو وہ یا تو نماز کے

(۱) لسان العرب مادہ ”صفق“، القرطبی ۷/ ۳۰۰، ۳۰۱۔

(۲) مختار الصحاح، المصباح الحامیر مادہ ”صفق“۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ ۹۹/ ۱، نہایت المحتاج للدری ۳۲/ ۳، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۹۵/ ۱، جامعہ الصلوٰی بہامش الخرش علی مختصر فلیل ۳۲۱/ ۱، کشاف القناع عن متن الاقناع ۳۸۰ طبع انصر الحدیث۔

کسی سہو پر اپنے امام کو متنبہ کرنے کے لئے ہوگی یا اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دفع کرنے کے لئے تاکہ اسے اس بات پر متنبہ کر سکے کہ وہ نماز میں ہے، اور اس کو اپنے سامنے گزرنے سے روک دے یا نمازی میں مصلی کی جانب سے بطور ابو ولعب ہوگی۔

اور جو غیر مصلی سے ہو وہ یا تو محفلوں میں ہوگی جیسے پیدائش اور خوشی کی تقریبات میں، یا خطبہ جمعہ کے دوران یا اس کی طرف سے کسی مصلی سے نماز میں دخول کی اجازت لینے کے لئے یا پھر آواز دینے کے لئے ہوگی اور ان میں سے ہر ایک کا ایک حکم ہے۔

نماز کے کسی سہو پر اپنے امام کو متنبہ کرنے کے لئے مصلی کا تالی بجانا:

۳- اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر امام کو نماز میں سہواً کوئی بات پیش آ جائے تو اس کی اقتدا کرنے والوں کے لئے اس کو متنبہ کرنا مستحب ہے۔

اور عورت اور مرد میں سے ہر ایک کے اعتبار سے طریقہ تنبیہ میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا یہ تسبیح کے ذریعہ ہوگی یا تالی بجا کر، چنانچہ مرد کے اعتبار سے تسبیح کے انتخاب پر ان کا اتفاق ہے اور عورت کے اعتبار سے تالی بجانے میں ان کا اختلاف ہے۔

حنفی، شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ عورت کی طرف سے تنبیہ تالی بجا کر ہوگی، اس لئے کہ حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إذا نابکم شیء فی صلاتکم فلیسبح الرجال ولتصفق النساء“ (۱) (جب تم

(۱) حدیث: ”إذا نابکم شیء فی صلاتکم.....“ کی روایت ابو داؤد (۵۸۰/ ۱)، تحقیق عزت عبید الدعاس (۱/ ۳۱۷) شائع کردہ دار احیاء السنۃ النبویہ نے کی ہے اور جیسا کہ گزر چکا ہے اس کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔

## تصفیق ۴

کو اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو مرد تسبیح کریں اور عورتیں تالی بجائیں (اور اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”التسبیح للرجال والتصفیق للنساء“ (۱) (مردوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے تالی ہے) اور اس بارے میں پیچھے عورتوں کے مثل ہوں گے (۲)۔

اور مالکیہ نے عورت کے لئے نماز میں تالی بجانے کو مکروہ قرار دیا ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا قول ہے: ”من نابہ شیء فی صلاتہ فلیقل سبحان اللہ“ (۳) (جس کو اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے)، اور ”من“ عموم کا صیغہ ہے، لہذا تسبیح سے تنبیہ کرنے میں اس نے عورتوں کو بھی شامل کر لیا ہے، اسی لئے ظلیل کہتے ہیں: وہ یعنی عورتیں اپنی نماز میں کسی ضرورت پر تالی نہیں بجائیں گی اور آپ ﷺ کا قول: ”التصفیق للنساء“ (تالی عورتوں کے لئے ہے) اس کی مذمت ہے، عورتوں کو اس کی اجازت نہیں ہے، اس دلیل سے کہ اس پر عورتوں کا عمل نہیں رہا (۴)۔

اپنے سامنے سے گزرنے والے کو روکنے کے لئے نماز پڑھنے والے کا تالی بجانا:

۴- نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنے والے کو روکنے کا حکم

(۱) حدیث ۳۴۰۰ التمسیح للرجال والتصفیق للنساء کی روایت گزر چکی ہے۔  
(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۱/ ۹۹، ۱۰۳، ابن ماجہ ۱/ ۱۷۱، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱/ ۹۳، ۹۵، روضۃ الطالبین ۱/ ۲۹۱، نہایۃ المحتاج للذیل ۲/ ۳۳، شرح منہاج الطالبین، حاشیہ قلیوبی ۱/ ۱۸۹، ۱۹۰، المغنی لابن قدامہ ۱/ ۱۹۲، ۱۹۳ طبع ریاض الحدیث، کشاف القناع ۱/ ۳۸۰، ۳۸۱ طبع انصر الحدیث۔

(۳) حدیث ۳۴۰۰ ”من نابہ شیء فی صلاتہ فلیقل سبحان اللہ“ کی روایت بخاری (الفتح ۳/ ۱۰۷ طبع استقویہ) و مؤسلم (۱/ ۳۱۷ طبع المکتبۃ) نے کی ہے۔  
(۴) جوہر الاکلیل ۱/ ۶۳، ۶۴، الشرح المکبیر ۱/ ۸۵، ۸۶، الجلیل لشرح مختصر ظلیل، التاج والاکلیل بجامعہ ۲/ ۲۹۲ طبع انوار حلیویا، الخرش علی مختصر ظلیل ۱/ ۳۲۱۔

نماز پڑھنے والے کے مرد یا عورت ہونے سے بدل جاتا ہے۔ چنانچہ نماز پڑھنے والا اگر مرد ہو تو اپنے سامنے سے گزرنے والے کو روکنا تسبیح یا سریا آنکھ کے اشارہ سے ہوگا، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: ”التسبیح للرجال“ (تسبیح مردوں کے لئے ہے)، اور حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إذا نابکم فی صلاتکم شیء فلیسبح الرجال“ (۱) (جب تم لوگوں کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو مردوں کو تسبیح کہنا چاہئے)۔

اور جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کی دونوں اولاد یعنی عمر و زینب رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا: ”کان یصلي فی بیتہا فقام ولدہا عمر لیسر بین یدیه، فأشار إلیہ أن قف فوقف، ثم قامت بنتہا زینب لتمرین یدیه، فأشار إلیہا أن قفی فأبت و مروت، فلما فرغ ﷺ من صلاتہ قال: ہن أغلب“ (۲) (جب آپ ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے تو ان کے بیٹے عمر آپ ﷺ کے سامنے سے گزرنے کے لئے اٹھے تو آپ ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ رک جاؤ، وہ رک گئے، پھر ان کی صاحبزادی زینب آپ ﷺ کے سامنے سے گزرنے کے لئے اٹھیں تو آپ ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ رک جاؤ تو وہ نہ مانیں اور گزر گئیں، پھر جب آپ ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: بچیاں عورتیں زیادہ غالب آنے والیاں ہیں)۔ اور نمازی اگر عورت ہو تو گزرنے والے کو اس کا روکنا اشارہ یا دہنی پتھیلی کے باطن کو بائیں پتھیلی کے ظاہر پر مار کر ہوگا، اس لئے کہ

(۱) ان دونوں حدیثوں کی تخریج (فقہ نمبر ۳) میں گزر چکی ہے۔  
(۲) حدیث ۳۴۰۰ ”ہن أغلب“ کی روایت ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہؓ سے کی ہے (۳۰۵ طبع المکتبۃ) بصری الرواۃ میں کہتے ہیں اس کی سند میں ضعف ہے۔



## تصفیق ۵

اس کے لئے تالی بجانا ہے اور تلاوت یا تسبیح کے ذریعہ اپنی آواز بلند نہیں کرے گی، اس لئے کہ عورتوں کے حال کا مٹی ستر پر ہے، اور تسبیح کے ذریعہ روکنا ان سے مطلوب نہیں ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”والتصفیق للنساء“ (تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے)، نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”وليصفق النساء“ (عورتیں تالی بجائیں) حنفیہ کے یہاں مسنون یہی ہے (۱)۔

شافعیہ اور حنابلہ گزرنے والے کو دفع کرنے کے سلسلہ میں مرد کے لئے تسبیح اور عورت کے لئے تالی کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں: ”نماز پڑھنے والا جس کی استطاعت رکھتا ہو اس کے ذریعہ گزرنے والے کو روکے اور اس میں آسان سے آسان صورت کو مقدم رکھے۔“ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ مصلیٰ کے لئے اپنے سامنے سے گزرنے والے کو ایسے انداز میں دفع کرنا مستحب ہے جو اس کی کوئی چیز تلف نہ کرے، نہ اس کو مشغول کرے اور اس کی طرف سے دفع اگر بڑھ گیا تو اس کی نماز کو باطل کر دے گا (۲)۔

اس کی تفصیل ”سترۃ الصلاۃ“ کی بحث میں ہے۔

### نماز میں مرد کا تالی بجانا:

۵- مرد کے لئے نماز میں تالی بجانے کی مطلقاً کراہت پر فقہاء کا اتفاق ہے، اس لئے کہ حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان کچھ (جنگل) ہو گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے ساتھ ان کے

درمیان صلح کرانے کے لئے نکلے تو رسول اللہ ﷺ روک لئے گئے اور نماز کا وقت ہو گیا تو حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا: اے ابو بکر! رسول اللہ ﷺ روک لئے گئے ہیں، اور نماز کا وقت ہو گیا ہے تو کیا آپ لوگوں کی امامت کر سکتے ہیں؟ فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو ہاں (میں امامت کر سکتا ہوں) تو حضرت بلالؓ نے امامت کی اور حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے، اور لوگوں کے لئے تکبیر کہی اور رسول اللہ ﷺ صفوں میں چلتے ہوئے تشریف لائے، یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے تو لوگوں نے تالی بجانا شروع کر دیا، حضرت ابو بکرؓ اپنی نماز میں التفات نہیں فرماتے تھے، پھر جب لوگوں نے کثرت سے تالی بجائی تو انہوں نے التفات فرمایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے ہوئے اشارہ کیا، حضرت ابو بکرؓ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا، اللہ کی حمد کی اور اٹے چل کر پیچھے لوٹ آئے یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا: ”یا ایہا الناس مالکم حین نابکم شیء فی الصلاۃ اخلتم فی التصفیق؟ إنما التصفیق للنساء - من نابہ شیء فی صلاۃ فلیقل: سبحان اللہ، فإنه لا یسمعه أحد حین یقول: سبحان اللہ إلا التفت: یا أبا بکر ما منعک أن تصلی للناس حین أشرت إلیک؟ فقال أبو بکر: ما کان ینبغی لابن ابی قحافة أن یصلی بین یدی رسول اللہ ﷺ“ (۱) (اے لوگو! کیا بات ہے جب نماز میں تم کو ایک چیز پیش آئی تو تم نے تالی بجانا

(۱) حدیث: ”یا ایہا الناس مالکم حین نابکم شیء...“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۱۰۷ طبع استنبول) اور مسلم (۳/۱۶، ۳۱۷ طبع المحلی) نے کی ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۱/۱۰۳، ابن عابدین ۲/۳۹۹، مراۃ الفلاح، حامیہ الطحاوی ۱/۲۰۱، ۲۰۲، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للابوعلی، حامیہ اہلسنیہ ۱/۶۱، ۶۲۔  
(۲) حامیہ الدسوقی علی المشرع المکبیر ۲/۲۳۶، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱/۶۱، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱



## تصفیق ۶-۷

ہے کہ کھیل کے طور پر نماز میں تالی بجانا اس کو باطل کر دے گا، خواہ تالی کم ہی بجائی ہو، اس لئے کہ کھیل نماز کے منافی ہے اور اس میں اصل صحیحین کی حدیث ہے: ”من نابہ شیء فی صلاتہ فلیس بہ صحیح، وإنما التصفیق للنساء“ (جس کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے وہ تشبیح کرے، تالی تو صرف عورتوں کے لئے ہے) اور اس لئے بھی کہ وہ نماز کے منافی ہے۔

حنابلہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ تالی اگر کم بجائے تو نماز باطل نہیں ہوگی اور زیادہ ہو تو باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ یہ نماز کی جنس کے علاوہ کا عمل ہے تو اس کا کثیر نماز کو باطل کر دے گا، خواہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر (۱)۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ جو کام عادتاً دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے، برخلاف اس کے جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے کہ وہ کبھی قلیل ہوتا ہے، اور وہ عمل کثیر جو نہ نماز کے افعال میں سے ہو، نہ اس کی اصلاح کے لئے ہو، نماز کو باطل کر دیتا ہے، اور تالی عادتاً دونوں ہاتھوں سے ہی بجائی جاتی ہے، لہذا اس حال میں وہ نماز میں ایسا عمل کثیر ہوگا جو نماز کو باطل کر دیتا ہے، اس لئے کہ وہ نماز کے افعال کے منافی ہے (۲)۔

مالکیہ کے نزدیک تالی بجانا نماز کے اندر عبث ہونے سے خالی نہیں ہے، اور اس پر عمل کثیر کا حکم جاری ہوگا، اس لئے کہ منہ سے پھونک مارنے کی طرح وہ نماز کے افعال کی جنس سے نہیں ہے اور پھونکنا نماز کو اسی طرح باطل کر دیتا ہے جیسے اس میں بات کرنا، اور اس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے: نماز میں پھونک مارنا بات

شروع کر دیا، تالی بجانا تو صرف عورتوں کے لئے ہے، جس کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے اس لئے کہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کو جو بھی سنے گا متوجہ ہوگا، اے ابو بکر! جب میں نے آپ کو اشارہ کیا تو لوگوں کو نماز پر اُٹھانے سے آپ کو کس چیز نے روکا؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: ابو قافہ کے بیٹے کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھاتا، چنانچہ اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تالی بجانے پر نکیر فرمائی اور ان کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا اور اس میں مرد کے لئے نماز میں تالی بجانے کی کراہت پر دلیل ہے (۱)۔

نماز پڑھنے والے کا دوسرے کو داخل ہونے کی اجازت دینے کے لئے تالی بجانا:

۶- مالکیہ اور شافعیہ نے نمازی کو دوسرے کو متنبہ کرنے کی اجازت دی ہے، اور مالکیہ کے یہاں یہ مطلقاً تشبیح سے ہوگا، شافعیہ کے نزدیک مردوں کے لئے تشبیح ہے اور عورتوں کے لئے تالی بجانا، ان دلائل کی وجہ سے جن کا بیان گزر چکا ہے، اور حنفیہ و حنابلہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے (۲)۔

نماز میں ابو ولعب کے طور پر تالی بجانا:

۷- شافعیہ کہتے ہیں اور حنابلہ کے بھی دو قول میں سے ایک یہی

(۱) نہایت المحتاج ۲/۵۳، الفتاویٰ الہندیہ ۱/۹۹، ۱۰۳، المغنی لابن قدامہ ۲/۱۹۲ طبع ریاض المدینہ، جوہر الاکلیل ۱/۶۳، فتح الباری بشرح صحیح البخاری ۱۰/۳۷۳

(۲) جوہر الاکلیل ۱/۶۳، اشرح الکبیر ۱/۸۵، مواہب الجلیل بشرح مختصر ضلیل، التاج والاکلیل جلد ۲۹/۲ طبع المجلد بلیویا، الخرش علی مختصر ضلیل ۳۲۱/۱

(۱) شرح منہاج الطالبین وحاشیہ قلیوبی علیہ ۱/۹۰، کشاف القناع عن متن الاقتاع ۱/۳۸۰، ۳۸۱ طبع انصر المدینہ۔  
(۲) رد المحتار، حاشیہ ابن عابدین ۱/۳۱۹، ۳۲۰، الفتاویٰ الہندیہ ۱/۱۰۱، ۱۰۲، جامعہ اطمینان علی سرائی الفلاح ص ۷۷۔

## تہفیق ۸-۱۰

اور حنا بلہ کے یہاں کیفیت یہ ہے کہ ایک ہتھیلی کے اندرون کو دوسرے کے اوپری حصہ پر مارے (۱)۔

خطبہ کے دوران تالی بجانا:

۹- جمہور فقہاء کے نزدیک خطیب (کی بات سننے) کے لئے خاموش رہنا واجب ہے، اور شافعیہ کے نزدیک مستحب ہے، اور اسی بنیاد پر جمہور کے نزدیک ہر وہ چیز حرام ہوگی جو خطیب کی بات سننے کے لئے چپ رہنے کے منافی ہو، جیسے کھانا پینا، اور کسی ایسی چیز کا بلانا جس سے آواز پیدا ہو جیسے ورق، کپڑا، تسبیح، وروازہ کھولنا یا کسی لکھی ہوئی چیز کا مطالعہ کرنا، خطبہ کے دوران تالی بجانا، ایسی آواز پیدا کرے گا جس سے خطیب اور سامعین خطبہ پریشان ہو جائیں گے، اسی سبب سے آداب سماعت میں خلل پیدا کرنے اور مسجد کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے ایسا کرنا حرام ہوگا۔

اور جو شخص خطبہ کے دوران مسجد یا مسجد کے احاطہ میں تالی بجائے اس کی حرمت اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ بڑھی ہوتی ہے جو مسجد سے باہر یہ کام ایسے لوگوں کے لئے کرے جو خطیب کی بات نہیں سن رہے ہیں (۲)۔

نماز اور خطبہ کے علاوہ جگہوں میں تالی بجانا:

۱۰- نماز اور خطبہ کے علاوہ جگہوں میں تالی بجانا اس صورت میں

(۱) کشاف القناع عن متن الاقناع ۱/ ۳۸۰ طبع مصر المدینہ، المغنی لابن قدامہ ۱/ ۲۹۲ طبع ریاض المدینہ۔

(۲) المدخل لابن الحاج ۲/ ۲۲۸، ۲۲۷، الفواکیر الدوائی ۱/ ۳۰۹، ۳۱۰ دار المعرفۃ، الشرح المکبیر ۱/ ۳۸۷، ۳۸۸، فتح القدیر ۲/ ۳۷۷، ۳۸۸، رد المحتار علی الدر المختار ۱/ ۵۵۱، الفتاویٰ الہندیہ ۱/ ۱۳، نیل المآرب بشرح دہلوی الطالبا ۱/ ۲۰۱، ۲۰۰ طبع الفلاح، منار السبیل فی شرح الدلیل ۱/ ۱۳، ۱۲، المکتب الاسلامی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری ۲/ ۳۰۷، ۳۱۳، الجامع

کرنے کی طرح ہے اور نبی کریم ﷺ کا حضرت رباح سے جبکہ وہ مٹی میں پھونک مار رہے تھے یہ فرمایا: ”من نفخ فی الصلاة فقد تکلم“ (۱) (جس نے نماز کے اندر پھونک ماری اس نے (کویا) بات کی)، اور جب نماز میں کھیل کے طور پر تالی بجانے پر عمل کثیر کا حکم جاری ہو گیا ہے تو وہ نماز کے لئے مبطل ہوگا (۲)۔

تالی بجانے کی کیفیت:

۸- عورت کے لئے نماز میں تالی بجانے کی کیفیت کے لئے حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک دو طریقے ہیں:

ایک: یہ کہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے اوپری حصہ سے بائیں ہتھیلی کی چوڑائی پر ضرب لگائے۔

دوسرا: یہ کہ داہنی ہتھیلی کے اندرونی حصہ سے بائیں ہتھیلی کے ظاہری حصہ پر ضرب لگائے، یہی آسان اور کم عمل والا طریقہ ہے، اور یہی ان کے یہاں مشہور ہے (۳)۔

اور مالکیہ کے نزدیک اس کا قائل ہونے کی صورت میں کیفیت یہ ہوگی کہ داہنے ہاتھ کی دو انگلیوں کے اوپری حصہ سے بائیں ہتھیلی کے اندرونی حصہ پر ضرب لگائے (۴)۔

(۱) حدیث: ”من نفخ فی الصلاة فقد تکلم“ حضرت ابن عباسؓ سے موقوفہ وارد ہے کہ آپ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ یعنی نماز میں پھونک مارنا کلام نہ ہو، اس کی روایت بیہقی (۲۱/ ۲۵۲ طبع دائرة المعارف العثمانیہ) نے کی ہے اور شوکانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ (امیل ۲/ ۳۱۸ طبع المطبعة العثمانیہ مصریہ) میں ہے۔

(۲) الفواکیر الدوائی (۱/ ۲۶۸ دار المعرفۃ)۔  
(۳) ابن عابدین ۱/ ۳۲۹، مرآۃ الفلاح، جامعہ المخطوطات علیہ رض ۲/ ۲۰۲، الفتاویٰ الہندیہ ۱/ ۹۹، ۱۰۳، منہاج الطالبین ۱/ ۹۰، روح الطائین ۱/ ۲۹۱، نہایت المحتاج للفرق ۲/ ۳۲، امجد ب فی فقہ الامام شافعی ۱/ ۹۵۔  
(۴) جامعہ العدوی بہامش الحاشی علی مختصر فہمیل ۱/ ۳۲۱، مواہب الجلیل بشرح مختصر فہمیل، مناج و لا فہمیل بہامعہ ۲/ ۲۹، مکتبۃ النواہج بلویا۔

## تصفیہ ۱-۲

جائز ہوگا جب وہ کسی معتبر حاجت کے لئے ہو جیسے اجازت لینا اور متنبہ کرنا یا اشعار پڑھنے کے فن میں خوبی پیدا کرنا یا عورتوں کا اپنے بچوں کو کھانا۔

## تصفیہ

### تعریف:

۱- تصفیہ لغت میں صفی الشیء سے ماخوذ ہے، جب کوئی کسی چیز کا خلاصہ لے، اور اسی سے ہے: صفیت الماء من القذی، تصفیة: میں نے پانی سے خس و خاشاک زائل کر دینے، ”لسان العرب“ اور ”المصباح المنیر“ میں اسی طرح ہے۔

اور اصطلاح میں تصفیہ سے وہ تمام کام مراد لئے جاتے ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فوت شدہ شخص کے حقوق اور التزامات کا احاطہ کیا جائے، اور ترکہ سے متعلق حقوق حق والوں یعنی اصحاب دین، موصی اہم (جن کے لئے وصیت کی گئی ہو) اور ورثہ کو واکروائیے جائیں۔

### اجمالی حکم:

۲- اس معنی میں تصفیہ ایک نئی اصطلاح ہے جو قانون دانوں میں متعارف ہے، اور مذکورہ عنوان سے فقہاء نے اس پر بحث نہیں کی اگرچہ انہوں نے ان حقوق کو بیان کرنے پر بھرپور توجہ دی ہے جو ترکہ کے لئے یا اس کے ذمہ ہوتے ہیں، اور نابالغوں کے حقوق سے متعلقہ احکام بیان کرنے پر بھی پوری توجہ کی ہے تاکہ اصحاب حقوق کے حقوق محفوظ رہ سکیں، ان میں سے بعض بعض پر زیادتی نہ کر سکیں خاص طور پر اصحاب دیون اور وہ لوگ جن کے لئے ترکہ کے کسی حصہ کی وصیت کی گئی ہو ان کے حقوق محفوظ ہو سکیں۔

اور اگر بغیر ضرورت ہو تو بعض فقہاء نے اس کی حرمت کی صراحت کی ہے اور بعض نے اس کی کراہت کی صراحت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ باطل ابو میں سے ہے یا بیت اللہ کے پاس اہل جاہلیت کی عبادت سے مشابہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصَدُّدًا“ (۱) (اور خود ان کی نماز (عی) خانہ (کعبہ) کے پاس کیا تھی بجز سیٹی بجانے اور تالی بجانے کے)۔

یا اس میں عورتوں سے مشابہت کا مسئلہ ہے، اس لئے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ جب امام کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو تالی بجا عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے، جبکہ شیخ مردوں کے لئے ہے (۲)۔

= الاحکام القرآن للقرطبی ۷/ ۳۵۳، ۳۵۴، شرح الروض ۱/ ۲۵۸، المہذب ۱/ ۱۲۲۔

(۱) سورہ انفال ۳۵۔

(۲) ابن ماجہ ۵/ ۲۵۳، المدخل لابن الحاج ۲/ ۱۲، ۱۳، حاشیہ قلیوبی علی منہاج الطالبین ۱/ ۹۰، نہایۃ المحتاج للری ۲/ ۳۲، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۷/ ۳۰۰، لا داب الشریعہ لابن مفلح ۳/ ۳۹۱، کف الرعاع عن بحرکت المہوو السماع ۱/ ۱۰۰، نہایۃ المحتاج للری ۲/ ۳۲-۳۵، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۲/ ۲۱۳، ۲۱۴۔

ان استدلالات میں جو کمزوری اور قائل اعتراض باتیں ہیں وہ مخفی نہیں ہیں اس لئے کہ اس کے باطل ہو رہو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ثواب نہیں ملے گا (تخفہ الاحوذی ۵/ ۲۶۶) اور ثواب سے خالی ہو جانے والی ہر چیز حرام نہیں ہو جاتی، اور جاہلیت کی عبادت سے مشابہت کا وجود بھی باقی نہیں رہا۔ اور اکہت میں تالی کی ندمت اس لئے ہے کہ وہ ”البیت“ یعنی مسجد حرام کے پاس ہوتی تھی، نیز انہوں نے اس کو اپنی نماز بنا لیا تھا، ورنہ تالی بجانے میں عورتوں سے مشابہت صرف اس وقت ہوگی جب امام کے سہو غیرہ کے موقع پر مرد نماز میں اپنے حق میں شروع تسبیح کے بدلہ میں تالی بجائے (کشمش)۔

## تصليب

ان احکام کی تفصیل ”ترک“، ”ارث“، ”وصیت“ اور ”ایصاء“

کی اصطلاح میں بیان کی گئی ہے۔

## تصليب

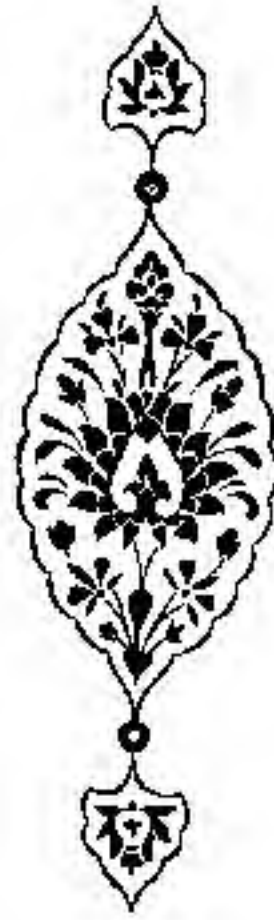
### تعریف:

۱۔ لغت میں تصليب ”صلب“ کا مصدر ہے، اور وہ کئی معانی کے لئے آتا ہے، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

الف۔ قتل کرنے کا مشہور طریقہ، کہا جاتا ہے: ”صلب فلان صلباً، و صلب تصليبا“ (فلاں کو سولی دی گئی) چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ”وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ، وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ“ (۱) (اور نہ تو انہوں نے انہیں قتل کیا اور نہ ان کو سولی دی لیکن ان کو اشتباہ میں ڈال دیا گیا)۔

اور قرآن میں قول فرعون کی حکایت ہے: ”وَلَا وَصَلْبَنِيَّ فِي جَذْوَعِ النَّخْلِ“ (۲) (اور ہم تم کو ضرور سولی دیں گے کھجور کے تنوں میں)، اور اس کی اصل ”لسان العرب“ کے مطابق ”صلیب“ ہے، اور یہ لغت میں انسان یا حیوان کے تیل کو کہتے ہیں فرماتے ہیں: صلب: قتل کرنے کا یہ معروف طریقہ اسی صلیب سے مشتق ہے، اس لئے کہ مصلوب کی چربی (یعنی اس کا تیل) بہتا ہے (۳)۔

اور اسی سے صلیب کا نام پڑا، یعنی وہ لکڑی جس پر وہ شخص لٹکایا جاتا ہے جس کو سولی دے کر قتل کیا جائے، پھر اس کا استعمال اس چیز کے لئے ہونے لگا جس کو عیسائی اس شکل میں بنا لیتے ہیں، صلیب کی



(۱) سورہ نساء ۷۰-۷۱۔

(۲) سورہ طہ ۷۱۔

(۳) لسان العرب مادہ ”صلب“۔



## تصليب ۲-۳

جمع صلبان اور صلب ہے۔

اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے)۔ اور نماز میں صلیب کی شکل بنانے کی ہیئت یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنے دونوں ہاتھ کولہوں پر رکھے، اور اپنے دونوں بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے دور رکھے اور آپ ﷺ نے اس سے ممانعت اس لئے فرمائی ہے کہ وہ مصلوب (سولی دیئے ہوئے) شخص کی شکل کے مشابہ ہے، اور اس کے احکام ”صلاۃ“ میں دیکھے جائیں۔

متعلقہ الفاظ:

الف- تمثیل: (مثلاً کرنا)

۲- تمثیل مثل کا مصدر ہے، جو ”مثلت بالقتیل مثلاً“ سے ماخوذ ہے، جب تم نے عبرتناک سزا کے طور پر مقتول کے (کان ماک) کانٹے ہوں اور تمہارے قتل کے اثرات اس پر ظاہر ہوں، ”مثل“ میں تشبیہ مبالغہ کا معنی پیدا کرنے کے لئے ہے (۱)۔

لہذا تصليب اور تمثیل میں تباہی کی نسبت ہے، اس لئے کہ تصليب کے معنی سزا کے لئے باندھنے کے ہیں اور تمثیل کے معنی صرف کان ماک کاٹنے اور نکلے نکلے کرنے کے ہیں۔

ب- صبر:

۳- لغت میں صبر کے ایک معنی انسان کو قتل کرنے کے لئے کھڑا کرنے کے ہیں یا یہ کہ پرندہ وغیرہ کسی ذی روح کو روک کر زندہ باندھ دیا جائے، پھر اسے کسی چیز سے جان سے مار ڈالنے تک مارا جائے (۲)۔

لہذا صبر تصليب سے عام ہے، اس لئے کہ صبر کبھی سولی کے بغیر بھی ہوتا ہے۔

(۱) لسان العرب مادہ ”مثل“۔

(۲) لسان العرب۔

ب- تصليب: صلیب کی کارگیری یا کسی کپڑے یا دیوار یا کاندہ وغیرہ میں صلیب کی شکل کے نقش و نگار بنانے یا اشارہ سے صلیب بنانے کو کہا جاتا ہے، ابن عابدین کہتے ہیں: صلیب دو ایسے خطوط کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کو کاٹ رہے ہوں (۱)، اور حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے: ”أن النبی ﷺ لم یکن یتروک فی بیتہ شیئاً فیہ تصالیب إلا نقضہ“ (۲) (نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑتے تھے جس میں صلیب کے نقش و نگار ہوں مگر یہ کہ اس کو اکھاڑ دیتے تھے) یعنی صلیب کی جگہ کاٹ دیتے تھے، اور ایک روایت میں ہے: ”نہی عن الصلاۃ فی الثوب المصلب“ (۳) آپ ﷺ نے مصلب کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا (یعنی جس میں صلیب کی طرح کے نقش و نگار ہوں) (۴)۔

ج- حدیث میں آیا ہے: ”نہی النبی ﷺ عن المصلب فی الصلاۃ“ (۵) (نبی کریم ﷺ نے نماز میں صلیب کی شکل

(۱) حاشیہ ابن ماجہ ۱۹۹/۳۔

(۲) حدیث: ”أن النبی ﷺ لم یکن یتروک فی بیتہ شیئاً فیہ.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۳۸۵/۱۰ طبع الشریعہ) نے کی ہے اور اس کی روایت ابوداؤد (۳۸۳/۲ طبع عزت عید الدعاس) اور احمد (۵۲/۶ طبع المکتب الاسلامی) نے اسی کے مثل کی ہے۔

(۳) حدیث: ”نہی عن الصلاۃ فی الثوب المصلب“ کو صاحب لسان العرب (۴۶۱/۲) نے نقل کیا ہے اور ہمارے سامنے حدیث کی جو کچھ ہیں ہیں ہم نے اس کون میں نہیں پایا۔

(۴) لسان العرب۔

(۵) حدیث: ”نہی عن المصلب فی الصلاۃ“ کی روایت احمد (۳۰/۲ طبع المکتب الاسلامی) اور ابوداؤد (۵۵۶/۱ طبع عزت عید الدعاس) نے اس کے معنی کے ساتھ کی ہے اور حافظ عراقی کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے (تخریج احیاء علوم الدین ۱/۶۲ طبع مصنف المجلد)۔

## تصليب ۴-۵

شرعی حکم:

اس کا حکم دو امور پر مشتمل ہے:

الف۔ صلب: یعنی قتل کا معروف طریقہ:

ب۔ صلیب سے متعلق احکام:

اول: تصليب بمعنی قتل کی معروف کیفیت کا حکم:

۴- سولی دینا قتل کا ایک مشہور طریقہ ہے، وہ یہ کہ جس کے قتل کا ارادہ ہو اس کو کسی تنے، درخت یا کھڑی لکڑی پر اٹھایا جائے اور اس کے دونوں ہاتھ چوڑائی میں لگی ہوئی لکڑی پر پھیلا دیئے جائیں، اور دونوں پیروں کو کھڑی لکڑی میں باندھ دیا جائے اور اس کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائے اور کبھی کبھی اس کے ہاتھوں اور پیروں کو لکڑی میں میخوں سے ٹھونک دیا جاتا ہے، اور کبھی پہلے اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور جان نکلنے کے بعد اس کی تشہیر کے لئے لکڑی پر سولی دی جاتی ہے۔

قتل کا یہ طریقہ گزشتہ اقوام ایرانیوں اور رومیوں اور ان سے پہلے کے لوگوں میں رائج تھا، اور قرآن میں صراحت آئی ہے کہ فرعون اپنے دشمنوں کے ساتھ یہ عمل کرتا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ہے: ”يَا صَاحِبِ السِّجْنِ أَمَّا أَخَذُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا، وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ“ (۱) (اے یارانِ حبس! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور رہا وہ دوسرا اسے سولی دی جائے گی پھر اس کے سر کو پرندے (نوح نوح کر) کھائیں گے)۔

اسلام نے قتل کے اس طریقہ کو حرام قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس میں سخت عذاب، مثلہ اور تشہیر ہے، نبی کریم ﷺ نے

(۱) سورہ یوسف ۲۱۔

فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَةَ، وَلْيَحْدِ أَحَدُكُمْ شَفَرَتَهُ، وَلْيَرْحُ ذُبِيحَتَهُ“ (۱) (اللہ تعالیٰ نے لازم کیا ہے کہ ہر کام کو اچھی طرح انجام دیا جائے، لہذا جب قتل کرو تو اچھے طریقہ سے قتل کرو، اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو اور تم میں سے (ہر) ایک کو دھارتیز کر لینی چاہئے اور اپنے ذبیحہ کو آرام دینا چاہئے)۔ اور ”لَيْهِ عَنِ الْمَثَلَةِ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ“ (۲) (آپ ﷺ نے مثلہ سے منع فرمایا، خواہ کالے کھانے والے کتے کا ہی مثلہ کیا جائے)۔

۵- اس اصل سے کچھ محدود جرائم مستثنیٰ ہیں جن کی سزا سولی کا تقاضا کرنے والے مخصوص عوارض کی وجہ سے قتل کے بعد سولی مقرر کی گئی ہے اور یہ جرائم ذیل میں آرہے ہیں:

الف- زمین میں فساد پھیلانا

مخار بہ (رہزنی، ڈاکہ) کے ذریعہ زمین میں فساد پھیلانے کی سزا سولی مقرر ہوئی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَ

(۱) حدیث ”إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ...“ کی روایت مسلم (۱۵۳۸/۳ طبع عیسیٰ، المجلد) اور احمد (۲۳/۳ طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے الفاظ احمد کے ہیں۔

(۲) حدیث ”لَيْهِ عَنِ الْمَثَلَةِ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ“ ثنی فرماتے ہیں اس کی روایت طبرانی نے کی ہے اور اس کی سند منقطع ہے (مجمع الزوائد ۲۳۹/۶ طبع دار الکتب العربی)۔

لیکن یہ حدیث ان الفاظ میں ”لَيْهِ عَنِ الْبُهْمَةِ وَالْمَثَلَةِ“ (آپ نے لوتے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے) اضافہ کے بغیر ثابت ہے اس کی روایت بخاری نے کی ہے (فتح ۶۳۳/۹ طبع استقبر)۔

## تصليب ۶

أَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ، ذَلِكَ لِمَنْ حَزِيَ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ، إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ (۱) (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں ان کی سزا ایسی یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ ملک سے نکال دیئے جائیں، یہ تو ان کی رسوائی دنیا میں ہوئی اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے، مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جانے رہو کہ بیشک اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے۔)

اور اس جرم میں سولی کی سزا اس وجہ سے ہے کہ ڈاکو لوگوں پر شیر ہو جاتے ہیں، پر امن لوگوں کو خوفزدہ کر دیتے ہیں اور فساد پھیلاتے ہیں، لہذا ان کی سزا سولی مقرر ہوئی تاکہ ان کے علاوہ دوسرے فساد باز آجائیں۔

اور سولی کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے:

ایک قول یہ ہے کہ وہ حد ہے، اور اس کا قائم کرنا ضروری ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ امام کو سولی اور آیت میں مذکور دوسری سزائوں میں اس ترتیب اور تفصیل کے ساتھ اختیار ہے (۲) جس کو ”حراہ“ کی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

ڈاکو پر سولی کی سزا نافذ کرنے کا طریقہ:

۶۔ فقہاء کے کلام کے استقراء سے اس بات پر ان کا اتفاق واضح

ہوتا ہے کہ ڈاکو کو سولی دینے سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کو زندہ لکڑی پر لاد دیا جائے پھر مرنے تک اس پر چھوڑ دیا جائے۔ پھر ان کا اختلاف ہے، چنانچہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور اوزاعی فرماتے ہیں: اسے زندہ سولی پر لٹکایا جائے، پھر سولی پر لٹکے رہنے کی حالت میں نیزہ مار مار کر قتل کر دیا جائے، اس لئے کہ سولی ایک سزا ہے اور سزا زندہ کو دی جاتی ہے نہ کہ مردہ کو، اور اس لئے کہ یہ بدلہ ہے محاربہ (ڈاکہ) کا، لہذا تمام بدلوں کی طرح یہ زندگی ہی میں شروع ہوگا (۱)۔

اور امام شافعی و امام احمد فرماتے ہیں: پہلے اسے قتل کیا جائے گا، پھر قتل کے بعد سولی دی جائے گی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سولی کے ذکر سے قتل کے ذکر کو مقدم رکھا ہے، لہذا جہاں پر دونوں جمع ہوں گے یہ ترتیب لازم ہوگی، اور اس لئے بھی کہ شریعت میں جب مطلق قتل بولا جائے تو تلوار سے قتل (مراد) ہوتا ہے۔

اور اس لئے کہ سولی کے ذریعہ قتل کرنے میں اس کو عذاب دینا اور مشلہ کرنا ہے اور شریعت نے مشلہ سے منع کیا ہے۔

رہی وہ مدت جس میں قتل کے بعد مصلوب لکڑی پر باقی رکھا جائے گا، تو امام ابو حنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں: تین دن تک لٹکایا جائے گا اور حنابلہ کہتے ہیں: کسی مدت کی تحدید کے بغیر اتنے عرصہ تک لٹکایا جائے گا جس میں اس کا معاملہ مشہور ہو جائے۔

اور مالکیہ کے نزدیک جب اس کی نعش بگڑنے کا اندیشہ ہو جائے تو اسے اتار لیا جائے گا (۲)۔

(۱) فقہاء نے میخ سے تھونکنے کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس کا استعمال مشلہ کی گزشتہ ممانعت کی وجہ سے نہ ہونا چاہئے، بلکہ باندھنے پر اکتفا کریں گے۔  
(۲) الدر بحاشیہ ابن عابدین ۳/۲۱۳، الشرح الکبیر پیمائش الدسوقی ۳/۳۳۹، قلیوبی ۳/۲۰۰، المغنی ۸/۹۰، ۹۱۔

(۱) سورہ مائدہ ۳۳، ۳۴۔  
(۲) المغنی لابن قدامہ ۸/۲۹۰ طبع ۳، القیمہ مکتبۃ المنار ۶/۱۳۶ھ، الدر حاشیہ ابن عابدین ۳/۲۱۳، شرح المنہاج بحاشیہ القلوبی و عمیرہ ۳/۹۹، ۲۰۰۔



## تصلیب ۷-۹

ب۔ جس نے عہدِ اومر کے کو سولی دے کر قتل کیا ہو یہاں تک کہ وہ مر گیا ہو:

۷۔ امام مالک اور شافعی کا مسلک اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ ولی مقتول کو حق ہے کہ قصاص کو اسی طرح قتل کرنے کا مطالبہ کرے جس طرح اس نے قتل کیا ہے، ان حضرات کا کہنا ہے کہ قصاص کا مطلب یہی ہے یعنی برہمدی اور یکسانیت اور اس کو تلوار سے بھی قتل کا اختیار ہے، تو اگر وہ تلوار سے قتل کرے اور قاتل نے اس سے سخت چیز سے قتل کیا ہو تو ولی نے مماثلت چھوڑ دی ہے، اور یہ اس کے حق کا ایک حصہ ہے، اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ جنایت اگر سولی دے کر ہو تو ولی کے لئے موت ہو جانے تک اس کو سولی دیئے رہنا جائز ہوگا۔

اور امام ابو حنیفہ کا مسلک اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ قصاص صرف تلوار سے ہوگا، اس بنیاد پر سولی کے ذریعہ سزا بطور قصاص نہیں ہوگی، اسی کے ساتھ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ ولی جب تلوار کے علاوہ سے قصاص لے گا تو اس کی تعزیر کی جائے گی اور قصاص اپنی جگہ پر ہو جائے گا (۱)۔

ج۔ تعزیری سزائیں سولی دینا:

۸۔ شافعیہ میں سے ماوردی کہتے ہیں: تعزیری سزائیں دالے کو صرف تین دن تک سولی پر زندہ لٹکا کر جائز ہے یعنی اس کے بعد اسے چھوڑ دیا جائے گا، حدیث ہے: ”قد صلب رسول اللہ ﷺ رجلا علی جبل یقال له ”ابوناب“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے

(۱) الدرر بحشیہ ابن ماجہ ص ۳۶۵، المغنی ۷/۶۸۸۔

(۲) حدیث: ”صلب رسول اللہ ﷺ رجلا علی.....“ کا ہمیں کتب حدیث کے من مراجع میں سراغ نہیں ملا جو ہمارے سامنے ہیں ہاں ماوردی نے

ایک شخص کو پہاڑ پر سولی دی تھی، اسے ابوناب کہا جاتا تھا) نیز ماوردی فرماتے ہیں: سولی پر لٹکانے کی مدت میں اس کو کھانے پینے اور نماز کے لئے وضو کرنے سے نہیں روکا جائے گا، اور وہ اشارہ سے نماز پڑھے گا اور جب اس کو چھوڑ دیا جائے تو وہ نماز کا اعادہ کرے گا، متأخرین شافعیہ نے اس کو قتل کیا اور اس کو درست قرار دیا ہے، صاحب ”معنی المحتاج“ فرماتے ہیں: یہ کہنا چاہئے کہ اس حال میں مصلوب کو اطمینان سے نماز پڑھنے کا موقع دینا چاہئے یعنی کھلا ہوا ہو کر مکمل نماز پڑھے پھر دوبارہ لٹکا دیا جائے۔

اور مالکیہ میں سے ابن فرحون نے ”التبصرہ“ میں ماوردی کا قول نقل کیا ہے اور اس کا اثبات کیا ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک سولی پر لٹکا کر تعزیر کرنا جائز ہے اور ماوردی نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کی رعایت کی جائے گی، یہ حضرات فرماتے ہیں: اس وقت مصلوب اشارہ سے نماز پڑھے گا اگر اس کے لئے صرف یہی ممکن ہو اور آزاد کئے جانے کے بعد اس پر اعادہ لازم نہیں ہوگا (۱)۔

دوم: صلیب سے متعلق احکام:

صلیب سازی اور صلیب کو اپنانا:

۹۔ مسلمان کے لئے نہ تو صلیب بنانا جائز ہے اور نہ اس کو بنانے کا حکم دینا جائز ہے (۲) اور مراد ایسی چیز کا بنانا ہے جو صلیب بنانے کا

اس کو (الاحکام السلطانیہ ص ۲۳۷ طبع مصطفیٰ الحلیمی) میں ذکر کیا ہے اور سولی دینے کی اصل عربی چڑواہوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے جس کی روایت نسائی (۷/۵۷۵ طبع التجاریہ) نے کی ہے اور اس کی اصل بخاری میں ہے۔

(۱) الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۳۹ القلمہ طبع مصطفیٰ الحلیمی ۱۳۲۷ھ، التبصرہ لابن فرحون بہامش فتح العلی لما لک ۲/۳۰۳ القلمہ طبع مصطفیٰ الحلیمی ۱۳۷۸ھ، کشف القناع عن متن الاقناع ۱۲۵/۶۱۵، مکتبہ المنصر۔

(۲) الذیاب الشرعیہ ۳/۵۱۳۔



## تصلیب ۱۰-۱۱

اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کپڑے سے صلیب کی شکل کاٹ ڈالتے تھے اور احمد کے یہاں بعض روایات میں حضرت ام عبدالرحمن بن اذینہ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ہم حضرت عائشہؓ کے ساتھ طواف کر رہے تھے، تو انہوں نے ایک عورت کے پاس ایسی چادر دیکھی جس میں صلیب کی صورت تھی، تو حضرت ام المؤمنین نے فرمایا: ”اطرحیہ، اطرحیہ فان رسول اللہ ﷺ کان اذا رأى نحو هذا في الثوب قضيه“ (۱) (اس کو ہٹا دو، اس کو ہٹا دو، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کپڑے پر جب اس طرح کی چیز دیکھتے تھے تو اس کو کاٹ ڈالتے تھے)، اور ابراہیم کہتے ہیں: ہمارے اصحاب کو کچھ ایسی چادریں حاصل ہوئیں جن میں صلیب بنی ہوئی تھی تو وہ اس کو مٹانے کے لئے اس کو دھواکوں سے سلنا شروع کر دیا۔

### مصلیٰ اور صلیب:

۱۱- نماز پڑھنے والے کے قبلہ کی طرف صلیب کا ہونا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس میں عیسائیوں سے ان کی عبادت میں مشابہت اختیار کرنا ہے، اور مذموم چیز میں ان کی مشابہت اختیار کرنا مکروہ ہوگا، خواہ اس کا قصد نہ کرے۔

اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں اس بارے میں ہم کو کوئی صراحت نہیں ملی (۲)۔

(۱) حدیث: ”کان اذا رأى نحو هذا في الثوب قضيه“ کی روایت احمد (۱۳۰/۶ طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے، سامانی کہتے ہیں: مسند احمد کے علاوہ کہیں اور مجھے یہ روایت نہیں ملی، اور اس کی سند جید و پرہیزگار ہے (الفتح الربانی ۲۸۵/۱ طبع دارالاشباب)۔

(۲) ابن ماجہ ۳۳۵۔

کئی کی رائے ہے کہ اس مسئلہ کی ممانعت میں اختلاف نہ ہونا چاہئے۔

مرز ہو اور مسلمان کے لئے صلیب اپنانا بھی جائز نہیں ہے، اس کو لٹکانے یا گاڑے یا نہ لٹکانے اور نہ گاڑے یعنی دونوں پر اہم ہیں، اور اس کے لئے اس شعار کا نہ تو مسلمانوں کے راستوں اور ان کی عام اور خاص جگہوں میں ظاہر کرنا جائز ہے، نہ کپڑوں پر بنانا، اس لئے کہ حضرت عدی بن حاتم کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے گلے میں سونے کی ایک صلیب تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یا عدی! اطرح عنک هذا الوثن“ (۱) (اے عدی! اس بت کو اپنے سے ہٹا دو)، اور حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان الله بعثني رحمة و هدى للعالمين، و امرني بمسحق المزامير والمعازف والأوثان والصلب و امر الجاهلية“ (۲) (اللہ تعالیٰ نے مجھے سارے عالم کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اور مجھ کو بانسری، گانے بجانے کے آلات، بتوں، صلیب اور جاہلیت کے مور کو مٹانے کا حکم دیا ہے)۔

۱۰- کپڑے اور اس طرح کی چیزوں جیسے ٹوپی، دراہم و دمانیر اور انگوٹھیوں میں صلیب مکروہ ہے، ابن حمدان کہتے ہیں: اس کے حرام ہونے کا احتمال ہے، صالح نے امام احمد سے جو نقل کیا ہے اس کا ظاہر یہی ہے اور صاحب ”الانصاف“ نے اس کی تصویب کی ہے (۳)۔

(۱) حدیث: ”اكتب النبي ﷺ و في عسقي صليب.....“ کی روایت ترمذی (۲۷۸/۵ طبع مصنفی النجاشی) نے کی ہے اور فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔

(۲) حدیث: ”ان الله بعثني رحمة و هدى للعالمين و امرني بمسحق المزامير والمعازف والأوثان والصلب و امر الجاهلية“ کی روایت احمد نے (۲۶۸/۵ طبع المکتب الاسلامی) میں اور طبرانی نے (المعجم الکبیر ۲۳۲/۸ طبع الوطن العربی) میں کی ہے اور ڈیڑھی کہتے ہیں: اس میں علی بن یزید ہیں جو کہ ضعیف ہیں (مجمع الروايات ۲۹/۵ طبع المکتب العربی)۔

(۳) الآداب الشرعية ۵۱۲، ۵۱۳، کشاف القناع ۲۸۰، الانصاف ۵۹۰۔

## تصلیب ۱۲-۱۳

صلیب کی چوری میں ہاتھ کاٹنا:

۱۲- صلیب کی چوری میں حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک قطع ید (ہاتھ کاٹنا) نہیں ہے، خواہ وہ سونے یا چاندی کی ہی کیوں نہ ہو اور خواہ اس کی قیمت نصاب سے متجاوز ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ وہ منکر (برائی) ہے، لہذا چور کے لئے ”نہی عن المنکر“ کے طور پر توڑنے کی نیت کی تاویل کر کے اباحت کی تاویل کر لی جائے گی، فتح القدیر میں فرماتے ہیں: ”مخلاف اس درہم کے جس میں تصویر ہو، اس لئے کہ اس کو عبادت کے لئے تیار نہیں کیا گیا ہے، لہذا توڑنے کی اباحت کا شبہ ثابت نہیں ہوگا۔“

اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر صلیب کسی آدمی کے قبضہ میں ایسی حرز (حفاظت) میں ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو تو کمال مالیت اور وجود حرز کی بنا پر صلیب کی چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا، اور اگر صلیب ان کی عبادت گاہ میں ہو اور اسے چھالے تو حرز نہ ہونے کی وجہ سے اس پر قطع ید (ید) نہیں ہوگا۔

ابن عابدین کہتے ہیں: پہلے قول کی بنیاد پر اگر چور ذمی ہو اور کسی حرز سے چوری کر لے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اس لئے کہ ذمی کے لئے کوئی تاویل نہیں ہے۔ فرمایا: ”الا یہ کہ کہا جائے کہ دوسرے کی تاویل شبہ کے وجود کے لئے کافی ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۱)۔“

اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ مالکیہ کا مسلک اسی (تاویل) کے مثل پر جاری ہے جو ابن عابدین نے اپنے کلام کے آخر میں بتائی ہے، اس لئے کہ ان کے یہاں شراب کی چوری میں قطع ید نہیں ہے، اگرچہ ذمی نے ذمی کے یہاں سے چرائی ہو تو صلیب کی چوری میں بھی حکم اسی طرح ہوگا (۲)۔

اور شافعیہ نے صلیب وغیرہ حرام چیزوں کی چوری میں دو حالتوں کے درمیان تفریق کی ہے اور کہا ہے کہ اگر تکبیر کے قصد سے چوری کی ہو تو قطع ید نہیں ہوگا، ورنہ امام نووی کے قول کے مطابق قول اصح یہ ہے کہ اگر توڑی ہوئی صلیب نصاب تک پہنچتی ہو تو اس کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا (۱)۔

صلیب تلف کر دینا:

۱۳- جو شخص کسی مسلمان کی صلیب تلف کر دے، اس میں بالاتفاق کوئی ضمان نہیں ہوگا، اور اگر صلیب ذمیوں کی ہو تو اگر وہ اس کا اظہار کرتے ہوں تو اس کا ازالہ واجب ہوگا۔ اور ضمان بھی نہیں ہوگا۔ اور اگر ان کا صلیب اختیار کرنا ایسے طریقہ پر ہو جس پر ان کو باقی رکھا جاتا ہے جیسے وہ اس کو اپنے گرجا یا گھر کے اندر رکھتے ہوں، مسلمانوں سے اس کو پوشیدہ رکھتے ہوں، ظاہر نہ کرتے ہوں تو اگر اس کو کوئی غاصب غصب کرے تو بالاتفاق اس کا لوٹنا واجب ہوگا۔ اور اگر کوئی تلف کرنے والا تلف کر دے تو اس کی وجہ سے وجوب ضمان کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

چنانچہ حنفیہ کے یہاں تلف کرنے والے پر ضمان لازم ہوگا جس طرح اگر مسلمان ذمی کی شراب تلف کر دے تو حنفیہ کے نزدیک مسلمان پر ضمان لازم ہوتا ہے، کیونکہ شراب ذمیوں کے حق میں اسی طرح مال منقوم ہے جس طرح ہمارے حق میں سرک، اور ہمیں ان کو ان کے مذہب پر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک مسلمان کسی مسلمان یا ذمی کو شراب یا خنزیر کا ضمان نہیں دے گا اور جب ذمی کسی ذمی کی شراب یا خنزیر کو تلف کر دے تب بھی یہی حکم ہوگا، اس لئے کہ ان دونوں چیزوں کا تقوم

(۱) ابن عابدین ۳/ ۱۹۸، ۱۹۹، فتح القدیر ۵/ ۱۳۳، کشاف القناع ۶/ ۱۳۱۔

(۲) الدسوقی علی المشرح لکبیر ۳/ ۳۳۶۔

(۱) شرح المنہاج، جامعہ اہلبیروت ۴/ ۱۸۷۔

### تصلیب ۱۳

سونے سے ضمان دے گا اور کاریگری کا ضمان نہ ہوگا، جارثی کہتے ہیں: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے (۱)۔

#### ذمی اور صلیب:

۱۳- ذمیوں کو صلیب باقی رکھنے کی شرط پر باقی رکھنا اور صلح کرنا جائز ہے لیکن ان پر شرط لگا دی جائے گی کہ وہ اس کو ظاہر نہ کریں گے، بلکہ وہ ان کے گرجا گھروں اور ان کے مخصوص گھروں میں رہیں گی، فتح القدیر میں یہ ہے: ”ان کے گرجا گھروں سے مراد ان کے قدیم گرجا گھر ہیں جن پر ان کو باقی رکھا گیا ہے“ اور حضرت عمرؓ نے شام کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں ہے: ”بسم الله الرحمن الرحيم“ یہ شام کے عیسائیوں کی جانب سے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے لئے تحریر ہے، جب آپ لوگ ہمارے پاس آئے تو ہم نے آپ سے امان مانگی یہاں تک کہ انہوں نے کہا اور ہم نے آپ لوگوں سے اپنے اوپر یہ شرط لگائی کہ کوئی صلیب اور کتاب (یعنی اپنی دینی کتابوں میں سے) مسلمانوں کے کسی بھی راستہ یا بازار میں ظاہر نہیں کریں گے، اور اپنے گرجا گھروں میں صلیب ظاہر نہیں کر دیں گے الخ۔ اور ان کے قول ”اپنے گرجا گھروں میں“ سے مراد گرجا گھر کے باہر ہے جس کو مسلمان دیکھے، ابن القیم فرماتے ہیں:

ان کو اپنے گرجا گھروں کے دروازوں اور دیواروں کی باہری جانب صلیب بنانے کی قدرت نہیں دی جائے گی اور اگر وہ لوگ کلیسا کے اندرونی حصہ میں (صلیبوں کا) نقش بنائیں تو ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔

میمون بن مہران سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز

(۱) ابن ماجہ ۱۳۳/۵، مجمع ۱۳۳/۵، فتح القدیر لغرضی زادہ ۲۸۶/۸، شرح الخلیفہ ۲۸۷/۸، المغنی ۲۷۶/۵، شرح الصواعق ۱۱۶/۲، ۱۳۳/۳۔

(قیمت والا ہونا) مسلمان کے حق میں ساقط ہو گیا ہے، لہذا ذمی کے حق میں بھی ساقط ہوگا، اس لئے کہ ذمی احکام میں ہمارے تابع ہیں، لہذا ان دونوں چیزوں کے تلف کرنے پر مال منقوم یعنی ضمان واجب نہیں ہوگا، لہذا صلیب میں بھی اسی طرح کا حکم ہونا چاہئے، اور اس لئے بھی کہ کفار شریعت کی فروعیات کے مخاطب ہیں، لہذا تحریم ان پر ثابت ہے، لیکن ہم کو ان کی ان چیزوں سے جس کو ظاہر نہ کرتے ہوں، تعرض نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ اصل تحریم کو دیکھتے ہوئے ضمان کا متقاضی نہیں ہے۔ ”شرح المہاج“ میں ہے: بتوں اور صلیبوں کے منادینے پر کچھ واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ ان کا استعمال حرام ہے، اور ان کی کاریگری کی کوئی حرمت نہیں ہے یعنی کاریگری محترم نہیں ہے اور اصح یہ ہے کہ ان کو بری طرح نہیں توڑا جائے گا، بلکہ علاحدہ کر دیا جائے گا تاکہ وہ اسی طرح ہو جائیں جیسا کہ جوڑنے سے پہلے تھے، اس لئے کہ اس سے نام زائل ہو جاتا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو توڑا اور کوٹا جائے گا یہاں تک کہ اس حد تک پہنچ جائے کہ اس سے بت یا صلیب یا حرمت میں سے کوئی دوسری چیز دوبارہ بننا ممکن نہ ہو۔

اور حنابلہ میں سے صاحب ”کشاف القناع“ نے قاضی ابن عقیل سے نقل کیا ہے کہ صلیب اگر سونے یا چاندی کی ہو تو اسے توڑ دینے کی صورت میں ضامن نہ ہوگا اور اگر تلف کر دیا تو ٹوٹے ہوئے کا ضامن ہوگا۔

اور اس کے درمیان اور نکڑی کی صلیب کے درمیان یہ فرق بیان کیا ہے کہ سونے چاندی میں کاریگری تابع ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ قیمت میں کم ہوتی ہے، اور نکڑی یا پتھر میں وہی اصل ہوتی ہے، لہذا ضمان نہیں ہوگا، لہذا اس بنیاد پر ذمی کی پوشیدہ صلیب اگر سونے یا چاندی کی ہو تو تلف کرنے کی صورت میں وزن کر کے اسی کے مثل



## تصلیب ۱۵

مالی معاملات میں صلیب:

۱۵۔ کسی مسلمان کے لئے صلیب بیچنا یا اس کے بنانے پر مزدوری کرنا شرعاً صحیح نہیں ہے، اور اگر اس کام کے لئے مزدور رکھا جائے تو کارٹر مزدوری کا مستحق نہیں ہوگا اور ایسا حرمت کی نفع، جاریہ اور ان کے بنانے کے لئے مزدور رکھنے کی ممانعت کے بارے میں عام شرعی قاعدہ کے بموجب ہے (۱)۔

قلیوبی فرماتے ہیں: تصویروں اور صلیبوں کا بیچنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ سونے یا چاندی یا حلوے کی بنی ہوئی ہوں (۲)۔ اور ایسے شخص سے لکڑی بیچنا جائز نہیں ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے صلیب بنائے گا (۳)۔

ابن تیمیہؒ سے ایسے درزی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے عیسائیوں کے لئے ریشم کا ایسا کپڑا یا جس میں سونے کی صلیب تھی تو کیا اس کے سینے پر اس کو گناہ ہوگا اور کیا اس کی اجرت حلال ہوگی یا نہیں؟ تو فرمایا: جب آدمی اللہ کی معصیت پر اعانت کرے تو گنہگار ہوگا، پھر فرمایا: صلیب کا اجرت یا بغیر اجرت کے بنانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ بتوں کا بیچنا اور بنانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”إن الله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام“ (۴) (اللہ تعالیٰ

نے (خمر) لکھا کہ شام کے عیسائیوں کو ناقوس بجانے اور گرجا گھروں کے اوپر صلیب بلند کرنے سے روکا جائے اور ان میں سے ایسا کرنے والے پر جس شخص کو قدرت ہو جائے تو اس کا چھینا ہوا مال پانے والے کا ہوگا (۱)۔

اسی طرح اگر وہ اس کو اپنے گھروں اور مخصوص مقامات پر بنائیں تو ان کو نہیں روکا جائے گا (۲)۔

اور ان کو صلیب پہننے اور گلوں یا ہاتھوں میں لٹکانے سے منع کیا جائے گا، اور اس اظہار سے ان کا معاہدہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن ان میں سے جو ایسا کرے گا اس کی تادیب کی جائے گی (۳)۔

اور تہواروں کے موسم میں خاص طور پر ان پر نظر رکھی جائے گی، اس لئے کہ کبھی وہ صلیب ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے تو ان کو اس سے روکا جائے گا، اس لئے کہ حضرت عمرؓ والے معاہدہ میں مسلمانوں کے بازاروں میں اس کے ظاہر نہ کرنے کی شرط ہے۔

اور ان میں ایسا کرنے والے کی تادیب کی جائے گی۔

اور جس صلیب کو ظاہر کر رہے تھے اس کو توڑ دیا جائے گا اور اس کے توڑنے والے پر کچھ نہیں ہوگا (۴)۔

(۱) اصل (کتاب) میں (بجائے فان ملبہ) (اس کا چھینا ہوا مال) فان مکہ (اگر اس میں رہے) ہے اور درست وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

(۲) الخطاوی علی الدر المختار ۱۹۶۳ء، فتح القدیر ۵/۳۰۰، احکام اہل الذمہ لابن قیم ۱۹، ۲۱۔

(۳) کشاف القناع ۳/۱۲۹، ۱۳۳، ۱۳۴۔

(۴) جوہر الاکلیل ۱/۲۶۸، مواہب الجلیل، مع المناجیح والاکلیل ۳/۳۸۵، الدر المنثور علی المشرک الکبیر ۳/۲۰۳۔

کمیٹی کی رائے ہے کہ حضرت عمرؓ کے صحابہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے قول: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ“ (اے ایمان والو! پورا کرو عہدوں کو) (سورہ بقرہ ۱۷۸) اور اللہ تعالیٰ کے احکام: ”وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ“ (اور پورا کرو عہد اللہ کا جب آپس میں عہد کرو) (سورہ بقرہ ۱۷۹) کی تطبیق کرتے ہوئے ان صحابہوں کو نافذ کرنا چاہئے جو ان کی خود پیردگی کے وقت ان سے کئے گئے تھے۔

(۱) الخطاوی علی الدر المختار ۱۹۶۳ء، فتح القدیر و حاشیہ ۱/۳۱، ۳۲، کشاف القناع ۱/۵۶۳، زاد المعاد ۳/۲۳۵ طبع مصنفی الجلسی۔

(۲) شرح المنہاج و جامعہ اقلیوبی ۲/۱۵۸، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۵۰۳۔

(۳) مجمع الجلیل ۲/۳۶۹، شرح منشی الارادات ۲/۱۵۵ طبع دار انصار لمنہ مصر، الخطاب ۳/۲۵۳۔

(۴) حدیث: ”إن الله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۲۳۳ طبع استقویہ) اور مسلم (۳/۱۲۰ طبع حبشی الجلسی) نے کی ہے۔



## تصویر ۱

نے شراب، مردار، خنزیر، اور بتوں کی بیج حرام کر دی ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ ”اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ الْمَصْصُورِينَ“ (۱) (آپ ﷺ نے تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے)۔

اور صلیب بنانے والا ملعون ہے، اس پر اللہ اور اس کے رسول نے لعنت فرمائی ہے، اور جو کسی عین حرام کا عوض لے جیسے شراب اٹھانے والے کی اجرت، صلیب بنانے والے کی اجرت، زنا کی اجرت وغیرہ تو اس کو صدقہ کر دے، اور اس فعل حرام سے توبہ کرے اور عوض کا صدقہ کر دینا اس کے فعل کا کفارہ ہوگا، اس لئے کہ اس عوض سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ خبیث عوض ہے، امام احمد نے شراب اٹھانے والے جیسوں کے بارے میں اس کی صراحت کی ہے اور اصحاب مالک وغیرہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے (۲)۔

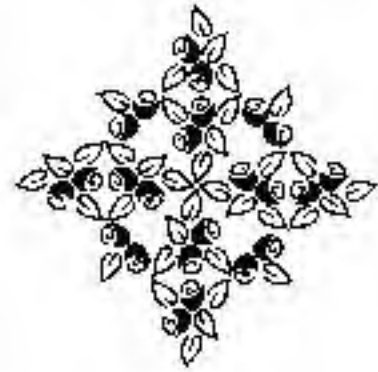
## تصویر

### تعریف:

۱- لغت میں تصویر صورت سازی کو کہتے ہیں، اور کسی چیز کی صورت اس کی وہ خاص ہیئت ہے جس کے ذریعہ وہ دوسرے سے ممتاز ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ”المصور“ بھی ہے، اور اس کے معنی ہیں: وہ ذات جس نے تمام موجودات کی صورت بنائی، ان کو مرتب کیا اور ہر ایک کو ان کے اختلاف اور کثرت کے باوجود اس کی خاص شکل اور منفرد ہیئت عطا فرمائی (۱)۔

اور حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں چہرہ کو صورت کا نام دینا وارد ہوا ہے، وہ فرماتے ہیں: ”نہی النبی ﷺ اَنْ تُصَوِّرَ الصُّورَةَ، اَوْ نَهَى عَنْ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ“ (۲) (نبی ﷺ نے صورت پر مارنے یا چہرہ پر نشان لگانے سے منع فرمایا ہے)، یعنی چہرہ پر مارنے سے اور جانور کے چہرہ پر نشان لگانے سے۔

اور تصویر کسی چیز کی صورت یعنی اس کی صفت بیان کرنے کو بھی کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: ”صورت لفلان الامر“ یعنی میں نے فلان سے معاملہ کی صفت بیان کی۔



(۱) لسان العرب مادة ”صور“۔

(۲) حدیث: ”نہی اَنْ تُصَوِّرَ الصُّورَةَ.....“ کی روایت بخاری (فتح ۶۷۹/۹ طبع استغیہ) نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کی ہے اور مسلم (۶۷۳/۳ طبع الحلبي) نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

(۱) حدیث: ”لَعَنَ الْمَصْصُورِينَ“ کی روایت بخاری (فتح ۳۱۳/۳ طبع استغیہ) نے کی ہے۔

(۲) مجموع الفتاویٰ المکرمی لابن تیمیہ ۳/۱۳۱۔

## تصویر ۲-۳

پانی اور چمک دار سطحوں پر اس کی صورت، چنانچہ یہ صورت اسی وقت تک رہتی ہے جب تک وہ چیز سطح کے مقابل ہوتی ہے، اور اگر وہ چیز سامنے سے ہٹ جاتی ہے تو تصویر ختم ہو جاتی ہے۔

اور غیر دائمی تصویروں میں سے کسی چیز کا سایہ بھی ہے، ایک چیز کا سایہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ روشنی کے کسی سرچشمہ کے مقابل ہوتی ہے۔

اسی قبیل سے وہ تصویریں بھی ہیں جن کو بعض اسلامی ادوار میں لوگ استعمال کرتے تھے اور اس کو خیالی تصویریں یا سایہ کی خیالی تصویریں کہتے تھے (۱)، وہ لوگ کاغذ کاٹ کر اشخاص کی صورتیں بناتے تھے اور انہیں چھوٹی لالٹیوں سے باندھ کر چراغ کے سامنے انہیں حرکت دیتے تھے، ان کا سایہ کسی سفید اسکرین پر پڑتا تھا جس کے پیچھے تماشا بین کھڑے ہوتے تھے اور حقیقت وہ چیز دیکھتے تھے جو تصویر کی تصویر ہوتی تھی۔

اور غیر دائمی تصویروں میں ٹیلی ویژن کی تصاویر بھی ہیں، اس لئے کہ وہ اس وقت تک رہتی ہیں جب تک ریل حرکت میں رہے اور جب ریل رک جاتی ہے تو تصویر ختم ہو جاتی ہے۔

۳- پھر تصویر کبھی تو کسی زندہ عاقل ذی روح کی ہوتی ہے مثلاً انسان کی تصویر یا غیر عاقل کی ہوتی ہے جیسے پرند یا شیر کی تصویر یا کسی غیر حیوان زندہ چیز کی ہوتی ہے، جیسے درختوں، پھولوں اور گھاس پھوس کی تصویر یا جمادات کی ہوتی ہے، جیسے سورج، چاند، ستاروں اور پہاڑوں کی تصویر یا انسانی مصنوعات کی تصویریں جیسے گھر، گاڑی، مینار یا کشتی کی تصویر۔

اور تصویر کسی چیز کی اس صورت کے بنانے کو بھی کہتے ہیں جوئی کی مثال ہو یعنی اس چیز کے مماثل ہو اور اس کی مخصوص ہیئت کو بیان کرے، خواہ صورت مجسم ہو یا غیر مجسم، یا جیسا کہ بعض فقہاء تعبیر کرتے ہیں کہ سایہ والی ہو یا سایہ والی نہ ہو۔

اور مجسم یا سایہ والی صورت سے مراد وہ ہے جو تین ابعاد (طول، عرض اور عمق) والی ہو یعنی دیکھنے میں میٹرز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا حجم اس طرح کا ہو کہ اعضاء میں ابھار ہو اور چھو کر ان کو میٹرز کرنا ممکن ہو۔

غیر مجسم صورت یا بے سایہ صورت وہ ہے جو سطح یا دو ابعاد (طول و عرض) والی ہو، اس کے اعضاء چھونے سے نہیں بلکہ صرف دیکھ کر میٹرز ہوتے ہوں، اس لئے کہ وہ ابھرے ہوئے نہیں ہیں، مثلاً کاغذ یا کپڑے یا چکنی سطحوں پر بنی ہوئی تصویریں۔

فقہاء کی اصطلاح میں تصویر اور صورت کا وہی مفہوم ہے جو لغت میں ہے۔

اور کبھی صورت کو ”تصویر“ بھی کہتے ہیں، اس کی جمع تصاویر ہے، اور اس کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی حدیث وارد ہوئی ہے: ”امیٹی عنافرامک هذا، فانه لا تزال تصاویرہ تعرض فی صلاتی“ (۱) (اپنے اس پردہ کو ہم سے ہٹا دو، اس لئے کہ اس کی تصویریں ہر اہم نماز میں میرے سامنے پڑتی ہیں)۔

## تصویر کی قسمیں:

۲- ہم نے اوپر ٹھہری ہوئی اور پائیدار تصویروں کا جو ذکر کیا ہے ان کے علاوہ تصویر کبھی وقتی ہوتی ہے، جیسے آئینہ میں کسی چیز کی صورت اور

(۱) حدیث: ”امیٹی عنافرامک هذا.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۲۸۳/۲ طبع المنقہ) نے کی ہے۔

(۱) دیکھئے فقرہ نمبر ۳۸۔

متعلقہ الفاظ:

الف- تماثل:

۴- تماثل ”تمثال“ (تاء کے زیر کے ساتھ) کی جمع ہے اور کسی چیز کی تمثال دوسری چیز میں اس کی تصویر کو کہتے ہیں، یہ مماثلت سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: دو چیزوں کے درمیان مساوات، اور تماثل کے معنی تصویر کے ہیں، کہا جاتا ہے: ”مَثَلٌ لَهُ الشَّيْءُ“ جب کوئی کسی کے لئے کسی چیز کی ایسی تصویر کشی کر دے کو یا وہ اس کو دیکھ رہا ہو، اور ”مَثَلْتُ لَهُ كَذَا“ جب تم کسی کے لئے اس کے جیسے کی تصویر کشی تحریر وغیرہ سے کرو، حدیث میں ہے: ”أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا مِمَّنْ مِنَ الْمُثْمَلِينَ“ (۱) (عذاب میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا وہ ہوگا جو مجسمہ (تصویر) بنانے والوں میں سے ہو)، اور ہر چیز کا سایہ اس کی تمثال ہے (۲)۔

(۱) حدیث: ”أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا مِمَّنْ مِنَ الْمُثْمَلِينَ“ کی روایت احمد (۱/۳۰۷ طبع المندوب) نے کی ہے اور احمد ثاکر نے سند پر اپنی تعلق میں اس کو صحیح قرار دیا ہے (۵/۳۳۲ طبع المعارف)۔

(۲) لسان العرب مادة ”مثل“۔

یہ تو اصل لغت میں ہے جہاں تک دور حاضر کے استعمال کا تعلق ہے تو لفظ تمثال کا استعمال عرف عام میں کسی انسان یا مادی حیوان یا خیالی حیوان کی مصنوعی تصویر کے لئے ہوتا ہے۔ نباتات یا جمادات کی تصویروں کے لئے اس کا استعمال نہیں ہوتا ہے اور یہ شرط بھی ہے کہ تصویر مجسم ہو، لہذا امثال کے طور پر مصنوعی نباتات اور عمارتوں کی تصویروں کو یہ نہیں کہیں گے کہ یہ تماثل ہیں۔ اسی طرح انسان یا حیوان کی صورت اگر مسطح ہو تو اسے تمثال نہیں کہیں گے۔

پھر اس بات کو واضح کرنے والی چیز کہ لفظ ”تمثال“ کی اصلی لغوی وضع موجودہ استعمال کے مخالف ہے حضرت عائشہ کا یہ قول ہے: ”كَانَ لَنَا مَسْرُوبَةٌ لِمِثَالِ طَانُو“ (ہمارے پاس ایک پردہ تھا جس میں ایک پردہ کی تمثال (تصویر) تھی)، اسی طرح ان کا قول: ”مَسْرُوبَةٌ مِثْلُ بَقَرَامٍ فِيهِ مِثَالٌ“ میں نے اپنے ایک روشندان کو ایسے پردہ سے بند کیا جس میں تماثل (تصاویر) تھیں اور پردہ مسطح ہوتا ہے نہ کہ مجسم۔

لہذا تمثال اور صورت کے درمیان فرق یہ ہے کہ کسی چیز کی صورت سے مراد کبھی وہی چیز لی جاتی ہے اور کبھی دوسری کوئی ایسی چیز مراد لی جاتی ہے جو اصل کی ہیئت کی حکایت کرے، اور تمثال اس صورت کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی حکایت کرے اور اس کے مماثل ہو اور کسی چیز کی خود اپنی صورت کو اس کی تمثال نہیں کہا جائے گا۔

۵- صحیح بخاری کی حدیث: ”إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ يَأْتِي وَمَعَهُ تَمَثَالُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ“ (۱) (مسیح دجال اس حال میں آئے گا کہ اس کے ساتھ جنت و دوزخ دونوں کی تمثال ہوگی) سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمثال لغت میں جمادات کی صورتوں کے لئے بھی مستعمل ہے، جہاں تک فقہاء کے ”عرف“ کا تعلق ہے تو ان کے کلام کے استقراء سے واضح ہوتا ہے کہ اکثر فقہاء ”صورت“ اور ”تمثال“ کے الفاظ کے استعمال میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں، البتہ بعض نے تمثال کو ذی روح کی صورت کے لئے یعنی انسان یا حیوان کی صورت کے لئے مخصوص کر لیا ہے، خواہ وہ مجسم ہو، یا مسطح غیر ذی روح مثلاً سورج یا چاند، یا گھر کی تصویر، یہی صورت تو وہ اس سے عام ہے، ”ابن عابدین نے ”المغرب“ کے حوالہ سے اسی کو نقل کیا ہے (۲)۔

یہاں پر بحث فقہاء کی اغلب اصطلاح سے ہے، اور اغلب اصطلاح یہی ہے کہ شئی کی حکایت کرنے والی صورت اور تمثال دونوں ایک معنی میں ہیں۔

= اور بسا اوقات مجموعہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تماثل صفت میں نہیں اور مجسم کھلونوں کی شکل میں نہیں اور کپڑوں میں کڑھے ہوئے نشان نہیں تھے۔

(۱) حدیث: ”يَجِيءُ مَعَهُ لِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ“ کی روایت بخاری (۳/۱۶۳ طبع محمد صبیح) نے کی ہے اور ایک روایت میں ”بمثال“ ہے۔

(۲) ابن عابدین ۱/۳۳۵ طبع بلاق، المغرب ص ۲۲۲۔



تیز چیز جیسے چھینی یا چھری سے کاٹتے رہنا یہاں تک کہ اس کا باقی رہنے والا حصہ مطلوبہ شکل پر باقی رہے تو اگر باقی رہنے والی چیز دوسری چیز کے مثل ہوئی تو وہ تمثال یا صورت ہوگی ورنہ نہ ہوگی۔

اس بحث کی ترتیب:

۹- یہ بحث مندرجہ ذیل احکام پر مشتمل ہوگی:

اول: انسانی صورت سے تعلق رکھنے والے احکام۔

دوم: تصویر یعنی صورتیں بنانے کے احکام۔

سوم: صورتیں رکھنے یعنی انہیں حاصل کرنے اور استعمال کرنے

کے احکام۔

چہارم: تعامل اور تعارف کے اعتبار سے صورتوں کے احکام۔

پہلی قسم: انسانی صورت سے تعلق رکھنے والے احکام:

۱۰- انسان کو چاہئے کہ اپنی باطنی صورت کی تکمیل پر توجہ دینے کے ساتھ اپنی ظاہری صورت کو خوبصورت بنانے کا بھی اہتمام رکھے، اور اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرے کہ اس کا حق ادا کرے کہ اس نے اس کی شکل اچھی بنائی۔

اور باطنی صورت پر توجہ ایمان لا کر، گناہوں سے پاک ہو کر، اللہ کا شکر ادا کرے اور پسندیدہ اخلاق سے آراستہ ہو کر ہوگی۔

اور ظاہری صورت پر توجہ وضو، غسل، صفائی ستھرائی کر کے، میل کچیل کا ازالہ کر کے اور جائز زیب و زینت اختیار کر کے یعنی بال نیز اچھے ملبوسات وغیرہ کا اہتمام کر کے ہوگی۔

دیکھئے: ”زینت“ کی اصطلاح۔

۱۱- انسان کے لئے اپنے اعضاء میں سے کسی عضو کو تلف کر کے یا جس وضع پر اللہ نے اس کو بنایا ہے اس سے نکال کر اپنے جسم کو بد شکل

ب- رسم

۶- رسم لغت میں کسی چیز کے اثر کو کہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اثر کے بقیہ کو کہتے ہیں، اور کسی چیز کا اثر کبھی کبھی ہیئت میں اس کے ہم شکل ہوتا ہے، یہیں سے انہوں نے ”رسم“ نام دیا، یہ وہ لکڑی ہوتی ہے جس میں نقوش ہوتے ہیں اور اس کے ذریعہ ان اشیاء پر مہر لگائی جاتی ہے جن کے پوشیدہ رکھنے کا ارادہ ہوتا ہے تاکہ وہ استعمال نہ کی جائیں اور ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ”رسم“ مہر کو کہتے ہیں اور اسی سے ”مرسوم“ (لکھا ہوا) ہے، اس لئے کہ اس پر کسی مہر کے ذریعہ مہر لگا دی جاتی ہے (۱)۔

اور رسم موجودہ استعمال میں مسطح صورت یا مسطح تصویر کو کہتے ہیں جبکہ اس کو ہاتھ سے بنایا گیا ہو اور نوٹو گرائی والی تصویر کو رسم نہیں کہیں گے بلکہ کہا جاتا ہے: ”رسمت داراً او انساناً او شجرة“ (میں نے گھر، انسان یا درخت کی تصویر بنائی)۔

ج- تزویق، نقش، وشی اور رقم (آراستہ کرنا، نقش و نگار بنانا، نشانات لگانا:

۷- یہ چاروں کلمات قریب قریب ایک معنی میں ہیں یعنی کسی مسطح یا غیر مسطح چیز میں تجسیمی شکلوں کا اضافہ کر کے اس کو خوبصورت بنادینا، خواہ یہ ہندسہ کی شکلیں ہوں یا نقش و نگار ہوں، تصاویر ہوں یا کوئی اور چیز۔ صاحب ”اللسان“ کہتے ہیں: ثوب منمنم یعنی منقش کپڑا، اور کہتے ہیں: نقش کے معنی ہیں: نمونہ۔ لہذا یہ سب چیزیں صورتوں سے بھی ہو سکتی ہیں اور دوسری چیزوں سے بھی۔

د- نحت (تراشنا):

۸- نحت کے معنی ہیں: کسی سخت چیز جیسے پتھر یا لکڑی کے ٹکڑے کو کسی

(۱) لسان العرب مادة ”رسم“۔



## تصویر ۱۲

کر دیتا ہے اگرچہ ظاہری صورت جمال والی نہ ہو، چنانچہ جس حد تک صاحب صورت کی روح کسب فیض کرتی ہے اسی کے بقدر اس کو خوبصورتی، رعب اور شیرینی کا لباس عطا ہوتا ہے، کیونکہ مؤمن کو اس کے ایمان ہی کے مطابق رعب اور حلاوت عطاء کی جاتی ہے، لہذا جو اس کو دیکھتا ہے وہ اس سے مرعوب ہو جاتا ہے اور جو اس سے گھٹتا ملتا ہے وہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے، یہ آنکھوں کا مشاہدہ ہے، اس لئے کہ تم نیک آدمی کو باعتبار صورت لوگوں میں سب سے خوش اخلاق پاؤ گے اگرچہ وہ خوبصورت نہ ہو، خاص طور سے اس وقت جبکہ اس کو رات کی نماز کا بھی کچھ حصہ مل گیا ہو، اس لئے کہ رات کی نماز چہرہ کو روشن کر دیتی ہے۔

فرماتے ہیں: رہا ظاہری جمال تو وہ ایسی زینت ہے جس سے اللہ نے کچھ صورتوں کو چھوڑ کر کچھ کو مخصوص فرمایا ہے اور وہ خلق میں زیادتی سے متعلق ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ“ (۱) (وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے)، مفسرین کہتے ہیں: اس سے مراد اچھی آواز اور حسین صورت ہے، دلوں میں اس سے طبعی محبت ہوتی ہے جیسے کہ ان کو پسند کرنا ان کی فطرت میں ہوتا ہے۔

ابن القیم فرماتے ہیں: جمال ظاہر اور جمال باطن دونوں میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہیں جو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ذریعہ بندہ پر شکر واجب کرتی ہیں اور ان سے اس کی خوبصورتی دو چند ہو جاتی ہے۔

اور اگر اپنی خوبصورتی کو اللہ کی مافرمائی میں استعمال کرے تو اللہ اس کے محاسن کو عیب اور برائی سے بدل دیتا ہے، نبی کریم ﷺ ظاہری جمال کا حوالہ دے کر لوگوں کو باطنی جمال کی دعوت

دینا جائز نہیں ہے، اسی طرح دوسرے کے ساتھ ایسا کرنا بھی اس کے لئے حایل نہیں ہے الا یہ کہ جہاں اللہ نے اس کو اجازت دی ہو: ”نہی النبی ﷺ عن النہی و المثلۃ“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے لوٹنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے)۔

دیکھئے: ”مثلہ“ کی اصطلاح۔

اسی طرح اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ ایسا لباس پہن کر اپنے کو بد شکل بنائے جس سے لوگ اس سے بدکیں اور وہ مروج لباس سے باہر ہو جائے، دیکھئے: ”اللبسہ“ کی اصطلاح۔

اور اسی قبیل سے یہ حدیث بھی ہے: ”نہی أن یمشی الرجل فی نعل واحدۃ“ (۲) (نبی ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی ایک ہی جوتے میں چلے) یعنی ایک پیر میں جوتا ہو اور دوسرے میں نہ ہو اور مسلمانوں کے لئے خوشبو اور عطر لگانے کو اور عورت کے لئے اس کی مخصوص زینت کو شروع کیا گیا ہے۔

اور ”اکتھال“ (سرمہ لگانا) ”اختصاف“ (خضاب لگانا) اور ”حلی“ (زیور) کے مباحث دیکھے جائیں۔

۱۲- جہاں تک باطنی زینت کا تعلق ہے تو ”ابن القیم“ فرماتے ہیں: ”باطنی جمال ہی بندے کی ذات میں اللہ تعالیٰ کی نگاہ کا مرکز اور جائے محبت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: ”إن اللہ لا ینظر إلی صورکم و أموالکم، ولكن ینظر إلی قلوبکم و أعمالکم“ (۳) (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب اور اعمال دیکھتا ہے)، اور یہی باطنی جمال ظاہری صورت کو بھی مزین

(۱) حدیث: ”نہی النبی عن النہی و المثلۃ“ کی روایت بخاری (فتح ۱۱۹/۵ طبع استغیر) نے حضرت عبداللہ بن یزید انصاری سے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”نہی أن یمشی الرجل فی نعل واحدۃ“ کی روایت مسلم (۱۶۶۱/۳ طبع الحلی) نے حضرت جابر بن عبداللہ سے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”إن اللہ لا ینظر إلی صورکم و أموالکم.....“ کی روایت مسلم (۱۹۸۷/۳ طبع الحلی) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے۔

اللہ بکرة و عشية، صورهم على صورة القمر ليلة البدر“ (۱) (جنت میں داخل ہونے والی پہلی جماعت چودھویں رات کے چاند کی صورت میں ہوگی، اور جوان کے بعد میں ہوں گے وہ بہت زیادہ چمکدار ستارے کی طرح ہوں گے، ان کے دل ایک آدمی کے دل پر ہوں گے (یعنی ان میں بے پناہ محبت ہوگی) صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے، ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی)۔

دوسری قسم: تصویر (صورتیں بنانے) کا حکم:  
الف۔ بنائی ہوئی چیز کی شکل خوبصورت بنانا:

۱۳۔ کاریگر کے لئے مستحسن ہے کہ جب کوئی چیز بنائے تو اس کی شکل خوبصورت بنائے، اس لئے کہ یہ عمل کی مضبوطی اور عمدگی سے متعلق چیز ہے اور یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح خود کی ہے: ”ذَٰلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ“ (۲) (وہی جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا، زبردست ہے، رحیم ہے، وہی جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش گارے سے شروع کی)۔ اور فرمایا: ”خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ“ (۳) (اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا اور تمہارا نقش بنایا، سو تمہارا کیسا اچھا نقش بنایا، اور اسی کی طرف سب کی واپسی ہے)، اور حدیث میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ يَحِبُّ إِذَا عَمِلَ

دیتے تھے، حضرت جریر بن عبد اللہ بکلیٰ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”أَنْتَ أَمْرٌ حَسَنٌ اللَّهُ خَلَقَكَ، فَحَسَّنْ خَلْقَكَ“ (۱) (تم ایسے شخص ہو جس کی شکل اللہ نے خوبصورت بنائی ہے، لہذا تم اپنے اخلاق کو بھی خوبصورت بناؤ)، اور نبی کریم ﷺ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ خوبصورت اور چہرہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین تھے۔

حضرت براء بن عازب سے پوچھا گیا: ”أَكَانَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ السَّيْفِ؟ فَقَالَ: لَا، بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ“ (۲) (کیا نبی کریم ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح تھا؟ فرمایا: نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا)۔

اور نبی کریم ﷺ اس کو پسند فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس بھیجا جانے والا قاصد خوب رو اور اچھے نام والا ہو، چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ”إِذَا أَبْرَدْتُمْ إِلَيَّ بَرِيدًا فَاجْعَلُوهُ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الْأَسْمِ“ (۳) (جب تم میرے پاس قاصد بھیجو تو خوبصورت چہرہ اور خوبصورت نام والے کو قاصد بناؤ)، اور اللہ تعالیٰ اپنے اعزاز کے گھر میں مومن بندوں کو حسن صورت سے نوازے گا جیسا کہ حدیث میں ہے: ”أَوَّلُ زَمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّذِينَ عَلَى أَثَرِهِمْ كَأَشَدُّ كَوْكَبِ إِضَاءَةٍ، قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، يَسْبَحُونَ

(۱) حدیث: ”أَنْتَ أَمْرٌ حَسَنٌ اللَّهُ خَلَقَكَ فَحَسَّنْ خَلْقَكَ“ کی روایت الخراطی نے نیز ابن مساکر نے اپنی تاریخ میں کی ہے اور عراقی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ فیض القدیر (۲/۵۵۲ طبع المکتبۃ البغدادیہ) میں ہے۔

(۲) حدیث: ”مِثْلَ أَكَّانَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ السَّيْفِ؟ فَقَالَ:.....“ کی روایت بخاری (فتح ۶/۵۶۵ طبع المستقریہ) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”إِذَا أَبْرَدْتُمْ إِلَيَّ بَرِيدًا.....“ کی روایت بزار نے بروایت حضرت بریدہ کی ہے ورنہ بیہوشی نے بیہوشی سے اس کی تصحیح نقل کی ہے (الموازی ۱۱/۱۲۱ طبع کردہ دار المعرفہ)۔

(۱) روایت ابی بنی وزید امینا قین لابن القیم ص ۷۳ اور حدیث: ”أَوَّلُ زَمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ.....“ کی روایت بخاری (فتح ۶/۳۱۹ طبع المستقریہ) نے کی ہے۔  
(۲) سورہ مجدہ ۷۔  
(۳) سورہ زمر ۵۔

شخص کے لئے تصویر بنائی جا رہی ہے وہ بجائے اللہ کے اس تصویر کی عبادت کرتا ہے جیسے سورج اور ستاروں کے پجاری، ابن عابدین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس مسئلہ کے حکم کے لئے نیز اس بات کے لئے کہ یہ ممنوع تصویر میں داخل نہیں ہے، اس سے متصل آنے والے مسئلہ اور اس کے بعد میں آنے والے (دلائل) سے استدلال کیا جاتا ہے۔

”فتح الباری“ میں ابن حجر نے ابو محمد جوینی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے سورج اور چاند کی تصویر کی ممانعت کا ایک قول نقل کیا ہے، اس لئے کہ کچھ کفار بجائے اللہ کے ان دونوں کی عبادت کرتے ہیں۔

لہذا اسی وجہ سے ان کی تصویر بنانا ممنوع ہوگا، اور ابن حجر نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد: ”الذین يضاهون بخلق الله“ (۱) (جو لوگ اللہ کی صفت خلق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں) کے عموم سے اس کی توجیہ کی ہے۔

نیز حدیث قدسی میں آپ ﷺ کے اس ارشاد سے بھی: ”ومن أظلم ممن ذهب يخلق خلقا كخلقى“ (۲) (اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہے جو میرے بنانے کی طرح بنانے لگے)، اس لئے کہ اس میں وہ بھی شامل ہے جس میں روح ہو اور وہ بھی جس میں روح نہ ہو لیکن یہ حدیث مؤول ہے اور ذی روح کے لئے خاص ہے جیسا کہ آ رہا ہے (۳)۔

(۱) حدیث: ”الذین يضاهون بخلق الله“ کی روایت بخاری (فتح ۱۰/۳۸۷ طبع استقویہ) اور مسلم (۳/۱۶۶۸ طبع المحلی) نے حضرت مانک سے کی ہے۔  
(۲) حدیث: ”ومن أظلم ممن ذهب يخلق خلقا كخلقى“ کی روایت بخاری (فتح ۱۰/۳۸۵ طبع استقویہ)، اور مسلم (۳/۱۶۷۱ طبع المحلی) نے کی ہے۔  
(۳) ابن عابدین ۳۳۵/۱، حامیہ الطحاوی علی الدر المختار ۲۷۳/۱ طبع عیسیٰ

أحدکم عملاً أن یثقله“ (۱) (اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ تم میں سے جب کوئی شخص کوئی کام کرے تو اسے اچھی طرح کرے)، اور فرمایا: ”إن الله كتب الإحسان علی کل شیء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة.... الحلیث“ (۲) (اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو بہتر طور پر انجام دینے کو فرض کر دیا ہے، لہذا جب قتل کرو تو اچھے انداز میں قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے انداز میں ذبح کرو)۔

### ب- بنائی ہوئی چیزوں کی تصویر:

۱۴- ان اشیاء کی تصویر بنانے میں بلا تفاق کوئی حرج نہیں ہے جن کو انسان بناتا ہے جیسے گھر، گاڑی، کشتی اور مسجد وغیرہ کی تصویر، اس لئے کہ انسان کے لئے ان چیزوں کا بنانا جائز ہے، تو اسی طرح ان کی تصویر بنانا بھی جائز ہے۔

### ج- اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جمادات کی تصویریں بنانا:

۱۵- اہل علم کے درمیان سوائے ثاؤد واد کے، کسی اختلاف کے بغیر ان جمادات کی (ان کی خلقت کے مطابق) تصویر بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے جیسے پہاڑوں، وادیوں اور سمندروں کی تصویر بنانا اور سورج، چاند، آسمان اور ستاروں کی تصویر بنانا، البتہ ان چیزوں میں سے کسی کی تصویر بنانے کے جواز کا اس صورت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا جب یہ معلوم ہو کہ جس

(۱) حدیث: ”إن الله يحب إذا عمل أحدکم عملاً أن یثقله“ کی روایت ابو یعلیٰ نے کی ہے جیسا کہ مجمع (۳/۹۸ طبع القدی) میں روایت حضرت مانک سے کی ہے۔ اس میں مصعب ابن ثابت ہیں، ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔  
(۲) حدیث: ”إن الله كتب الإحسان علی کل شیء....“ کی روایت مسلم (۳/۱۵۲۸ طبع المحلی) نے کی ہے۔



و نباتات اور درختوں کی تصویر بنانا:

۱۶ - جمہور فقہاء کے نزدیک گھاس، درختوں، پھلوں اور تمام نباتاتی مخلوقات کی تصویر بنانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، خواہ وہ پھل دار ہوں یا نہ ہوں اور یہ تصویروں کی اس شکل میں داخل نہیں جس سے روکا گیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف منقول نہیں ہے، سوائے حضرت مجاہد سے منقول اس روایت کے کہ ان کی رائے پھل دار درختوں کی تصویر بنانے کی حرمت کی ہے، بغیر پھل والے درختوں کی نہیں، تافضی عیاض کہتے ہیں: یہ بات مجاہد کے علاوہ کسی نے نہیں کہی ہے، ابن حجر کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ مجاہد نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سنی ہوگی، اس لئے کہ اس میں ہے: "فليخلقوا ذرة، وليخلقوا شعيرة" (تو وہ ایک ذرہ پیدا کریں (۱)، اور وہ ایک جو پیدا کریں) (۲)، اس لئے کہ ذرہ کے ذکر سے ذی روح کی طرف اشارہ ہے اور جو کے ذکر سے کھائی جانے والی نباتات کی طرف اشارہ ہے اور جس میں نہ روح ہو اور نہ پھل آتے ہوں اس کی طرف اشارہ نہیں ہوا (۳)۔

نباتات اور درختوں کی تصویر کی کراہت امام احمد کے یہاں بھی

= الحلی، جامعۃ الدرستی علی الشرح الکبیر للذہبی، الماکی ۳۳۸/۲ طبع عینی الحلی، فتح الباری ۱۰/۳۹۳ طبع استقصیہ۔

(۱) حدیث میں "ذرة" سے مراد چھوٹی چوٹی ہے، جیسا کہ "المصباح للمیر" میں ہے۔

(۲) حدیث: "فليخلقوا ذرة، وليخلقوا شعيرة" کی روایت بخاری (الفتح ۳۸۵/۱۰ طبع استقصیہ) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔

(۳) حضرت مجاہد سے منقول اثر کی روایت ابن ابی شیبہ نے اپنی "مصنف" (طبع البند، ممبئی الدار الاستقصیہ ۱۳۹۹ھ) ۵۰۷/۸ میں کی ہے اور ان سے بہتوں نے نقل کیا ہے مثلاً دیکھئے: فتح الباری ۱۰/۳۹۵ (کتاب المباحات ۷۷)، نیز دیکھئے: الطحاوی علی الدرر ۲۷۳، شرح المصباح بحامیہ اعلیٰ بی ۲۳/۲۹۷، ابن عابدین ۳۶/۳، شرح لائق للشیخ منصور ابیوتی الریاض مکتبۃ انصر الحدیث ۲۸۰/۱، شرح الکبیر بحامیہ الدرستی ۳۳۸/۲۔

ایک قول ہے اور مذہب (مختار) اس کے خلاف ہے (۱)۔

جمہور کا استدلال اس بات سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من صور صورة في الدنيا كلف أن ينفخ فيها الروح، وليس ينفخ" (۲) (جو دنیا میں کوئی صورت بنائے گا اس کو اس میں روح ڈالنے کا مکلف بنایا جائے گا اور وہ روح نہیں پھونک پائے گا)۔

چنانچہ ممانعت ذی روح کے لئے مخصوص کر دی گئی اور درخت اس میں سے نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے مصوٰ کو تصویر بنانے سے منع فرمایا پھر اس سے کہا: اگر تم کو بنانا ہی ہے تو درخت اور غیر ذی روح کی تصویر بناؤ، طحاوی کہتے ہیں: اور اس لئے بھی کہ جب سر کاٹ دینے کے بعد حیوان کی تصویر مباح ہے، اس لئے کہ سر کے بغیر وہ زندہ نہیں رہتا تو اس سے غیر ذی روح کی تصویر کی اصلاً بابت معلوم ہوئی (۳)، بلکہ حضرت عائشہؓ کی بعض روایات حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: "مُرْ بِرَأْسِ التَّمْثَالِ فَلْيَقْطَعْ حَتَّى يَكُونَ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ" (۴) (تمثال (تصویر) کے سر کے بارے میں حکم دیجئے کہ اسے کاٹ دیا جائے، یہاں تک کہ درخت کی ہیئت میں ہو جائے)، تو یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ اصل میں درخت کی تصویر سے ممانعت متعلق نہیں ہوتی۔

(۱) لا داب الشریعہ لابن حنبل ۵۱۳۔

(۲) حدیث: "من صور صورة في الدنيا..." کی روایت بخاری (الفتح ۳۹۳/۱۰ طبع استقصیہ) نے حضرت ابن عباسؓ سے کی ہے۔

(۳) فتح الباری ۱۰/۳۹۳، ۳۹۵، الطحاوی علی الدرر المختار ۲۷۳۔

(۴) حدیث: "مُرْ بِرَأْسِ التَّمْثَالِ فَلْيَقْطَعْ حَتَّى يَكُونَ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ" کی روایت ابو داؤد (۳۸۸/۳، تحقیق عزت حمید دھاس) اور ترمذی (۵/۱۱۵ طبع الحلی) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔



## تصویر ۱۷-۱۸

یہ تو وہ ہے جو فقہاء اس بات کے استدلال میں بیان کرتے ہیں کہ درخت، نبات اور غیر ذی روح کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے۔ اور مسند احمد میں حضرت علیؓ کی حدیث ہے کہ حضرت جبریلؑ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: ”انہا ثلاث، لن یلج علیک ملک مادام فیہا واحد منها: کلب، أو جنابة، أو صورة روح“<sup>(۱)</sup> (وہ تین چیزیں ہیں، جب تک ان میں سے ایک بھی ہوگی آپ ﷺ کے پاس کوئی فرشتہ داخل نہیں ہوگا: کتا، جنابت، جاندار کی تصویر)۔

۱۷- حیوان یا انسان کی تصویر بنانا:

۱۷- تصویر کی اس نوع میں فقہاء کے درمیان اختلاف اور تفصیل ہے جو اگلی سطروں میں واضح ہوگی، اور جو لوگ تصویر کو مطلقاً حرام کہتے ہیں ان کے قول کا تعلق پہلے بیان کردہ انواع کے بجائے خاص طور پر اسی قسم سے ہے۔

تصویر سابقہ مذاہب میں:

۱۸- حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں اور جنوں کے ان کے مطیع ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ”يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبٍ وَ تَمَائِيلٍ وَ جَفَانٍ كَالْجَوَابِ“<sup>(۲)</sup> (سلیمان کے لئے وہ وہ چیزیں بنا دیتے جو انہیں بنوانا منظور ہوتیں مثلاً خرابیں، مجسمے اور لگن جیسے حوض) کے متعلق حضرت مجاہد کہتے ہیں: وہ تانبے کی کچھ تصویریں تھیں، اس کی روایت طبری نے کی ہے، اور

(۱) حدیث: ”انہا ثلاث، لن یلج علیک ملک مادام فیہا .....“ کی روایت احمد (۸۵/۱ طبع لیبیہ) نے کی ہے اس کی سند میں جہالت ہے (المیزان للذہبی ۲۳۸/۳ طبع مجلس)۔

(۲) سورہ سہار ۱۳۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں: وہ شیشہ اور لکڑی کی ہوتی تھیں، اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے، ابن حجر فرماتے ہیں: یہ ان کی شریعت میں جائز تھا، وہ اپنے انبیاء و صالحین کی ان کی عبادت کی ہیئت میں شکلیں بناتے تھے تاکہ وہ بھی ان کی طرح عبادت کریں، ابو العالیہ کہتے ہیں: یہ ان کی شریعت میں حرام نہیں تھا، بھاس نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں: لیکن صحیحین میں ثابت ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے نبی کریم ﷺ سے ایک گرجا کا تذکرہ کیا، جو انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا، اور اس کی خوبصورتی اور تصویروں کا ذکر کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اولئک قوم کانوا اذا مات فیہم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجداً، وصوروا فیہ تلک الصور، اولئک شرار الخلق عند اللہ“<sup>(۱)</sup> (اس قوم کا جب نیک آدمی مر جاتا تھا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بناتے تھے اور اس میں یہ تصویریں بناتے تھے، وہ اللہ کے نزدیک بدترین خلاق ہیں) فرماتے ہیں: اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر ان کی شریعت میں یہ جائز ہوتا تو جس نے یہ کیا تھا اس پر آپ ﷺ نے بدترین خلاق ہونے کا اطلاق نہ کیا ہوتا، (ابن حجر نے) اسی طرح فرمایا ہے، لیکن آیت سے موافقت کے لئے اظہر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی مذمت قبروں پر مسجدیں بنانے اور مسجدوں میں تصویریں بنانے کی وجہ سے کی تھی نہ کہ مطلق تصویر بنانے پر، واللہ اعلم<sup>(۲)</sup>۔

(۱) حدیث: ”اولئک قوم کانوا اذا مات فیہم الرجل الصالح بنوا علی.....“ کی روایت بخاری (فتح ۵۲۳/۱ طبع المنقذ) اور مسلم (۳۷۱/۳ طبع المجلس) نے کی ہے۔

(۲) فتح الباری ۳۸۲/۱۰ (کتاب اللباس ب ۸۸)، احکام القرآن للجصاص ۳۷۲/۳ طبع کردہ نظارۃ الوقف قسطنطنیہ ۱۳۳۸ھ تفسیر سورہ سہار۔

اسلامی شریعت میں انسان یا حیوان کی تصویر بنانا:

۱۹- ذی روح اشیاء جیسے کہ انسان یا حیوان کی تصویر بنانے کے حکم کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں:

۲۰- پہلا قول: یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے، اور اس میں حرام صرف یہی ہے کہ ایسا بت بنایا جائے جس کی بجائے اللہ تعالیٰ کے عبادت کی جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قَالَ اتَّعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ" (۱) ((ابراہیم) نے کہا: کیا تم ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جنہیں خودی تراشتے ہو حالانکہ تم کو اور جو کچھ تم بنائے ہو سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے)، اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْمَةِ وَالْخَنزِيرِ وَالْأَصْنَامِ" (۲) (اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع حرام کر دی ہے)۔

اور تاملینِ باحث نے حضرت سلیمان کے حق میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے: "يَعْمَلُونَ لَّهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبٍ وَ تَمَائِيلٍ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ" (۳) (سلیمان کے لئے وہ چیزیں بنا دیتے جو انہیں بنونا منظور ہوتیں، مثلاً بڑی عمارتیں اور مجسمے اور لگن جیسے حوض)، یہ لوگ کہتے ہیں: ہم سے پہلے کے لوگوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ أَقْتَدِهِ" (۴) (یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی، سو آپ بھی ان کے

طریقے پر چلئے)۔

اور ان حضرات نے مصورین کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی استدلال کیا ہے: "الَّذِينَ يَصْهَوْنَ بِخَلْقِ اللَّهِ" (۱)، اور بعض روایات میں ہے: "الَّذِينَ يَشْبِهُونَ بِخَلْقِ اللَّهِ"، اور حدیث قدسی میں وارد نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی: "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ بِخَلْقِ خَلْقًا كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا ذُرَّةً" (۲) (اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہے جو میری طرح بنانے لگے تو وہ ایک دانہ ہی بنائیں اور ایک ذرہ ہی پیدا کریں)۔

وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہوتی تو درخت پہاڑ، سورج اور چاند کی تصویر بنانے کی حرمت کا تقاضا کرتی، حالانکہ ان چیزوں کی تصویر بنانا بالاتفاق حرام نہیں ہے، لہذا اس حدیث کو اس شخص پر محمول کرنا متعین ہو گیا جو خالق عز و جل کی کارگیری کو چیلنج کرے اور اس کے خلاف فخرِ ابر وازی کرے کہ وہ بھی اس کی طرح پیدا کر سکتا ہے۔

۲۱- ان کا استدلال مصورین کے حق میں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہے: "إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَصُورُونَ" (۳) (اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب مصوروں کو ہوگا)، وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کو مروج تصویر پر محمول کیا جائے تو یہ شریعت اسلامیہ کے قواعد پر مشکل

(۱) حدیث کی تخریج (فقہ نمبر ۱۵) میں گزر چکی ہے۔

(۲) حدیث: "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ....." کی تخریج (فقہ نمبر ۱۵) میں گزر چکی ہے۔

(۳) حدیث: "إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَصُورُونَ" کی روایت بخاری (فتح ۳۸۲/۱۰ طبع السنۃ) نے حضرت ابن مسعود سے کی ہے۔

(۱) سورہ صافات ۹۵، ۹۶۔

(۲) حدیث: "إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْمَةِ وَالْخَنزِيرِ وَالْأَصْنَامِ" کی روایت بخاری (فتح ۳۸۲/۱۰ طبع السنۃ) اور مسلم (۳۸۰۷ طبع المجلد) نے کی ہے۔

(۳) سورہ سہار ۱۳۔

(۴) سورہ انعام ۹۰۔

## تصویر ۲۲-۲۳

حرام نہ ہوگا مثلاً دیوار، کاغذ یا کپڑے میں منقوش تصویر، بلکہ مکروہ ہوگا۔

اور یہیں سے ابن العربی نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ سایہ والی تصویر بنانا حرام ہے۔

دوسری شرط: یہ کہ وہ پورے اعضاء والی ہو اور اگر کسی ایسے عضو کی کمی والی ہو جس کے نقد ان پر حیوان زندہ نہیں رہتا تو حرام نہیں ہوگی جیسے کٹے ہوئے سر یا پچھے ہوئے پیٹ یا سینہ والی تصویر بنائے۔

تیسری شرط: یہ کہ تصویر لوہا، تانبا، پتھر، لکڑی اور اس جیسی ایسی چیز سے بنائے جو باقی رہتی ہے، اس لئے کہ باقی نہ رہنے والی چیز جیسے خربوزہ کے تھکے یا گندھے ہوئے آٹے سے تصویر بنانا حرام نہ ہوگا، اس لئے کہ پانی خشک ہو جانے پر وہ ٹوٹ جائے گی، البتہ اس نوع میں ان حضرات کے یہاں اختلاف ہے، چنانچہ ان میں سے اکثر کا کہنا ہے کہ تصویر بنانا حرام ہوگا، خواہ ایسی چیز سے ہو جو باقی نہیں رہتی۔

اور جیسا کہ نووی نے بیان کیا ہے تحریم کا سایہ والی تصویروں ہی میں منحصر ہونا بعض اسلاف سے بھی منقول ہے (۱)۔

اور حنا بلہ میں سے ابن حمدان کہتے ہیں: صورت (یعنی حرام تصویر) سے مراد وہ ہے جس کا طول و عرض اور عمق والا جسم بنایا گیا ہو۔

۲۳- تیسرا قول: یہ ہے کہ ذی روح کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے،

ہو جائے گا، اس لئے کہ تصویر بہت سے بہت تمام گناہوں کی طرح ایک گناہ ہے جو شرک، قتل نفس اور زنا سے بڑھ کر نہیں ہے تو تصویر بنانے والا باعتبار عذاب سب سے بڑھا ہوا کیسے ہو سکتا ہے؟ لہذا غیر اللہ کی عبادت کرنے کے لئے متاثر بنانے پر اس کو محمول کرنا متعین ہو گیا، اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے گھروں میں تصویروں کے استعمال کے بارے میں جو کچھ آتا ہے انہوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے، مجملہ اس کے بغیر نکیر کے رومی دیناروں اور فارسی دراہم سے ان کا لین دین کرنا بھی ہے، اسی طرح صحابہ کرام کے تصاویر استعمال کرنے کے انفرادی احوال جن کا ذکر اس بحث کے دوران آئے گا ان سے بھی تاکلیم اباحت نے استدلال کیا ہے۔

آلوسی نے اس قول کو اپنی تفسیر میں سورہ سبأ کی آیت نمبر ۱۳ کی تفسیر کے ضمن میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ نحاس، مکی ابن ابی طالب اور ابن افرس نے اس کو ایک جماعت سے نقل کیا ہے (۱) لیکن آلوسی نے اس جماعت کی تعیین نہیں کی ہے، اس لئے فقہاء نے اپنی مفصل اور مختصر کتابوں میں اس قول کو بیان نہیں کیا ہے، بلکہ اختلاف کے ذکر میں درج ذیل قول پر اکتفا کیا ہے:

۲۲- دوسرا قول: جو کہ مالکیہ اور بعض اسلاف کا مسلک ہے اور حنا بلہ میں سے ابن حمدان نے ان کی موافقت کی ہے، یہ ہے کہ تصویریں وہی حرام ہوں گی جن میں مندرجہ ذیل شرطیں جمع ہو جائیں:

پہلی شرط: یہ کہ وہ انسان یا حیوان کی ایسی صورت ہو جس کا سایہ ہو یعنی وہ مجسم، تمثال (ایچیو) ہو، چنانچہ اگر وہ مسطح ہو تو اس کا بنانا

(۱) تفسیر آلوسی المسمی روح المعانی (القلم، دارۃ الطباعة المیریہ ۱۹۵۵ء) ۲/۱۹۲، مجلہ "الوعی الاسلامی" (۱۳۸۷ھ شمارہ ۲ ص ۵۷، ۵۸) میں شائع شدہ محمد رجب الخلیل کے مقالہ میں اس قول کو شیخ عبد العزیز جاولیش کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

(۱) متن خلیل مع شرح الدرر و جامعۃ الدسوقی ۲/۳۳۷، ۳۳۸، غذاء الالباب للسفاری شرح منظومۃ الآداب ۲/۸۰، شرح النووی علی صحیح مسلم (طبع المطبعة الحصریہ قلمبرہ ۱۳۳۹ھ کتاب الملباس) ۱۱/۸۰، فتح الباری ۱۰/۳۸۸۔

اور ابن العربی کی احکام القرآن کے حوالہ سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے اس کی صراحت ہمیں نہیں ملی، مثلاً یہ ان کی کسی دوسری کتاب میں ہو۔



## تصویر ۲۴

یعنی خواہ تصویر کا سایہ ہو یا نہ ہو، خفیہ، شافیہ اور حنا بلہ کا مسلک یہی ہے اور نووی نے تو شدت اختیار کر کے اس پر اجماع کا دعویٰ کر دیا ہے، اور اجماع کا دعویٰ محل نظر ہے جس کی تفصیل آنے والے بیان سے معلوم ہوگی، اور اجماع کی صحت پر ابن نجیم نے شک ظاہر کیا ہے جیسا کہ ”الخطاوی علی الدر“ کے حاشیہ میں ہے اور ظاہر یہی ہے، اس لئے کہ گزر چکا ہے کہ مالکیہ مسطح صورتوں کی تحریم کی رائے نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے یہاں اس کے بارے میں مسلک میں اختلاف نہیں ہے۔

اور یہ تحریم جمہور کے نزدیک فی الجملہ ہے اور ان کے یہاں بعض متفق علیہ یا مختلف فیہ حالات مستثنیٰ ہیں، جن کا بیان بعد میں عنقریب آئے گا (۱)۔

اور حرام تصویر کشی کے بارے میں حنا بلہ نے صراحت کی ہے کہ یہ کبار میں سے ہے، وہ کہتے ہیں: اس لئے کہ اس کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے قول: ”إن أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصوِّرون“ کی صورت میں وعید آئی ہے کہ (قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب میں مصور ہوں گے) (۲)۔

تصویر کی فی الجملہ حرمت کے بارے میں دوسرے اور تیسرے اقوال کے دلائل:

۲۴- تصویر کے فی الجملہ حرام ہونے پر علماء نے درج ذیل احادیث کو دلیل بنایا ہے:

(۱) الخطاوی علی الدر المختار ۱/ ۲۷۳، الام للہاتفی (طبع مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ ۱۳۸۱ھ) ۶/ ۸۲، الرواجز عن اقراف الکبار لابن حجر المذنبی الشافعی ۲/ ۲۸۲، الانصاف فی معرفۃ المراجع من الخلاف للمرذبی (مطبعة انصار السنۃ قاہرہ) ۱/ ۷۳۔

(۲) کشاف القناع للہوتی شرح الاتحاف للحجاوی الحسینی (مکتبۃ النصر الحدیثہ ریاض) ۱/ ۲۷۹، ۲۸۰، الآداب الشرعیہ لابن مفلح ۳/ ۵۱۳، حدیث کی تخریج و فقرہ نمبر ۲۱ پر گزر رہی ہے۔

پہلی حدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”قدم رسول اللہ ﷺ من سفر، وقد سترت سهوة لي بقرام فيه تماثيل، فلما رآه رسول الله ﷺ هتكه، وتلون وجهه، فقال: يا عائشة، أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله۔ قالت عائشة: فقطعناه فجعلنا منه وسادة أو وسادتين“ (نبی کریم ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے اور میں نے اپنے ایک طاق کو چادر سے ڈھانپ رکھا تھا جس میں تصویریں تھیں تو جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو پھاڑ ڈالا اور آپ ﷺ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی صفت خلق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: چنانچہ ہم نے اس کو کاٹ ڈالا اور اس سے ایک یادو تکیے بنائے) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”إن من أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يشبهون بخلق الله“ (۱) (قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی صفت خلق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں)، اور ایک دوسری روایت میں فرمایا: ”إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة، ويقال لهم: أحيوا ما خلقتم“ (ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا: تم نے جس کو بنایا ہے اس کو زندہ کرو)۔

اور ایک روایت میں ہے: ”إنها قالت: فأخذت الستر فجعلته مرفقة أو مرفقتين، وكان يرتفق بهما في البيت“

(۱) حدیث: ”یا عائشہ، أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يشبهون بخلق الله“ کی روایت بخاری (الفتح ۱۰/ ۳۸۷ طبع استقبر) ورمسلم (۳/ ۱۶۶۸ طبع الحلبي) کے کی ہے۔



(وہ فرماتی ہیں: تو میں نے پردہ کولیا اور اس سے ایک یاد دہانی بنائے، چنانچہ گھر میں آپ ﷺ ان پر ٹیک لگاتے تھے) یہ روایات متفق علیہ ہیں (۱)، اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ کے ارشاد: ”إن أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصرون“ (قیامت میں لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب میں مصور ہوں گے) کی روایت شیخین نے حضرت ابن مسعودؓ سے بھی مرفوعاً کی ہے (۲)۔

اور آپ ﷺ کے ارشاد: ”إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم: أحيوا ما خلقتم“ (ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا، ان سے کہا جائے گا: جس کو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرو)، کی روایت بھی شیخین نے حضرت ابن عمرؓ سے کی ہے۔

دوسری حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: ”واعد رسول الله ﷺ جبريل أن يأتيه في ساعة، فجاءت تلك الساعة ولم يأتها. قالت: وكان بيده عصا فطرحها، وهو يقول: ما يخلف الله وعده ولا رسله ثم التفت، فإذا جرو كلب تحت سرير، فقال: متى دخل هذا الكلب؟ فقلت: والله مادريت به فأمرو به فأخرج، فجاءه جبريل، فقال له رسول الله ﷺ: وعدتني فجلست لك ولم تأتني؟ فقال: منعني الكلب الذي

(۱) حدیث: ”إن أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصرون“ بخلاف اللہ.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۶۶ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

اور حدیث: ”إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳۸۹/۱۰ طبع الشريعة) اور مسلم (۳/۱۶۶ طبع الحلبي) نے کی ہے اور روایت: ”فما خلعت المسو فجعلته موفقة“ کی روایت مسلم (۳/۱۶۶ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج فقرہ نمبر ۲۳ میں گزر چکی ہے۔

كان في بيتك إنا لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة“ (۱) (رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل سے ایک وقت آنے کا وعدہ لیا، اور یہ وقت آگیا اور وہ نہیں آئے فرماتی ہیں: آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا، آپ ﷺ نے اس کو پھینک دیا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: ”نہ اللہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اس کے فرستادے، پھر آپ ﷺ متوجہ ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تخت کے نیچے کتے کا بچہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کتا کب آگیا؟ میں نے کہا: بخدا مجھے اس کا پتہ نہیں چلا، پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا، اور اس کو نکال دیا گیا، اور حضرت جبریل آگئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: آپ نے مجھ سے وعدہ کیا، میں آپ کے لئے بیٹھا رہا، اور آپ نہیں آئے؟ کہنے لگے: مجھ کو اس کتے نے روک دیا جو آپ ﷺ کے گھر میں تھا، ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو)۔

حضرت میمونہؓ نے اسی جیسا واقعہ نقل کیا ہے، اور اس میں حضرت جبریل کا یہ قول ہے: ”إنا لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة“ (۲) (ہم ایسے گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو)، حضرت علی بن ابی طالبؓ نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں حضرت جبریل کا واقعہ اور ان کا ارشاد سنایا، اس واقعہ کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ بھی ہیں۔

تیسری حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ مدینہ میں سعید یا مروان کے ایک ایسے گھر میں داخل ہوئے جو زیر تعمیر تھا، اور ایک مصور کو دیواروں میں تصویر بناتے ہوئے دیکھا، تو انہوں

(۱) حدیث: ”واعد رسول الله ﷺ جبريل.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳۸۹/۱۰ طبع الشريعة) اور مسلم (۳/۱۶۶ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”إنا لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة“ کی روایت مسلم (۳/۱۶۶، ۱۶۷ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

## تصویر ۲۵

رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو بھیجا تھا کہ تم کسی بھی تصویر کو منائے بغیر اور کسی ابھری ہوئی قبر کو برابر کئے بغیر مت چھوڑنا۔

تصویر کے حرام ہونے کی علت:

۲۵- تصویر کے حرام قرار دینے جانے کی علت کے بارے میں علماء کے کئی نقاط نظر ہیں:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ علت تصویر کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفت خلق سے پائی جانے والی مشابہت ہے اور اس تعلیل کی اصل سابقہ احادیث میں وارد ہوئی ہے جیسے حضرت عائشہؓ کی حدیث کے الفاظ: "الذين يضاھون بخلق الله" (۱) (جو اللہ کی صفت خلق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں)، اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث: "ومن اظلم ممن ذهب يخلق خلقا كخلقى" (۲) (اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہے جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے)، اور اس کی شاید یہ حدیث بھی ہے: "من صور صورة كلف أن ينفخ فيها الروح" (۳) (جو کوئی تصویر بنائے گا اس کو اس میں جان ڈالنے کا مکلف بنایا جائے گا)، اور یہ حدیث بھی کہ: "أشد الناس عذابا يوم القيامة المصرون، يقال لهم: احيوا ما خلقتم" (۴) (قیامت کے دن لوگوں میں سب سے شدید عذاب میں مصور ہوں گے، ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو کچھ بنایا

نے فرمایا: "قال الله تعالى: ومن اظلم ممن ذهب يخلق خلقا كخلقى، فليخلقوا ذرة، أو ليخلقوا حبة، أو ليخلقوا شعيرة" (۱) (میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہے جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے، تو وہ ایک چوٹی ہی پیدا کر لیں، یا ایک دانہ ہی پیدا کر لیں یا ایک جوئی پیدا کر لیں)۔

چوتھی حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: میں ایک ایسا آدمی ہوں جس کا کام تصویریں بنانا ہے، آپ اس مسئلہ میں میری رہنمائی فرمائیں، انہوں نے فرمایا: مجھ سے قریب ہو جا، تو وہ آپ سے قریب ہو گیا، پھر فرمایا: مجھ سے قریب ہو جا، تو وہ آپ سے قریب ہو گیا، یہاں تک کہ آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا، اور فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے جو کچھ سنا ہے تم کو بتاتا ہوں "كل مصور في النار، يجعل له بكل صورة صورها نفسا، فيعذبه في جهنم" (۲) (میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر مصور جہنم میں ہوگا، ہر بنائی ہوئی تصویر کے بدلہ اس کے لئے ایک جان پیدا کر دی جائے گی، جو جہنم میں اس کو عذاب دے گی) پھر فرمایا: اگر تم کو ایسا کرنا ہی ہے، تو درخت اور غیر ذی روح کی تصویر بناؤ۔

پانچویں حدیث: ابو الہیاج اسدی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا: "ألا أبعدك على ما بعثني عليه رسول الله ﷺ: ألا تدع صورة إلا طمستها، ولا قبرا مشرفا إلا سويته" (۳) (کیا میں تم کو اس مہم پر نہ بھیجوں جس پر

(۱) اس حدیث کی تخریج (فقہ نمبر ۱۵) میں گزر چکی ہے۔

(۲) حدیث: "كل مصور في النار" کی روایت مسلم (۳/۱۶۷۰ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: "ألا أبعدك على ما بعثني به رسول الله ﷺ" کی روایت

= مسلم (۳/۶۶۶، ۶۶۷ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۱) اس روایت اور "يشبهون بخلق الله" والی روایت میں حضرت عائشہؓ سے روایت کرنے میں عبد الرحمن بن قاسم منفرد ہیں اور ان کی حدیث صحیح بخاری (کتاب الملباس، باب ۹۱) اور مسلم (کتاب الملباس ۹۱، ۹۲) نسائی (کتاب الریۃ، باب ۱۱۲) اور احمد (۳۶/۶، ۸۳، ۲۱۹) میں ہے۔

(۲) حدیث کی تخریج (گزشتہ فقرہ) میں گزر چکی ہے۔

(۳) حدیث کی تخریج (فقہ نمبر ۱۶) میں گزر چکی ہے۔

(۴) حدیث کی تخریج (فقہ نمبر ۱۵) میں گزر چکی ہے۔

ہے اس کو زندہ کرو)۔

اور اس توجیہ کو بے اثر کرنے والی چیزیں دو ہیں:

اول: یہ کہ اس چیز سے معلل کرنا سورج، چاند، پہاڑوں، درخت اور اس کے علاوہ دوسری غیر ذی روح اشیاء کی تصویر سازی کی حرمت کی ممانعت کا متقاضی ہے۔

دوم: یہ کہ یہ تعلیل لڑکیوں کی گڑیوں، کتے ہوئے عضو اور اس کے علاوہ ان چیزوں کی تصویر بنانے کی ممانعت کی بھی متقاضی ہے جس کو علماء نے حرمت کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس علت سے معلل کرنے سے وہ شخص مقصود ہے جو خالق عزوجل کی قدرت کو چیلنج کرتے ہوئے تصویر بنائے اور یہ سمجھے کہ وہ اس کی طرح پیدا کرنے پر قادر ہے، لہذا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عاجزی اس طور پر دکھائے گا کہ اس کو ان تصویروں میں جان ڈالنے کا مکلف بنائے گا۔

نووی کہتے ہیں: جہاں تک روایت ”أشدد عذابا“ (زیادہ عذاب میں رہے گا) کا تعلق ہے تو وہ اس شخص پر محمول ہے جو تصویر اس لئے بناتا ہے تاکہ اس کی پوجا کی جائے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو اس معنی کا قصد کرے جو حدیث میں ہے یعنی اللہ کی صفت خلق سے مشابہت اور اس کا عقیدہ رکھے تو وہ کافر ہے، اس کے لئے وہی عذاب شدید ہوگا جو کفار کے لئے ہے اور کفر کی زیادتی کی وجہ سے اس کا عذاب اور بھی بڑھ جائے گا (۱)۔

اس تعلیل کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں ایسی ہی بات کہی ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ وہ بھی اللہ کی طرح نازل کر سکتا ہے وہ یہ کہ اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کوئی نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَىٰ

اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ، وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ“ (۱) (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ تہمت گھڑ لے یا کہنے لگے کہ میرے اوپر وحی آتی ہے، درآنحالیکہ اس پر کچھ بھی وحی نہیں کی گئی ہے، اور (اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا) جو کہے کہ جیسا (کلام) خدا نے نازل کیا ہے میں بھی ایسا ہی نازل کروں گا)، تو یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو خالق سے اس کے امر اور وحی میں براہری کا دعویٰ کرے اور پہلا اس شخص کے بارے میں ہے جو اس کی صفت خلق میں براہری کا دعویٰ کرے اور دونوں شدید عذاب میں ہوں گے۔

اور اس کو محقق کرنے والی چیزوں میں حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت کا اشارہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے: ”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ خَلْقًا كَخَلْقِي“ (اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح پیدا کرنے چلا ہے) اس لئے کہ ”ذہب“ یہاں پر قصد کرنے کے معنی میں ہے، ابن حجر نے اسی سے اس کی تفسیر کی ہے (۲) اس طرح اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس قصد کی وجہ سے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ظلم کرنے والا ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرنے کا قصد کرے، اور حصاص نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ ان احادیث سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دے۔

۲۶- دوسری وجہ: تصویر کا غیر اللہ کی تعظیم میں غلو کا وسیلہ ہونا ہے، یہاں تک کہ تصویروں کے سبب گمراہی اور فتنہ تک معاملہ پہنچ جاتا ہے اور اللہ کے بجائے ان کی عبادت ہوتی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت اس حال میں ہوئی کہ لوگ ایسے مجسمے نصب کرتے تھے جن کی عبادت کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بت انہیں

(۱) سورۃ النعام ۹۳۔

(۲) فتح الباری ۱۰/۳۸۶۔

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم کتاب المباحات ۱۱/۹۱۔



## تصویر ۲

اللہ کا زیادہ قرب عطا کریں گے پھر شرک اور بت پرستی کو مٹاتے ہوئے اور یہ اعلان کرتے ہوئے کہ اس کا سب سے بڑا شعار ”لا الہ الا اللہ“ ہے اور ان لوگوں کو یقیناً قرا دیتے ہوئے اسلام آیا اور حجت و بیان نیز سیف و سنان (تلوار اور نیزہ یعنی استدلال اور قوت کے استعمال) کے علاوہ اس کے لئے شریعت اسلامی نے جو طریقے اختیار کئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اس نے ایسی چیزوں کا رخ کیا جو گمراہی کا وسیلہ بننے کی صلاحیت رکھتی تھیں اور غیر منفعت بخش یا کم منفعت بخش تھیں اور ان کے کرنے سے روک دیا، ابن العربی کہتے ہیں: ”ہماری شریعت میں تصویر کی ممانعت کرنے والی چیز، واللہ اعلم، وہ ہے جس پر عرب تھے، یعنی بت اور صنم پرستی، تو تصویر بناتے تھے اور پوجا کرتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذریعہ ہی کو ختم کر دیا۔

پھر ابن العربی نے اشارہ کیا ہے کہ مضامین (مشابہت) کی تقلیل جو کہ منصوص ہے، اس مستنبط علت سے مانع نہیں ہے فرماتے ہیں: تصویر سے منع فرمایا اور اللہ کی صفت خلق سے مشابہت کا ذکر کیا اور اس (علت مستنبطہ) میں اس پر اضافہ ہے یعنی اللہ کے بجائے ان کی عبادت تو اللہ نے اس پر متنبہ کیا کہ تصویروں کا بنانا معصیت ہے تو ان کی عبادت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے (۱)۔

علت بیان کرنے میں اس نقطہ نظر کے قائلین نے اس حدیث کو سند بنایا ہے جو صحیح بخاری میں سورہ نوح کی تفسیر میں وڈ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کے سلسلے میں بحوالہ عطاء عن ابن عباسؓ تعلیقاً آئی ہے، فرماتے ہیں: یہ قوم نوح کے کچھ نیک لوگوں کے نام ہیں، جب یہ ہلاک ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ جن مجلسوں میں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں علامتیں نصب

(۱) احکام القرآن لابن العربی ص ۱۵۸۸۔

کر دو اور ان کو انیس کا نام دے دو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی پوجا نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ جب یہ لوگ ہلاک ہو گئے اور علم مٹ گیا تو ان کی پوجا ہونے لگی (۱)۔

لیکن سد ذریعہ کے لئے شریعت نے کس حد تک تصویر کی ممانعت کا ارادہ کیا ہے؟ کیا مطلقاً تصویر کی ممانعت کا یا غیر نصب کردہ تصویروں کے بجائے صرف نصب کردہ تصویروں کا یا ان مجسم تصاویر کی ممانعت کا جن کا سایہ ہوتا ہے؟ اس لئے کہ عبادت انہیں کی کی جاتی ہے، یہ چیز علماء کے درمیان محل اختلاف ہے۔

اس نقطہ نظر کی بنیاد پر بعض علماء کی رائے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے شدت اختیار فرمائی اور بتوں کو توڑنے نیز تصویروں کے آلودہ کرنے کا حکم دیا پھر جب یہ بات معروف و مشہور ہو گئی تو مسطح تصویروں کی رخصت دی اور فرمایا: ”الا رقم فی ثوب“ (مگر جو کپڑے پر نقش کے انداز میں ہو)۔

۲۷- تیسری وجہ: یہ ہے کہ علت محض ان مشرکین کے فعل سے مشابہت ہے جو بت تراشتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے اگرچہ مصور اس کا قصد بھی نہ کرے اور اگرچہ اس صورت کی عبادت نہ بھی کی جائے جو اس نے بنائی ہے لیکن یہ حال اس حال کے مشابہ ہے جیسا کہ ہم کو طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے تاکہ ہم اس سلسلہ میں اس وقت اس کو سجدہ کرنے والے کے مثل نہ ہوں جیسا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”فإنه یسجد لہا حیثئذ الکفار“ (۲) اس لئے کہ اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے

(۱) حضرت ابن عباسؓ کے اثر کی روایت بخاری (فتح الباری ۶۶۶/۸ طبع المستقیم) نے کی ہے اور دیکھئے تفسیر ابن کثیر، تفسیر الطبری سورہ نوح کی آیت کی تفسیر میں ان حضرات نے دوسری روایات بھی نقل کی ہیں۔

(۲) حدیث: ”وحيثئذ یسجد لہا الکفار“ کی روایت مسلم (۵۷۰/۱) طبع المجلدی نے حضرت عمرو بن عثمانؓ سے کی ہے۔



ہے جس میں شراب کا دور چل رہا ہو تو دخول سے ان کا امتناع تحریم کا اثر ہے، علت نہیں، واللہ اعلم۔

تصویریں بنانے سے متعلق بحث کی تفصیل:  
اول: مجسم (سایہ والی) تصویریں:

۲۹- سابقہ دلائل کو اختیار کرتے ہوئے جمہور علماء کے نزدیک مجسم تصویریں بنانا حرام ہے، اس میں وہ مستثنیٰ ہے جس کو بچوں کے کھیل جیسی چیزوں کے لئے بنایا گیا ہو یا وہ حقیر و پامال ہو یا اس کا ایسا عضو کٹا ہوا ہو جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا یا وہ ان اشیاء میں سے ہو جو باقی نہیں رہتی جیسے مٹھائی یا گندھے ہوئے آٹے کی صورتیں، اس میں کچھ اختلاف اور تفصیل بھی ہے جو ذیل کے مباحث سے واضح ہو جائے گی۔

دوم: مسطح تصویریں بنانا:

مسطح (بغیر سایہ والی) تصویریں بنانے کے بارے میں پہا قول:

۳۰- مالکیہ اور جن کا ذکر ان کے ساتھ کیا گیا ہے، ان کا مسلک یہ ہے کہ مسطح تصویریں بنانا کراہت کے ساتھ مطلق جائز ہے لیکن اگر تصویر اس انداز میں ہو جس کو حقیر سمجھا جاتا ہے تو کراہت نہیں ہے بلکہ خلاف اولیٰ ہے اور جب تصویر کا ایسا عضو کٹا ہوا ہو جس کے مفقود ہونے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی ہے تو کراہت زائل ہو جائے گی۔

۳۱- اس مسلک کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

(۱) حضرت ابو طلحہ اور ان سے حضرت زید بن خالد الجہنی کی حدیث جس کی روایت سہل بن حنیف صحابی نے بھی کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة، إلا

ہیں) لہذا اس وقت نماز مکروہ ہے، اس لئے کہ مشابہت موافقت پیدا کر رہی ہے، ابن تیمیہ نے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ابن حجر نے بھی اس پر تنبیہ کی ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا: بتوں کی صورت ہی تصویر کی ممانعت میں اصل ہے (۱) لیکن اگر اس علت کا قائل ہو جائے تو یہ کراہت سے زیادہ کی متقاضی نہیں ہے۔

۲۸- چوتھی وجہ: یہ ہے کہ کسی جگہ تصویر کا وجود وہاں ملائکہ کے دخول سے مانع ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی حدیث میں اس کی صراحت آئی ہے۔

اور بہت سے علماء نے اس تعلیل کا رد کیا ہے اور جیسا کہ آ رہا ہے ان میں حنابلہ بھی ہیں، ان حضرات نے فرمایا: حدیث کی یہ صراحت کہ ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں جس میں تصویر ہو، تصویر کی ممانعت کی متقاضی نہیں ہے جیسے کہ جنابت، اس لئے کہ وہ بھی ملائکہ کے دخول سے مانع ہوتی ہے، اس لئے کہ بعض روایات میں ہے: "لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة ولا كلب ولا جنب" (۲) (ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتیا جنبی ہو) تو اس سے جنابت کی ممانعت لازم نہیں آتی ہے۔

اور شاید ملائکہ کا داخل ہونے سے رکنا صرف اس لئے ہے کہ تصویر حرام ہے جیسا کہ مسلمان کے لئے ایسے دسترخوان پر بیٹھنا حرام

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم شاہد صاحب رحمہ اللہ (مطبوعہ انصار السنۃ الحمدیہ قاہرہ ۱۳۶۹ھ) ص ۶۳، فتح الباری ۱۰/۳۹۵۔

اور شیخ محمد رشید رضا مجلہ "المنار" (۵/۱۳۰، طبع ۱۳۲۰ھ) میں فرماتے ہیں: تصویر حرام اور بے حقیقی علت، یہی ہے۔

(۲) حدیث: "لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة ولا كلب ولا جنب" کی روایت ابو داؤد (۳۸۴۳) تحقیق عزت حمید دھاس نے کی ہے اور اس کی سند میں جہالت ہے (المیزان للدرجی ۲۳/۲۳۸، طبع مجلس)۔

## تصویر ۳۱

رقمما فی ثوب“ (۱) (فرشتے ایسے گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر ہو مگر یہ کہ کپڑے میں نقش ہو)۔ چنانچہ یہ حدیث مقید ہے، لہذا تصاویر سے ممانعت اور مصورین پر لعنت کے سلسلہ میں وارو تمام احادیث کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”يقول الله تعالى في الحديث القدسي: و من اظلم ممن ذهب يخلق خلقا كخلقى، فليخلقوا ذرة، او ليخلقوا حبة“ (۲) (اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے: اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرنے لگے، تو وہ ایک چیونٹی عی پیدا کریں یا ایک دانہ عی پیدا کریں)۔

اس حدیث سے استدلال اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانداروں کو مسطح طور پر نہیں پیدا فرمایا ہے بلکہ ان کو جسم پیدا فرمایا ہے (۳)۔

(۳) تصویروں کا نبی کریم ﷺ کے گھروں میں استعمال کیا جانا، جیسا کہ گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے پردہ کے دو گاوٹیکے بنائے تھے اور آپ ﷺ ان کو استعمال فرمایا کرتے تھے، اور بعض روایات میں ہے: ”وإن فیہما الصور“ (اور ان دونوں میں تصویریں تھیں)۔

اور بعض روایات حدیث میں ہے، وہ فرماتی ہیں: ہمارے پاس ایک پردہ تھا جس میں ایک پردہ کی تصویر تھی اور داخل ہونے والا جب داخل ہوتا تھا تو وہ سامنے پڑتا تھا تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

(۱) حدیث: ”لا تدخل الملائكة بساتینہ صورة، إلا رقمما فی ثوب“ کی روایت بخاری (فتح ۳۸۹/۱۰ طبع استقصیٰ) اور مسلم (۳۸۹/۱۰ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج (فقہ نمبر ۱۵) میں گزر چکی ہے۔

(۳) اس معنی کا ذکر ابن حجر نے فتح ۳۸۹/۱۰ میں کیا ہے۔

”حولی هذا، فانی کلمما دخلت فرایتہ، ذكرت الدنيا“ (۱) (اس کو پٹ دو، اس لئے کہ جب بھی میں داخل ہوتا ہوں اور اس کو دیکھتا ہوں تو دنیا یاد آتی ہے) تو آپ ﷺ نے (پٹ دینے کے حکم کی) یہ علت بیان کی، اور آپ ﷺ اس کے بڑے حریص تھے کہ دنیا کے امور، اس کی رونق آپ ﷺ کو اللہ کی دعوت دینے اور اللہ کی عبادت کے لئے فارغ رہنے سے نہ روکے، اور یہ چیز اپنی امت پر اس کو حرام قرار دینے کی متقاضی نہیں ہے۔

اور حضرت انسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ”أمیطی عنا قرامک هذا، فإن تصاویرہ لا تزال تعرض لی فی صلاتی“ (۲) (اپنا یہ پردہ مجھ سے ہٹا لو، اس لئے کہ اس کی تصویریں برابر نماز میں میرے سامنے آجایا کرتی ہیں)، اور ایک تیسری روایت میں جب آپ ﷺ نے پردہ چاک فرمایا تو ایک دوسری علت بیان کی اور فرمایا: ”یا عائشة لا تستری الجدار“ (۳) (اے عائشہ! دیوار پر پردہ نہ ڈالا کرو) اور فرمایا: ”إن الله لم يأمرنا أن نکسوا الحجارۃ والطين“ (۴) (اللہ تعالیٰ نے ہم کو پتھر اور مٹی کو کپڑا پہنانے یعنی پردہ ڈالنے کا حکم نہیں دیا ہے)۔

اور نبی کریم ﷺ کے مولیٰ حضرت سفینہؓ کی حدیث اس معنی کو کھلے انداز میں واضح کرتی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے نبی

(۱) حدیث: ”حولی هذا، فانی کلمما دخلت فرایتہ ذكرت الدنيا“ کی روایت مسلم (۳۸۹/۱۰ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”أمیطی عنا قرامک هذا، فإله.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳۸۹/۱۰ طبع استقصیٰ) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”یا عائشة لا تستری الجدار“ کی روایت طحاوی نے شرح معانی الآثار (۳۸۹/۱۰ طبع مطبعہ انوار محمدیہ) میں کی ہے۔

(۴) حدیث: ”إن الله لم يأمرنا أن نکسوا الحجارۃ والطين“ کی روایت مسلم (۳۸۹/۱۰ طبع مجلس) نے حضرت عائشہؓ سے کی ہے۔

## تصویر ۳۱

کی تاریخ میں لکھی جانے والی کتابوں کے بیان کے مطابق حضرت عمرؓ نے فارسی سانچے پر درہم ڈھالے تھے اور اس میں تصویریں تھیں اور حضرت معاویہؓ نے دینار ڈھالے تھے، صلیب منانے کے بعد ان میں تصویریں باقی تھیں، اور عبدالملک نے دینار ڈھالے اور اس میں تلوار سونے ہوئے اس کی تصویر تھی پھر عبدالملک اور ولید نے ان کو تصویر سے خالی کر کے ڈھلویا (۱)۔

(۵) پردوں اور اس کے علاوہ دوسری مسطح چیزوں میں بعض صحابہ اور تابعین سے منقول تصویروں کا استعمال، اسی میں حضرت زید بن خالد جہنیؓ کا تصویروں والے پردہ کا استعمال کرنا ہے، آپ کی حدیث صحیحین میں ہے، اور اس کا استعمال حضرت ابو طلحہؓ نے کیا اور سہل بن خنیفؓ نے اس کا اثبات کیا، ان دونوں کی حدیث موطا میں اور ترمذی و نسائی کے یہاں ہے اور ان سب کا استناد نبی اکرم ﷺ کے ارشاد: ”إلا رقما في ثوب“ (مگر یہ کہ کپڑے میں نقش کے طور پر ہو) سے تھا، جس کی روایت ان صحابہ نے کی۔

اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عروہ بن الزبیر کے بارے میں روایت کی ہے کہ حضرت عروہ ایسے گاؤں کیوں (مسندوں) پر ٹیک لگاتے تھے جن میں پردوں اور انسانوں کی تصویریں ہوتی تھیں (۲)۔

اور طحاوی نے اپنی سندوں سے روایت کی ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ کی انگلی پر ایک تلوار سونے ہوئے آدمی تھا، اور فتح ایران کے پہ سالار حضرت نعمان بن مقرنؓ کی انگلی پر اپنا ایک پیر

کریم ﷺ کو اپنے گھر دعوت دی، چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے پھر اپنا ہاتھ رکھا اور واپس لوٹ گئے تو حضرت فاطمہ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: آپ ان سے ملتے اور دیکھتے کہ آپ ﷺ کو کس بات نے واپس کر دیا ہے، چنانچہ وہ آپ ﷺ کے پیچھے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! آپ کو کس بات نے واپس کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”إنه ليس لي، أوقال: ليس لي أن يدخل بيتا مزوقا“ (۱) (میرے لئے یا کہا: کسی نبی کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ کسی نقش و نگار بنے ہوئے گھر میں داخل ہو)۔

اور بخاری و ابوداؤد کے یہاں اس کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کی ہے اور ان کی روایت میں ہے: ”فروى سترأ موسى“ (اور آپ نے ایک منقش پردہ دیکھا)، اور اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ”مالنا وللدنيا، مالنا وللرقم“ (ہمیں دنیا سے کیا واسطہ، ہمیں نقش و نگار سے کیا واسطہ) تو حضرت فاطمہ نے دریافت کیا تو آپ اس کے بارے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”توسلین به إلى أهل حاجة“ (۲) (تم اس کو ضرورت مندوں کے پاس بھیج دو) اور نسائی کی روایت میں ہے کہ پردہ میں تصویریں تھیں (۳)۔

(۴) نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کا رومی دینار اور فارسی درہم استعمال کرنا جبکہ ان پر ان کے بادشاہوں کے نوٹ ہوتے تھے اور ان کے پاس اس کے علاوہ سوائے پیسوں کے کوئی سکہ نہ تھا اور سکوں

(۱) حدیث: ”إنه ليس لي، أوقال: ليس لي أن يدخل بيتا مزوقا“ کی روایت ابوداؤد (۳۳۸/۳) تحقیق عزت ہیددعاس نے کی ہے اور ابن جریر نے مختصر اس کی تصحیح کی ہے (ص ۵۲) سوار و الطمان طبع المستقیم۔

(۲) حدیث: ”مالنا وللدنيا، مالنا وللرقم“ کی روایت بخاری (فتح ۵/۲۲۸ طبع المستقیم) اور ابوداؤد (۳۸۲/۳) تحقیق عزت ہیددعاس نے کی ہے۔

(۳) جامع الاصول ۸/۱۵۸۔

(۱) اس کے لئے کتاب: الدینار والاسلام فی المذہب العراقی للسید ناصر العظمی، (بغداد، مجمع علمی العراقی ۱۳۷۲ھ) ص ۷، ۸، ۱۸، ۲۰، ۲۳، ۸۲، کتاب المقود العربیہ، علم الاممات لانس اس المکرلی اور اسی کی ضمن میں (المقود الاسلامیہ) پر تقریری کی کتاب کی طرف رجوع کیجئے۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ ۵۰۶/۸ طبع المند۔



## تصویر ۳۲

مسطح تصویریں بنانے کے بارے میں دوسرا قول:

۳۲- سایہ والی تصویر کے بنانے کی طرح یہ بھی حرام ہے، یہ جمہور فقہاء یعنی حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا قول ہے، اور بہت سے سلف سے منقول ہے۔

اور اس قول کے بعض قائلین نے کائی ہوئی تصویروں، پامال تصویروں اور کچھ دوسری چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے، جیسا کہ اس بحث کے بقیہ حصہ میں عنقریب آئے گا۔

ان حضرات نے تحریم کے لئے نبی کریم ﷺ کی مصویرین کے حق میں لعنت کرنے سے متعلق وارد ہونے والی احادیث کے اطلاق کو حجت بنایا ہے اور اس بات کو بھی کہ مصور کو قیامت کے دن اس طور پر عذاب ہوگا کہ ہر بنائی ہوئی تصویر میں اس کو روح پھونکنے کا مکلف بنایا جائے گا، اور اس سے درختوں وغیرہ غیر ذی روح کی تصویریں پہلے ذکر کردہ دلائل کی وجہ سے خارج ہوں گی، اور اس کے علاوہ بقیہ تحریم پر باقی رہیں گی فرماتے ہیں: جہاں تک مسطح تصویروں کے بنانے کی باحت کے لئے نبی کریم ﷺ کے ان دو تکیوں کے استعمال سے جن میں تصویریں تھیں، نیز صحابہ و تابعین کے اس کے استعمال کرنے سے استدلال کرنے کا تعلق ہے تو تصویر کا استعمال جہاں جائز بھی ہو اس کے بنانے کے جواز سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے کہ نص تصویر بنانے کی حرمت اور مصور پر لعنت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے اور یہ تصویر والے سامان کے استعمال کے علاوہ ایک دوسری چیز ہے اور بعض روایات میں اللہ کی صفت خلق سے مضامین اور مشابہت کو نسلت بنایا گیا ہے، اور یہ گناہ استعمال میں متحقق نہیں ہوتا (۱)۔

سمیٹے ہوئے اور ایک پیر پھیلائے ہوئے بارہ سنگھا کا نقش تھا، اور حضرت قاسم سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ کی انگوٹھی پر دو مکھیوں کے نقش تھے، اور حضرت حذیفہ بن الیمان کی انگوٹھی کا نقش دو سارس تھے اور روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی انگوٹھی کا نقش دو مکھیاں تھیں (۱)۔

اور ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے ابن عون سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور وہ بالائی مکہ کے اپنے گھر میں تھے فرماتے ہیں: تو میں نے ان کے گھر میں دہن کا ایک چھپر کھٹ دیکھا جس پر دریائی کتے اور عنقا کی تصویریں تھیں۔ ابن حجر فرماتے ہیں: قاسم بن محمد فقہاء مدینہ میں سے ایک ہیں، یہ حضرت عائشہ کی حدیث کے راوی ہیں، اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے افضل تھے (۲)۔

اور احمد نے اپنی سند سے حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے: فرماتے ہیں: میں حضرت ابن عباس کے پاس ان کی ایک تکلیف کی وجہ سے جو ان کو لاحق ہوگئی تھی عیادت کے لئے گیا، میں نے کہا: انگوٹھی میں یہ تصویریں کیسی ہیں؟ فرمایا کہ دیکھتے نہیں ہو کہ ہم نے ان کو آگ سے جا کر رکھا ہے، پھر جب مسور چلے گئے تو فرمایا: ان تصاویر کے سر کاٹ ڈالو، لوگوں نے کہا: اے ابو العباس! اگر آپ انہیں بازار لے جاتے تو یہ ان کے لئے زیادہ گرم بازاری کا باعث ہوتا (یعنی یہ زیادہ قیمت میں فروخت ہوتیں) فرمایا: نہیں! اور ان کے سروں کو کاٹنے کا حکم دیا (۳)۔

(۱) صحابی الامام المصنف ابو یوسف ۲۶۳، ۲۶۶۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ طبع البند ۵۰۹/۸، اور ابن حجر نے اس کو فتح الباری میں

نقل کیا ہے ۳۸۸/۱۰۔

(۳) مسند احمد ۳۲۰/۱۔

(۱) ابن ماجہ ۲۳۷۔



انہوں نے اس کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ کیا ایسے حیوان کی تصویر بنانا جائز ہے جس کی کوئی نظیر نہ ہو، اگر ہم اسے جائز قرار دیں تو وہ بھی جائز ہے ورنہ ناجائز ہوگا اور یہی صحیح ہے اور ان کا قول ”حیوان کی تصویر حرام ہے“ دونوں کو شامل ہے۔

اور ”تحفۃ المحتاج“ کی عبارت کا ظاہر اس کا جواز ہے، اس لئے کہ انہوں نے فرمایا: اور سر مفقود ہونے کی طرح ہی ایسی چیز کا مفقود ہونا بھی ہے جس کے بغیر زندگی باقی نہیں رہ سکتی (۱)۔

#### چہارم- خیالی تصویریں بنانا:

۳۴- شافعیہ صراحت کرتے ہیں کہ انسان یا حیوان کی خیالی تصویریں تحریم میں داخل ہیں، وہ فرماتے ہیں: ایسی چیز بھی حرام ہوگی جس کی مخلوقات میں نظیر نہ ہو، جیسے پروالا انسان یا چونچ والا بیل اور صاحب ”روض الطالب“ کا کلام جواز کے ایک قول کے وجود کا اشارہ کر رہا ہے۔

اور یہ واضح ہے کہ یہ تفصیل بچوں کے کھلونوں کے علاوہ میں ہے، اور حضرت عائشہؓ کی حدیث میں وارد ہوا ہے: ”آہ کان فی لعبھا فرس له جناحان، وأن النبی ﷺ ضحك لمارآھا حتی بدلت نواجذہ“ (۲) (ان کے کھلونوں میں ایک ایسا گھوڑا بھی تھا جس کے دوپرتھے اور یہ کہ نبی کریم ﷺ نے جب اس کو دیکھا تو ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے داڑھ کے دانت ظاہر ہو گئے)۔

(۱) تحفۃ المحتاج ۷/۳۳۳ و اسنی الطالب وحاشیہ ۲۲۶/۳، اقلیو بی علی شرح المنہاج ۳/۲۹۷۔

(۲) اسنی الطالب ۳/۲۲۶، اقلیو بی علی المنہاج ۳/۲۹۷، حواشی تحفۃ المحتاج ۷/۲۳۳۔

اور حضرت عائشہؓ کی حدیث کی تخریج منقرہ باب فقرہ نمبر ۳۸ میں آئے گی۔

سوم- کائی ہوئی تصویریں اور آدھے دھڑ کی تصویریں وغیرہ:

۳۳- یہ گزر چکا ہے کہ مالکیہ انسان یا حیوان کی تصویر کی حرمت کی رائے نہیں رکھتے ہیں، خواہ تصویر مجسم اینپچو کی شکل میں ہو یا مسطح صورت ہو بشرطیکہ ان ظاہری اعضاء میں سے کسی عضو کی کمی والی ہو جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہتا ہے جیسے کہ وہ کٹے ہوئے سر والا یا پھٹے ہوئے پیٹ یا سینہ والا ہو۔

اور حنابلہ بھی اسی طرح کہتے ہیں جیسا کہ ”المغنی“ میں آیا ہے: اگر ابتداءً تصویر بغیر سر کے بدن کی یا بغیر بدن کے سر کی ہو یا اس کا سر بنایا جائے اور اس کا بقیہ بدن غیر حیوان کی صورت ہو تو یہ ممانعت میں داخل نہیں ہوگا اور ”الفروع“ میں ہے: اگر تصویروں سے ایسی چیز زائل کر دی جائے جس کے نہ ہونے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی تو مخصوص قول میں مکروہ نہیں ہوگا، اور اسی کی طرح درخت وغیرہ کی صورت اور مجسمہ اور اس کی تصویر بنانے کا حکم ہے (۱)۔

یہی شافعیہ کا بھی مسلک ہے اور اس کے بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف منقول نہیں ہے، سوائے متولی کے شد و ذکر کرنے کے، البتہ اس صورت میں ان کا اختلاف ہے جب کتا ہوا حصہ سر کے علاوہ ہو اور سر باقی ہو، اور اس حالت میں ان کے یہاں رائج تحریم ہے، ”اسنی المطالب“ اور اس پر رٹی کے حاشیہ میں آیا ہے: اسی طرح جب تصویر کا سر کاٹ دے، کو بکیونی کہتے ہیں: اسی طرح اس کا بھی حکم ہوگا جس کے بغیر سر کی تصویر بنائی گئی ہو، جہاں تک بغیر بدن کے سروں کا تعلق ہے تو کیا (ان کی تصویر) حرام ہے؟ اس میں تردد ہے، اور حرمت رائج ہے، رٹی کہتے ہیں: ”حاوی“ میں یہ دو قول ہیں:

(۱) المغنی ۷/۷، اور دیکھئے کشاف القناع ۵/۱۷۱، الخرشنی ۳/۳۰۳ والفروع ۳/۵۳، ۳/۵۳۔

پنجم: پامال تصویریں بنانا:

۳۵- یہ آ رہا ہے کہ اکثر علماء اس صورت میں مجسم اور مسطح تصویروں کو رکھنے اور استعمال کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں جب وہ حقیر و پامال ہوں، خواہ وہ کئی ہوئی ہو یا پوری ہوں، جیسے وہ تصویر جو زمین، بستر، فرش، تکلیہ یا اس جیسی جگہ پر ہو۔

اور اسی کی بنیاد پر بعض علماء ایسے ٹوٹو بنانے کے جواز کی طرف گئے ہیں جس کا استعمال اس طرح سے ہو، جیسے کہ ان لوگوں کی خاطر ریشم بننے کا ہے جن کے لئے اس کا استعمال جائز ہے، اور فی الجملہ یہی مسلک مالکیہ کا ہے لہذا ان کے یہاں یہ خلاف اولیٰ ہے۔

شافعیہ کے یہاں دو اقوال ہیں: ان میں اصح تحریم (کا قول) ہے اور جیسا کہ ابن عابدین نے صراحت کی ہے، یہی مسلک حنفیہ کا بھی ہے اور ابن حجر نے شافعیہ میں سے متولی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے زمین پر تصویر بنانے کی اجازت دی ہے (۱)۔

اس مسئلہ میں ہم کو حنابلہ کی کوئی صراحت نہیں ملی، لہذا ظاہر یہی ہے کہ ان کے یہاں یہ تصویر کی حرمت ہی میں مندرج ہے۔ اور ”امتھان“ (حقیر و پامال ہونے) کے معنی کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

ششم: مٹی، مٹھائی اور جلدی خراب ہو جانے والی چیزوں سے تصویریں بنانا:

۳۶- جو باقی رکھنے کے لئے اختیار نہیں کی جاتی ہیں ایسی تصویروں کے بنانے میں مالکیہ کے دو اقوال ہیں، جیسے وہ تصویر جو گندھے ہوئے آٹے سے بنائی جاتی ہے، اور مشہور قول ممانعت کا ہے، اور

(۱) حاشیہ الدسوقی علی المشرع الکبیر ۲/۳۳۸، مخ الجلیل شرح مختصر فہرست ۲/۱۶۷، حاشیہ عمیر علی شرح المنہاج ۳/۲۹۷، ۲۹۸، نہایۃ المحتاج ۶/۳۶۹، اسنی الطالب بحاشیہ الرکلی ۳/۲۶۶، ابن عابدین ۱/۳۳۷۔

عدوی نے دونوں کو اسی طرح نقل کر کے فرمایا: جواز والا قول اصبح کا ہے اور اس کے لئے انہوں نے اس تصویر کی مثال دی ہے جس کو آٹے یا خر بوزہ کے چھلکے سے بنایا جائے، اس لئے کہ جب وہ خشک ہوگی تو کٹ جائے گی، اور شافعیہ کے نزدیک اس کا بنانا حرام ہے اور بیچنا حرام نہیں ہے (۱)۔

شافعیہ کے علاوہ کے یہاں ہم کو کوئی صراحت نہیں ملی۔

ہفتم: لڑکیوں کے کھلونے (گڑیا) بنانا:

۳۷- اکثر علماء نے تصویر اور مجسم بنانے کی حرمت سے بچیوں کے کھلونے بنانے کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہی ہے۔

قاضی عیاض نے اکثر علماء سے اس کا جواز نقل کیا ہے، اور نووی نے شرح مسلم میں ان کی پیروی کی ہے اور فرمایا: سایہ والی تصویر اور اس کے بنانے کی ممانعت سے بچیوں کے کھلونے کا استثناء اس کے بارے میں وارد ہونے والی رخصت کی وجہ سے ہے۔

اور اس سے مراد اس کا جواز ہے، خواہ کھلونا کسی انسان یا حیوان کی تصویر کی ہیئت میں ہو اور مجسم یا غیر مجسم ہو اور خواہ حیوانات میں اس کی نظیر ہو یا نہ ہو جیسے دو پروں والا گھوڑا۔

حنابلہ نے جواز کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ اس کا سر کٹا ہوا ہو یا ایسا عضو کم ہو جس کے بغیر زندگی باقی نہیں رہتی ہے اور بقیہ تمام علماء یہ شرط نہیں لگاتے (۲)۔

۳۸- اس استثناء کے لئے جمہور نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے

(۱) فتح الباری ۱۰/۳۸۸، الدسوقی ۲/۳۳۷، الخرش ۳/۳۰۳، اقلیو بی علی شرح المنہاج ۳/۲۹۷۔

(۲) فتح الباری ۱۰/۳۹۵، ۵۲۷، حاشیہ الدسوقی ۲/۳۳۸، اسنی الطالب، حاشیہ الرکلی ۳/۲۶۶، نہایۃ المحتاج ۶/۲۹۷، کشاف القناع ۱/۲۸۰۔

استدلال کیا ہے، و فرماتی ہیں: ”كنت ألعب بالبنات عند النبي ﷺ، وكان لي صواحب يلعبن معي، فكان رسول الله ﷺ إذا دخل يتقمعن منه، فيسربهن إلي، فيلعبن معي“ (۱) (میں نبی کریم ﷺ کے یہاں گڑیوں سے کھیلتی تھی اور میری کچھ ہمیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں اور جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوتے تو وہ چھپ جاتی تھیں تو رسول اللہ ﷺ ان کو میرے پاس بھیجتے تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں)۔

اور ایک روایت میں ہے، فرماتی ہیں: ”قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم من غزوة تبوك أو خيبر، وفي سهوتها ستر، فهبّت ريح، فكشفت ناحية الستر عن بنات لعائشة لعب، فقال: ما هذا يا عائشة؟ قالت: بناتي، ورأى بينهن فرساليا جناحان من رفاع، فقال: ما هذا الذي أرى وسطهن؟ قالت: فرس، قال: وما هذا الذي عليه؟ قالت: جناحان، فقال: فرس له جناحان؟ قالت: أما سمعت أن لسليمان خيلا لها أجنحة؟ قالت: فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى رأيت نواجذه“ (۲) (نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک یا غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے اور ان (حضرت عائشہ) کی کھڑکی پر پردہ تھا، تو ہوا چلی اور اس کی وجہ سے پردہ کے گوشہ سے حضرت عائشہ کی گڑیاں ظاہر ہو گئیں، تو آپ ﷺ نے پوچھا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ کہنے لگیں: میری گڑیا ہیں، اور ان کے درمیان آپ ﷺ نے ایک گھوڑا دیکھا جس کے

(۱) حدیث: ”كنت ألعب بالبنات.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۵۲۶/۱۰ طبع المستطیع) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”قدم رسول الله ﷺ من غزوة خيبر.....“ کی روایت ابوداؤد (۲۲۷/۵ تحقیق عزت عید دماس) نے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

کپڑوں کے ٹکڑے کے دوپڑے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے جس کو میں ان کے بیچ میں دیکھ رہا ہوں؟ کہا: یہ گھوڑا ہے، فرمایا: اور یہ اس کے اوپر کیا لگا ہوا ہے؟ کہا: دوپڑے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: دوپڑوں والا گھوڑا؟ کہنے لگیں: کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پڑے تھے؟ فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے بیچ کے دانت ظاہر ہو گئے)۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے کھلونے بنانے کے اس استثناء کو تربیت اولاد کے امور پر بچیوں کو عادی بنانے کی حاجت سے معطل کیا ہے۔

اور یہ تغلیل اس صورت میں تو ظاہر ہے جب کھلونا انسان کی ہیئت پر ہو اور دوپڑے والے گھوڑے کے معاملہ میں ظاہر نہیں ہے، اسی وجہ سے صبی نے تغلیل اس سے بھی کی ہے اور دوسری چیز سے بھی، اور ان کے کلام کے الفاظ یہ ہیں: فرمایا: بچیوں کو اس میں دو فائدے ہیں: ایک فوری دوسرا تاخیر سے ظاہر ہونے والا، رہا فوری فائدہ تو یہ اس انیست کا حصول ہے جو بچوں کی نشوونما کا ایک سرچشمہ ہے، اس لئے کہ بچہ جب خوشحال، خوش دل اور منشرح ہو تو زیادہ طاقتور اور اچھی نشوونما والا ہوتا ہے، اس لئے کہ خوشی دل میں انبساط پیدا کرتی ہے، اور دل کے انبساط سے روح میں انبساط پیدا ہوتا ہے اور اس کا پھیلاؤ بدن بھر میں ہوتا ہے اور اس کے اثر کی طاقت اعضاء اور جوارح میں ہوتی ہے۔

رہا تاخیر والا فائدہ تو وہ اس سے بچوں کی دیکھ بھال، محبت اور ان کی شفقت سے واقف ہو جائیں گی اور یہ ان کی طبیعتوں کا لازمہ بن جائے گا یہاں تک کہ جب وہ بڑی ہو جائیں گی اور جس اولاد سے وہ خوش ہوا کرتی تھیں اس کو اپنے لئے دیکھ لیں گی تو ان



کے حقوق کے لئے ان کا وہی حال ہوگا جیسے کہ ان جھوٹی شبیہوں کے لئے تھا (۱)۔

ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں بعض سے یہ دعویٰ بھی نقل کیا ہے کہ کھلونے بنانا حرام ہے اور اس کا جواز پہلے تھا پھر تصویر کی ممانعت کے عموم سے منسوخ ہو گیا (۲)۔

اور اس کا ردیوں کیا جاتا ہے کہ فتح کا دعویٰ اپنے مثل دعویٰ کے معارض ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کھلونے کی اجازت بعد کی ہو۔

علاوہ ازیں کھلونے سے متعلق حضرت عائشہؓ کی حدیث میں اس کی تاخیر پر دلالت کرنے والی چیز موجود ہے، اس لئے کہ اس میں ہے کہ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع کا ہے، تو ظاہر یہی ہے کہ یہ بعد کا واقعہ ہے۔

ہشتم: تعلیم وغیرہ جیسی مصلحت سے تصویر بنانا:

۳۹- ہم نے فقہاء میں سے کسی کو بھی نہیں پایا جس نے اس سے تعرض کیا ہو سوائے اس کے جس کا ذکر انہوں نے بچوں کے کھلونوں کے بارے میں کیا ہے کہ عام تحریم سے اس کو مستثنیٰ کرنے کی علت بچوں کو بچوں کی تربیت کا عادی بنانا ہے جیسا کہ جمہور فقہاء کا قول ہے، یا عادی بنانا اور اچھی نشوونما کی مصلحت سے بچوں کا امنیت حاصل کرنا اور مسرت میں اضافہ ہونا جیسا کہ صیغی کا قول ہے، اور سب تحریم (یعنی ان کا ذی روح کی تصویر ہونا) کے قیام کے باوجود اس مصلحت سے تصویریں بنانا مباح ہے، اور تعلیم و تدریس وغیرہ کے مقصد سے تصویر بنانا اس سے خارج نہیں ہے۔

تیسری قسم: تصویریں رکھنا اور ان کا استعمال کرنا:

۴۰- جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ صورت بنانے کی حرمت سے تصویر رکھنے کی حرمت یا ان کے استعمال کرنے کی حرمت لازم نہیں ہے، اس لئے کہ ذی روح کی تصویر بنانے کی حرمت میں سخت نصوص وارد ہوئی ہیں، جن کا تذکرہ ہو چکا ہے، اس میں سے مصور پر لعنت ہونا، جہنم میں اس کا عذاب دیا جانا اور لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب میں ہونا یا سب سے زیادہ عذاب والے لوگوں میں ہونا بھی ہے، اور ان میں سے کوئی چیز تصویر رکھنے کے بارے میں وارد نہیں ہوئی ہے، اور اس کے استعمال کرنے والے میں حرمت تصویر کی علت یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت خلق سے مشابہت اختیار کرنا متحقق نہیں ہوتی ہے۔ اس کے باوجود تصویر رکھنے اور استعمال کرنے کی ممانعت پر دلالت کرنے والی چیزیں وارد ہوئی ہیں، البتہ اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث میں کسی عذاب کا ذکر یا ایسا قرینہ نہیں ہے جس سے پتہ چلتا کہ تصویروں کا رکھنا کبار میں سے ہے، اس بنیاد پر جن صورتوں کا رکھنا حرام ہے ان کے رکھنے والے کا حکم یہ ہوگا کہ اس نے صغیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کیا ہے، البتہ اس قول کے مطابق کہ صغیرہ پر اصرار کرنا بھی کبیرہ ہوتا ہے، اگر اصرار کا تحقق ہو جائے تو کبیرہ گناہ ہو جائے گا، اس کا تحقق نہ ہونے پر یا اس کا قائل نہ ہونے پر کہ صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہوتا ہے، ایسا نہیں ہوگا۔

نووی نے صحیح مسلم میں صورتوں کی حدیث کی شرح میں تصویر بنانے اور رکھنے کے حکم کے درمیان فرق پر متنبہ کیا ہے، اور شافعیہ میں سے شبراہی نے بھی اس پر متنبہ کیا ہے اور اکثر فقہاء کا کلام اسی پر جاری ہے (۱)۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی ۸/۸۰، حاشیہ الشبراہی علی شرح الصہباج للذہبی ۲۸۹/۳۔

(۱) الصہباج فی شعب لایران للعلینی، (بیروت، دار الفکر، ۱۳۹۹ھ ب ۲۱)

الملاحب والملاحی (۹۷/۳)۔

(۲) فتح الباری ۱۰/۳۹۵۔



اور تصویریں رکھنے کی ممانعت پر دلالت کرنے والی احادیث میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱) "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ هَتَكَ السُّتْرَ الَّذِي فِيهِ الصُّورَةُ" (نبی کریم ﷺ نے اس پردہ کو چاک کر دیا جس میں تصویر تھی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: "أَخْرِجِي عَنِّي" (۱) (اس کو مجھ سے دور رکھو) یہ حدیث گزر چکی ہے۔

(۲) اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّورُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ" (۲) (جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے)۔

(۳) اسی قبیل سے حضرت علی بن ابی طالبؓ کی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو مدینہ کی طرف بھیجا اور فرمایا: "لَا تَدْخُلْ صُورَةَ الْأَطْمَسْتِهَا" (کسی تصویر کو منائے بغیر نہ چھوڑنا) اور ایک روایت میں ہے: "إِلَّا لَطَخْتَهَا وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَيْتَهُ" (آلودہ کئے بغیر مت چھوڑنا اور کسی ابھری ہوئی قبر کو برآمد کئے بغیر مت چھوڑنا) اور ایک روایت میں ہے: "وَلَا صُنْمًا إِلَّا كَسَرْتَهُ" (۳) (اور کسی بت کو توڑے بغیر مت چھوڑنا)۔

۳۱- اس کے بالمقابل نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ و تابعین سے کئی قسم کی ذی روح تصویروں کا استعمال منقول ہے، اور اس کی وضاحت کرنے والی روایات کا ذکر اوپر گزر چکا ہے (فقہہ ۳۱) اور یہاں ہم اس روایت کا اضافہ کریں گے کہ حضرت دانیال نبیؑ کی انگلی پر ایک شیر اور شیرنی تھی جس کے درمیان ایک (انسانی) بچہ

تھا جس کو دونوں چھو رہے تھے، اور یہ اس لئے تھا کہ بخت نصر سے کہا گیا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا، تمہاری ہلاکت اسی کے ہاتھ ہوگی تو وہ تمام نوزائیدہ بچوں کو قتل کرنے لگا، پھر جب حضرت دانیال کی ماں کے یہاں ولادت ہوئی تو انہوں نے ان کو سلامتی کی امید میں ایک جھاڑی میں ڈال دیا، اور اللہ نے ان کی حفاظت کے لئے ایک شیر کو اور دودھ پلانے کے لئے ایک شیرنی کو مقرر کر دیا، تو انہوں نے اس کو اپنی انگلی میں نقش کرا لیا تاکہ یہ ان کی نگاہوں میں رہے، تاکہ وہ اللہ کی نعمت کو یاد رکھیں، اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت دانیال کی لاش اور انگلی پائی گئی اور حضرت عمرؓ نے انگلی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حوالہ کر دی (۱) تو یہ دو صحابیوں کا فعل ہوا۔

اور جن تصویروں کا استعمال جائز ہے اور جن کا استعمال ناجائز ہے ان کے بارے میں فقہاء کے قول اور ان متعارض احادیث کے درمیان ان کے تطبیق کرنے کا بیان عنقریب آئے گا۔

جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے: ۳۲- صحیحین اور غیر صحیحین میں حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے، اور غیر صحیحین میں حضرت علیؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت ابوسعیدؓ، حضرت ابوطلحہؓ، حضرت زید بن خالدؓ وغیرہ کی روایت سے یہ بات انہیں الفاظ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے قول سے ثابت ہے۔

نوی کہتے ہیں: علماء کا قول ہے: جس گھر میں تصویر ہو اس میں داخل ہونے سے فرشتوں کے رک جانے کا سبب اس کا کھلی ہوئی معصیت ہونا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلق سے مشابہت

(۱) اسی مفہوم کی حدیث کی تخریج (فقہہ نمبر ۲۶) میں گزر چکی ہے۔

(۲) اسی حدیث کی تخریج (فقہہ نمبر ۲۶) میں گزر چکی ہے۔

(۳) اسی مفہوم کی حدیث کی تخریج (فقہہ نمبر ۲۳) میں گزر چکی ہے۔

(۱) الطحاوی علی مرآۃ الفلاح، ص ۲۳۸، تاریخ ابن کثیر ۷/ ۸۸، اقتضاء الصراط المستقیم (طبع ۱۳۶ھ) ص ۳۳۹۔

## تصویر ۴۲

کہ وہ تصویر جس کے مکان میں ہونے سے فرشتے مکان میں داخل ہونے سے رک جاتے ہیں، وہ ہے جو اپنی ہیئت کے ساتھ بلندی پر ہو، ممتہن (حقیر) نہ ہو، اور اگر وہ ممتہن ہو یا غیر ممتہن ہو لیکن نصف سے کاٹ کر اس کی ہیئت بدل دی گئی ہو تو ایسی تصویر فرشتوں کے داخل ہونے میں رکاوٹ نہیں ہے (۱)۔

اور ابن عابدین کے کلام میں اس پر دلالت کرنے والی عبارت ہے کہ حنفیہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ ہر وہ تصویر جس کا گھر میں باقی رکھنا مکروہ نہیں ہے، ملائکہ کے گھر میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہوتی، خواہ کاٹی ہوئی تصویریں ہوں یا چھوٹی تصویریں ہوں یا ممتہن تصویریں ہوں یا ڈھکی ہوئی ہوں وغیرہ، اس لئے کہ ان اقسام میں ان تصویروں کے پجاریوں سے مشابہت نہیں ہے، اس لئے کہ وہ چھوٹی یا ممتہن تصویروں کی عبادت نہیں کرتے ہیں، بلکہ بڑی صورت کو نصب کرتے ہیں اور ان کا رخ کرتے ہیں (۲)۔

ابن حبان کہتے ہیں: ایسے گھر میں ملائکہ کا داخل نہ ہونا جس میں تصویریں ہوں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے فرماتے ہیں: یہ اس دوسری حدیث کے مثل ہے: ”لا تصحب الملائكة رفقة فيهما جرس“ (۳) (فرشتے ایسے دوستوں کی مصاحبت نہیں کرتے جن کے ساتھ گھنٹی ہو) اس لئے کہ یہ ایسے دوستوں پر محمول ہے جس میں رسول اللہ ﷺ ہوں، کیونکہ یہ محال ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والے بیت اللہ کے قصد سے اونٹوں پر ٹکیں اور ملائکہ ان کے ساتھ نہ ہوں جبکہ وہ اللہ کا وفد ہیں، اور اس قول کا مآل یہ ہے کہ ملائکہ سے مراد وحی کے فرشتے ہیں، اور وہ بجائے دوسرے فرشتوں کے جبریل

اختیار کرنا بھی ہے، اور بعض تصویریں ان چیزوں کی صورت پر ہوتی ہیں جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، لہذا اس کے اختیار کرنے والے کو گھر میں فرشتوں کے داخلہ، ان کے گھر میں نماز پڑھنے، اس کے لئے استغفار کرنے، اس کے لئے اس کے گھر میں برکت کی دعا کرنے، اور شیطان کی افیت کو اس سے دور کرنے سے محرومی کی سزا دی گئی۔

اور جیسا کہ ”فتح الباری“ میں ہے برطانی فرماتے ہیں: فرشتے اس لئے داخل نہیں ہوتے کہ تصویریں رکھنے والا ان کفار سے مشابہ ہو گیا ہے جو اپنے گھروں میں تصویریں رکھتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں، لہذا یہ بات ملائکہ کو ناپسند ہوتی ہے، نووی فرماتے ہیں: یہ فرشتے جو ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، رحمت کے فرشتے ہیں، رہے حفظہ (حفاظت کرنے والے فرشتے) تو وہ ہر گھر میں داخل ہوتے ہیں اور کسی حال میں بنی آدم سے جدا نہیں ہوتے، اس لئے کہ وہ ان کے اعمال کا شمار کرنے اور اس کو لکھنے پر مامور ہیں، پھر نووی فرماتے ہیں: یہ ہر تصویر میں عام ہے یہاں تک کہ جو ممتہن (حقیر) ہوں اس میں بھی اور خطاوی نے ان سے نقل کیا ہے کہ فرشتے دراہم و دنانیر تک کی تصویروں کی وجہ سے دخول سے رک جاتے ہیں۔

اور نووی کے اس قول میں مبالغہ اور کھلا تشدد ہے، اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے پردہ کو چاک کر دیا اور اس سے دو تکیے بنائے، تو نبی کریم ﷺ ان پر ٹیک لگاتے تھے اور تصویریں دونوں میں موجود تھیں، اور آپ ﷺ دراہم و دنانیر اپنے گھر میں باقی رکھنے میں حرج نہیں محسوس کرتے تھے جبکہ ان میں تصویریں ہوتی تھیں، اور اگر یہ چیز فرشتوں کے آپ کے گھر میں داخل ہونے سے مانع ہوتی تو آپ گھر میں ان کو باقی نہ رکھتے، اسی لئے ابن حجر فرماتے ہیں: ان حضرات کا قول رائج ہے جو فرماتے ہیں

(۱) شرح النووی ص ۸۱، فتح الباری ۱۰/۳۹۱، ۳۹۲۔

(۲) ابن عابدین ۱/۲۳۷۔

(۳) حدیث: ”لا تصحب الملائكة رفقة فيهما جرس“ کی روایت مسلم

(۳/۱۶۷ طبع المجلس) نے کی ہے۔

## تصویر ۴۳-۴۵

البتہ جس کی ممانعت پر فقہاء کا قول قریب قریب متفق ہے، وہ ہے جو مندرجہ ذیل امور کی جامع ہو:

- الف۔ ذی روح (جاندار) کی تصویر ہو بشرطیکہ مجسم ہو۔
- ب۔ کامل الاعضاء ہو اور ان ظاہری اعضاء میں سے کوئی عضو کٹا ہوا نہ ہو جس کے نقد ان پر زندگی باقی نہیں رہتی ہے۔
- ج۔ وہ نصب کی ہوئی یا اعضاء کے مقام پر آویزاں ہو، اس صورت میں نہیں جب وہ حقیر و پامال ہو۔
- د۔ چھوٹی نہ ہو۔

ھ۔ بچوں کے کھیل وغیرہ میں سے نہ ہو۔  
و۔ ان چیزوں میں سے نہ ہو جو جلدی خراب ہو جاتی ہیں، ان شرائط کی جامع تصویر کی حرمت میں بھی ایک قوم نے اختلاف کیا ہے، لیکن ان کا نام نہیں آتا ہے، جیسا کہ پہلے نقل کیا گیا، لیکن یہ کمزور اختلاف ہے، اور ہم ان شرائط سے خارج ہر نوع کا حکم بیان کریں گے۔

الف۔ مسطح تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا:  
۴۵۔ مالکیہ اور ان کے موافقین کی رائے ہے کہ مسطح تصویروں کا استعمال حرام نہیں ہے، بلکہ اگر وہ نصب کی ہوئی ہوں تو مکروہ ہے، اور ممہن (حقارت سے رکھی ہوئی) ہوں تو ان کا استعمال خلاف اولیٰ ہے (۱)۔

غیر مالکیہ کے یہاں (گزشتہ تفصیل کے مطابق) جب شرائط پوری ہو جائیں تو استعمال کے اعتبار سے مسطح اور مجسم صورتیں حرمت میں برآمد ہیں۔

علیہ السلام ہیں، ابن حجر نے اس کو داؤدی اور ابن وضاح سے نقل کیا ہے اور اس کا مآل یہ ہے کہ ممانعت نبی کریم ﷺ کے زمانہ اور اس جگہ کے ساتھ مخصوص ہے جہاں پر آپ ﷺ ہوں، اور آپ کی وفات سے کراہت ختم ہوگئی، اس لئے کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے (۱)۔

انسانی مصنوعات نیز جمادات و نباتات کی تصویریں رکھنا اور استعمال کرنا:

۴۳۔ مصنوعات انسانی اور جمادات و نباتات کی تصویریں کا رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے، خواہ گاڑی ہوئی ہوں یا لٹکانی ہوئی ہوں، یا رکھی ہوئی ممہن (حقیر) ہوں، اسی طرح خواہ وہ دیواروں، چھتوں یا زمین پر منقش ہوں، اور خواہ وہ مسطح ہوں جیسا کہ ہوتا ہے یا مجسم ہوں، جیسے مصنوعی پھول اور نباتات اور کشتیوں، طیاروں، گاڑیوں، گھروں اور پہاڑوں وغیرہ کے ماڈل، نیز سیاروں، ستاروں اور سورج اور چاند کے ساتھ ساتھ آسمانی برج کے مجسمے اور خواہ ان کو کسی ضرورت اور نفع کے لئے استعمال کیا جائے یا صرف زینت اور خوبصورتی کے لئے، چنانچہ ان سب میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، الا یہ کہ کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو جائیں، جیسے کہ تمام رکھی جانے والی چیزوں میں اصل کے مطابق وہ عام حالات سے اسراف کی حد تک باہر ہوں۔

انسان یا حیوان کی تصویریں رکھنا اور استعمال کرنا:  
۴۴۔ تصویر کی ایک قسم کے استعمال کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے، اور یہ وہ ہے جو بت ہو، اور اللہ کے بجائے اس کی عبادت ہوتی ہو، اس کے علاوہ اقسام میں سے کوئی بھی اختلاف سے خالی نہیں ہے،

(۱) الدوسقی ۲/ ۳۳۸، شرح منہج الجلیل ۲/ ۱۶۷۔

(۱) فتح الباری ۱۰/ ۳۸۲۔



ب۔ کاٹی ہوئی تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا:

۴۶۔ جب تصویر، خواہ مجسم ہو یا سطح، کا کوئی ایسا عضو کٹا ہوا ہو جس کے کٹے ہوئے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی ہے تو اس وقت تصویر کا استعمال جائز ہوگا، یہ جمہور علماء یعنی حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا قول ہے، اور اس جگہ بعض مخالفین جیسے شافعیہ نے بھی لاحت پر اتفاق کیا ہے، چنانچہ وہ تصویر بنانے کی حرمت کی رائے رکھتے ہیں، لیکن رکھنے کی حرمت مرا نہیں ہے، اور خواہ تصویر کو اصل ہی سے کٹا ہوا بنایا گیا ہو یا اس کو مکمل بنایا گیا ہو، پھر اس کی کوئی ایسی چیز کاٹ ڈالی گئی ہو جس کے کٹے ہوئے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی ہے اور خواہ تصویر نصب کی ہوئی ہو یا نصب کر وہ نہ ہو جیسا کہ بعد والے مسئلہ میں آئے گا۔

۴۷۔ اس کی دلیل گزری ہوئی یہ حدیث ہے کہ حضرت جبریل نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: ”مُرْ بِرَأْسِ التَّمْثَالِ فَلْيَقْطَعْ حَتَّى يَكُونَ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ“ (۱) (تصویر کے سر کے بارے میں حکم دیجئے کہ اس کو کاٹ ڈالا جائے یہاں تک کہ وہ درخت کی ہیئت کی طرح ہو جائے)، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”إِنْ فِي الْبَيْتِ سِتْرٌ، وَفِي الْحَانِطِ تَمَائِيلٌ، فَاقْطَعُوا رُؤُوسَهَا فَاجْعَلُوهَا بِسَاطًا أَوْ وَسَادَةً فَأَوْطِنُوهَا، فَإِنَّا لَنَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ تَمَائِيلٌ“ (۲) (گھر میں پردہ ہے اور دیوار میں تصویریں ہیں تو ان کے سروں کو کاٹ ڈالو اور انہیں بستر یا تکیہ بنا لو اور

(۱) اس کی تخریج (فقہ ۱۶) میں گزری ہے۔

(۲) حدیث: ”إِنْ فِي الْبَيْتِ سِتْرٌ أَوْ فِي الْحَانِطِ تَمَائِيلٌ.....“ کی روایت احمد (۳۰۸/۲ طبع المصنوع) نے حضرت ابو یوسف سے کی ہے اور اس کی روایت ترمذی (۲۸۰/۶ طبع المصنوع) نے قریباً بقریب انہی الفاظ میں کی ہے اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اسے روند، اس لئے کہ ہم ایسے گھروں میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں) اور یہ کافی نہیں ہے کہ تصویر سے آنکھوں، بھوؤں، ہاتھوں یا پیروں کو منادیا جائے، بلکہ ضروری ہے کہ زائل ہونے والا عضو ان اعضاء میں سے ہو جس کے زائل ہونے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی، جیسے سر کاٹنا، چہرہ منانا، سینہ یا پیٹ پھاڑنا، ابن عابدین کہتے ہیں: خواہ علاحدہ کرنا کسی ایسے دھاگے سے ہو جسے سارے سر پر سی دیا جائے یہاں تک کہ اس کا کوئی اثر نہ باقی بچے، یا کسی کوند وغیرہ سے اسے پالش کر کے ہو یا اسے تراش کر یا دھوکہ ہو، رہا سر کو اس کے حال پر باقی رکھ کر سر کو کسی دھاگے کے ذریعہ جسم سے علاحدہ کرنا تو اس سے کراہت ختم نہیں ہوگی، اس لئے کہ بعض پرندے کٹھن دار ہوتے ہیں، لہذا اس سے قطع متحقق نہیں ہوگا۔

حنابلہ میں سے صاحب ”شرح لاقتان“ کہتے ہیں: اگر تصویر کے اعضاء میں سے اس کا سر کاٹ دے تو کراہت نہیں رہے گی، یا اس کا کوئی ایسا عضو کاٹ دے جس کے خاتمہ سے زندگی باقی نہیں رہتی تو وہ سر کاٹنے کی طرح ہوگا، جیسے اس کا سینہ یا پیٹ (کاٹ دے) یا اس کے بدن سے علاحدہ سر بنا دے، اس لئے کہ یہ ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

مالکیہ میں سے صاحب ”مخ الجلیل“ کہتے ہیں: بلاشبہ حرام وہ ہے جو ان ظاہری اعضاء کو کامل طور پر رکھنے والی ہو جن کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا اور اس کا سایہ ہو۔

البتہ شافعیہ کا اس صورت میں جب باقی رہنے والا عضو سر ہو اختلاف ہے اور دو اقوال ہیں:

ایک یہ کہ یہ حرام ہوگی، اور راجح یہی ہے، دوسرا یہ کہ حرام نہیں ہے اور کسی ایسے جزء کا کاٹ دینا جس کے کاٹنے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہ سکتی بقیہ کو مباح کر دے گا جیسا کہ اگر سر کاٹا اور بقیہ اعضاء



باقی رہے (۱)۔

منقول (عبارت) تصویروں کی طرف دیکھنے کی بحث میں آ رہی ہے۔

ج۔ نصب کی ہوئی تصویروں اور حقارت سے رکھی ہوئی تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا:

۴۹۔ جمہور کی رائے ہے کہ ذی روح کی تصویریں رکھنا، خواہ وہ مجسم ہوں یا غیر مجسم، ایسی بیعت کے ساتھ حرام ہے جس میں وہ معلق یا نصب ہوں، اور یہ ان مکمل تصویروں میں ہے جن کا کوئی ایسا عضو نہ کاٹا گیا ہو جس کے (کاٹنے کے) ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی، اور اگر سابقہ فقرہ میں گزری ہوئی تفصیل کے مطابق اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے تو اس کا نصب کرنا اور لٹکا جائز ہوگا، اور اگر تصویر مسطح ہو تو مالکیہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ اس کا لٹکا جائز ہے۔

القاسم بن محمد سے ان تصویروں کو لٹکانے کی اجازت منقول ہے جو کپڑوں میں ہوتی ہیں، اور مصورین پر لعنت کے بارے میں حضرت عائشہ کی حدیث کے راوی یہی ہیں، اور فقہ تفتویٰ میں آپ اہل مدینہ کے افضل لوگوں میں تھے۔

جب تصویر رکھی جائے اور وہ ممہن (حقارت سے ڈالی ہوئی) ہو تو جمہور کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے کہ زمین میں بچھے ہوئے بستر میں یا فرش پر یا اسی طرح کی (کسی اور جگہ ہو)، اور حنابلہ و مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ یہ مکروہ بھی نہیں ہے، البتہ مالکیہ کا قول ہے کہ اس وقت وہ خلاف اولیٰ ہے۔

اور نصب کی ہوئی اور ممہن تصویر کے درمیان ان حضرات نے وجہ فرق یہ بیان کی ہے کہ جب تصویر اونچی کی ہوئی ہو تو وہ معظم ہوتی ہے اور بتوں سے مشابہ ہو جاتی ہے، اور رعی وہ جو زمین وغیرہ میں ہو تو وہ بتوں سے مشابہ نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ بتوں والے ان کو نصب کرتے اور عبادت کرتے ہیں اور ان کو حقارت سے نہیں ڈالتے۔

”اسنی المطالب“ اور اس کے حاشیہ میں آیا ہے کہ اگر اس کا سر کاٹا تب بھی اسی طرح ہوگا، کوئی فی فرماتے ہیں: جس کی تصویر بغیر سر کے بنائی جائے اس کا بھی یہی حکم ہوگا، اور رعی کے جسموں کے بغیر سر تو کیا وہ حرام ہیں؟ اس میں تردد ہے اور حرمت رائج ہے، رطبی کہتے ہیں: حاوی میں یہ دو اقوال ہیں اور دونوں کی بناء انہوں نے اس پر رکھی ہے کہ کیا ایسے حیوان کی تصویر بنانا جائز ہے جس کی کوئی نظیر نہ ہو، اگر ہم یہ جائز قرار دیں تو وہ بھی جائز ہوگا ورنہ نہیں، اور یہی (بعد والا ہی) صحیح ہے۔

اور شروانی اور ابن قاسم کے حاشیہ میں ہے: نچلے نصف حصہ کا مفقود ہونا سر کے مفقود ہونے کی طرح ہے۔

۴۸۔ اباحت کے لئے یہ کافی ہے کہ تصویر کا سینہ یا پیٹ پھٹا ہوا ہو، خفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور بعض شافعیہ نے اس کی صراحت کی ہے، ابن عابدین فرماتے ہیں: مثلاً جب پیٹ میں سوراخ ہو تو کیا وہ اسی میں سے ہے؟، ظاہر یہ ہے کہ اگر سوراخ اتنا بڑا ہو جس سے اس کا نقص ظاہر ہوتا ہو تو ہاں ورنہ نہیں، جیسے کہ اگر سوراخ ڈنڈا رکھنے کے لئے ہو جس سے تصویر ٹھہر سکے جیسے سایہ کی وہ خیالی تصویر جس سے کھیل جاتا ہے، اس لئے کہ اس کے ساتھ مکمل تصویر باقی رہتی ہے، اور خیالی کی تصویروں کے بارے میں انہوں نے یہ جو کچھ کہا ہے اس میں بعض شافعیہ نے ان کی مخالفت کی ہے، اور ان کی رائے یہ ہے کہ جو پھٹن اس کے درمیان میں ہوتی ہے وہ کراہت کے ازالہ کے لئے کافی ہے، جیسا کہ شیخ ابراہیم باجوری نے اس کی صراحت کی ہے (۲) اور ان سے

(۱) ابن عابدین ۴۳۶/۱، شرح مع الجلیل ۱۶۶/۲، اسنی المطالب، حاشیہ ۲۶۱/۳، تحفۃ المحتاج ۴۳۳/۲، کشاف القناع ۵/۱۷۱، الفروع ۵۳/۳  
(۲) تحفۃ المحتاج و حاشیہ ۴۳۳/۲، ۴۳۵، المغنی ۵/۸، ابن عابدین ۴۳۶/۱، حاشیہ المہاجر علی ابن قاسم ۱۳۱/۲۔



## تصویر ۵۱-۵۲

ہے، مزنی کہتے ہیں: اور ذی روح کی تصویر جب وہ نصب کی ہوئی ہو (۱)، اور ابن شیبہ نے حماد سے اور حماد نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: تلوار کے زیور میں کوئی حرج نہیں ہے اور گھر کی نضا (چھت) میں ان (تصویروں) سے کوئی حرج نہیں ہے، اور اس میں مکروہ تو وہ ہے جس کو نصب کر دیا گیا ہو (۲)۔

اور اس کی اصل حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، چنانچہ مسند امام احمد میں حضرت لیث بن ابی سلیم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں حضرت سالم کے پاس گیا، اور وہ ایک ایسے تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جن میں پرندوں اور جنگلی جانوروں کی تصاویر تھیں تو میں نے کہا: کیا یہ مکروہ نہیں ہے؟ فرمایا: نہیں، ان میں مکروہ صرف وہ ہے جس کو نصب کر دیا گیا ہو (۳)۔

بچوں کے مجسم اور غیر مجسم کھلونوں کا استعمال:

۵۲- گزر چکا ہے کہ فقہاء کا قول مذکورہ کھلونے بنانے کے جواز کا ہے، لہذا ان کا استعمال کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے، قاضی عیاض نے علماء سے اس کا جواز نقل کیا ہے، اور صحیح مسلم کی شرح میں نووی نے ان کی پیروی کی ہے، کہتے ہیں، قاضی نے کہا: چھوٹی بچیوں کے لئے رخصت ہے (۴)۔

اور چھوٹی بچیوں سے مراد وہ ہیں جو ان میں بالغ نہ ہوں، خطابي کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے (گڑیوں) سے متعلق حضرت عائشہ کو رخصت اس لئے دی کہ وہ اس وقت نابالغ تھیں، ابن حجر فرماتے ہیں: یہ بات جزم سے کہنا محل نظر ہے، ہاں اس کا احتمال ہے، اس لئے کہ

(۱) فتح الباری ۱۰/۳۸۸، شرح المنہاج، حاشیہ اعلیٰ بی ۳۷۷، نہایۃ

(۲) المعصوف ۸/۳۸۲۔

(۳) المسند ۹/۱۳ طبع احمدیہ، مؤلف ملا: اس کی سند صحیح ہے۔

(۴) فتح الباری ۱۰/۵۲، شرح النووی علی مسلم ۱۱/۸۲، شرح المنہاج ۳۷۳۔

اس کے ساتھ ہی شافعیہ نے جن تصویروں کے ممتحن ہونے کی صراحت کی ہے، ان میں وہ بھی ہے جو پیالہ، دسترخوان اور پلیٹ میں ہو (۱)، اور بعض شافعیہ کے نزدیک سکوں کی تصویریں بھی ممتحنہ (حقارت سے ڈالی ہوئی) تصویروں سے ملحق ہیں، رٹی کہتے ہیں: میرے نزدیک وہ رومی دینار جن پر تصویریں ہوں اس قسم سے ہیں جن پر نگیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ خرچ کرنے اور معاملہ کرنے کی وجہ سے وہ ممتحن ہیں، اور سلف بغیر کسی نگیر کے ان کے ذریعہ تعامل کرتے تھے اور اسلامی دراہم جیسا کہ مشہور ہے، عبد الملک بن مروان عی کے عہد میں بنائے گئے تھے اور زکشی نے بھی اسی کے مثل بات کہی ہے (۲)۔

۵۱- یہ تو جس میں تعظیم یا اہانت ظاہر ہو اس کے حکم کا بیان ہے، رہا وہ جس میں دونوں اوصاف میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو جیسے وہ تصویر جو کسی کتاب میں چھپی ہوئی ہو یا میز کی دراز، الماری یا تپائی پر بغیر نصب کے رکھی ہوئی ہو، تو ابن حجر وغیرہ سے نقل کر کے قلیوبی کے کلام میں ہے: جس میں حیوان کی تصویر ہو اس کا پہننا، روندنا اور کسی صندوق یا ڈھکی ہوئی چیز میں رکھنا جائز ہے (۳) اور ”مختصر المزنی“ کی عبارت دلالت کرتی ہے کہ حرمت نصب کردہ تصویر عی تک محدود

(۱) فتح الباری ۱۰/۳۸۸، شرح المنہاج، حاشیہ اعلیٰ بی ۳۷۷، نہایۃ المحتاج ۶/۳۶۹، تحت المحتاج بحامیۃ الشروانی ۷/۳۳۲، اسنی المطالب ۳۶۹، المغنی ۷/۱۰۔

لہذا یہی حکم (ان تصویروں کا) ہونا چاہئے جو استعمال کے ان تمام آلات میں ہوتی ہیں جن کو نصب نہیں کیا جاتا جیسے چوپہ، چھری اور آکھ ضرب نیز (ان تصویروں کا ہونا چاہئے) جو دسترخوانوں کے فرش و درکریوں میں ہوتی ہیں نیز ان تصویروں کا جو معنوی خود کا رور استعمال کے لئے تیار کئے گئے آلات اور سامانوں میں ہوتی ہیں، جیسے وہ تصویریں جو استعمال کے لئے تیار کئے گئے اخبارات میں ہوتی ہیں۔

(۲) الری علی اسنی المطالب ۳۶۹، نہایۃ المحتاج ۶/۳۶۹۔

(۳) المنہاج بحامیۃ اعلیٰ بی ۳۷۷۔



## تصویر ۵۳-۵۶

مرضی ہوتی تو اپنے چھوٹے بچوں کو بھی رکھواتے تھے، اور ان کو لے کر مسجد جاتے تھے، اور ہم ان کے لئے اون سے کھلونے تیار کیا کرتے تھے اور جب ان میں سے کوئی کھانے کے لئے روتا تو وہ کھلونا اس کو دے دیتے تھے، یہاں تک کہ وہ افطار کا وقت پالیتا تھا (۱)۔

۵۵- حنا بلہ یہ شرط لگانے میں منفرد ہیں کہ کھلونا بغیر سر کا ہویا کئے ہوئے سر کا ہو، جیسا کہ گزر چکا ہے، اور ان کی مراد یہ ہے کہ اگر باقی رہنے والا (حصہ) سر ہویا سر جسم سے علاحدہ ہو تو جائز ہوگا، جیسا کہ گزر چکا، اور ان حضرات نے فرمایا: ولی کے لئے اپنی پرورش کے تحت رہنے والی چھوٹی بچی کے لئے مشق کرانے کے مقصد سے اس کے مال سے بغیر تصویر والا کھلونا خریدنا تصریح کے مطابق جائز ہے (۲)۔

ایسے کپڑے پہننا جن میں تصویریں ہوں:

۵۶- حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ایسے کپڑے پہننا مکروہ ہے جن میں تصویریں ہوں، حنفیہ میں سے صاحب ”المخلاصہ“ کہتے ہیں: ”اس میں نماز پڑھنا نہیں“، لیکن حنفیہ کے یہاں اس صورت میں کراہت زائل ہو جائے گی جب آدمی تصویر کے اوپر اس کو چھپانے والا دوسرا کپڑا پہن لے، (ایسا) کرے تو اس میں نماز مکروہ نہیں ہے (۳)۔

شافعیہ کے نزدیک ایسے کپڑوں کا پہننا جس میں تصویریں ہوں جائز ہوگا جبکہ انہوں نے صراحت کر دی ہے کہ پہنے جانے والے کپڑے میں تصویر منکر (گناہ) ہے، لیکن پہننا اس کو مہین کرنا

غزوہ خیبر میں حضرت عائشہؓ چودہ سال کی تھیں، رہا غزوہ تبوک تو آپ اس میں قطعی طور سے بالغ ہو گئی تھیں (۱)، لہذا اس میں اس کی ولایت ہے کہ رخصت صرف انہیں پر منحصر نہیں ہے جو ان میں نابالغ ہوں، بلکہ جب تک اس کی ضرورت باقی ہو، بلوغ کے بعد کے مرحلہ تک بھی (رخصت) متعدی ہو جائے گی۔

۵۳- اور اس رخصت کی علت اولاد کی تربیت کے کام کا ان کو عادی بنانا ہے، اور صبی کے حوالہ سے نقل گزر چکی ہے کہ بچوں کو مانوس اور خوش کرنا بھی علت ہے (۲) اور اس سے ان کو نشاط، طاقت، فرحت، اچھی نشو و نما اور مزید سیکھنے کا (جذبہ) حاصل ہوتا ہے، تو اس بنیاد پر بچوں میں صرف لڑکیوں تک معاملہ محدود نہیں رہے گا، بلکہ لڑکوں کی طرف بھی تجاوز کر جائے گا، اور اس کی صراحت کرنے والوں میں امام ابو یوسف بھی ہیں، چنانچہ ”القندیہ“ میں ان سے منقول ہے: کھلونا بیچنا اور بچوں کا اس سے کھیلنا جائز ہے (۳)۔

۵۴- لڑکیوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے لئے باتصویر کھلونوں کے جواز کو مؤکد کرنے والی چیزوں میں وہ حدیث بھی ہے جو صحیحین میں حضرت ربیع بنت معوذہ انصاریہؓ سے ثابت ہے کہ وہ کہتی ہیں: ”أرسل رسول الله ﷺ غداة عاشوراء إلى قري الأنصار التي حول المدينة: من كان أصبح صائما فليتم صومه، ومن كان أصبح مفطرا فليتم بقية يومه“ (رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کی صبح مدینہ کے ارد گرد انصاریوں کی بستیوں میں پیغام بھیجا کہ جس نے روزہ کی حالت میں صبح کی ہے وہ اپنا روزہ پورا کرے، اور جس نے بغیر روزہ رکھے صبح کی ہے وہ اپنا بقیہ دن پورا کرے)، چنانچہ اس کے بعد اس کا روزہ ہم بھی رکھتے تھے اور اللہ کی

(۱) حدیث ”من كان أصبح صائما.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۲۰۰)

(طبع السنہ) اور مسلم (۲/۹۹۲ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۲) کشاف القناع ۱/۲۸۰، شرح المنتقى ۲/۲۹۳، إلفان ۵/۳۳۱۔

(۳) ابن ماجہ ۱/۳۶۱، الخرشنی علی مختصر فہرست ۳/۳۰۳۔

(۱) فتح الباری ۱۰/۵۲۷۔

(۲) المنہاج فی شعب الإمامان ۳/۹۷، البدیع ۲/۳۳۸۔

(۳) ابن ماجہ ۱/۳۶۱، ۳/۳۰۳۔



## تصویر ۵۷-۵۸

ہمارے علماء کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ جو تصویر نماز میں کرہت کا اثر نہ ڈالتی ہو اس کا باقی رکھنا مکروہ نہیں ہے، اور ”افتح“ وغیرہ میں صراحت کی ہے کہ چھوٹی تصویر گھر میں مکروہ نہیں ہے، اور منقول ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی انگلی میں دو کلیاں بنی ہوئی تھیں۔

اور ”تارخانہ“ میں ہے: اگر چاندی کی انگلی پر تصاویر ہوں تو مکروہ نہ ہوگا، اور اس کا حکم کپڑوں کی تصویروں کی طرح نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ چھوٹی ہے (۱) اور بعض صحابہ سے نقل گزر چکی ہے کہ انہوں نے انگلیوں پر تصویریں استعمال کیں، چنانچہ حضرت عمران بن حصین کی انگلی کا نقش ایک تلوار سونے ہوئے آدمی تھا، اور حضرت حذیفہ کی انگلی کا نقش دو سارس اور حضرت نعمان بن مقرن کی انگلی پر بارہ سگھا تھا (۲)۔

اور غیر حنفیہ کے نزدیک چھوٹی تصویروں کا حکم بڑی تصویروں سے مختلف نہیں ہے، البتہ وہ تصویر جو دراہم و دنانیر پر ہوتی ہے، شافعیہ کے یہاں چھوٹی ہونے کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس لئے جائز ہے کہ وہ مختص (پامال) ہوتی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے، اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ ایسی انگلی نہیں پہننا چاہئے جس میں تصویر ہو (۳)۔

### تصویروں کی طرف دیکھنا:

۵۸- مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک حرام تصویریں دیکھنا حرام ہے لیکن جب ان کا استعمال مباح ہو، جیسے کہ وہ کٹی ہوئی یا ممتہن ہوں تو

ہے، لہذا اس وقت جائز ہے (۱) جیسے کہ اسے زمین میں ڈال دیا جاتا اور رونداجاتا (تو جائز ہوتا)، اور بقول شروانی رائج یہ ہے کہ جب اس کو زمین پر ڈال دیا گیا ہو تو وہ مطلقاً منکر میں سے نہیں ہوگا۔

تصویر والے کپڑے کے پہننے سے متعلق حنابلہ کے دو قول ہیں: ان میں ایک حرام ہونا ہے، یہ ابو الخطاب کا قول ہے، ”افروغ“ اور ”آخر“ میں اسی کو مقدم رکھا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صرف مکروہ ہے، حرام نہیں ہے، ابن تیم نے اس کو مقدم رکھا ہے (۲) اور عدم تحریم کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إلا دقما في ثوب“ (۳) (مگر جو کپڑے میں نقش ہو)۔

انگلی، سکوں یا اس طرح کی چیزوں میں چھوٹی تصویروں کا استعمال کرنا اور انہیں رکھنا:

۵۷- حنفیہ صراحت کرتے ہیں کہ چھوٹی تصویروں کو استعمال کرنے اور رکھنے کی حرمت شامل نہیں ہوگی، اس بنا پر کہ صورتوں کے پجاریوں کی اس طرح استعمال کی عادت نہیں ہے، اور صغر کی حد کو مختلف ضابطوں سے ضبط کیا ہے، بعض کہتے ہیں: اس طرح ہوتا کہ دیکھنے والے پر غور سے دیکھے بغیر ظاہر نہ ہوں، بعض کہتے ہیں: یہ کہ دور سے ظاہر نہ ہوتی ہوں، اور صاحب ”الدر“ کہتے ہیں: وہ ہیں جن کے اعضاء کی تفصیلات کھڑے ہونے کی حالت میں دیکھنے والے پر واضح نہ ہوتی ہوں، جبکہ تصویریں زمین پر ہوں، اور ایک قول یہ ہے کہ جو پرندہ کے حجم سے چھوٹی ہوں، اور اس کا ذکر وہ اس بیان میں کرتے ہیں کہ یہ مصلی کے لئے مکروہ نہیں ہے، لیکن ابن عابدین کہتے ہیں:

(۱) ابن عابدین ۱/ ۵۳۳، الدر بحمید الطحاوی ۱/ ۲۷۳، فتح القدیر، حاشیہ ۱/ ۳۶۲۔

(۲) مسانی وآثار الطحاوی ۳/ ۲۶۳، ۲۶۶۔

(۳) الرئی علی آسنی الطالب ۲/ ۲۶۶، نہایۃ المحتاج ۶/ ۳۶۹، داب الشریعہ ۳/ ۵۱۲۔

(۱) شرح المنہاج، جامعہ اہلبیروتی ۳/ ۲۹۷، تحت المحتاج و جامعہ الشروانی ۳/ ۳۳۳۔

(۲) شرح الاقناع علیہی ۱/ ۲۷۹، الإصناف ۱/ ۳۷۳، المغنی ۱/ ۵۹۰۔

(۳) اس حدیث کی تخریج فقہ نمبر ۳۱ میں گزر چکی ہے۔

## تصویر ۵۹

لہذا منقش تصویر کی طرف دیکھنے سے بدرجہ اولیٰ حرمت مصاہرت نہیں پیدا ہوگی (۱)۔

۵۹- شافعیہ کے نزدیک پانی یا آئینہ میں دیکھنا، خواہ شہوت ہی سے ہو، حرام نہیں ہے، انہوں نے کہا: اس لئے کہ یہ صرف عورت کا خیال ہے، عورت نہیں ہے، اور شیخ باجوری کہتے ہیں: حیوان کی ایسی تصویریں دیکھنا جائز ہے جو اٹھائی ہوئی نہ ہوں یا ایسی بیست میں ہوں جن کے ساتھ وہ زندہ نہیں رہتے، جیسے کہ ان کا سر یا درمیانی حصہ کٹا ہوا ہو، یا پیٹ پھٹے ہوئے ہوں، اور اسی سے سایہ کے معروف خیال کے دیکھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ پیٹ پھٹے ہوئے سائے ہوتے ہیں (۲)، صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "أرى بك في المنام، يجيء بك الملك في سرقه من حبر، فقال لي: هذه امرئك، فكشفت عن وجهك الثوب، فإذا أنت هي" (۳) (تم مجھے خواب میں اس حال میں دکھائی گئی کہ فرشتہ تم کو ریشم کے ایک ٹکڑے میں لایا، اور اس نے مجھ سے کہا: یہ تمہاری بیوی ہے، چنانچہ میں نے تمہارے چہرہ سے کپڑا ہٹا دیا تو وہ تم ہی تھیں)، ابن حجر کہتے ہیں آجری کے یہاں دوسرے طریق سے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: "لقد نزل جبريل بصورتی فی راحتہ حین أمر رسول اللہ ﷺ أن يتزوجني" (حضرت جبریل علیہ السلام اپنی پتیلی میں میری تصویر لے کر نازل ہوئے جس وقت آپ ﷺ کو مجھ سے نکاح کا حکم دیا گیا)، چنانچہ اس حدیث میں مرد

ان کو دیکھنا حرام نہیں ہوگا۔

دیکھنے کی حرمت کی علت بیان کرتے ہوئے درودیر کہتے ہیں:

اس لئے کہ حرام کو دیکھنا حرام ہے (۱)۔

حنابلہ کے نزدیک حرام تصویر کی طرف دیکھنا اس کے تصویر

ہونے کی حیثیت سے حرام نہیں ہوگا۔

ابن قدامہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ جب شام آئے تو عیسائیوں نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور ان کو دعوت دی، آپ نے پوچھا: کھانا کہاں ہے؟ کہا: گر جا گھر میں، تو آپ نے جانے سے انکار کر دیا، اور حضرت علیؓ سے کہا: لوگوں کو لے جائیے، وہ کھانا کھالیں، چنانچہ حضرت علیؓ لوگوں کو لے گئے اور گر جا میں داخل ہوئے، اور آپ نے نیز لوگوں نے کھانا کھایا، اور حضرت علیؓ تصویروں کی طرف دیکھنے لگے اور کہا: میرا مومن کے لئے کیا تھا اگر اندر آ جاتے اور کھانا کھا لیتے (۲)۔

حنفیہ کے یہاں ہم کو اس کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملی، لیکن ابن عابدین کہتے ہیں: کیا منقش تصویر کی طرف شہوت سے دیکھنا حرام ہوگا؟ محل تردد ہے اور میں نے اس کو دیکھا نہیں ہے، لہذا رجوع کر لیا جائے۔

تو اس کا ظاہر یہ ہے کہ شہوت نہ ہونے پر یہ حرام نہ ہوگا۔

علاوہ ازیں دوسرے مذاہب کے بجائے مسلک حنفیہ کی یہ بات معلوم ہے کہ آدمی جب شہوت کے ساتھ کسی عورت کی مخصوص شرمگاہ دیکھے تو اس سے حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے، لیکن اگر آئینہ میں شرمگاہ کی صورت (عکس) دیکھے تو اس سے حرمت نہیں پیدا ہوتی ہے، اس لئے کہ اس نے اس کا عکس دیکھا ہے، خود اس کو نہیں دیکھا،

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۵/۲۳۸، ۲/۲۸۱۔

(۲) اقلیو بی علی شرح المسہاج ۳/۲۰۸، حاشیہ الباجوری علی ابن قاسم ۲/۹۹، ۳۱۱۔

(۳) حدیث: "أرى بك في المنام يجيء بك الملك....." کی روایت بخاری (الفتح ۹/۱۸۰ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۱) شرح مختصر فلیل، حاشیہ الدبوتی ۲/۳۳۸، حاشیہ اقلیو بی علی شرح المسہاج ۳/۲۹۷۔

(۲) المغنی لابن قدامہ ۷/۷۷۔

کے اس عورت کی طرف نگاہ کرنے کا ذکر ہے جس کی طرف دیکھنا حلال ہوتا ہے، جب تک کہ گزری ہوئی تفصیل اور اختلاف کے مطابق تصویر حرام نہ ہو، واللہ اعلم۔

ایسی جگہ داخل ہونا جہاں تصویریں ہوں:

۶۰- ایسی جگہ داخل ہونا جائز ہے جس کے داخل ہونے والے کو معلوم ہو کہ اس میں حرام طور پر تصویریں نصب ہیں، اگرچہ دخول سے پہلے اس کو جانتا ہو، اور اگر داخل ہو جائے تو ٹکٹا اس پر واجب نہیں ہوگا۔

یہ سب حنابلہ کا مسلک ہے، فضل کی روایت میں امام احمد نے اس شخص سے فرمایا جس نے ان سے یہ کہہ کر سوال کیا تھا کہ جب ان کے درمیان وستر خوان رکھتے وقت ہی تصویریں دیکھے تو کیا نکل جائے؟ فرمایا: ہم پر تنگی نہ کرو، جب تصویریں دیکھے ان کو ڈانٹے اور روک دے یعنی نکلے، مراد وہی ”تصحیح افروغ“ میں کہتے ہیں: یہ حنابلہ کے دو اقوال میں سے صحیح قول ہے، اور امام احمد کے کلام کا ظاہر یہی ہے، اور ”المغنی“ میں اسی پر جزم کیا ہے، کہا: اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تیر سے قال نکالتے ہوئے تصویریں دیکھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”قاتلہم اللہ! لقد علموا انہما لم یستقسما بھا قط“ (۱) (اللہ ان کو ہلاک کرے، وہ جانتے تھے کہ

ان دونوں نے کبھی تیر سے قال نہیں نکالا)، ان حضرات کا کہنا ہے: ”اور اس لئے بھی کہ ذمیوں پر حضرت عمرؓ کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے اپنے گرجا گھروں کے دروازے کشادہ کر لیں، تاکہ اس میں رات گزارنے کے لئے وہ داخل ہوں، نیز راہ گریوں کے لئے ان کے چوپایوں کے ساتھ (گرجا گھروں کے دروازے کھول دیں) اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ حضرت علیؓ کے گرجا میں داخل ہونے اور تصویر دیکھنے کا واقعہ (جیسا کہ گزر چکا ہے) ذکر کیا ہے، ان لوگوں نے کہا: اور اس سے وہ حدیث مانع نہیں ہوگی کہ ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں جس میں تصویر ہو“ اس لئے کہ یہ حدیث ہم پر اس میں داخل ہونے کی حرمت نہیں ثابت کر رہی ہے جیسے کہ ہم پر کسی ایسے گھر میں دخول کی ممانعت نہیں ثابت کر رہی ہے جس میں کتا، جنبی یا حائض ہو باوجودیکہ وارد ہوا ہے کہ اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے (۱)۔

۶۱- اسی طرح جواز کا مسلک مالکیہ کا ان مجسم تصویروں کے بارے میں ہے جو ان کے مسلک کے مطابق حرام وضع پر نہ ہوں یا غیر مجسم تصویریں ہوں، رہیں حرام تصویریں (یعنی مجسم تصویریں جو حرام وضع پر ہوں) تو ان کی وجہ سے دعوت قبول کرنا واجب نہیں ہوگا، جیسا کہ آ رہا ہے اور ان کے کلام میں ہم کو کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو اسی جگہ داخل ہونے کا حکم واضح کرتی جہاں تصویر ہو۔

۶۲- اس کے بارے میں شافعیہ کے مسلک میں اختلاف ہے، اور ان کے یہاں رائج یہ ہے (اور یہی حنابلہ کا مرجوح قول بھی ہے) کہ ایسی جگہ داخل ہونا حرام ہے جہاں حرام وضع پر تصویریں نصب

(۱) حدیث: ”دخل الکعبۃ فرآی فیہا صورۃ إبراہیم.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۶۸ طبع المستفید) نے حضرت ابن عباسؓ سے کی ہے اور طحاوی نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کی حدیث کی روایت کی ہے ”دخلت علی رسول اللہ ﷺ فی الکعبۃ فرآی صورۃ فدمعاً بماء فابہ بہ فضر بہ الصورۃ“ (میں کعبہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوا، آپ نے کچھ تصویریں دیکھیں، پانی منگولیا، میں پانی لے آیا تو آپ ﷺ نے پانی

= تصویر پر دے مارا) ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی تصحیح کی ہے (۳/۶۸ طبع المستفید)۔

(۱) المغنی ۷/۸، الإيضاف ۳۳۶/۸، الفروع و تہجیر ۵/۳۰۷۔



واجب نہ ہوگا، اس لئے کہ دعوت دینے والے نے منکر (کھلی ہوئی برائی) کا ارتکاب کر کے خود اپنی حرمت (اترام) کو ساقط کر دیا ہے۔ لہذا اس کی سزا کے طور پر اور اس کے فعل سے روکنے کے لئے قبولیت (دعوت) ترک کر دی جائے گی، اور بعض لوگ جیسے شافعیہ کہتے ہیں: اس وقت دعوت کو قبول کرنا حرام ہے۔

پھر کہا گیا ہے کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے حاضر ہونے پر اس کو منادیا جائے گا یا اس کے لئے اس کا منانا ممکن ہو تو اس لئے اس کا حاضر ہونا واجب ہو جائے گا (۱) اور مسئلہ میں اختلاف اور تفصیل ہے جس کو ”دعوت“ کی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

حرام تصویر کے ساتھ اس صورت میں کیا کیا جائے جب وہ کوئی ایسی چیز ہو جس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے؟

۶۴- تصویر کو اس کی حرام وضع سے ایسی وضع کی طرف نکال دینا چاہئے جس سے وہ حرمت سے نکل جائے، اور اس کو کلی طور پر تلف کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر وہ نصب کی ہوئی ہو تو اس کا اتار دینا کافی ہوگا۔

پھر اگر اس کی جگہ میں اس کا باقی رکھنا ضروری ہو تو سر کا بدن سے کاٹ دینا یا سینہ یا پیٹ پھاڑ دینا یا دیوار سے چہرہ گھس دینا یا اس کا منادینا، یا کسی ایسے پیٹ سے اس کا منادینا جو اس کے نشانات ختم کر دے یا تصویر اگر ان چیزوں میں سے ہو جس کا دھوڑنا ممکن ہوتا ہے تو اس کا دھوڑنا کافی ہوگا، اور اگر تصویر اٹکے ہوئے کپڑے یا نصب کئے ہوئے پردہ میں ہو تو یہ کافی ہوگا کہ اس پر اس طرح بنائی کر دے جو اس کا سر ڈھک لے، ابن عابدین کہتے ہیں: اگر وہ کسی

ہوں، کہتے ہیں: اس لئے کہ فرشتے ایسی جگہ داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، امام شافعی کہتے ہیں: اگر کسی جگہ ذی روح تصویریں دیکھے تو جہاں یہ تصویریں ہیں اس گھر میں داخل نہ ہو، بشرطیکہ وہ نصب کی ہوئی ہوں، رومندی نہ جاتی ہوں، اور اگر رومندی جاتی ہوں تو داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ دخول حرام نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، یہی صاحب ”انقریب“ صیدلانی، امام (یعنی امام الحرمین) نیز غزالی کا ”الوسیط“ میں اور اسنوی کا قول ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویریں بیٹھنے کی جگہ میں ہوں، چنانچہ اگر گزرگاہ یا نشست کے دروازہ سے باہر ہوں تو مکروہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ گھر سے باہر کی طرح ہوں گی اور کہا گیا: اس لئے کہ گزرگاہ میں وہ ممتہن (پامال) ہوں گی (۱)۔

ایسی جگہ کی دعوت قبول کرنا جس میں تصویریں ہوں:

۶۳- ولیمہ کی دعوت یعنی شادی کا کھانا قبول کرنا جمہور کے نزدیک واجب ہے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”من لم یجب الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ“ (۲) (جو دعوت قبول نہ کرے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی) اور کہا گیا کہ یہ سنت ہے اور کسی موقع کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے۔

اور تمام حالتوں میں اگر اس جگہ حرام انداز میں تصویریں ہوں یا اسی کے مثل کوئی اور کھلی برائی ہو، اور دعوت میں بلایا ہوا شخص آنے سے پہلے اس کو جان لے تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ دعوت قبول کرنا

(۱) الام للشافعی ۱/۸۴ مطبعہ الکلیات لا زمرب تحتہ المحتاج ۷/۳۳۳، اسنی الطالب ۲۲۶/۳۔

(۲) حدیث: ”من لم یجب الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ“ کی روایت مسلم (۴/۱۰۵۵ طبع الحلی) نے حضرت ابوہریرہ سے کی ہے۔

(۱) الدرر وحاشیہ ابن عابدین ۲۲۱/۵، الخرش علی فلیل وحاشیہ ۳/۳، اسنی الطالب ۲۲۵/۳، المغنی ۸/۷، انصاف ۳۳۶/۸، کشاف القناع ۱۷۰/۵۔



## تصویر ۶۵-۶۶

دھاگے سے (سر کے اپنی حالت پر باقی رہتے ہوئے) سر کو جسم سے کاٹ دے تو یہ کراہت کی نفی نہیں کرے گا، اس لئے کہ بعض پرندے کٹتے دار ہوتے ہیں، لہذا اس سے کاٹنا متحقق نہیں ہوگا (۱)۔

۶۵- اس مسئلہ کی دلیل حضرت علیؓ کی یہ حدیث ہے ”بعثہ الی المدینہ و امرہ ان یسوی کل قبر، ویکسر کل صنم، ویطمس کل صورة“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے ان کو مدینہ بھیجا، اور ان کو حکم دیا کہ ہر قبر پر ابرہہ کر دیں، اور ہر بت توڑ ڈالیں، اور ہر تصویر مٹا دیں)۔

اور اس حدیث کی مستند احمد کی روایات میں یہ عبارتیں وارد ہوئی ہیں کہ وہ تصویر کو آلودہ یا سیاہ کر دیں، یا تراش دیں یا گرا دیں، اور گرانے کی روایت صحیح ہے (۳)، اور ان روایات میں سے کسی میں تصویر کا توڑنا یا تلف کرنا نہیں ہے جیسا کہ بتوں کو توڑنے کی صراحت ہے، اور اس پر وہ کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی حدیث بھی دلیل ہے جس میں تصویریں تھیں، اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آخریہ عنی“ (اس کو میرے پاس سے ہٹا دو) اور ایک روایت میں ہے: ”انہ ہتکہ بیدہ“ (آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے چاک کر دیا) اور دوسری میں ہے: ”انہ امر بجعلہ و ساند“ (اس سے تکیہ بنانے کا حکم دیا)۔

## تصویریں اور نمازی:

۶۶- اس بات پر فقہاء متفق ہیں کہ جو اس حال میں نماز پڑھے کہ اس

(۱) ابن ماجہ ۱/۳۶۶، کشاف القناع ۱/۲۸۹، ۵/۷۵، ۷/۷۱، المغنی ۷/۷۱، فتح الباری ۱۰/۳۹۲، اسنی المطالب ۳/۲۶۳، الطحاوی علی الدرر ۲/۲۷۳۔

(۲) حدیث کی تخریج (مقرہ نمبر ۲۳) میں گزر چکی ہے۔

(۳) مستدرج، تحقیق احمدیہ نمبر ۱۲۳۸ اور دوسری روایات حدیث ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۸۳، ۶۸۴، ۷۲۱، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷،

وہ تصویر (مکروہ ہوگی) جو گھر میں اس کے پیچھے یا چھت میں اس کے اوپر یا اس کے کسی پہلو کی طرف ہو، رہا تصویروں پر سجدہ کرنا تو وہ شیخ تقی الدین بن تیمیہ کے نزدیک مکروہ ہے، ”افروء“ میں فرماتے ہیں: یہ مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس پر یہ بات صادق نہیں آتی کہ اس نے اس کا رخ کر کے نماز پر بھی ہے، اور اس کا ایسا نگینہ لئے رہنا جس میں تصویر ہو یا ایسا کپڑا یا اس جیسی چیز جیسے دینار یا درہم اٹھانا جس میں تصویر ہو مکروہ ہوگا (۱)۔

مالکیہ کے یہاں ہم نے اس مسئلہ سے تعرض نہیں پایا، البتہ انہوں نے مسجد کے قبلہ یا اس کے کسی جزء میں نقش و نگار بنانے کا ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کے بعد آئے گا۔

کعبہ، مسجدوں اور عبادت کی جگہوں میں تصویریں:

۶۷- عبادت کی جگہوں کو ان تصویروں کے وجود سے پاک رکھنا چاہئے تاکہ معاملہ ان کی عبادت تک نہ پہنچ جائے، جیسا کہ حضرت ابن عباس کا قول گزر چکا ہے کہ قوم نوح کی اپنے بتوں کی عبادت کرنے کی اصل یہ تھی کہ وہ نیک لوگ تھے، پھر جب وہ مر گئے تو انہوں نے ان کی تصویریں بنالیں، پھر ان کی عبادت کی اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ فقہاء میں سے بعض تصویر کے وجود کے ساتھ نماز کی کراہت کے قائل ہیں، اگرچہ وہ مصلیٰ کے پہلو کی جانب یا پیچھے یا اس کے محل سجود میں ہو، اور مسجدوں کو اسی طرح مکروہات سے بچایا جائے گا جیسا کہ حرام سے بچایا جاتا ہے۔

۶۸- حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں وارد ہوا ہے: ”دخل الكعبة فوجد فيها صورة إبراهيم وصورة مريم عليهما السلام فقال: أما هم فقد سمعوا أن الملائكة لا تدخل

(۱) کشاف القناع ۱/ ۳۷۰ اور دیکھئے لإضاف ۱/ ۳۷۳۔

بيتا فيه صورة، هذا إبراهيم مصور فما له يستقسم“ (نبی کریم ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت مریم علیہما السلام کی تصویریں پائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک ان کا تعلق ہے تو انہوں نے سن رکھا تھا کہ ایسے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، یہ حضرت ابراہیم کی تصویر بنائی ہوئی ہے تو انہیں کیا ہوا کہ قال نکال رہے ہیں)، اور ایک روایت میں ہے: ”أنه لما رأى الصور في البيت لم يدخل حتى أمر بها فمحييت، ورأى إبراهيم وإسماعيل عليهما السلام بأيديهما الأعلام فقال: قاتلهم الله، والله إن استقسما بالأعلام قط“ (۱) (آپ نے جب بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ نے ان کے بارے میں حکم دیا اور ان کو مٹا دیا گیا، اور حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں تیر ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ انہیں ہلاک کرے، اللہ کی قسم انہوں نے کبھی بھی تیروں سے قال نہیں نکالی)۔

اور حدیث میں وارد ہے: ”أن النبي ﷺ أمر بالصور كلها فمحييت، فلم يدخل الكعبة وفيها من الصور شيء“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے تمام تصویروں کے بارے میں حکم دیا تو ان کو مٹا دیا گیا اور آپ ﷺ اس حال میں کعبہ میں داخل نہیں ہوئے کہ اس میں تصویروں میں سے کچھ بھی ہو)۔

(۱) کعبہ میں آپ ﷺ کے داخل ہونے کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے متعلق دونوں روایتیں بخاری (فتح ۶/ ۳۸۷ طبع المستوفی) نے نقل کی ہیں۔

(۲) حدیث: ”أمر بالصور.....“ کو ازبلی نے ”اخبار مكة“ (۱/ ۱۱۳) میں نقل کر دہ مکتبہ خیاط) میں ایک دوسرے کو تقویٰ سے پہنچانے والے کئی واضح طرق سے بیان کیا ہے۔

میں داخل ہونا اور ان میں نماز پڑھنا مذہب کے صحیح قول کے مطابق بغیر کراہت جائز ہے۔

اور حنابلہ کے ایک دوسرے قول میں اور یہی حنفیہ کا بھی قول ہے ان میں داخل ہونا مکروہ ہے، اس لئے کہ وہ شیاطین کی آماجگاہ ہوتے ہیں، اور اکثر شافعیہ کہتے ہیں: مسلمان کے لئے ایسے گرجا میں داخل ہونا حرام ہے جس میں مطلق تصویریں ہوں (۱)۔

چوتھی: تصویروں کے احکام:

الف- تصویریں اور ان کے ذریعہ معاملات:

۷۰- وہ تصاویر جن کا بنانا حلال ہے، جیسے مالکیہ کے نزدیک مطلقاً مسطح تصویریں اور کائی ہوئی تصویریں، بچوں کے کھلونے، مٹھائی اور ان چیزوں کی تصویریں جو جلد خراب ہو جاتی ہیں وغیرہ، اس تفصیل اور اختلاف کے مطابق جو گزر چکا ہے، ان کی خرید و فروخت کرنا، ان کے بنانے کا حکم دینا اور ان کے بنانے پر اجارہ کرنا صحیح ہے، ان کی قیمت حلال ہے، اور ان کے بنانے پر لی جانے والی اجرت حلال ہے، یہی حکم اس پر جاری ہونے والے تمام معاملات کا ہے اور ولی کے لئے جائز ہے کہ اپنی پرورش میں موجود بچی کے لئے اس کے مال سے کھلونے خریدے، اس لئے جیسا کہ گزر چکا ہے، اس میں مشق کرانے کی مصلحت ہے۔

رہیں وہ تصویریں جن کا بنانا حرام ہے تو محرمات کے عام قاعدہ کے مطابق ان کے بنانے کا اجارہ حلال نہ ہوگا، اور اجرت اور ان کو بنانے کا حکم دینا اور اس پر اعانت کرنا (بھی) حلال نہ ہوگا، قلیوبی کہتے ہیں: اور حرام پیشہ مروت کو ساقط کر دیتا ہے جیسے مصور، اور ماوردی نے

اور صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب مرض کی تکلیف ہوئی تو آپ کی بعض ازواج نے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جس کو انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا جس کو ماریہ کہا جاتا تھا، اور ام سلمہ اور ام حبیبہ ارض حبشہ آچکی تھیں تو دونوں نے اس کی خوبصورتی اور تصویروں کا ذکر کیا تو آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: "أولئك إذا مات فيهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجداً، ثم صوّروا فيه تلك الصور، أولئك شرار الخلق" (۱) (ان لوگوں کا جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تھا تو اس کی قبر پر ایک مسجد بنادیتے تھے، پھر اس میں یہ تصویریں بنادیتے تھے، یہ بدترین خلائق ہیں)، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسجدوں میں تصویروں حرام ہیں، واللہ اعلم۔

گرجا گھروں اور غیر اسلامی عبادت گاہوں میں تصویروں: ۶۹- ان گرجا گھروں اور عبادت گاہوں کی تصویروں سے تعرض نہیں کیا جائے گا جن کو صلح کے ذریعہ اسلامی علاقوں میں باقی رکھا گیا ہو جب تک کہ وہ اندر رہوں۔

اور جمہور کے نزدیک یہ مسلمانوں کے گرجا گھر میں داخل ہونے سے مانع نہ ہوں گی، اور "المغنی" کے حوالہ سے یہ گزر چکا ہے کہ حضرت علی مسلمانوں کو لے کر گرجا میں داخل ہوئے، اور تصویروں کو دیکھنے لگے، اور حضرت عمرؓ نے اہل ذمہ پر شرط رکھی کہ وہ اپنے گرجا گھروں کے دروازوں کو وسیع کریں تاکہ مسلمان اور گزرنے والے اس میں داخل ہوں۔

اسی لئے حنابلہ کہتے ہیں کہ مسلمان کے لئے گرجا گھر اور کلیسا

(۱) المغنی ۷/۸، الإيضاح ۹۶/۱، ابن ماجہ ۱/۵۳، الشیخ عمیرہ البرہی علی شرح المصباح ۳/۲۳۵۔

(۱) حدیث: "أولئك إذا مات فيهم الرجل الصالح" کی روایت بخاری (الفتح ۵۲۳/۱ طبع المستقیم) اور مسلم (۳۷۶/۱ طبع المستقیم) نے کی ہے۔



شد و اختیار کیا ہے، چنانچہ انہوں نے جیسا کہ ”تحفۃ المحتاج“ میں ہے، مصور کے لئے اجرت مثل مقرر کی ہے۔

۷۱- جن تصویروں کا رکھنا اور استعمال کرنا حرام ہوتا ہے تمام حرمت کی طرح ان کی خرید و فروخت کرنا، بیہ کرنا، ان کو ودیعت رکھنا، رہن رکھنا، ان کی حفاظت پر اجارہ کرنا، وقف کرنا اور ان کی وصیت کرنا صحیح نہیں ہوگا، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام“ (۱) (اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی فروخت کو حرام قرار دیا ہے) اور جو ان میں سے کسی چیز پر شمن یا اجرت لے گا تو وہ خبیث کمائی ہوگی جس کا صدقہ کرنا لازم ہوگا، ابن تیمیہ کہتے ہیں: اور اس کے مالک کے پاس اس کو واپس نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ پورا غرض وصول کر چکا ہے، جیسا کہ شراب اٹھانے والے جیسے لوگوں کے بارے میں امام احمد نے صراحت کی ہے، اور اس پر امام مالک کے اصحاب اور دوسروں نے صراحت کی ہے۔

۷۲- یہ اس صورت میں ہے جب حرام تصویر میں اس کی حرام تصویر کے علاوہ کوئی اور منفعت نہ ہو، اور اگر کچھ تبدیلی کے بعد وہ کسی منفعت کے لائق ہو جائے تب بھی بعض شافعیہ کے کلام کا ظاہر اس کی ممانعت ہے۔

رہی شافعی کہتے ہیں: وصیت کے باب میں امام کے کلام کا مقتضا اس حال میں بیع کی صحت کا ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہ ہونا چاہئے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جس کو ”الروضہ“ میں متولی سے اس صورت میں نزدیکی بیع کے جواز کے متعلق نقل کیا ہے، اور اس کی مخالفت نہیں کی ہے جب وہ شطرنج کے مہروں (پیادوں) کے

(۱) حدیث: ”إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام“ کی روایت بخاری (الفتح ۳۲۳/۳ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۱۲۰ طبع الحلبي) نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے۔

لائق ہو، ورنہ نہیں، اور اسی کے مثل وہ ہے جو ”الدر“ اور ”حاشیہ ابن عابدین“ میں ہے: بچہ کو مانوس کرنے کے مقصد سے ٹھیکرے (مٹی) کا ٹیل یا گھوڑا خرید اتو بیع صحیح نہیں ہوگی اور اس کی کوئی قیمت نہیں ہے، اور اس کے برخلاف یہ بھی کہا گیا کہ صحیح ہوگی اور اس کو تلف کرنے والا ضامن ہوگا، اور اگر وہ لکڑی یا پتیل کا ہو تو ظاہر کے مطابق بالاتفاق جائز ہے، اس لئے کہ اس سے نفع اٹھانا ممکن ہے، اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ کھلونے خریدنا اور بچوں کا اس سے کھیلنا جائز ہے (۱)۔

تصویریں اور آلات تصویر تلف کرنے میں ضمان: ۷۳- جو حضرات تصاویر کی کسی ایسی نوع کی حرمت کے قائل ہیں جو کسی متعین وضع پر استعمال ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ تصویر کو ایسی وضع کی طرف نکال لینا چاہئے جس میں وہ حرام نہ ہو، اور امام بخاری نے تصویروں توڑنے پر باب باندھا ہے، لیکن اس کی صراحت کرنے والی کوئی حدیث بیان نہیں کی ہے، بلکہ ایک دوسری حدیث یعنی حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے: ”كان النبي ﷺ لا يترك في بيته شيئاً فيه تصاليب إلا نقضه“ (نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑتے تھے جس میں صلیب کی تصویر ہو مگر اس کو توڑ ڈالتے تھے)، اور ایک روایت میں ہے: ”إلا قضيه“ (۲) (مگر اس کو کاٹ ڈالتے تھے)۔ اور امام بخاری نے شاید اس سے صلیب

(۱) شرح الروض، حاشیہ المرقی ۲/۱۰، ۳۵/۳، ۳۶/۳، ۳۷/۳، شرح المنهاج، حاشیہ اقلیو بی ۲/۵۸، ۳۲۱/۳، حاشیہ الدسوقی علی لشرح الکبیر ۲/۳۳۸، ۳۳۸/۳، کشاف القناع ۱/۲۸۰، داب الشریعہ ۳/۵۲۳، الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ ۲۲/۱۳۱، ۱۳۲، الطحاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۲۳۹، ابن عابدین علی الدر المختار ۲/۲۱۳، تحفۃ المحتاج ۷/۳۳۳۔

(۲) حدیث: ”كان لا يترك في بيته شيئاً فيه تصاليب إلا نقضه“ کی روایت بخاری (الفتح ۳۸۵/۱۰ طبع استغیہ) نے حضرت عائشہؓ سے کی ہے۔



## تصویر ۷۴

چیز کی حرمت (احترام) اس کی منفعت کے باوجود ساقط ہوگئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ضامن ہوگا (۱)۔

تصاویر کی چوری میں ہاتھ کاٹنا:

۷۴ - ان تصاویر کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے جن کے ٹوٹے ہوئے ہونے پر قیمت نہیں ہوتی یا اتنی قیمت ہوتی ہے جو نصاب کو نہیں پہنچتی۔

رہا اس کے علاوہ میں تو حنفیہ کا مسلک، شافعیہ کے یہاں قول مرجوح اور حنابلہ کا ایک قول جو مذہب مختار ہے، یہ ہے کہ آلہ لہو و لعب کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے لہو کے لائق ہونے سے یہ شبہ ہو گیا کہ چور نے ہو سکتا ہے کہ نکیر کا قصد کیا ہو، اور چیز کی چوری توڑنے کی تاویل کے لئے ہو، چنانچہ یہ بات ہاتھ کاٹنے سے مانع ہوگی، لہذا احرام تصویروں میں بھی ان کے نزدیک اسی طرح کہا جانا چاہئے، اگرچہ ٹوٹی ہونے پر نصاب تک پہنچ جائے، حنابلہ میں سے صاحب ”المقتطع“ کہتے ہیں: اگر کوئی ایسا برتن جس میں شراب ہو یا صلیب یا سونے کا بت چوری کرے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، صاحب ”الانصاف“ کہتے ہیں: یہی مذہب (مختار) ہے اور جمہور اصحاب اسی کے قائل ہیں، اس لئے کہ حرام صنعت کی وجہ سے شی کی حرمت (احترام) ختم ہوگئی ہے، لہذا اس کے ٹوٹے ہوئے کی بھی ایسی حرمت باقی نہیں رہے گی کہ اس کے سبب ہاتھ کاٹنے کا اتحاق ہو، خواہ چوری سے نکیر کا ارادہ کرے یا نہ کرے، اور مالکیہ کا مسلک اور شافعیہ کے نزدیک قول اصح اس صورت میں ہاتھ کاٹنے کے وجوب کا ہے جب ٹوٹی ہوئی (تصویر کی قیمت) نصاب تک پہنچ جائے۔

توڑنے پر حرام تصویروں کو قیاس کرنا مراد لیا ہے، اس لئے کہ دونوں کے درمیان اس میں اشتراک ہے کہ ان کی عبادت بجائے اللہ کے کی جاتی ہے، لیکن آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے اس پر وہ کے بارے میں جس میں تصاویر تھیں فرمایا تھا: ”آخر یہ عنی“ (اس کو میرے پاس سے ہٹا دو)، اور ایک روایت میں ہے: ”أنه هتكه“ (آپ ﷺ نے اس کو پھاڑ دیا) یعنی اس کی جگہ سے کھینچ لیا یہاں تک کہ وہ نصب نہیں رہ گیا، اور حضرت جبرئیل کی حدیث میں ہے: ”أمر بصنع و ساداتین من المستر“ (انہوں نے پردہ سے دو تکیے بنانے کا حکم دیا)، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس میں تصویر ہو اس کو تلف نہیں کیا جائے گا بشرطیکہ اس کو دوسرے مباح طریقہ پر استعمال کرنا ممکن ہو۔

لیکن حرام تصویر اگر تلف کئے بغیر نہ ملتی ہو تو اتلاف واجب ہوگا اور اس کا تصور شاذ و نادر ہے، جیسے وہ مجسم تصویر جو کسی دیوار وغیرہ میں اس طرح پیوست ہو کہ جب اس کو اس کی جگہ سے ہٹایا جائے یا سینہ، پیٹ پھاڑا جائے یا سر کاٹا جائے تو تلف ہو جائے اور اس نوع کی تصویر کو تلف کرنے والا ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کو تلف کئے بغیر معصیت زائل نہیں ہو سکتی۔

جو شخص ایسی تصویر کو تلف کر دے جس سے نفع اٹھانا غیر حرام وضع پر ممکن تھا تو تلف کی گئی چیزوں کے ضمان کی اصل کے مطابق اس کو تلف کردہ چیز کا اس حرام کاریگری سے خالی کر کے ضامن ہونا چاہئے۔

یہ امام ابو حنیفہ کے مسلک کا مقتضا، شافعیہ کا قول اصح اور مالکیہ کے کلام کا ظاہر ہے۔

اور حنابلہ کے مسلک کا قیاس یہ ہے کہ تلف کرنا جائز ہے اور ضمان نہیں ہوگا، اس لئے کہ حرام میں استعمال کرنے کی وجہ سے اس

(۱) ابن ماجہ بن ۳۱۹۸، ۱۹۹، ۳۱۳۲، ۳۱۳۳، ۳۱۳۴، ۳۱۳۵، ۳۱۳۶، ۳۱۳۷، ۳۱۳۸، ۳۱۳۹، ۳۱۴۰، ۳۱۴۱، ۳۱۴۲، ۳۱۴۳، ۳۱۴۴، ۳۱۴۵، ۳۱۴۶، ۳۱۴۷، ۳۱۴۸، ۳۱۴۹، ۳۱۵۰، ۳۱۵۱، ۳۱۵۲، ۳۱۵۳، ۳۱۵۴، ۳۱۵۵، ۳۱۵۶، ۳۱۵۷، ۳۱۵۸، ۳۱۵۹، ۳۱۶۰، ۳۱۶۱، ۳۱۶۲، ۳۱۶۳، ۳۱۶۴، ۳۱۶۵، ۳۱۶۶، ۳۱۶۷، ۳۱۶۸، ۳۱۶۹، ۳۱۷۰، ۳۱۷۱، ۳۱۷۲، ۳۱۷۳، ۳۱۷۴، ۳۱۷۵، ۳۱۷۶، ۳۱۷۷، ۳۱۷۸، ۳۱۷۹، ۳۱۸۰، ۳۱۸۱، ۳۱۸۲، ۳۱۸۳، ۳۱۸۴، ۳۱۸۵، ۳۱۸۶، ۳۱۸۷، ۳۱۸۸، ۳۱۸۹، ۳۱۹۰، ۳۱۹۱، ۳۱۹۲، ۳۱۹۳، ۳۱۹۴، ۳۱۹۵، ۳۱۹۶، ۳۱۹۷، ۳۱۹۸، ۳۱۹۹، ۳۲۰۰، ۳۲۰۱، ۳۲۰۲، ۳۲۰۳، ۳۲۰۴، ۳۲۰۵، ۳۲۰۶، ۳۲۰۷، ۳۲۰۸، ۳۲۰۹، ۳۲۱۰، ۳۲۱۱، ۳۲۱۲، ۳۲۱۳، ۳۲۱۴، ۳۲۱۵، ۳۲۱۶، ۳۲۱۷، ۳۲۱۸، ۳۲۱۹، ۳۲۲۰، ۳۲۲۱، ۳۲۲۲، ۳۲۲۳، ۳۲۲۴، ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۲۲۷، ۳۲۲۸، ۳۲۲۹، ۳۲۳۰، ۳۲۳۱، ۳۲۳۲، ۳۲۳۳، ۳۲۳۴، ۳۲۳۵، ۳۲۳۶، ۳۲۳۷، ۳۲۳۸، ۳۲۳۹، ۳۲۴۰، ۳۲۴۱، ۳۲۴۲، ۳۲۴۳، ۳۲۴۴، ۳۲۴۵، ۳۲۴۶، ۳۲۴۷، ۳۲۴۸، ۳۲۴۹، ۳۲۵۰، ۳۲۵۱، ۳۲۵۲، ۳۲۵۳، ۳۲۵۴، ۳۲۵۵، ۳۲۵۶، ۳۲۵۷، ۳۲۵۸، ۳۲۵۹، ۳۲۶۰، ۳۲۶۱، ۳۲۶۲، ۳۲۶۳، ۳۲۶۴، ۳۲۶۵، ۳۲۶۶، ۳۲۶۷، ۳۲۶۸، ۳۲۶۹، ۳۲۷۰، ۳۲۷۱، ۳۲۷۲، ۳۲۷۳، ۳۲۷۴، ۳۲۷۵، ۳۲۷۶، ۳۲۷۷، ۳۲۷۸، ۳۲۷۹، ۳۲۸۰، ۳۲۸۱، ۳۲۸۲، ۳۲۸۳، ۳۲۸۴، ۳۲۸۵، ۳۲۸۶، ۳۲۸۷، ۳۲۸۸، ۳۲۸۹، ۳۲۹۰، ۳۲۹۱، ۳۲۹۲، ۳۲۹۳، ۳۲۹۴، ۳۲۹۵، ۳۲۹۶، ۳۲۹۷، ۳۲۹۸، ۳۲۹۹، ۳۳۰۰، ۳۳۰۱، ۳۳۰۲، ۳۳۰۳، ۳۳۰۴، ۳۳۰۵، ۳۳۰۶، ۳۳۰۷، ۳۳۰۸، ۳۳۰۹، ۳۳۱۰، ۳۳۱۱، ۳۳۱۲، ۳۳۱۳، ۳۳۱۴، ۳۳۱۵، ۳۳۱۶، ۳۳۱۷، ۳۳۱۸، ۳۳۱۹، ۳۳۲۰، ۳۳۲۱، ۳۳۲۲، ۳۳۲۳، ۳۳۲۴، ۳۳۲۵، ۳۳۲۶، ۳۳۲۷، ۳۳۲۸، ۳۳۲۹، ۳۳۳۰، ۳۳۳۱، ۳۳۳۲، ۳۳۳۳، ۳۳۳۴، ۳۳۳۵، ۳۳۳۶، ۳۳۳۷، ۳۳۳۸، ۳۳۳۹، ۳۳۴۰، ۳۳۴۱، ۳۳۴۲، ۳۳۴۳، ۳۳۴۴، ۳۳۴۵، ۳۳۴۶، ۳۳۴۷، ۳۳۴۸، ۳۳۴۹، ۳۳۵۰، ۳۳۵۱، ۳۳۵۲، ۳۳۵۳، ۳۳۵۴، ۳۳۵۵، ۳۳۵۶، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۳۳۵۹، ۳۳۶۰، ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، ۳۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵، ۳۳۶۶، ۳۳۶۷، ۳۳۶۸، ۳۳۶۹، ۳۳۷۰، ۳۳۷۱، ۳۳۷۲، ۳۳۷۳، ۳۳۷۴، ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ۳۳۷۷، ۳۳۷۸، ۳۳۷۹، ۳۳۸۰، ۳۳۸۱، ۳۳۸۲، ۳۳۸۳، ۳۳۸۴، ۳۳۸۵، ۳۳۸۶، ۳۳۸۷، ۳۳۸۸، ۳۳۸۹، ۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۳۳۹۲، ۳۳۹۳، ۳۳۹۴، ۳۳۹۵، ۳۳۹۶، ۳۳۹۷، ۳۳۹۸، ۳۳۹۹، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۳۴۰۲، ۳۴۰۳، ۳۴۰۴، ۳۴۰۵، ۳۴۰۶، ۳۴۰۷، ۳۴۰۸، ۳۴۰۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، ۳۴۲۷، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۳۴۳۰، ۳۴۳۱، ۳۴۳۲، ۳۴۳۳، ۳۴۳۴، ۳۴۳۵، ۳۴۳۶، ۳۴۳۷، ۳۴۳۸، ۳۴۳۹، ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۳۴۴۲، ۳۴۴۳، ۳۴۴۴، ۳۴۴۵، ۳۴۴۶، ۳۴۴۷، ۳۴۴۸، ۳۴۴۹، ۳۴۵۰، ۳۴۵۱، ۳۴۵۲، ۳۴۵۳، ۳۴۵۴، ۳۴۵۵، ۳۴۵۶، ۳۴۵۷، ۳۴۵۸، ۳۴۵۹، ۳۴۶۰، ۳۴۶۱، ۳۴۶۲، ۳۴۶۳، ۳۴۶۴، ۳۴۶۵، ۳۴۶۶، ۳۴۶۷، ۳۴۶۸، ۳۴۶۹، ۳۴۷۰، ۳۴۷۱، ۳۴۷۲، ۳۴۷۳، ۳۴۷۴، ۳۴۷۵، ۳۴۷۶، ۳۴۷۷، ۳۴۷۸، ۳۴۷۹، ۳۴۸۰، ۳۴۸۱، ۳۴۸۲، ۳۴۸۳، ۳۴۸۴، ۳۴۸۵، ۳۴۸۶، ۳۴۸۷، ۳۴۸۸، ۳۴۸۹، ۳۴۹۰، ۳۴۹۱، ۳۴۹۲، ۳۴۹۳، ۳۴۹۴، ۳۴۹۵، ۳۴۹۶، ۳۴۹۷، ۳۴۹۸، ۳۴۹۹، ۳۵۰۰، ۳۵۰۱، ۳۵۰۲، ۳۵۰۳، ۳۵۰۴، ۳۵۰۵، ۳۵۰۶، ۳۵۰۷، ۳۵۰۸، ۳۵۰۹، ۳۵۱۰، ۳۵۱۱، ۳۵۱۲، ۳۵۱۳، ۳۵۱۴، ۳۵۱۵، ۳۵۱۶، ۳۵۱۷، ۳۵۱۸، ۳۵۱۹، ۳۵۲۰، ۳۵۲۱، ۳۵۲۲، ۳۵۲۳، ۳۵۲۴، ۳۵۲۵، ۳۵۲۶، ۳۵۲۷، ۳۵۲۸، ۳۵۲۹، ۳۵۳۰، ۳۵۳۱، ۳۵۳۲، ۳۵۳۳، ۳۵۳۴، ۳۵۳۵، ۳۵۳۶، ۳۵۳۷، ۳۵۳۸، ۳۵۳۹، ۳۵۴۰، ۳۵۴۱، ۳۵۴۲، ۳۵۴۳، ۳۵۴۴، ۳۵۴۵، ۳۵۴۶، ۳۵۴۷، ۳۵۴۸، ۳۵۴۹، ۳۵۵۰، ۳۵۵۱، ۳۵۵۲، ۳۵۵۳، ۳۵۵۴، ۳۵۵۵، ۳۵۵۶، ۳۵۵۷، ۳۵۵۸، ۳۵۵۹، ۳۵۶۰، ۳۵۶۱، ۳۵۶۲، ۳۵۶۳، ۳۵۶۴، ۳۵۶۵، ۳۵۶۶، ۳۵۶۷، ۳۵۶۸، ۳۵۶۹، ۳۵۷۰، ۳۵۷۱، ۳۵۷۲، ۳۵۷۳، ۳۵۷۴، ۳۵۷۵، ۳۵۷۶، ۳۵۷۷، ۳۵۷۸، ۳۵۷۹، ۳۵۸۰، ۳۵۸۱، ۳۵۸۲، ۳۵۸۳، ۳۵۸۴، ۳۵۸۵، ۳۵۸۶، ۳۵۸۷، ۳۵۸۸، ۳۵۸۹، ۳۵۹۰، ۳۵۹۱، ۳۵۹۲، ۳۵۹۳، ۳۵۹۴، ۳۵۹۵، ۳۵۹۶، ۳۵۹۷، ۳۵۹۸، ۳۵۹۹، ۳۶۰۰، ۳۶۰۱، ۳۶۰۲، ۳۶۰۳، ۳۶۰۴، ۳۶۰۵، ۳۶۰۶، ۳۶۰۷، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۳۶۱۰، ۳۶۱۱، ۳۶۱۲، ۳۶۱۳، ۳۶۱۴، ۳۶۱۵، ۳۶۱۶، ۳۶۱۷، ۳۶۱۸، ۳۶۱۹، ۳۶۲۰، ۳۶۲۱، ۳۶۲۲، ۳۶۲۳، ۳۶۲۴، ۳۶۲۵، ۳۶۲۶، ۳۶۲۷، ۳۶۲۸، ۳۶۲۹، ۳۶۳۰، ۳۶۳۱، ۳۶۳۲، ۳۶۳۳، ۳۶۳۴، ۳۶۳۵، ۳۶۳۶، ۳۶۳۷، ۳۶۳۸، ۳۶۳۹، ۳۶۴۰، ۳۶۴۱، ۳۶۴۲، ۳۶۴۳، ۳۶۴۴، ۳۶۴۵، ۳۶۴۶، ۳۶۴۷، ۳۶۴۸، ۳۶۴۹، ۳۶۵۰، ۳۶۵۱، ۳۶۵۲، ۳۶۵۳، ۳۶۵۴، ۳۶۵۵، ۳۶۵۶، ۳۶۵۷، ۳۶۵۸، ۳۶۵۹، ۳۶۶۰، ۳۶۶۱، ۳۶۶۲، ۳۶۶۳، ۳۶۶۴، ۳۶۶۵، ۳۶۶۶، ۳۶۶۷، ۳۶۶۸، ۳۶۶۹، ۳۶۷۰، ۳۶۷۱، ۳۶۷۲، ۳۶۷۳، ۳۶۷۴، ۳۶۷۵، ۳۶۷۶، ۳۶۷۷، ۳۶۷۸، ۳۶۷۹، ۳۶۸۰، ۳۶۸۱، ۳۶۸۲، ۳۶۸۳، ۳۶۸۴، ۳۶۸۵، ۳۶۸۶، ۳۶۸۷، ۳۶۸۸، ۳۶۸۹، ۳۶۹۰، ۳۶۹۱، ۳۶۹۲، ۳۶۹۳، ۳۶۹۴، ۳۶۹۵، ۳۶۹۶، ۳۶۹۷، ۳۶۹۸، ۳۶۹۹، ۳۷۰۰، ۳۷۰۱، ۳۷۰۲، ۳۷۰۳، ۳۷۰۴، ۳۷۰۵، ۳۷۰۶، ۳۷۰۷، ۳۷۰۸، ۳۷۰۹، ۳۷۱۰، ۳۷۱۱، ۳۷۱۲، ۳۷۱۳، ۳۷۱۴، ۳۷۱۵، ۳۷۱۶، ۳۷۱۷، ۳۷۱۸، ۳۷۱۹، ۳۷۲۰، ۳۷۲۱، ۳۷۲۲، ۳۷۲۳، ۳۷۲۴، ۳۷۲۵، ۳۷۲۶، ۳۷۲۷، ۳۷۲۸، ۳۷۲۹، ۳۷۳۰، ۳۷۳۱، ۳۷۳۲، ۳۷۳۳، ۳۷۳۴، ۳۷۳۵، ۳۷۳۶، ۳۷۳۷، ۳۷۳۸، ۳۷۳۹، ۳۷۴۰، ۳۷۴۱، ۳۷۴۲، ۳۷۴۳، ۳۷۴۴، ۳۷۴۵، ۳۷۴۶، ۳۷۴۷، ۳۷۴۸، ۳۷۴۹، ۳۷۵۰، ۳۷۵۱، ۳۷۵۲، ۳۷۵۳، ۳۷۵۴، ۳۷۵۵، ۳۷۵۶، ۳۷۵۷، ۳۷۵۸، ۳۷۵۹، ۳۷۶۰، ۳۷۶۱، ۳۷۶۲، ۳۷۶۳، ۳۷۶۴، ۳۷۶۵، ۳۷۶۶، ۳۷۶۷، ۳۷۶۸، ۳۷۶۹، ۳۷۷۰، ۳۷۷۱، ۳۷۷۲، ۳۷۷۳، ۳۷۷۴، ۳۷۷۵، ۳۷۷۶، ۳۷۷۷، ۳۷۷۸، ۳۷۷۹، ۳۷۸۰، ۳۷۸۱، ۳۷۸۲، ۳۷۸۳، ۳۷۸۴، ۳۷۸۵، ۳۷۸۶، ۳۷۸۷، ۳۷۸۸، ۳۷۸۹، ۳۷۹۰، ۳۷۹۱، ۳۷۹۲، ۳۷۹۳، ۳۷۹۴، ۳۷۹۵، ۳۷۹۶، ۳۷۹۷، ۳۷۹۸، ۳۷۹۹، ۳۸۰۰، ۳۸۰۱، ۳۸۰۲، ۳۸۰۳، ۳۸۰۴، ۳۸۰۵، ۳۸۰۶، ۳۸۰۷، ۳۸۰۸، ۳۸۰۹، ۳۸۱۰، ۳۸۱۱، ۳۸۱۲، ۳۸۱۳، ۳۸۱۴، ۳۸۱۵، ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸، ۳۸۱۹، ۳۸۲۰، ۳۸۲۱، ۳۸۲۲، ۳۸۲۳، ۳۸۲۴، ۳۸۲۵، ۳۸۲۶، ۳۸۲۷، ۳۸۲۸، ۳۸۲۹، ۳۸۳۰، ۳۸۳۱، ۳۸۳۲، ۳۸۳۳، ۳۸۳۴، ۳۸۳۵، ۳۸۳۶، ۳۸۳۷، ۳۸۳۸، ۳۸۳۹، ۳۸۴۰، ۳۸۴۱، ۳۸۴۲، ۳۸۴۳، ۳۸۴۴، ۳۸۴۵، ۳۸۴۶، ۳۸۴۷، ۳۸۴۸، ۳۸۴۹، ۳۸۵۰، ۳۸۵۱، ۳۸۵۲، ۳۸۵۳، ۳۸۵۴، ۳۸۵۵، ۳۸۵۶، ۳۸۵۷، ۳۸۵۸، ۳۸۵۹، ۳۸۶۰، ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، ۳۸۶۴، ۳۸۶۵، ۳۸۶۶، ۳۸۶۷، ۳۸۶۸، ۳۸۶۹، ۳۸۷۰، ۳۸۷۱، ۳۸۷۲، ۳۸۷۳، ۳۸۷۴، ۳۸۷۵، ۳۸۷۶، ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹، ۳۸۸۰، ۳۸۸۱، ۳۸۸۲، ۳۸۸۳، ۳۸۸۴، ۳۸۸۵، ۳۸۸۶، ۳۸۸۷، ۳۸۸۸، ۳۸۸۹، ۳۸۹۰، ۳۸۹۱، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۸۹۴، ۳۸۹۵، ۳۸۹۶، ۳۸۹۷، ۳۸۹۸، ۳۸۹۹، ۳۹۰۰، ۳۹۰۱، ۳۹۰۲، ۳۹۰۳، ۳۹۰۴، ۳۹۰۵، ۳۹۰۶، ۳۹۰۷، ۳۹۰۸، ۳۹۰۹، ۳۹۱۰، ۳۹۱۱، ۳۹۱۲، ۳۹۱۳، ۳۹۱۴، ۳۹۱۵، ۳۹۱۶، ۳۹۱۷، ۳۹۱۸، ۳۹۱۹، ۳۹۲۰، ۳۹۲۱، ۳۹۲۲، ۳۹۲۳، ۳۹۲۴، ۳۹۲۵، ۳۹۲۶، ۳۹۲۷، ۳۹۲۸، ۳۹۲۹، ۳۹۳۰، ۳۹۳۱، ۳۹۳۲، ۳۹۳۳، ۳۹۳۴، ۳۹۳۵، ۳۹۳۶، ۳۹۳۷، ۳۹۳۸، ۳۹۳۹، ۳۹۴۰، ۳۹۴۱، ۳۹۴۲، ۳۹۴۳، ۳۹۴۴، ۳۹۴۵، ۳۹۴۶، ۳۹۴۷، ۳۹۴۸، ۳۹۴۹، ۳۹۵۰، ۳۹۵۱، ۳۹۵۲، ۳۹۵۳، ۳۹۵۴، ۳۹۵۵، ۳۹۵۶، ۳۹۵۷، ۳۹۵۸، ۳۹۵۹، ۳۹۶۰، ۳۹۶۱، ۳۹۶۲، ۳۹۶۳، ۳۹۶۴، ۳۹۶۵، ۳۹۶۶، ۳۹۶۷، ۳۹۶۸، ۳۹۶۹، ۳۹۷۰، ۳۹۷۱، ۳۹۷۲، ۳۹۷۳، ۳۹۷۴، ۳۹۷۵، ۳۹۷۶، ۳۹۷۷، ۳۹۷۸، ۳۹۷۹، ۳۹۸۰، ۳۹۸۱، ۳۹۸۲، ۳۹۸۳، ۳۹۸۴، ۳۹۸۵، ۳۹۸۶، ۳۹۸۷، ۳۹۸۸، ۳۹۸۹، ۳۹۹۰، ۳۹۹۱، ۳۹۹۲، ۳۹۹۳، ۳۹۹۴، ۳۹۹۵، ۳۹۹۶، ۳۹۹۷، ۳۹۹۸، ۳۹۹۹، ۴۰۰۰، ۴۰۰۱، ۴۰۰۲، ۴۰۰۳، ۴۰۰۴، ۴۰۰۵، ۴۰۰۶، ۴۰۰۷، ۴۰۰۸، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰، ۴۰۱۱، ۴۰۱۲، ۴۰۱۳، ۴۰۱۴، ۴۰۱۵، ۴۰۱۶، ۴۰۱۷، ۴۰۱۸، ۴۰۱۹، ۴۰۲۰، ۴۰۲۱، ۴۰۲۲، ۴۰۲۳، ۴۰۲۴، ۴۰۲۵، ۴۰۲۶، ۴۰۲۷، ۴۰۲۸، ۴۰۲۹، ۴۰۳۰، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۰۳۳، ۴۰۳۴، ۴۰۳۵، ۴۰۳۶، ۴۰۳۷، ۴۰۳۸، ۴۰۳۹، ۴۰۴۰، ۴۰۴۱، ۴۰۴۲، ۴۰۴۳، ۴۰۴۴، ۴۰۴۵، ۴۰۴۶، ۴۰۴۷، ۴۰۴۸، ۴۰۴۹، ۴۰۵۰، ۴۰۵۱، ۴۰۵۲، ۴۰۵۳، ۴۰۵۴، ۴۰۵۵، ۴۰۵۶، ۴۰۵۷، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۴۰۶۰، ۴۰۶۱، ۴۰۶۲، ۴۰۶۳، ۴۰۶۴، ۴۰۶۵، ۴۰۶۶، ۴۰۶۷، ۴۰۶۸، ۴۰۶۹، ۴۰۷۰، ۴۰۷۱، ۴۰۷۲، ۴۰۷۳، ۴۰۷۴، ۴۰۷۵، ۴۰۷۶، ۴۰۷۷، ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، ۴۰۸۰، ۴۰۸۱، ۴۰۸۲، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۰۸۵، ۴۰۸۶، ۴۰۸۷، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۱، ۴۰۹۲، ۴۰۹۳، ۴۰۹۴، ۴۰۹۵، ۴۰۹۶، ۴۰۹۷، ۴۰۹۸، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ۴۱۰۳، ۴۱۰۴، ۴۱۰۵، ۴۱۰۶، ۴۱۰۷، ۴۱۰۸، ۴۱۰۹، ۴۱۱۰، ۴۱۱۱، ۴۱۱۲، ۴۱۱۳، ۴۱۱۴، ۴۱۱۵، ۴۱۱۶، ۴۱۱۷، ۴۱۱۸، ۴۱۱۹، ۴۱۲۰، ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴، ۴۱۲۵، ۴۱۲۶، ۴۱۲۷، ۴۱۲۸، ۴۱۲۹، ۴۱۳۰، ۴۱۳۱، ۴۱۳۲، ۴۱۳۳، ۴۱۳۴، ۴۱۳۵، ۴۱۳۶، ۴۱۳۷، ۴۱۳۸، ۴۱۳۹، ۴۱۴۰، ۴۱۴۱، ۴۱۴۲، ۴۱۴۳، ۴۱۴۴، ۴۱۴۵، ۴۱۴۶، ۴۱۴۷، ۴۱۴۸، ۴۱۴۹، ۴۱۵۰، ۴۱۵۱، ۴۱۵۲، ۴۱۵۳، ۴۱۵۴، ۴۱۵۵، ۴۱۵۶، ۴۱۵۷، ۴۱۵۸، ۴۱۵۹، ۴۱۶۰، ۴۱۶۱، ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، ۴۱۶۶، ۴۱۶۷، ۴۱۶۸، ۴۱۶۹، ۴۱۷۰، ۴۱۷۱، ۴۱۷۲، ۴۱۷۳، ۴۱۷۴، ۴۱۷۵، ۴۱۷۶، ۴۱۷۷، ۴۱۷۸، ۴۱۷۹، ۴۱۸۰، ۴۱۸۱، ۴۱۸۲، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵، ۴۱۸۶، ۴۱۸۷، ۴۱۸۸، ۴۱۸۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۱۹۴، ۴۱۹۵، ۴۱۹۶، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۰۲، ۴۲۰۳، ۴۲۰۴، ۴۲۰۵، ۴۲۰۶، ۴۲۰۷، ۴۲۰۸، ۴۲۰۹، ۴۲۱۰، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۴۲۱۴، ۴۲۱۵، ۴۲۱۶، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، ۴۲۲۱، ۴

## تضییب ۱-۴

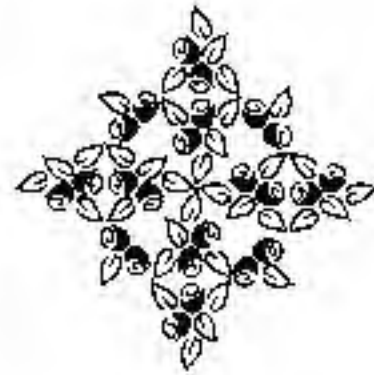
اور جمہور فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ اگر چوری کئے ہوئے دراہم و دنانیر پر تصویریں ہوں تو یہ ہاتھ کاٹنے کے وجوب سے مانع نہ ہوں گی، حنفیہ کہتے ہیں: اس لئے کہ سکوں کو صرف تمول (مالداری) کے لئے تیار کیا جاتا ہے، لہذا اس میں کوئی تاویل نہیں چلے گی لیکن حنابلہ کے یہاں ایک قول میں اس میں تفریق ہے کہ نکیر کا قصد کرے تو نہیں کاٹا جائے گا اور اس کا قصد نہ کرے تو کاٹا جائے گا (۱)، واللہ اعلم۔

## تضییب

### تعریف:

۱- تضییب اور ضب کے معنی لغت میں: کسی چیز کو ڈھانپنے اور ایک کو دوسرے میں داخل کرنے کے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں: کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑنا کہ ہاتھ سے نہ چھوٹے، اور کہا جاتا ہے: ”ضیب الخشب بالحديد أو الصقر“ (جب کوئی لکڑی کو لوہے یا پتیل سے باندھے)، اور ”ضیب أسنانه“ (اس نے اپنے دانتوں کو سونے یا چاندی یا کسی اور چیز سے باندھا)۔

اور ”ضیبة“ ایک چوڑا لوہا ہوتا ہے جس سے دروازہ کسا جاتا ہے، اور شگاف پر جانے کی صورت میں اس سے برتن کو جوڑا جاتا ہے۔ اور تضییب کی شرعی اصطلاح لغوی معنی سے کسی چیز میں بھی مختلف نہیں ہے (۱)۔



### متعلقہ الفاظ:

- ۲- جبر: اس کا ایک معنی یہ ہے کہ آدمی حاجت مندی کے بعد مال دار ہو جائے یا اس کی ہڈی ٹوٹنے کے بعد صحیح ہو جائے۔
- ۳- وصل: یہ ”وصل الثوب أو الخف وصلة“ (اس نے کپڑے یا خف کو جوڑا) سے ماخوذ ہے۔
- ۴- تشعیب: یعنی کسی چیز کا جمع کرنا، اور ایک کو دوسرے سے جوڑنا یا

(۱) متن المصنف، الصحاح مادۃ ”ضیب“، حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۱۹/۵۔

(۱) ابن ماجہ ص ۱۹۹، البدیع علی المشرع الکبیر ص ۳۶۳، الإصناف ص ۲۶۱/۱۰۔

## تھیب ۵-۷

علاحدہ کرنا، لہذا وہ اضداد میں سے ہے (۱)۔

۵- تطعیم: یہ ”طعم“ کا مصدر ہے اور اس کی اصل طعم ہے، کہا جاتا ہے: ”طعم العصن أو الفرع“ (ٹہنی یا شاخ نے دوسرے درخت کی ٹہنی سے پیوند لگنا قبول کر لیا)۔

وطعم کذا بعنصر کذا: یعنی اس کی تقویت یا تحسین کے لئے یا اس سے دوسری قسم نکالنے کے لئے فلاں عنصر کا پیوند یا ٹیکہ لگایا، ”وطعم الخشب بالصدف“ سیپ کو زیب و زینت کے لئے لکڑی میں جوڑ دیا (۲)۔

اور فقہاء کے نزدیک تطعیم یہ ہے کہ لکڑی یا کسی اور چیز کے برتن میں گڑھا کھودے، اور اس میں گڑھے کے بقدر سونے یا چاندی وغیرہ کا ٹکڑا رکھے، لہذا تھیب اور تطعیم کے درمیان فرق یہ ہے کہ تھیب اصلاح کے لئے ہوتی ہے، رعی تطعیم تو وہ صرف کھودنے سے ہوتی ہے، اور عام طور سے یہ زینت کے لئے ہوتی ہے (۳)۔

۶- تسمیہ: یہ کسی چیز پر سونے یا چاندی یا اس طرح کی وصات کا پانی چڑھانا ہے (۴)۔

شرعی حکم:

۷- حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ تھیب (سونے چاندی کے پتر لگانا) اور سونے یا چاندی سے پتر لگائے ہوئے برتن کا استعمال کرنا جائز ہے، اس لئے کہ وہ مباح یعنی باقی برتن کے تابع ہے، لہذا وہ معمولی پتر لگائے ہوئے کہ مشابہ ہو گیا، لیکن تھیب فقہاء حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن اس پر لازم ہے کہ تلواریں قبضہ اور لگام میں ہاتھ

لگانے کی جگہ (میں تھیب سے) اہتساب کرے اور پتر لگے ہوئے برتن سے پینے میں منہ سے پتر چھونے سے پرہیز کرے۔

ابن عابدین کہتے ہیں: بچنے سے مراد اس عضو کو بچانا ہے جس کے ذریعہ اس کا استعمال مقصود ہوتا ہے، اور اس میں امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کے درمیان اختلاف ہے جس کو مطولات میں دیکھا جاسکتا ہے (۱)، اور تھیب کے احکام کی تفصیل ”ذہب“، ”فضة“ اور ”آئینہ“ کی اصطلاحات میں ہے۔

مالکیہ اپنے رائج مسلک میں ان سب کی حرمت کی طرف گئے ہیں، ان کے یہاں سونا، چاندی، چھوٹا، بڑا اور ضرورت سے یا بغیر ضرورت سب برآمد ہیں (۲)۔

شافعیہ و حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ برتن کا سونے سے باندھنا تو مطلقاً حرام ہے، اور بطور عرف چاندی کے بڑے پتر سے جوڑنا، بغیر حاجت مثلاً زینت کے لئے بھی اسی طرح حرام ہے، اور اگر برتن میں اصلاح کی ضرورت کے لئے چاندی والا پتر چھوٹا سا ہو تو مکروہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ بخاری کی روایت ہے: ”أن قدح النبي ﷺ انكسر فاتخذ مكان الشعب سلسلة من فضة“ (نبی کریم ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے شگاف کی جگہ چاندی کی ایک لڑی جمادی)۔

اور اگر پتر ضرورت سے زیادہ ہو اور وہ چھوٹا ہو یا کسی ضرورت کے لئے بڑا ہو، تو قول اصح میں مکروہ ہوگا (۳)۔

(۱) ابن عابدین ۲۱۹/۵۔

(۲) شرح الفرقانی ۱/ ۳۷، مواہب الجلیل ۱۳۹/۱، الدسوقی ۱/ ۶۳۔

(۳) حدیث: ”أن قدح النبي ﷺ انكسر، فاتخذ مكان الشعب سلسلة من فضة“ کی روایت بخاری (الفتح ۲۱۲/۵ طبع المستوفی) نے حضرت انس بن مالکؓ سے کی ہے۔

(۴) اسنی الطالب ۱/ ۲۷، المغنی لابن قدامہ ۱/ ۷۷۔

(۱) مختار الصحاح ۱/ ۲۷، ”جر“، ”وصل“، ”شعب“۔

(۲) لسان العرب، المعجم الوسيط۔

(۳) کشف القناع ۱/ ۵۲۔

(۴) لسان العرب، المعصباح، ابن عابدین ۲۱۹/۵، نہایۃ المحتاج ۱/ ۹۱۔

## تضمیر ۱-۲

اور اس سلسلہ میں مکمل تفصیل ”ذہب“، ”ضمہ“ اور ”آنیہ“ کی اصطلاحات میں دیکھی جائے۔

## تضمیر

### تعریف:

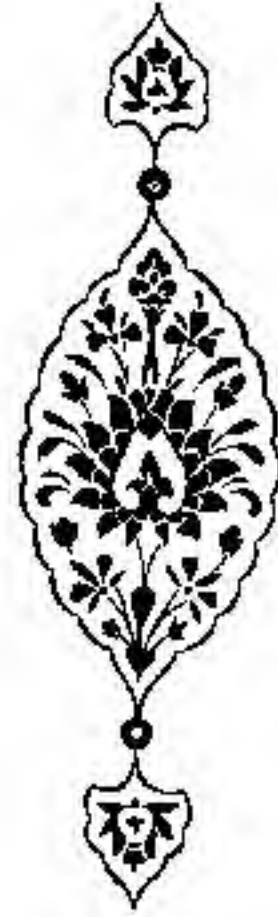
۱- تضمیر لغت میں: ضمّر (میم کے سکون کے ساتھ) اور ضمّر (میم کے ضمہ کے ساتھ) بمعنی دبلا پن اور پیٹ مل جانا سے معنی ماخوذ ہے (۱)، یعنی گھوڑے کو چارہ دیا جائے یہاں تک کہ وہ موٹا اور طاقتور ہو جائے، پھر اس کا چارہ کم کر دیا جائے اور گزارہ کے لائق دیا جائے اور کسی کمرہ میں داخل کر کے جھول سے ڈھانپ دیا جائے یہاں تک کہ گرم ہو کر پسینہ بہا دے، تو جب اس کا پسینہ خشک ہو جائے گا تو گوشت کم ہو جائے گا، اور دوڑنے پر مضبوط ہو جائے گا (۲)۔

اور عربوں کے یہاں تضمیر (دبلا کرنے) کی مدت چالیس دن ہے، اور اس مدت کو نیز جہاں پر گھوڑا دبلا کیا جائے اس کو مضمار کہتے ہیں (۳)۔

### متعلقہ الفاظ:

### سباق:

۲- سباق اور مسابقہ ایک معنی میں ہیں، کہا جاتا ہے: ”سابقہ مسابقة و سباق“ اور ”سباق، سبق“ (باء کے سکون کے ساتھ)



(۱) لسان العرب الجیط مادہ ”ضمّر“۔

(۲) عمدة القاری ۶/۶۱۰، ۶۱۱، فتح الباری لابن حجر ۶/۷۱، ۷۲۔

(۳) الصحاح فی اللغة، لسان العرب الجیط۔



### تضمیر ۳

سے ماخوذ ہے، جس کا معنی دوڑنا اور ہر چیز میں آگے بڑھ جانا ہے۔  
 رہا سبق (باء کے فتح کے ساتھ) تو اس کے معنی اس انعام کے  
 ہیں جس کے لئے مقابلہ کیا جاتا ہے (۱)۔  
 اور اس کے اور تضمیر کے درمیان تعلق یہ ہے کہ تضمیر کا کام  
 بعض اوقات دوڑ کے مقابلہ میں اولیت حاصل کرنے کے مقصد سے  
 کیا جاتا ہے۔

### اجمالی حکم اور بحث کے مقامات:

۳۔ جمہور فقہاء گھوڑوں کی تضمیر (دبلا کرنے) کی مطلقاً باحت کی  
 نیز جب ان کو غزوہ کے لئے تیار کیا جا رہا ہو تو تضمیر کے انتخاب کی  
 رائے رکھتے ہیں (۲)۔

اس باب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے کچھ یہ

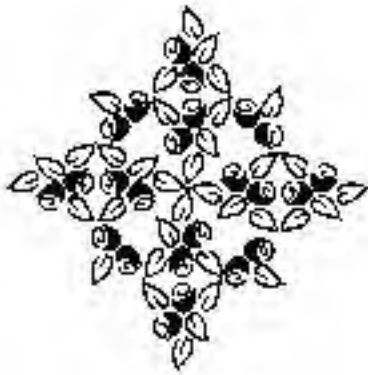
ہیں:

حضرت نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں  
 نے فرمایا: ”سابق رسول اللہ ﷺ بین الخیل التي قد  
 ضمّرت فأرسلها من الحفيا، وكان أمدّها ثنية الوداع  
 فقلت لموسى بن عقبة: فكم كان بين ذلك؟ قال ستة  
 أميال أو سبعة. و سابق بين الخيل التي لم تضمر،  
 فأرسلها من ثنية الوداع، وكان أمدّها مسجد بني زريق.  
 قلت: فكم بين ذلك؟ قال: ميل أو نحوه. فكان ابن  
 عمر ممن سابق فيها“ (۳) (نبی کریم ﷺ نے تضمیر (دبلے)

کئے ہوئے گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کرایا اور ان کو حفیا سے  
 چھوڑا، اور ان کی حد ثنیۃ الوداع تھی، تو میں نے موسیٰ بن عقبہ سے کہا:  
 اس کے درمیان کتنی دوری تھی؟ کہا: چھ یا سات میل، اور ان گھوڑوں  
 کے درمیان بھی دوڑ کا مقابلہ کرایا جن کی تضمیر نہیں کی گئی تھی، اور ان کو  
 ثنیۃ الوداع سے چھوڑا، اور ان کی حد بنو زریق کی مسجد تھی، میں نے  
 پوچھا: تو اس کے درمیان کیا فاصلہ تھا؟ فرمایا: ایک میل یا اسی کے آس  
 پاس، تو حضرت ابن عمرؓ بھی ان لوگوں میں تھے جنہوں نے اس  
 گھوڑ دوڑ میں حصہ لیا تھا)۔

اس حدیث اور اس جیسی احادیث سے ان لوگوں کے قول کی  
 تردید ہو جاتی ہے جو گھوڑوں کی تضمیر کو ناجائز کہتے ہیں، اس لئے کہ  
 اس میں ان کو ہنکانے کی مشقت ہے (۱)۔

رہا دوڑ کے مقابلہ کے لئے گھوڑوں کی تضمیر کی شرط لگانا، تضمیر  
 کردہ اور غیر تضمیر کردہ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا جواز اور مضمرہ اور  
 غیر مضمرہ گھوڑوں کے درمیان مسابقت کے ہدف میں مغایرت کرنا، تو  
 اس میں اختلاف اور تفصیل ہے جس کے لئے اصطلاح ”سباق“  
 نیز کتب فقہ میں اس کے محل کی طرف رجوع کیا جائے (۲)۔



(۱) اہلبیو بی و عمیرہ ۳/ ۲۶۳، لسان العرب الجیط مادہ ”ضمیر“۔

(۲) اہلبیو بی و عمیرہ ۳/ ۲۶۳، ۲۶۵، المغنی ۸/ ۶۵۹، عمدۃ القاری ۶/ ۶۱۰، ۶۱۱،  
 فتح الباری لابن حجر ۶/ ۷۱، ۷۲، نیل الاوطار ۸/ ۷۹، نیل السلام ۳/ ۷۰۔

(۳) حدیث: ”سابق رسول اللہ ﷺ بین الخیل التي قد ضمّرت.....“  
 کی روایت بخاری (الفتح ۱/ ۷۱، طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۱) نیل الاوطار ۸/ ۷۹۔

(۲) ابن حابدین ۵/ ۲۵۹، اہلبیو بی و عمیرہ ۳/ ۶۶۱، المغنی ۶/ ۶۵۹، عمدۃ القاری  
 ۶/ ۶۱۰، ۶۱۱، فتح الباری لابن حجر ۶/ ۷۱، ۷۲، ۷۳۔

## تطیب ۱-۳

جانا ہے: ”فلان یداوی“ یعنی فلاں کا علاج کیا جا رہا ہے (۱)۔  
اور ”تطیب“ اور ”مداوی“ کے درمیان فرق یہ ہے کہ تطیب  
مرض کی تشخیص کرنے اور مریض کا علاج کرنے کا نام ہے اور مداوی  
دوا لینے کو کہتے ہیں۔

## تطیب

### شرعی حکم:

۳- علاج و معالجہ کا سیکھنا فرض کفایہ ہے، چنانچہ مسلمانوں کے ملک  
میں فن طب کے اصول سے واقف لوگوں کا کثرت سے ہونا واجب  
ہے، اور تفصیل ”اتراف“ (پیشہ اختیار کرنے) کی اصطلاح میں  
دیکھی جائے۔

اور جہاں تک عملاً دوا علاج کرنے کا تعلق ہے تو اس میں اصل  
اس کا مباح ہونا ہے، اور کبھی کبھی اس صورت میں مندوب بھی ہو جاتا  
ہے جب لوگوں کو علاج معالجہ کے بارے میں ہدایات دینے میں نبی  
کریم ﷺ کا اسوہ اختیار کرنے کی نیت شامل ہو یا مسلمانوں کو فائدہ  
پہنچانے کی نیت کرے، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس طرح کے  
ارشاد میں داخل ہے: ”وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ  
جَمِيعًا“ (۲) (اور جس نے ایک کو بچالیا تو گویا اس نے سارے  
آدمیوں کو بچالیا)، اور اس حدیث نبوی میں داخل ہے: ”مَنْ  
اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ“ (۳) (تم میں سے جو شخص  
اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو نفع پہنچا دے)۔

الایہ کہ کوئی دوسرا طبیب نہ پائے جانے کی بنا پر یا معاہدہ کی  
وجہ سے کوئی شخص متعین ہو تو اس کے لئے علاج معالجہ کرنا واجب

### تعریف:

۱- لغت میں تطیب کے کئی معانی ہیں، ان میں سے ایک معنی دوا  
علاج کرنے کے ہیں، اور یہاں یہی معنی مراد ہے۔  
کہا جاتا ہے: ”طَبَّ فلان فلان“ یعنی فلاں نے فلاں کا  
علاج کیا ”وَجَاءَ يَسْتَطِبُّ لَوْجَعَهُ“ یعنی وہ دوا تجویز کرانے کے  
لئے آیا کہ اس کے مرض کے لئے کوئی مناسب ہے۔  
اور طب کے معنی جسمانی اور نفسانی علاج کے ہیں اور ”رجل  
طَبَّ وَطِيبَ“ کے معنی ہیں: طب کا جاننے والا آدمی۔  
”الطَّبُّ وَ الطَّيُّ“ (طب کی دو لغات ہیں)، اور ”تَطَبَّبَ  
لَهُ“ یعنی اس نے اس کے لئے حکیموں سے پوچھا۔  
اور اصلاً طبیب: معاملات میں مہارت رکھنے والے اور جاننے  
والے کا نام ہے، اور اسی سے اس طبیب (ڈاکٹر، حکیم) کا بھی نام پڑ گیا  
جو مریضوں وغیرہ کا علاج کرتا ہے (۱)۔  
اس کا اصطلاحی معنی اس کے لغوی معنی سے الگ نہیں ہے۔

### متعلقہ الفاظ:

### مداوی:

۲- مداوی: دوا لیم، اور اسی سے مداوة یعنی علاج کرنا بھی ہے، کہا

(۱) لسان العرب والصحاح مادۃ ”دوی“۔

(۲) سورۃ مائدہ ۳۲۔

(۳) حدیث: ”مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ.....“ کی روایت مسلم (۳/۲۶۶)۔

طبع المجلد نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے۔

(۱) الصحاح، لسان العرب، المصباح لمیر مادۃ ”طب“۔

### طیب ۳

ہوگا (۱)۔

اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کی روایت انصار کے ایک شخص نے کی ہے، وہ کہتے ہیں: عاد رسول اللہ ﷺ رجلاً بہ جرح، فقال رسول اللہ ﷺ: ادعوا لہ طیب بنی فلان۔ قال: فدعوه فجاء، فقالوا: یا رسول اللہ ویغنی الدواء شیئاً؟ فقال: سبحان اللہ وهل أنزل اللہ من داء فی الأرض إلا جعل لہ شفاء؟ (۲) (رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے شخص کی عیادت کی جس کو زخم لگا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے فلاں قبیلہ کا طیب (حکیم) بلوالو، کہتے ہیں: چنانچہ لوگوں نے اس کو بلایا اور وہ آگیا، تو لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ کچھ فائدہ پہنچاتی ہے؟ فرمایا: سبحان اللہ! اللہ نے زمین پر جتنی بھی بیماریاں نازل کی ہیں، ان کی شفاء بھی پیدا کی ہے)۔

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا: تو عمرو بن حزم کے خاندان والے حاضر ہوئے، اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ہمارے ہاں جھاڑ پھونک ہوتی تھی جس سے ہم بچھوکاٹے کا علاج کرتے تھے اور آپ نے جھاڑ پھونک سے منع کر دیا ہے، کہتے ہیں: ان لوگوں نے وہ جھاڑ پھونک آپ کے سامنے پیش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ما أری بها بأساً، من استطاع منکم أن ینفع أخاه فلینفعه“ (۳) (میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو، وہ اسے نفع پہنچا دے)۔

(۱) الموسوعة الفقهیہ بالکویت ۷/۲، لا داب اشرعیہ لابن مفلح ۵/۳، ۶۰، ۳۵۹۔  
(۲) حدیث: ”عاد رسول اللہ ﷺ رجلاً بہ جرح“ کی روایت احمد (۵/۳۷۵) طبع المسمیہ نے کی ہے اور ثعلبی کہتے ہیں: اس کے تمام روای صحیح کے روی ہیں (المجموع ۵/۸۳ طبع القدسی)۔

(۳) حدیث: ”من استطاع منکم أن ینفع“ کی تخریج (نقرہ نمبر ۳) میں گزر چکی ہے۔

اور فرمایا: ”لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہا شرک“ (۱) (جھاڑ پھونک میں اس وقت تک کوئی حرج نہیں ہے جب تک اس میں کوئی شرک نہ ہو)۔

اور اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے فعل میں یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے دوا استعمال کی، چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں یہ روایت کی ہے: ”أن عروہ کان یقول لعائشة رضی اللہ عنہا: یا أمّناہ! لا أعجب من فہمک، أقول: زوجة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بنت أبی بکر، ولا أعجب من علمک بالشعر و آیام الناس، أقول: ابنة أبی بکر، وکان أعلم الناس أو من أعلم الناس، ولكن أعجب من علمک بالطب، کیف هو؟ ومن أين هو؟ قال: فضربت علی منكبہ وقالت: أي غریة! إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسقم عند آخر عمرہ، أو فی آخر عمرہ، فكانت تقدم علیہ وفود العرب من کل وجه، فتنعت لہ الأنعات، وکنت أعالجہا، فمن ثم“ (حضرت عروہ حضرت عائشہ سے کہہ رہے تھے: اما جان! مجھے آپ کی سمجھ پر تعجب نہیں ہوتا، کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ اور حضرت ابو بکر کی بیٹی ہیں، اور مجھے آپ کی شعر اور تاریخ سے واقفیت پر بھی تعجب نہیں، کیونکہ میں کہتا ہوں کہ آپ حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی ہیں، اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ واقف تھے یا سب سے زیادہ واقف لوگوں میں سے تھے، لیکن میں طب سے آپ کی واقفیت پر ضرور تعجب کرتا ہوں کہ کیسے ہوئی اور کہاں سے ہوئی، کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے ان کے مونڈھے پر ضرب لگائی اور کہا: ”اے خنصہ عروہ! نبی کریم

(۱) حدیث: ”لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہا شرک“ کی روایت مسلم (۳/۱۷۳) طبع النکلی نے حضرت عوف بن مالکؓ کی ہے۔



## طیب ۴

لئے اجنبی ہو تو کسی ایسے شخص کی موجودگی ضروری ہے جس کی موجودگی میں کسی ناجائز چیز کے واقع ہونے سے اطمینان ہو، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا قول ہے: ”ألا لا یخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشیطان“ (۱) (باخبر رہو کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت ہرگز اختیار نہ کرے کیونکہ ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے)۔

اور شافعیہ نے اس صورت میں طب سے بخوبی واقف کسی عورت کے نہ ہونے کی شرط لگائی ہے، جبکہ مریض کوئی عورت ہو، اگرچہ علاج کرنے والی عورت کافر ہی کیوں نہ ہو، اور جب مریض مرد ہو تو اس سے بخوبی واقف کسی مرد کی غیر موجودگی (کی شرط لگائی ہے)۔

اسی طرح انہوں نے اس بات کی بھی شرط لگائی ہے کہ امانت دار ڈاکٹر کی موجودگی میں غیر امانت دار مسلمان کی موجودگی میں ذمی اور مسلم لیڈی ڈاکٹر کی موجودگی میں ذمی لیڈی ڈاکٹر نہ ہو۔

بلکینی کہتے ہیں: عورت کے علاج میں مسلمان لیڈی (ڈاکٹر) کو مقدم رکھا جائے گا، پھر غیر مہربان مسلمان بچہ کو پھر مہربان کو، پھر غیر مہربان کافر کو پھر مہربان کافر عورت کو پھر مسلمان حرم کو، پھر کافر حرم کو پھر اجنبی مسلمان کو پھر کافر کو۔

اور ابن حجر عسقلانی نے حرم پر کافرہ کو مقدم کرنے پر اعتراض کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ قائل ترجیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حرم وغیرہ کو کافر عورت پر مطلقاً مقدم رکھا جائے، کیونکہ حرم جو دیکھ سکتا ہے وہ کافرہ نہیں دیکھ سکتی۔

اسی طرح شافعیہ نے زیادہ حاذق طبیب کو مطلقاً دوسروں پر مقدم کرنے کی صراحت کی ہے، اگرچہ وہ غیر جنس اور غیر مذہب کا ہی

(۱) حدیث: ”ألا لا یخلون.....“ کی روایت ترمذی (۳۶۶/۳ طبع الحلبي) اور حاکم (۱/۱۱۳، ۱۱۵) نے کی ہے حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

ﷺ اپنی آخری عمر میں بیمار رہا کرتے تھے تو آپ کے پاس ہر طرف سے عربوں کے وفود آتے تھے، اور مختلف چیزیں (بطور دوا) تجویز کرتے تھے، اور دوا میں دیتی تھی تو وہیں سے (طب سے واقفیت) ہوئی، اور ایک روایت میں ہے: ”أن رسول الله کثرت أسقامه، فكان يقدم عليه أطباء العرب والعجم، فیصفون له فنعالجہ“ (۱) (نبی کریم ﷺ کی بیماریاں بڑھ گئیں تو آپ کے پاس عرب و عجم کے اطباء آتے تھے اور نسخہ تجویز کرتے تھے اور علاج ہم کرتے تھے)۔

اور رفق کہتے ہیں: میں نے امام شافعی کو کہتے ہوئے سنا: علم دو ہیں: ایک دینوں کا علم اور دوسرے جسموں کا علم (۲)۔

## طیب کا ستر کی طرف دیکھنا:

۴- فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکیم کے لئے ستر دیکھنا اور چھونا علاج کے واسطے جائز ہے اور مرض کے محل میں اس کا دیکھنا بقدر ضرورت ہوگا، اس لئے کہ ضروریات بقدر ضرورت تک ہی محدود ہوتی ہیں، لہذا سوائے مرض کی جگہ کے بقیہ جگہوں سے جتنا ہو سکے نگاہ جھکانے کے ساتھ صرف محل حاجت کھولا جائے اور اس سے پہلے ہی کسی عورت کو تربیت دینا چاہئے جو عورتوں کا علاج کرے، اس لئے کہ جنس کا اپنی جنس کی طرف دیکھنا اخف ہوتا ہے۔

اور شافعیہ و حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ طبیب جب مریضہ کے

(۱) حدیث: ”إن عروۃ کان یقول لعائشہ.....“ کی روایت احمد (۶۷/۶ طبع المیمیہ) نے کی ہے اور ذہبی (۲۳۲/۹ طبع القدی) میں کہتے ہیں: اس حدیث کے ایک راوی عبد اللہ بن سہاویہ زہیری ہیں، ابو حاتم فرماتے ہیں: یہ مستقیم الحدیث ہیں اور ان میں کچھ ضعف ہے۔

(۲) الفواکر الدوائی ۳/۳۹، روایت الطائیین ۹۶/۲، إقناع للشر بنی الطیب ۱/۳۳، المغنی لابن قدامہ ۵/۵۳۹، زاد المعاد ۳/۶۶، اور اس کے بعد کے صفحات، و تحفۃ الاحوذی ۱/۹۰ طبع المجلد الجدید۔



## تطیب ۵-۶

کیوں نہ ہو۔

وصولیابی دشوار ہے، یہی حکم اس وقت ہوگا جب مدت کے دوران ہی مریض مر جائے۔

حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ ڈاکٹر پر دوا دینے کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے، اور یہ مالکیہ کا بھی ایک قول ہے، اس لئے کہ اس میں فیس اور بیع کا اجتماع ہو رہا ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں دوسرا قول جواز کا ہے۔

اور علاج معالجہ کے امکان کا زمانہ گزر جانے کے باوجود اپنے آپ کو حوالہ کر دینے سے طبیب اجرت کا مستحق ہوگا، پھر اگر مرض باقی رہنے کے باوجود مریض علاج سے رک جائے تو طبیب اپنے آپ کو حوالہ کرنے، نیز علاج کا زمانہ گزر جانے کی مدت تک اجرت کا مستحق ہوگا، اس لئے کہ اجارہ ایک لازمی عقد ہے، اور طبیب نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔

رہی وہ صورت جب طبیب نے اپنے آپ کو حوالہ کر دیا ہو اور علاج کے امکان کے زمانہ سے پہلے ہی مریض کو سکون ہو گیا ہو تو جمہور فقہاء (حنفی، مالکیہ، حنابلہ اور بعض شافعیہ) اس وقت اجارہ فسخ ہو جانے پر متفق ہیں (۱)۔

۶۔ طبیب کا شقیابی کی شرط لگانا جائز ہے، اور ابن قدامہ نے ابن ابی موسیٰ سے جواز نقل کیا ہے، کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ طبیب کے شقیابی کی شرط لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے جب ایک شخص پر دم کیا تھا تو اس سے شقیابی کی شرط لگائی تھی، ابن قدامہ کہتے ہیں: انشاء اللہ یہی صحیح (قول) ہے، لیکن یہ عمل کا بدلہ ہوگا اجارہ نہ ہوگا، اس لئے کہ اجارہ میں مدت یا عمل

ان حضرات نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ اگر ایسا طبیب پایا جائے جو اجرت مثل سے زیادہ لئے بغیر راضی نہ ہوتا ہو تو اس وقت وہ نہ ہونے کے مثل ہوگا، یہاں تک کہ اگر اجرت مثل سے کم پر راضی ہونے والا کوئی کافر اور صرف اجرت مثل ہی پر راضی ہونے والا کوئی مسلمان پایا جائے تو احتمال یہ ہے کہ مسلمان نہ ہونے کے مثل ہوگا۔

مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ عورت کی مخصوص شرمگاہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ اس کی واقفیت تک خود سے اسے دیکھے بغیر نہ پہنچا جاسکتا ہو، اور اگر طبیب کو عورتوں کے مریضہ کی شرمگاہ دیکھ لینے سے کفایت ہو جاتی ہو تو اس کے لئے شرمگاہ دیکھنا ناجائز ہوگا (۱)۔

علاج کے لئے ڈاکٹر کو اجرت پر رکھنا:

۵۔ علاج کے لئے ڈاکٹر کو اجرت پر رکھنے کے جواز پر فقہاء متفق ہیں، اس لئے کہ یہ ایسا کام ہے جس کی حاجت ہوتی ہے اور جس کی شرعاً اجازت ہے، لہذا تمام مباح کاموں کی طرح اس پر اجارہ کرنا جائز ہے، البتہ شافعیہ نے اس عقد کی صحت کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ ڈاکٹر اس معنی میں ماہر ہو کہ اس کی غلطی مادر ہو، اور اس کے لئے ان کے یہاں تجربہ کافی ہے اگرچہ علم کے اعتبار سے ماہر نہ ہو۔

اور ڈاکٹر سے اجارہ مدت پر مقدر ہوگا نہ کہ شقیابی اور کام پر، چنانچہ اگر مدت پوری ہو جائے تو طبیب کو پوری اجرت ملے گی، مریض شقیاب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اور اگر مدت پوری ہونے سے پہلے شقیاب ہو گیا تو بقیہ مدت کا اجارہ فسخ ہو جائے گا، کیونکہ معتود علیہ کی

(۱) حاشیہ ابن ماجہ ص ۵۰/۵، حامیۃ السنن ص ۳۰، المفواکر الدوائی ص ۱۶۵، قلیوبی و عمیرہ ص ۳۰/۷، شرح روض الطالب ص ۱۳/۲، کشاف القناع ص ۱۳، المغنی ص ۵۳۹/۵، ۵۳۲، ۵۳۳۔

(۱) حاشیہ ابن ماجہ ص ۱۶۱/۵، المفواکر الدوائی ص ۳۶۶/۲، حواشی المشرع، ابن القاسم علی تختہ المحتاج ص ۲۰۲، ۲۰۳، کشاف القناع ص ۱۳۔

## طیب ۷

معلوم کا ہونا ضروری ہے۔

اور مالکیہ نے بھی اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ ”اشرح الصغیر“ میں ہے: اگر کسی طبیب نے اس سے شفیایابی کی شرط لگائی ہو تو شفیایابی کے حصول کے بغیر وہ اجرت کا مستحق نہیں ہوگا، اور اس کی تفصیل ”اجارہ“ کی اصطلاح میں گزر چکی ہے (۱)۔

اور اگر طبیب کے معالجہ سے پہلے ہی تکلیف ختم ہو جائے اور مریض شفیاب ہو جائے تو یہ ایسا عذر ہوگا جس سے اجارہ فسخ ہو جائے گا۔

ابن عابدین کہتے ہیں: جب اس دائرہ میں آرام ہو جائے جس کو اکھاڑنے کے لئے طبیب سے اجارہ کیا گیا تھا، تو یہ ایسا عذر ہے جس سے اجارہ فسخ ہو جائے گا، اور اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے، حتیٰ کہ ان لوگوں نے بھی جو عذر کو موجب فسخ نہیں تسلیم کرتے، چنانچہ شافعیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ جو کسی آدمی سے اجارہ کرے کہ وہ اس کی دائرہ نکال دے، پھر تکلیف میں کمی ہو جائے یا یہ کہ (اسے اجارہ پر رکھا تاکہ) اس کی آنکھ میں سرمہ لگا دے، پھر کام انجام دینے سے پہلے ہی آنکھ ٹھیک ہو جائے تو جس چیز پر عقد کیا گیا ہے اسے وصول کرنے کی دشواری کی وجہ سے عقد فسخ ہو جائے گا (۲)۔

طیب کا تلف کردہ چیز کا ضامن ہونا:

۷۔ طبیب کو ضامن بنایا جائے گا بشرطیکہ وہ طب کے اصول سے

ما واقف ہو یا اس میں ماہر نہ ہو اور کسی مریض کا علاج کرے، اور علاج کی وجہ سے اس کو ہلاک کر دے یا کوئی عیب پیدا کر دے، یا طب کے اصول جانتا ہو اور علاج میں کوتاہی کرے اور ہلاکت یا عیب سرایت کر جائے یا تو اعداء علاج جانتا ہو اور کوتاہی بھی نہ کرے، لیکن مریض کی اجازت کے بغیر اس کا علاج کیا ہو، جیسے کہ بچہ کا ختنہ اس کے ولی کی اجازت کے بغیر یا بڑے کا ختنہ جبراً یا اس کے سونے کی حالت میں کیا ہو، یا مریض کو کوئی دوا جبراً کھلائے اور اس سے تلف یا عیب پیدا ہو جائے یا کسی بچہ کی طرف سے ہونے کے سبب غیر معتبر اجازت سے علاج کیا ہو جبکہ اجازت مثال کے طور پر ہاتھ یا بازو کاٹنے یا پچھنا لگانے یا ختنہ کرنے کی ہو، اور یہ ہلاکت یا عیب کا سبب بن گیا ہو، تو ان تمام صورتوں میں وہ اپنے علاج پر مرتب ہونے والے نقصانات کا ضمان دے گا (۱)۔

اور اگر اس کی اجازت دی گئی ہو، اجازت معتبر بھی ہو، اور وہ حافظ ہو اور اس کے ہاتھ سے جنایت نہ ہوتی ہو، اور جس میں اجازت دی گئی ہے اس سے تجاوز نہ کیا ہو، اور ہلاکت سرایت کر جائے تو ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس نے ایک ایسا مباح فعل کیا ہے جس کی اجازت تھی (۲) اور اس لئے کہ سرایت کر جانے کی وجہ سے جو چیز تلف ہوتی ہے اگر وہ بجائے جہالت و کوتاہی کے کسی اجازت یافتہ سبب سے ہو تو ضامن نہیں ہوتا، اس بنیاد پر طبیب، جراح، پچھنا لگانے والے اور ختنہ کرنے والے پر جبکہ انہیں اجازت

= إمام الشافعی ۴۰۶/۱، المغنی لابن قدامة ۵/۵۳۹، ۵۳۱، ۵۳۳، اور الموسوعة الفقهیة ۱/۳۰۰، ۳۰۱ بھی دیکھی جائے۔

(۱) جوہر للکلیل ۲/۲۹۶، الشرح المکبیر ۴/۵۵۵، اسنی الطالب ۲/۲۲۷، المکتبۃ الاسلامیہ، المغنی لابن قدامة ۵/۵۳۸، طبع بیاض الحدیث۔

(۲) منار السبیل فی شرح الدلیل ۱/۲۲، طبع المکتب الاسلامی، نیل المآرب بشرح دلیل الطالب ۱/۱۶۳، طبع القلاح۔

(۱) الموسوعة الفقهیة بالکویت ۲/۲۹۹۔

(۲) ابن عابدین ۵/۳۳، ۵۰، الاقنایہ شرح الفقہار ۲/۲۲۷، ۲۲۷، طبع مصطفیٰ الحلبي ۵/۱۳۳ھ ۱۹۳۶ء، الفتاویٰ الہندیہ ۴/۹۹، الشرح الصغیر ۲/۷۷، الشرح کبیر ۳/۶۱، جوہر للکلیل ۲/۱۵۳، منہاج الطالبین، حاشیہ قلیوبی ۴/۷۰، ۷۸، اسنی الطالب ۲/۲۱۳، المکتب الاسلامی، المہرب فی فقہ

## تطبیق ۷

دی گئی ہو اور وہ کوتاہی نہ کریں، اور محل معتاد سے تجاوز نہ کریں، ضمان نہیں ہوگا، ورنہ ضمان لازم ہو جائے گا (۱)۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: پچھنا لگانے والا، ختنہ کرنے والا اور حکیم جب وہ کام کریں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہو تو دشرطوں کے ساتھ ضامن نہیں ہوں گے:

ایک یہ کہ اپنے پیشہ میں مہارت والے ہوں، چنانچہ جب وہ اس طرح نہ ہوں تو یہ فعل حرام ہوگا اور سرایت کے ضامن ہوں گے۔

دوسرے یہ کہ جس کو کاٹنا چاہئے اس سے تجاوز نہ کریں، چنانچہ اگر وہ ماہر ہو اور تجاوز کر جائے یا محل قطع کے علاوہ میں یا ایسے وقت میں کاٹ ڈالے جس میں کاٹنا اچھا نہیں ہوتا، یا اس طرح کی کوئی اور چیز ہو تو اس میں کل کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ یہ ایسا اتلاف ہے جس کا ضمان عہد اور خطا سے نہیں بدلتا ہے، لہذا یہ اتلاف مال سے مشابہ ہو گیا۔

اور قصاص میں کاٹنے والے اور چور کا ہاتھ کاٹنے والے کے بارے میں بھی یہی حکم ہوگا، پھر کہا: ہمیں اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے (۲)۔

دسوقی کہتے ہیں: جب ختنہ کرنے والا کسی بچہ کا ختنہ کرے یا طبیب کسی مریض کو دوپلائے یا اس کا کوئی عضو کاٹے، یا اس کو دانے اور وہ اس سے مر جائے تو دونوں میں سے کسی پر بھی ضمان نہیں ہوگا، نہ اس کے مال میں، نہ اس کے عاقلہ پر، اس لئے کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جس میں خطرہ میں ڈالنا ہوتا ہے، تو کو یا صاحب مرض کو جو

کچھ لاحق ہوا ہے اسی نے اس کے لئے اپنے کو پیش کیا تھا، اور یہ اس وقت ہے جب ختنہ کرنے والا یا طبیب واقفیت رکھنے والوں میں سے ہو اور اپنے فعل میں غلطی نہ کرے، اور اگر اپنے فعل میں غلطی کر جائے اور وہ واقفیت رکھنے والوں میں سے ہو تو دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔ اور اگر واقفیت رکھنے والوں میں نہ ہو تو اسے سزا دی جائے گی۔

اور دیت کے اس کے عاقلہ پر یا خود اس کے مال میں ہونے کے سلسلہ میں دو اقوال ہیں:

پہلا ابن القاسم کا اور دوسرا امام مالک کا، اور رائج یہی ہے، اس لئے کہ اس کا فعل عدا ہے اور عاقلہ عہد کو نہیں برداشت کرتے (۱)۔

اور ”الغنیہ“ میں ہے کہ محمد بن حماد الدین سے ایسی بچی کے بارے میں پوچھا گیا جو چھت سے گر پڑی تھی اور اس کا سر کل گیا تھا تو بہت سے جراحوں نے کہا کہ اگر تم نے اس کا سر چاک کیا تو وہ مر جائے گی، اور ان میں سے ایک نے کہا: اگر تم نے آج ہی سر چاک نہیں کیا تو وہ مر جائے گی، اور میں چاک کروں گا اور اسے اچھا کروں گا، چنانچہ اس نے چاک کیا، اور وہ بچی ایک یا دو دن بعد مر گئی، کیا وہ ضامن ہوگا؟ تو انہوں نے تھوڑی دیر غور کیا پھر کہا: نہیں، بشرطیکہ اجازت سے چاک کیا ہو، اور پھاڑنا معتاد (جگہ پر) ہو اور بہت زیادہ غیر معمولی نہ ہو، پوچھا گیا: اور اگر یہ کہا ہو کہ اگر وہ مر گئی تو میں ضامن ہوں گا تو کیا ضامن ہوگا؟ تو تھوڑی دیر غور کیا، پھر فرمایا: نہیں، اور ضمان کی شرط لگانے کا اعتبار نہیں کیا، اس لئے کہ مفتی بقول کے مطابق امین پر ضمان کی شرط لگانا باطل ہے (۲)۔

اور ”مختصر الطحاوی“ میں ہے کہ جس کو کسی غلام کے پچھنا لگانے یا کسی چوپایہ کی جراحت کرنے کے لئے اجارہ پر رکھا جائے اور وہ یہ

(۱) ابن ماجہ ۵/۳۳، الاختیار شرح المختار ۲۲۶/۱، طبع مصنفی الجلی ۱۹۳۶ء، التاج، لاکھیل بہاش سواہب الجلیل ۲۰۶/۳، الشرح المفیر ۵۰۵/۵، نہایۃ المحتاج ۷/۲۹۱، قلیوبی و عمیرہ ۳/۱۱۰، المغنی مع الشرح الکبیر ۶/۱۲۰۔  
(۲) المغنی لابن قدامہ ۵/۵۳۸، طبع ریاض الحدیث، الموسوۃ الفقہیہ ۱/۲۲۸، ”اعراف“ ۲۹۹/۱، ۳۰۰، ”اجارہ“۔

(۱) جامعہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۳/۲۸۔

(۲) ابن ماجہ ۵/۳۶۳۔



## تطبیب ۷

اور رعی وہ صورت جب بچہ شفا یاب ہو جائے تو کھال کاٹنے کو جس کی اجازت تھی کا عدم قرار دیا جائے گا، اور حشفہ کاٹنے کی اجازت تھی ہی نہیں، لہذا حشفہ کا پورا ضمان یعنی ویت واجب ہوگی (۱)۔

عمل کرے، پھر دونوں اس کے عمل سے مرجائیں تو اس پر ضمان نہیں ہوگا، اس لئے کہ اصل عمل کی اجازت حاصل تھی، لہذا اس سے جو چیز ظاہر ہو وہ اس کے ذمہ قائل ضمان نہیں ہوگی، سوائے اس صورت کے جب اس نے تعدی کی ہو تو اس وقت وہ ضامن ہوگا، اسی طرح جب اس کے ہاتھ میں خارش ہو اور وہ اپنا ہاتھ کاٹنے کے لئے کسی شخص سے اجارہ کرے اور مرجائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہوگا (۱)۔

اور جس کو کسی مریض کی داڑھ کو اکھاڑنے کے لئے اجارہ پر رکھا گیا ہو اور وہ غلطی کر جائے، اور جس کو اکھاڑنے کا حکم دیا گیا تھا اس کے علاوہ کسی اور کو اکھاڑ ڈالے تو اس کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ یہ اس کی جنایت میں سے ہے (۲)۔

اور طبیب اگر غلطی کر جائے، اس طرح کہ مریض کو ایسی دوا پلا دے جو اس کے مرض کے موافق نہ ہو، یا ختنہ کرنے والے یا کاٹنے والے کا ہاتھ پھسل جائے اور کاٹنے میں تجاوز کر جائے، تو اگر وہ واقفیت رکھنے والوں میں سے ہو اور اس نے اپنے کو (طبیب ظاہر کر کے) دھوکہ دہی نہ کی ہو تو یہ خطا ہے (یعنی اس کے عاقلہ برداشت کریں گے) الا یہ کہ تہائی سے کم ہو تو اس کے مال سے (ضمان) ہوگا، اور اگر وہ ماہر نہ ہو یا خود کو طبیب ظاہر کر کے دھوکہ دہی کی ہو تو اسے سزا دی جائے گی (۳)، اور جو شخص ختنہ کرنے والے کو کسی بچہ کے ختنہ کرنے کا حکم دے، چنانچہ ختنہ کرنے والا ختنہ کرے اور بچہ کی سپاری کاٹ ڈالے اور بچہ اس سے مرجائے تو ختنہ کرنے والے کے عاقلہ پر نصف ویت ہوگی، اس لئے کہ موت دو افعال سے واقع ہوئی ہے: ان میں سے ایک کی اجازت تھی یعنی قلعہ کاٹنا، اور دوسرے کی اجازت نہیں تھی یعنی سپاری کاٹنا، لہذا نصف ضمان ہوگا۔

(۱) مختصر الطحاوی ۱۲۹۔

(۲) المغنی لابن قدامہ ۵/۵۳۳ طبع ریاض المحمد، منہاج الطالبین ۳/۷۰۔

(۳) جوہر لؤلئیل ۲/۱۹۱۔

(۱) ابن ماجہ ۵/۳۰۰۔



## تطبیق ۱-۲

بازو میں نماز پر بھی، اور ہتھیلیوں کے درمیان تطبیق کی، اور دونوں کو رانوں کے درمیان رکھا تو میرے لبا نے مجھے منع کیا اور کہا: ہم اس طرح کرتے تھے، پھر اس سے ہمیں روک دیا گیا، اور ہمیں حکم دیا گیا کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں (۱)۔

یہ بات مشہور ہے کہ صحابی کے قول ”ہم کرتے تھے“، ”ہمیں حکم دیا گیا“ اور ”ہمیں روکا گیا“ کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ وہ مرفوع ہے (۲)۔

ان حضرات نے حضرت انسؓ سے مروی نبی کریم ﷺ کے اس قول سے بھی استدلال کیا ہے: ”إذا ركعت فضع يديك على ركبتيك وفرج بين أصابعك“ (۳) (جب تم رکوع کرو تو اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھو اور انگلیوں کو کشادہ کرلو)۔

صحیح مسلم کی شرح میں نووی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے دونوں شاگرد علقمہ اور اسود اس طرف گئے ہیں کہ سنت تطبیق ہے، چنانچہ مسلم نے حضرت علقمہ اور اسود سے روایت کی ہے کہ دونوں حضرت عبداللہؓ کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے کہا: کیا تمہارے مقتدیوں نے نماز پڑھ لی، دونوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ دونوں کے درمیان کھڑے ہو گئے، اور دونوں میں سے ایک کو اپنی

## تطبیق

تعریف:

۱- لغت میں تطبیق ”طبق“ کا مصدر ہے، اس کے معانی میں سے: مساوات (برابری کرنا)، عام کرنا اور پردہ ڈالنا بھی ہیں، اور تطبیق کی اصل: وہ شئی ہے جو دوسری شئی کے بالکل برابر ہو اور اس شئی کے تمام اطراف کو پردہ کے انداز میں ڈھانپے ہوئے ہو، اور کہا جاتا ہے: ”طبق السحاب الجو“ (جب بادل فضا میں چھا جائے)، اور ”طبق السماء وجه الارض“ (جب پانی زمین کی سطح کو ڈھانپ لے) اور ”طبق الغيم“ (جب بادل عام بارش برسائے) (۱)۔

اور فقہی اصطلاح میں تطبیق یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنی ایک ہتھیلی کے اندرون کو دوسری ہتھیلی کے اندرون پر رکھے، اور دونوں کو گھٹنوں اور رانوں کے درمیان کر لے (۲)۔

اجمالی حکم:

۲- جمہور فقہاء رکوع کی حالت میں تطبیق کی کراہت کی رائے رکھتے ہیں، ان حضرات کی حجت وہ حدیث ہے جو حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اپنے لبا کے

(۱) حضرت مصعب کی حدیث: ”صلبت إلى جب أبي فطقت بين كهي.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۲/۲۷۳ طبع المستوفی) اور مسلم (۳۸۰/۱ طبع المجلد) نے کی ہے الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۲) البیاض ۲/۷۸، ۱۷۹ طبع دار الفکر، المجموع ۳/۱۱، کشاف القناع ۱/۳۶۱ طبع مکتبۃ العصر لا سلامیہ، الکافی لابن عبدالمبر ۱/۲۰۳، مجمع کردہ مکتبہ ریاض، عمدة القاری ۶/۶۳ طبع المیزان، صحیح مسلم بشرح النووی ۵/۱۵ طبع المطبعة المصریہ بالازمیر، نیل الاوطار ۲/۲۲۳ طبع المصنایہ۔

(۳) حدیث: ”إذا ركعت فضع يديك على ركبتيك علی“ کی روایت ابن عدی نے ”الکامل“ میں حضرت انسؓ سے کی ہے (الکافی ۶/۶۸۸ طبع دار الفکر) اور اس کے راوی یعنی کثیر بن عبداللہ الناجی راوی کی وجہ سے اسے معتدل قرار دیا ہے۔

(۱) أراس البلاغ للدرعشری، القاسوس المخط، الصحاح، المصباح للمیزان: ”طبق“۔

(۲) المبدع فی شرح المفتح ۱/۳۶۱ طبع المکتب الاسلامی، المجموع للنووی ۴/۲۰۷ طبع المیزان، نیل الاوطار ۲/۲۲۳ طبع المصنایہ۔

## تطفل ۱-۲

دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف کر لیا، پھر ہم نے رکوع کیا اور اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے تو ہمارے ہاتھوں پر ضرب لگائی، پھر اپنے ہاتھوں کے درمیان تطبیق کی، پھر دونوں کو اپنی رانوں کے درمیان کر لیا، پھر جب نماز پڑھ لی تو کہا: ”ہکذا فعل رسول اللہ ﷺ“ (۱) (رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا)۔

یعنی کہتے ہیں: حضرت ابراہیم نخعی اور ابو عبیدہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور نووی نے ان حضرات کے فعل کی علت یہ بتائی ہے کہ ان حضرات کو ماتخ یعنی حضرت مصعب بن سعد کی مذکورہ حدیث نہیں پہنچی (۲)۔

## تطفل

### تعریف:

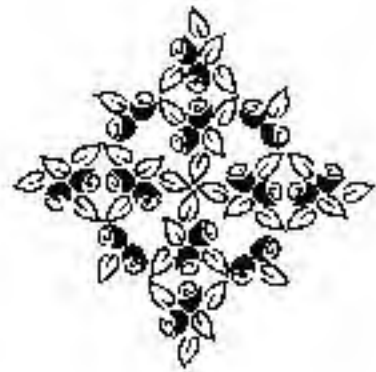
۱- تطفل لغت میں ”تطفل“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”هو متطفل في الأعراس والولائم“ یعنی وہ شادیوں اور ولیموں میں طفیلی بن کر جاتا ہے، اصمعی کہتے ہیں: طفیلی: وہ ہے جو بلائے بغیر قوم میں داخل ہو جائے (۱)۔

فقہاء کا اس لفظ کا استعمال اس معنی سے باہر نہیں ہے۔ چنانچہ ”نہایۃ المحتاج“ میں اس کی تعریف یہ کی ہے: وہ کسی شخص کا کھانے کے لئے دوسرے کی اجازت یا معتبر قرینہ یا رضامندی کے علم کے بغیر اس کے گھر میں داخل ہوتا ہے (۲)۔

### متعلقہ الفاظ:

#### الف- ضیف (مہمان):

۲- ضیف لغت میں: ملاقاتی مہمان کو کہتے ہیں، اور اس کی اصل یہ ہے کہ وہ ضاف کا مصدر ہے، اسی لئے اس کا اطلاق واحد اور غیر واحد پر ہوتا ہے، اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ“ (۳) (لوط نے کہا: یہ لوگ میرے مہمان



(۱) المصباح للمیر یسان العرب، تاج المعروس، محیط الحیط، متن الملح، مختار الصحاح مادة ”طفل“۔  
(۲) نہایۃ المحتاج ۶/۳۷۷۔  
(۳) سورۃ الحجر ۶۸۔

(۱) حضرت علقمہ اور حضرت اسود وغیرہ کی حدیث فقال: ”أصلي من خلفكم؟“ کی روایت مسلم (۱/۳۷۹، ۳۸۰ طبع المکتب) نے کی ہے۔  
(۲) صحیح مسلم بشرح النووی ۵/۱۵۱، عمدة القاری ۶/۶۳، المجموع ۳/۳۱۱، البزازیہ ۲/۷۸۔

## تطفل ۳-۴

ہیں سو مجھے عام لوگوں میں فضیحت مت کرو)، اور مطابقت بھی جائز ہے تو کہا جائے گا: ”ہذان ضیفان“ (یہ دونوں مہمان ہیں)۔

جہاں تک ”ضیفن“ کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے جو مہمان کے ساتھ طفیلی بن کر آتا ہے، اس طرح ضیفن طفیلی کے مقابلہ میں خاص ہے، اور دعوت کے بغیر لوگوں کے پینے پلانے میں شامل ہونے والے پر ”داخل“ کا اطلاق کیا جاتا ہے (۱)۔

فقہاء کی اصطلاح میں: ضیف وہ شخص ہے جو دوسرے کی دعوت پر خواہ عمومی ہی کیوں نہ ہو یا اس کی رضامندی معلوم ہونے پر کھانے میں شریک ہو۔ اور ضیف کی ضد طفیلی ہے (۲)۔

### ب۔ فضولی:

۳۔ فضولی: فضل کی جمع فضول سے ماخوذ ہے، اور کبھی کبھی جمع کا استعمال اس چیز کے معنی میں جس میں کوئی بھلائی نہ ہو، مغرور کے طور پر ہوتا ہے، اسی وجہ سے جمع کے الفاظ ہی میں جمع کی طرف نسبت کی گئی، اور جولا یعنی کام میں مشغول ہوا سے فضولی کہا گیا ہے۔

اور اصطلاح میں: بغیر اجازت اور ولایت کے دوسرے کی طرف سے تصرف کرنے کا نام ہے، اور زیادہ تر یہ عقود میں ہوتا ہے، جہاں تک تطفل (طفیلی بننے) کا تعلق ہے تو وہ زیادہ تر مادیات میں ہوتا ہے، اور کبھی کبھی معنویات میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

### طفیلی بننے کا شرعی حکم:

۴۔ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے، اور حنفیہ کے قول سے بھی یہی متبادر ہے کہ بغیر دعوت اور بغیر رضامندی جانے دوسرے

کے کھانے میں شرکت کرنا حرام ہے بلکہ بار بار ایسا کرے تو اس سے فاسق ہو جائے گا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ، ومن دخل علی غیر دعوة دخل سارقا وخرج مغیرا“ (۱) (جس کو دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہیں کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو دعوت کے بغیر داخل ہوا وہ چور کی حیثیت سے داخل ہوا اور ڈاکو کی حیثیت سے نکلا)، تو کو یا جس کھانے کی دعوت نہ دی گئی ہو اس میں اس کے داخلہ کو اس چور کے داخل ہونے سے تشبیہ دی گئی ہے جو مالک کے ارادہ کے بغیر داخل ہو جاتا ہے، اس لئے کہ وہ داخل ہونے والوں میں چھپ کر آیا، اور کھانے کے بعد اس کے نکلنے کو اس شخص کے نکلنے سے تشبیہ دی گئی ہے جو کسی قوم پر لوٹ مار مچائے اور ظاہر ہو کر نکلے، اس لئے کہ روک دینے جانے کے خوف سے وہ چھپ کر داخل ہوا اور نکلنے کے بعد وہ اپنی حاجت پوری کر چکا ہے، لہذا اس کو چھپنے کی ضرورت باقی نہیں بچی ہے (۲)۔

شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ طفیلی بننے میں سے یہ بھی ہے کہ کسی عالم یا پیر کی دعوت کی جائے اور اس کی جماعت دعوت دینے والے کی اجازت یا رضامندی کے علم کے بغیر اس میں شریک ہو جائے، اور بعض فقہاء یہ رائے رکھتے ہیں کہ جب مدعو کا یہ حال معروف ہو کہ جب بھی وہ آئے گا اس کے ساتھ لگے رہنے والوں میں سے کوئی ضرور آئے گا، تو اس کو اجازت ہی کی طرح سمجھا جائے گا اور

(۱) حدیث: ”من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ.....“ کی روایت ابوداؤد (۱۲۵/۳) تحقیق عزت حمید دھاس نے کی ہے اور اس کے ایک روایت کی جہالت کی وجہ سے ابوداؤد نے اس کو مدلل قرار دیا ہے۔

(۲) قلیوبی و عمیرہ ۳/۲۹۸، نہایہ المحتاج ۶/۳۶۹، الخرش ۳/۹۳، ۱۳۰، نیل واطار للھوکائی ۳/۱۵۵، ۱۸۰ طبع المطبعۃ العثمانیہ المصریہ ۱۳۵ھ۔

(۱) محیط الحیط، المصباح الممیر۔

(۲) محیط الحیط، المصباح الممیر، قلیوبی و عمیرہ ۳/۹۸۔

## تطفل ۵، تطفیف ۱-۳

”تفصیل“ ”دعوت“ کی اصطلاح میں ہے (۱)۔

طفیلی کی گواہی:

۵- فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ طفیلی کی شہادت اگر وہ بار بار طفیلی بنتا ہو، حدیث مذکور کی وجہ سے روکروئی جائے گی اور اس لئے بھی کہ وہ حرام کھا رہا ہے اور ایسا کام کر رہا ہے جس میں سفاہت، دناہت اور شرافت کا زوال ہے۔

ابن صباغ کہتے ہیں: اس کے بار بار کرنے کی شرط اس لئے ہے کہ ہو سکتا ہے کبھی اس کو شبہ ہو گیا ہو یہاں تک کہ کھانے کا مالک اس کو روک دے اور جب یہ بار بار ہو تو گھٹیا پن اور بے غیرتی بن جائے گا (۲)۔

## تطفیف

تعریف:

۱- لغت میں تطفیف ماپ تول میں کمی کرنے کو کہتے ہیں، اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے: ”وَيَلِّ لِّلْمُطَفِّفِينَ“ (۱) (بڑی خرابی ہے (ماپ تول میں) کمی کرنے والوں کی)۔

لہذا تطفیف وہ کمی ہے جس کے ذریعہ کرنے والا ماپ یا تول میں خیانت کرتا ہے (۲)۔

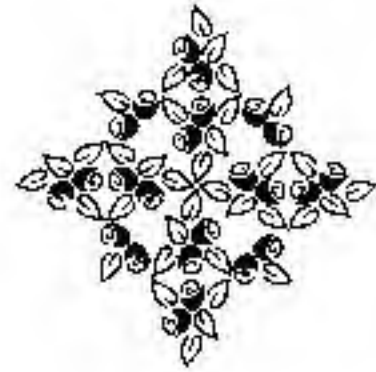
اور فقہاء کا اس کا استعمال کرنا لغوی معنی سے باہر نہیں ہے۔

متعلقہ الفاظ:

توفیہ:

۲- ”توفیۃ الشیء“ کسی چیز کا پورا پورا دینا ہے (۳)۔

لہذا تطفیف توفیہ کی ضد ہے (۴)۔



اجمالی حکم:

۳- تطفیف ممنوع ہے، اور بے غیرتی کے ساتھ ساتھ وہ خیانت اور ناجائز طور پر مال ہڑپنے کی ایک قسم ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے

(۱) سورہ المطففین ۱-۲

(۲) لسان العرب، تاج العروس، الصحاح مادۃ ”طفف“۔

(۳) المفردات للراغب و الصغری، الصحاح مادۃ ”وفی“۔

(۴) احکام القرآن لابن العربی ۳/ ۱۸۵ طبع عیسیٰ الخلیس۔

(۱) الدر المنثور ۲/ ۳۳۸، کشاف القناع ۵/ ۱۸۰، حاشیہ اقلیو بی ۳/ ۲۹۸۔

(۲) جوہر و التلخیص ۱/ ۳۲۶، ابن ماجہ ۳/ ۳۸۱، الفتاویٰ الہندیہ ۳/ ۶۹۳،

الترغیب ۳/ ۳۳۳، الخرش ۳/ ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱



## تطقیف ۴

ناپ تول کے معاملہ کو اہمیت دی ہے اور کئی آیات میں دونوں کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ نے فرمایا: "أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ، وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ، وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ" (۱) (تم لوگ پورا ناپا کرو اور نقصان پہچاننے والے نہ ہو اور صحیح ترازو سے تولاد کرو، اور لوگوں کا نقصان ان کی چیزوں میں نہ کیا کرو اور ملک میں فساد مت مچایا کرو)، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كَلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ" (۲) (اور جب ناپ تو پوری پوری رکھا کرو اور وزن بھی صحیح ترازو سے کیا کرو) اسی طرح اللہ نے کم ناپ تول کرنے والے کو ویل (خرابی بر باد دی) کی وعید سنائی، اور قیامت کے دن کے عذاب سے خوف دلایا، اور فرمایا: "وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ، الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ، وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ، أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ، يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ" (۳) (بڑی خرابی ہے (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں پورا ہی لے لیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں، کیا انہیں اس کا یقین نہیں کہ وہ زندہ اٹھائے جائیں گے ایک بڑے سخت دن میں، جس دن کہ (تمام) لوگ پروردگار کے روبرو کھڑے ہوں گے)۔

اور حدیث میں ہے: "خمس بخمس، قیل یا رسول اللہ وما خمس بخمس؟ قال: مانقض قوم العهد إلا سلط

(۱) سورہ شعراء ۱۸۲، ۱۸۳۔

(۲) سورہ اسراء ۳۵۔

(۳) سورہ مطفقین ۱/۶ اور دیکھئے الرواج ۱/۲۰۰ طبع مطبعة الازہریہ الکبیرہ للذہبی ۱۶۲ طبع مؤسستہ علوم القرآن، الحبشہ فی الاسلام لابن تیمیہ ۱۳۱۳ ہجری ۱۲۲۸ م طبع مؤسستہ علمیہ، تفسیر القرطبی ۷/۲۳۸۔

اللہ علیہم عدوہم، وما حکموا بغیر ما أنزل اللہ إلا فشا فیہم الفقر، وما ظہرت فیہم الفاحشۃ إلا فشا فیہم الموت، ولا طففوا الکیل إلا منعوا النبات وأخلوا بالسنین، ولا منعوا الزکاة إلا حبس عنہم المطر" (۱) (پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں ہوتی ہیں، کہا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! پانچ کے بدلہ پانچ چیزیں کون سی ہیں، فرمایا: جب بھی کوئی قوم معاہدہ توڑے اللہ ان پر ان کے دشمن کو غالب کر دے گا، اور جب اللہ کے نازل کردہ حکم کے علاوہ سے فیصلہ کریں گے ان میں فقر پھیل جائے گا، اور جب بھی ان میں خش (برائی و بے حیائی) پھیلے گی ان میں موت پھیل جائے گی، اور جب بھی ناپنے میں کمی کریں گے پیداوار روک دی جائے گی، اور قحط سے دوچار ہوں گے، اور جب بھی زکاۃ روکیں گے بارش روک دی جائے گی)۔

مانع کہتے ہیں: ابن عمرؓ بائع کے پاس سے گزرتے تھے اور اس سے کہتے تھے: اللہ سے ڈرو! ناپ تول پورا پورا کرو، اس لئے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والے قیامت کے دن کھڑے کر دیئے جائیں گے یہاں تک کہ پسینہ انہیں لگام لگانے لگے گا۔ اور ابن حجر نے علماء کی صراحت نقل کی ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس کو رائج قرار دیا ہے (۲)۔

ناپ تول میں کمی پر روک لگانا اور اس کی تدابیر:

۴- احتساب کرنے والے کے ذمہ ناپ تول، پیمانوں، ترازوؤں اور

(۱) حدیث: "خمس بخمس" کی روایت طبرانی نے "المکبیر" ۱۱/۳۵۵ طبع الوطن العربی میں کی ہے مندرجی کہتے ہیں: اس کی روایت طبرانی نے المکبیر میں کی ہے اور اس کی سند حسن کے درجہ کے قریب ہے اور اس کے کئی شواہد ہیں، (الترغیب والترہیب ۱/۵۲۳ طبع مصطفیٰ الحلبي)۔

(۲) تفسیر المکبیر للرازی ۱/۸۸، ۸۹، تفسیر الخازن ۳/۵۹، طبع دار المعرفۃ الفتوحات الالہیہ ۳/۵۰۲ طبع مطبعہ تجازی، الرواج لابن حجرؒ ۱/۱۹۲۔

## تطہر، تطہیر

ہاتھوں میں کمی کرنے پر روک لگانا بھی ہے، چنانچہ اس کو چاہئے کہ ماپ تول کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے اور خوف دلائے، اور نقص و کمی کرنے سے روکے، اور ان میں سے جب بھی کسی سے خیانت ظاہر ہو اس کی اس پر تعزیر اور تشہیر کرے تاکہ اس کی وجہ سے دوسرے باز رہیں (۱)۔

## تطہر

دیکھئے: ”طہارت“۔

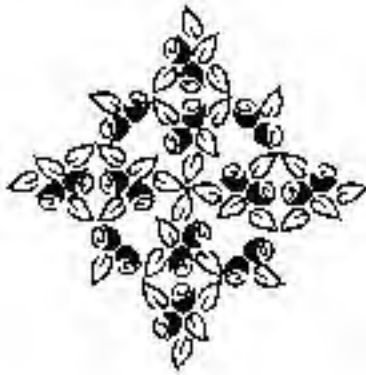
## تطہیر

دیکھئے: ”طہارت“۔

اور جب ماپ تول میں جھگڑا واقع ہو تو محتسب (انسپکٹر) کے لئے اس میں غور کرنا اس شرط پر جائز ہوگا کہ جھگڑنے کے ساتھ اس میں تجاھد اور ایک دوسرے کا انکار نہ ہو، اور اگر معاملہ ایک دوسرے کا انکار کرنے اور جھگڑانے تک پہنچ جائے تو جانچ کے حکام کے مقابلہ میں اس پر غور کرنے کا زیادہ حق قاضیوں کو ہوگا، اس لئے کہ فیصلہ کرنے کے زیادہ حق وارویں ہیں، اور اس میں تادیب انسپکٹر کے ذمہ ہوگی۔

اور اگر حاکم ہی اس کی ذمہ داری سنبھال لے تو اس کے فیصلہ سے مربوط ہونے کے سبب (یہ بھی) جائز ہوگا (۲)۔

اور فقہاء نے ان تدبیروں پر تفصیل سے کلام کیا ہے جو ماپ تول میں تطہیف اور کمی روکنے کے لئے اختیار کی جائیں گی، مثلاً محتسب کا مالکوں کی غفلت کے وقت ہاٹ کے بھٹوں وغیرہ کی تفتیش کرنا، اور پیانوں نیز جس چیز کے ذریعہ پیمانہ میں کمی کرتے ہیں اس کی نگہداشت اور اس پر بار بار نظر کرتے رہنا وغیرہ (۳)، لہذا اس کے لئے ”حسبہ“ کی کتابوں میں ان کے محل نیز ”حسبہ“ اور ”غش“ کی اصطلاحات کی طرف رجوع کریں۔



(۱) الاحکام السلطانیہ لابی بعلی، ص ۲۹۹ طبع دارالکتب العلمیہ، الاحکام السلطانیہ للماوردی، ص ۲۲۰ طبع مطبعۃ السعادۃ، معالم القرب فی احکام الحسبہ، ص ۸۶ طبع دارالفنون کیمبرج، والحسبہ، فی الاسلام لابن تیمیہ، ص ۱۳۔  
(۲) الاحکام السلطانیہ لابی بعلی، ص ۳۰۰، للماوردی، ص ۲۲۰۔  
(۳) غایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبہ، ص ۱۸، ۲۰ طبع دارالافتاء، معالم القرب فی احکام الحسبہ، ص ۸۳، ۸۶ طبع دارالفنون کیمبرج۔

## تطوع

ہے، اور یہی غیر حنفی اہل اصول کی رائے ہے، اور یہی فقہاء مالکیہ کی عبارات سے سمجھ میں آتا ہے (۱)۔

اور اس معنی میں تطوع کا اطلاق: سنت، مندوب، مستحب، نفل، اور ایسا فعل جس کی ترغیب دی گئی ہو، قربت، احسان، اور حسن پر ہوتا ہے، چنانچہ یہ مترادف الفاظ ہیں۔

ووم: یہ کہ تطوع وہ ہے جو فرائض، واجبات اور سنن کے علاوہ ہو، یہ حنفی اصولیین کا نقطہ نظر ہے، چنانچہ ”کشف الاسرار“ میں ہے: سنت فرضیت اور وجوب کے بغیر دین میں اختیار کیا جانے والا طریقہ ہے، رعی تعریف نفل کی جس کو مندوب، مستحب اور تطوع بھی کہا جاتا ہے، تو کہا جاتا ہے کہ یہ وہ ہے کہ شریعت میں جس کا کرنا ترک کرنے سے بہتر ہو (۲)۔

سوم: تطوع: وہ ہے جس کے سلسلہ میں کوئی مخصوص نفل وارد نہ ہو بلکہ آدمی اسے ابتداء شروع کرے، یہ بعض مالکیہ اور شافعیہ میں سے قاضی حسین وغیرہ کا نقطہ نظر ہے (۳)۔

تطوع اور اس کے مترادفات کے معنی میں یہی نقطہ ہائے نظر ہیں، البتہ غیر حنفی اہل اصول نے جو کچھ ذکر کیا ہے اور فقہاء (اس میں حنفیہ بھی شامل ہیں) نے جو کچھ اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اس کا جائزہ لینے والا محسوس کرتا ہے کہ وہ تطوع کا اطلاق کر کے فرائض اور واجبات کے علاوہ کے لئے توسع کرتے ہیں، اور اس طرح تطوع،

(۱) تعریفات للبحر جانی، البنایہ فی شرح الہدایہ ۲/۵۲۷، کشاف القناع ۱/۳۱۱، المجموع شرح المہذب ۲/۳۸، الکافی لابن عبدالمہدی ۲/۲۵۵، لوطاب ۲/۷۵، جمع الجوامع ۱/۸۹، شرح الکوکب المہیر ۱/۱۲۶، نہایۃ المحتاج ۲/۱۰۰، لؤلؤ ۱/۶۱۔

(۲) کشف الاسرار ۲/۳۰۳، شرح کردہ دارالکتب العربی، کشاف اصطلاحات الفنون مادۃ ”طوع“، ”نفل“۔

(۳) المواقیہ پاشا لوطاب ۲/۶۶، نہایۃ المحتاج ۲/۱۰۰، ۱۰۱، جمع الجوامع ۱/۹۰۔

## تطوع

تعریف:

۱- تطوع: تبرع کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: ”تطوع بالشیء“: چیز تبرعاً دی۔

راغب کہتے ہیں: تطوع اصل میں: اطاعت میں تکلف کرنے کو کہتے ہیں، اور عرف میں: ایسی چیز کو رضا کارانہ طور پر کرنے کو کہتے ہیں جو لازم نہ ہو، جیسے کوئی چیز نفلی طور پر کرنا (۱)، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ“ (۲) (اور جو کوئی خوشی خوشی نیکی کرے اس کے حق میں بہتر ہے)۔

اور فقہاء نے جب تطوع کی تعریف کرنے کا ارادہ کیا تو مصدر کی تعریف سے ہٹ کر ایسی چیز کی تعریف کی جو حاصل مصدر ہے، چنانچہ انہوں نے اصطلاح میں اس کے تین معانی ذکر کئے:

اول: یہ کہ یہ اس چیز کا نام ہے جس کو فرائض اور واجبات پر اضافہ کر کے شروع قرار دیا گیا ہے یا جو غیر واجب اطاعت کے ساتھ مخصوص ہے، یا یہ ایسا فعل ہے جس کا تاکید کے ساتھ مطالبہ نہ کیا گیا ہو، اور یہ سب متقارب معنی ہیں، یہ تو وہ ہے جس کا ذکر بعض فقہاء حنفیہ نے کیا ہے، اور یہی حنا بلہ کا مسلک اور شافعیہ کا قول مشہور

(۱) لسان العرب، المصباح المہیر، المصباح اللجوہری، المعجم المصنف فی شرح غریب المہذب ۱/۸۹، المفردات للراغب (۱) صفحہ ۱۱۔

(۲) سورہ بقرہ ۱۸۳۔



## تطوع ۲

والی (سنن) رواتب، اور اس میں کچھ وہ ہیں جو ان سے کم درجہ کے ہوتے ہیں، جیسے تحیۃ المسجد، اور اس میں کچھ وہ ہیں جو اس سے بھی کم مرتبہ والے ہوتے ہیں جیسے دن اور رات کی مطلق نوافل۔

اور روزہ میں یوم عاشوراء اور یوم عرفہ کا روزہ بھی اسی میں سے ہے، چنانچہ یہ دونوں بقیہ دنوں کے روزوں سے مرتبہ میں بلند ہیں، اور رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا بقیہ دنوں کے اعتکاف سے افضل ہے، جیسا کہ عبادات میں تطوع اطلاق اور تہقید کے اعتبار سے اپنی جنس میں مختلف ہو جاتا ہے، تو اس میں بعض مقید ہوتے ہیں، خواہ تہقید وقت سے ہو یا سبب سے جیسے چاشت (کی نماز)، تحیۃ المسجد اور فرائض کے ساتھ رواتب، اور بعض مطلق ہوتے ہیں جیسے رات یا دن میں مطلق نفل۔

اور عدد کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتے ہیں جیسے فرائض کی رواتب (سنن) کہ جمہور کے نزدیک یہ دس ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک بارہ رکعتیں ہیں، دو صبح سے پہلے، دو ظہر سے پہلے (حنفیہ کے نزدیک چار) دو اس کے بعد، دو مغرب بعد، دو عشاء بعد، اور تطوع رات اور دن میں جمہور کے نزدیک دو دو رکعتیں ہوں گی۔

اور حنفیہ کے نزدیک ایک سلام سے چار رکعتیں افضل ہیں، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسی کے مثل رات کے تطوع بھی ہوں گے، برخلاف صاحبین کے اور اسی (صاحبین کے قول) پر فتویٰ ہے (۱)۔

اور گزرنے والی ہر بحث میں خاصی تفصیل ہے جس کو (سنن رواتب اور نفل) میں نیز جن کے اس سلسلہ میں ابواب ہیں انہیں ان میں دیکھا جاسکتا ہے، مثلاً ”عید“، ”کسوف“ اور ”استسقاء“ وغیرہ۔

(۱) البدائع ۱/ ۲۸۳، ۲۹۳، ۲۹۵، الہدایہ ۱/ ۶۷، ۶۸، مرقیۃ المفاتیح ۱/ ۱۰۲، جوامع الاکلیل ۱/ ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶،



### تطوع ۳-۴

بعض تطوع وہ ہیں جو غیر عبادات میں ہوتے ہیں، جیسے اس علم کا طلب کرنا جو فرض نہیں (۱)۔

اور اسی طرح نیکی اور بھائی کے مختلف کام تطوع میں شامل ہیں جیسے ایسے رشتہ دار پر تطوعاً خرچ کرنا جس کا نفقہ اس پر واجب نہ ہو، یا کسی محتاج اجنبی پر (خرچ کرنا) یا اس کی جانب سے دین ادا کر دینا، یا تنگ دست کو بری کر دینا، یا قصاص معاف کرنا، یا غیر کو جائیداد کا منافع حاصل کرنے والا بنا کر معروف مہربانی کرنا یا حقوق کا ساقط کر دینا..... اور اسی طرح کی چیزیں۔

اسی میں سے وہ بھی ہیں جو عقود و تمہرات کے نام سے جانے جاتے ہیں، جیسے قرض، وصیت، وقف، عاریت پر دینا اور ہبہ، اس لئے کہ یہ سب ثواب کے کام ہیں جو لوگوں کے درمیان باہمی تعاون کے لئے مشروع ہوئے ہیں۔

۳۔ بعض تطوعات یعنی ہیں جو استحباً بطور سے ہر فرد سے مطلوب ہیں جیسے کہ نماز اور روزہ کی طرح کی غیر فرض عبادات کا تطوعاً کرنا..... اور بعض وہ ہیں جو کفایہ کے طور پر ہیں جیسے اذان وغیرہ، نووی وغیرہ کہتے ہیں: سلام کی ابتداء کرنا مستحب سنت ہے، واجب نہیں ہے، اور یہ سنت علی الکفایہ ہے، چنانچہ اگر سلام کرنے والی ایک جماعت ہو تو ان کی طرف سے ایک سلام کافی ہوگا، اور چھینکنے والے کو دعا دینا بھی سنت علی الکفایہ ہے (۲)۔

### تطوع کی مشروعیت کی حکمت:

۴۔ تطوع بندہ کو اس کے پروردگار سے قریب کرتا ہے اور اس کے ثواب میں اضافہ کرتا ہے، حدیث قدسی میں ہے: ”وما یزال“

(۱) شرح منی لإرادات ۱/ ۲۵۳۔

(۲) البدائع ۱/ ۲۸۸، الفواکیر الدوایی ۲/ ۳۸۷، الذخیرہ ۸۰، لا ذکار للعووی

۲۱۰، ۲۱۱۔

عبدی یتقرب الی بالنوافل، حتیٰ أحبه.....“ (۱) (اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں.....)۔ مشروعیت تطوع کی حکمتیں یہ ہیں:

### الف۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا:

اسی طرح اس کا ثواب حاصل کرنا اور نیکیوں کو دو گنا کرنا، اور تطوعاً عبادت کرنے کے ثواب کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، اسی میں سے نبی کریم ﷺ کا یہ قول بھی ہے: ”من ثابر علی اثنتی عشرة رکعة فی الیوم واللیلۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنة“ (۲) (جو دن اور رات میں بارہ رکعات پر مداومت کرے گا اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرے گا) اور یہ ارشاد نبوی بھی ہے: ”رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا“ (۳) (فجر کی دو رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں)۔

نماز کی شان میں اس کے علاوہ بھی بہت سی (احادیث) ہیں (۴) اور یوم عاشوراء کے روزہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”انی لأحتسب علی اللہ أن یکفر السنۃ الّتی قبلہ“ (۵) (میں اللہ سے اس ثواب کی امید رکھتا ہوں کہ وہ اس سے (۱) حدیث قدسی: ”وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳۲۱/ ۱ طبع استقبر) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”من ثابر علی اثنتی عشرة رکعة فی الیوم واللیلۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنة“ کی روایت ترمذی (۲/ ۲۷۳ طبع المحلی) نے حضرت مائتہ سے کی ہے اور اس کی اصل مسلم (۱/ ۵۰۳ طبع المحلی) میں حضرت ام حبیبہؓ کی روایت ہے۔

(۳) حدیث: ”رکعتا الفجر خیر من الدنیا و ما فیہا“ کی روایت مسلم (۱/ ۵۰۳ طبع المحلی) نے حضرت مائتہ سے کی ہے۔

(۴) نہلیۃ المحتاج ۳/ ۱۹۹، مشکوٰۃ ۳/ ۶۱، البدائع ۱/ ۲۸۳۔

(۵) حدیث: ”انی لأحتسب علی اللہ أن یکفر السنۃ الّتی قبلہ“ کی روایت مسلم (۲/ ۸۱۹ طبع المحلی) نے حضرت قتادہ سے کی ہے۔

## تطوع ۵-۶

ب- عبادت سے مانوس ہونا اور اس کے لئے تیار ہو جانا:  
۵- ابن دقیق العید کہتے ہیں: فرائض پر نوافل کو مقدم رکھنے میں ایک لطیف اور مناسب معنی ہے، اس لئے کہ اسباب دنیا میں مشغول ہونے کی وجہ سے نفوس اس خشوع و خضوع اور استحضار سے دور ہو جاتے ہیں جو عبادت کی جان ہیں، لہذا جب فرائض پر نوافل کو مقدم رکھا جاتا ہے تو نفوس عبادت سے مانوس ہو جاتے ہیں، اور ایسے حال کی کیفیت جاری ہو جاتی ہے جو خشوع سے نزدیک کر دیتا ہے (۱)۔

### ج- فرائض کی تلافی:

۶- ابن دقیق العید کہتے ہیں: فرائض کے بعد والی نفلیں اس کمی کی تلافی کے لئے ہیں جو فرائض کی ادائیگی میں ہو جایا کرتی ہیں، لہذا جب فرض میں کمی واقع ہو جائے تو مناسب یہ ہے کہ اس کے بعد ایسی چیز ہو جو اس کمی کو پورا کرے جو فرائض کی ادائیگی میں کبھی ہو جایا کرتی ہے (۲)۔

حدیث میں ہے: "فإن انتقص من فريضته شيء، قال الرب عز وجل: انظروا هل لعبدي من تطوع؟ فيكمل به ما انتقص من الفريضة" (۳) (پھر اگر اس کے فریضہ میں کچھ کمی ہوگی تو پروردگار عز وجل فرمائے گا: دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کوئی تطوع ہے؟ اور اس کے ذریعہ فریضہ میں رہ جانے والی کمی کو مکمل

پہلے والے سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہوگا)، اور مراد صغیرہ گناہ ہیں، شرح مسلم میں اس کو علماء سے نقل کیا ہے، اور اگر صغیرہ گناہ نہ ہوں تو کبیرہ گناہ میں تخفیف کی امید ہے، اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو درجات بلند ہوں گے، اور آپ ﷺ نے فرمایا: "من صام رمضان، ثم أتبعه سنا من شوال كان كصيام الدهر" (۱) (جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو صیام دہر (زمانہ بھر) کے روزوں کی طرح ہوگا)۔ زہری کہتے ہیں: اعتکاف میں قلب کو امور دنیا سے فارغ کر دینا، نفس کو خالق کے حوالہ کر دینا، مضبوط قلعہ میں قلعہ بند ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کے گھر سے چپک جانا ہے، حضرت عطاء کہتے ہیں: معتکف کی مثال کسی امیر سے حاجت رکھنے والے اس شخص کی سی ہے جو اس کے دروازہ پر بیٹھ جائے اور کہے: جب تک میری حاجت پوری نہ کی جائے ہٹوں گا نہیں" (۲)۔

اور غیر عبادت میں اس کی مثال: اللہ تعالیٰ کا فیضان ہے: "مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً" (۳) (کون ایسا ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ اسے بڑھا کر اس کے لئے کئی گنا کر دے) اور ابن عابدین کہتے ہیں: عاریت (دینے کی) خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ یہ پریشان حال کی فریادری میں اللہ تعالیٰ کی نیابت کرنا ہے، اس لئے کہ قرض کی طرح یہ صرف محتاج کے لئے ہوتی ہے، اسی وجہ سے صدقہ کا ثواب دس گنا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ہوتا ہے (۴)۔

(۱) الشرح المغیر ۱/ ۱۳۵ طبع الحلبي۔

(۲) الشرح المغیر ۱/ ۱۳۵۔

(۳) حدیث: "فإن انتقص من فريضته شيء، قال الرب عز وجل: انظروا هل لعبدي من تطوع؟ فيكمل به ما انتقص من الفريضة" (۳) (پھر اگر اس کے فریضہ میں کچھ کمی ہوگی تو پروردگار عز وجل فرمائے گا: دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کوئی تطوع ہے؟ اور اس کے ذریعہ فریضہ میں رہ جانے والی کمی کو مکمل

(۱) حدیث: "من صام رمضان ثم أتبعه سنا من شوال كان كصيام الدهر" کی روایت مسلم (۸۲۲/۲ طبع الحلبي) نے حضرت ابویوب انصاری سے کی ہے۔

(۲) شرح منی الارادات ۱/ ۳۵۹، الموسط ۳/ ۱۱۳، ۱۱۵۔

(۳) سورہ بقرہ ۲۳۵۔

(۴) حاشیہ ابن ماجہ ۳/ ۵۰۲۔

## تطوع ۷-۸

کر دیا جائے گا۔

مناوی نے ”اشرح الکبیر علی الجامع الصغیر“ میں آپ ﷺ کے قول: ”أول ما افترض الله على أمي الصلاة.....“ (۱) (اللہ نے میری امت پر جو چیز سب سے پہلے فرض کی وہ نماز ہے.....) کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: جان لو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عام طور سے فرض میں سے جب بھی کسی چیز کو لازم قرار دیا تو اس کے ساتھ اسی کی جنس سے کوئی نفل بھی رکھا، تاکہ بندہ جب اس واجب کو انجام دے اور اس میں کوئی خلل ہو تو اس کی تلافی اس نفل سے ہو جائے جو اسی کی جنس کی ہے، اسی لئے بندہ کے فریضہ پر غور کرنے کا حکم دیا گیا، پھر جب اس کو اس نے اسی طرح انجام دیا ہو جیسا کہ اللہ نے اس کا حکم دیا ہے تو اس کا بدلہ ملے گا، اور اس کے لئے نوافل باقی رکھے جائیں گے، اور اگر اس میں کوئی خلل ہو تو اس کو نفل سے مکمل کر دیا جائے گا، حتیٰ کہ بعض نے کہا کہ تمہارے لئے مافلہ اس صورت میں برقرار رہیں گی جب تمہارا فریضہ محفوظ ہو (۲)، اسی لئے مسلم کی شرح میں قریباً کہتے ہیں: جس نے تطوعات ترک کر دیں اور ان میں سے کسی کو نہیں کیا تو اس نے اپنے اوپر عظیم نفع اور بھاری ثواب کو فوت کر دیا (۳)۔

و- لوگوں کے درمیان باہمی تعاون، ان کے درمیان تعلقات مضبوط کرنا اور ان کی محبت حاصل کرنا:

۷- نیکی اور بھائی میں تطوع کرنا لوگوں کے درمیان جذبہ تعاون

(۱) حدیث: ”أول ما افترض الله على أمي الصلاة“ کی نسبت سیوطی نے الجامع الصغیر میں ”الکلی“ میں حاکم کی طرف کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے مناوی نے اس پر سکوت کیا ہے (فیض القدیر ص ۹۵ طبع المکتبۃ النجاریہ)۔

(۲) نہایت محتاج ص ۱۰۲، کشاف القناع ص ۱۱۳۔

(۳) الخطاب ص ۷۵۔

کفر و غ دینا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں اس کی دعوت دی ہے: ”وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ“ (۱) (ایک دوسرے کی مدد نیکی اور تقویٰ میں کرتے رہو)، اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”والله في عون العبد مادام العبد في عون أخيه“ (۲) (اللہ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے)، اور ”فتح الباری“ میں نبی کریم ﷺ کے قول: ”اشفعوا توجروا“ (۳) (سفارش کرو اگر پاؤ گے) کے بارے میں ابن حجر کہتے ہیں: حدیث میں عمل کر کے اور ہر طریقہ سے خیر کا سبب بن کر نیز تکلیف دور کرنے اور کمزوری کی مدد کرنے کے سلسلہ میں بڑے کے پاس سفارش کرنے پر ابھارا جا رہا ہے، اس لئے کہ ہر شخص ذمہ دار کے پاس پہنچنے کی قدرت نہیں رکھتا (۴)۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”تَهَادُوا تَحَابُّوا“ (۵) (ایک دوسرے کو ہد یا کر دیا ہم محبت ہو جائے گی)۔

## سب سے افضل تطوع:

۸- سب سے افضل تطوع کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ بدنی عبادات میں سب سے زیادہ افضل نماز ہے،

(۱) سورہ مائدہ ص ۲۔

(۲) حدیث: ”والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه“ کی روایت مسلم (ص ۳۴۷ طبع المکتبۃ النجاریہ) نے حضرت ابوہریرہؓ سے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”اشفعوا توجروا“ کی روایت بخاری (فتح ص ۳۹۹ طبع المکتبۃ النجاریہ) نے حضرت ابوہریرہؓ سے کی ہے۔

(۴) فتح الباری ص ۱۰/۳۵۱ طبع مکتبۃ ریاض المدینہ۔

(۵) حدیث: ”تهادوا تحابوا“ کی روایت بخاری نے ”ادب المفرد“ (ص ۱۵۵ طبع المکتبۃ النجاریہ) میں کی ہے اور ابن حجر نے الخیص (ص ۷۰ شریکۃ المطابع القدیہ) میں اس کو حسن قرار دیا ہے۔



## تطوع ۹

ہے جیسے کہ ایک دانہ ہے کہ اس سے سات بالیاں اگیں، پھر علم کا سیکھنا اور سکھانا، اس لئے کہ حدیث ہے: ”فضل العالم علی العابد کفضل علی أدناکم“ (۱) (عالم کی عباد پر فضیلت اس طرح ہے جیسے تمہارے ادنیٰ فرد پر مجھے فضیلت حاصل ہے)۔

پھر اس کے بعد نماز فضل ہے، اس لئے کہ خبر ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل ہے، اور نبی کریم ﷺ نے نفل نمازوں پر مداومت کی ہے، اور امام احمد نے صراحت کی ہے کہ پرہیزی کے لئے اس کے (یعنی مسجد حرام میں نماز پڑھنے کے) مقابلہ میں طواف زیادہ افضل ہے، اس لئے کہ طواف مسجد حرام کے ساتھ مخصوص ہے، اس کی جدائی سے فوت ہو جائے گا، نماز فوت نہیں ہوگی (کہیں بھی پڑھ سکتا ہے)، لہذا کسی محل یا زمانے کے ساتھ مخصوص کسی مفضول میں مشغول ہونا ایسے افضل میں مشغول ہونے سے افضل ہوگا جو اس محل یا زمانے کے ساتھ مخصوص نہ ہو، اور امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں جو لکھا ہے اسی کی اتباع کرتے ہوئے عزالدین بن عبدالسلام نے مختار اس لکھ کر دیا ہے کہ طاعتوں میں اس سے رونما ہونے والی مصلحتوں کے اعتبار سے فضیلت ہوگی (۲)۔

۹۔ جس کا نفع متعدی ہو وہ فضیلت میں متفاوت ہوتا ہے، چنانچہ محتاج رشتہ دار پر صدقہ کرنا کسی اجنبی کو آزاد کرنے سے افضل ہوگا، اس لئے کہ یہ صدقہ اور صلہ رحمی ہے، اسی طرح کی اور مثالیں۔

زرکشی کی ”المختار فی القواعد“ میں ہے: اگر جائد ادکا مالک ہو، اور اس سے نکلنے کا ارادہ کیا تو افضل آیا اس کو فوری طور سے صدقہ کرنا

چنانچہ اس کا فرض دوسروں کے فرض کے مقابلہ میں افضل ہے، اور اس کا تطوع دوسروں کے تطوع سے افضل ہے، اس لئے کہ عبادات کی کچھ ایسی اقسام کے جمع کر لینے کی وجہ سے جو دوسری عبادات میں جمع نہیں ہوتیں، نماز قربات میں سب سے اہم ہے، مالکیہ اسی کے قائل ہیں، اور شافعیہ کے یہاں بھی یہی مذہب مختار ہے، ان کے یہاں دوسرا قول روزہ کی فضیلت کا ہے۔

صاحب ”المجموع“ کہتے ہیں: ”ان کے قول: نماز روزہ سے افضل ہے“ سے یہ مراد نہیں ہے کہ دو رکعتوں کا پڑھنا کئی دن یا ایک دن کے روزہ سے افضل ہے، اس لئے کہ بلاشبہ روزہ دو رکعتوں سے افضل ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے لئے نماز اور روزہ دونوں میں کثرت کا جمع کرنا ممکن نہ ہو، اور دونوں میں سے ایک کی کثرت یا اس کا غلبہ کرنے اور اس کی کثرت کی طرف مہبت کرنے کا ارادہ کرے اور دوسرے کے مؤکدہ پر اکتفا کرے، تو یہ اختلاف اور تفصیل کا محل ہے۔ اور صحیح نماز کو فضیلت دینا ہے (۱)۔

حنابلہ کہتے ہیں: بدنی تطوعات میں سب سے افضل جہاد ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ ذَرْجَةً“ (۲) (اللہ نے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت دے رکھی ہے) پھر جہاد میں خرچ کرنا (افضل ہے)، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتُ سَبْعَ سَنَابِلٍ“ (۳) (جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے مال کی مثال ایسی

(۱) حدیث: ”فضل العالم علی العابد کفضل علی أدناکم“ کی روایت ترمذی (۵۰/۵ طبع مجلس) نے حضرت ابو امامہ سے کی ہے اور اس کو غریب قرار دیا ہے۔

(۲) شرح منہج الارادات ۱/۲۲۳، ۲۲۳، کشاف القناع ۱/۱۱، ۱۲، لا شاہ وانظار للسید فی رص ۱۶۰۔

(۱) المشرح الصغير ۱/۱۳۵ طبع مجلس، المہذب ۱/۸۹، المجموع شرح المہذب ۳/۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹۔

(۲) سورہ انفار ۹۵۔

(۳) سورہ بقرہ ۲۶۱۔



## تطوع ۱۰

ہوگا یا وقف کرنا؟ ابن عبد السلام کہتے ہیں: اگر شدت اور ضرورت کے وقت ایسا ہو تو فوری طور پر صدقہ کر دینا افضل ہوگا، اور اگر ایسا نہ ہو تو اس میں توقف ہے، اور شاید فائدہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وقف افضل ہوگا، اور ابن الرفعہ نے اس کے تطوعاً صدقہ کرنے کو مطلقاً مقدم رکھا ہے، اس لئے کہ وقف کے برخلاف اس میں فوری طور سے حظ نفس ختم کر دینا ہے۔

اور ”المختار“ میں یہ بھی ہے کہ نیکی کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں، چنانچہ بہہ کی قربت (نیکی) قرض دینے کی نیکی سے زیادہ مکمل ہے، اور وقف کی نیکی بہہ کی نیکی سے زیادہ مکمل ہے، اس لئے کہ اس کا نفع دائمی اور متکرر ہوتا ہے، اور صدقہ سب کے مقابلہ میں زیادہ مکمل ہے، اس لئے کہ صدقہ کردہ شئی سے اس کے نفس کا فائدہ فوری طور پر منقطع ہو جاتا ہے (۱)۔

اور ایک قول یہ ہے کہ قرض صدقہ سے افضل ہے (۲)، اس لئے کہ: ”أن رسول الله ﷺ رأى ليلة أسري به مكتوباً على باب الجنة: درهم القرض بشمانية عشر ودرهم الصدقة بعشر، فسأل جبريل: ما بال القرض أفضل من الصدقة؟ فقال: لأن السائل يسأل وعنده، والمقترض لا يقترض إلا من حاجة“ (۳) (رسول اللہ ﷺ نے اس رات میں جس میں آپ کو معراج ہوئی جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا: قرض کا درہم اٹھارہ کے بدلہ اور صدقہ کا درہم دس کے بدلہ، تو آپ ﷺ نے جبریل سے پوچھا قرض میں کیا بات ہے کہ وہ صدقہ سے افضل ہے؟

(۱) المسحور ۱/ ۵۳۳، ۶۳/ ۳۔

(۲) معج اللیل ۳/ ۳۶، المہذب ۱/ ۳۰۹۔

(۳) حدیث: ”وَأَمَّت لَيْلَةُ أُسْرِي بِي عَلَيَّ بَابُ الْجَنَّةِ.....“ کی روایت ابن ماجہ (۲/ ۸۱۳ طبع المجلد) نے کی ہے اور یوسفی کہتے ہیں: اس کی سند میں خالد بن یزید ہیں جن کو احمد و ابن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

فرمایا: اس لئے کہ سائل اس حال میں سوال کرتا ہے کہ اس کے پاس ہوتا ہے، اور قرض لینے والا کسی ضرورت ہی سے قرض لینا ہے)۔ اور فقیر کی غم خواری یا رشتہ دار سے صلہ رحمی کرنے کے لئے قدر کفایت سے زیادہ کمانا نفل عبادت کے لئے خلوت نشینی سے افضل ہے، اس لئے کہ نفل کا فائدہ اسی کے ساتھ خاص ہوتا ہے، اور کمائی کا نفع اس کے لئے بھی ہوتا ہے اور غیر کے لئے بھی (۱)، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”خير الناس أنفعهم للناس“ (۲) (لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو ان میں لوگوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہو) اور حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”إن الأعمال تنبأهي، فتقول الصدقة: أنا أفضلكم“ (۳) (اعمال آپس میں تفاخر کرتے ہیں، تو صدقہ کہتا ہے: میں تم میں سب سے افضل ہوں)۔

اور ابن نجیم کی ”لاشباہ“ میں ہے: رباط (سرائے) کی تعمیر جس سے مسلمان فائدہ اٹھائیں حج ثانی سے افضل ہے (۴)۔

## شرعی حکم:

۱۰- تطوع میں اصل یہ ہے کہ وہ مندوب ہے (۵)، خواہ یہ عبادات

(۱) لاقتیاد ۳/ ۱۷۲۔

(۲) حدیث: ”خير الناس أنفعهم للناس“ کی روایت تھامی نے مسند شہاب (۲/ ۲۳۳ طبع المرسال) میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے اور وہ اپنے طرق کی وجہ سے حسن ہے۔

(۳) عن عمرو بن الخطاب قال: ”إن الأعمال تنبأهي فتقول الصدقة: أنا أفضلكم“ کی روایت ابن خزیمہ (۳/ ۵۵۳ طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے اور اس کے ایک راوی کی جہالت کی وجہ سے اسے معطل قرار دیا ہے۔

(۴) لاشباہ لابن نجیم ۱/ ۱۷۲۔

(۵) الفواکیر الدوائی ۲/ ۲۱۶، ۳۶۲ و الاقتیاد ۳/ ۱۷۲، ۵۵۳، المہذب ۱/ ۸۹، ۱۵۳، ۳۰۹، مغنی المحتاج ۳/ ۱۲۰، شرح منہج الارادات ۱/ ۲۲۲، ۲۳۳، معج اللیل ۳/ ۳۶، ۳۸۷۔

## تطوع ۱۱

(کو صدقہ کر کے) عی کیوں نہ ہو) اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد: ”لا يمنع أحدكم جاره أن يغزو خشبه في جداره“ (۱) (تم میں سے کوئی اپنے پڑوسی کو دیوار میں لکڑی (کھوٹی) گاڑنے سے نہ روکے)۔

اور کبھی تطوع کو وجوب لاحق ہو جاتا ہے، جیسے مضطر پر کھانا صرف کرنا، اور جیسے ایسی چیز کو جس سے خود مستغنی ہے اس شخص کو عاریۃ دینا جس کے نہ ہونے سے اس کی بلاکت کا اندیشہ ہو، اور جیسے ڈوبتے کو بچانے کے لئے عاریۃ ری دینا (۲)۔

اور کبھی تطوع حرام ہو جاتا ہے، جیسے وہ عبادت جو حرام مکروہ اوقات میں واقع ہوں جیسے طلوع شمس یا غروب شمس کے وقت نماز، اور عیدین و ایام تشریق کا روزہ اور جیسے دین کی ادائیگی کا وقت آ جانے، اس کا مطالبہ پائے جانے اور کسی ایسی چیز کے نہ پائے جانے کے باوجود جس سے دین ادا کر سکے، مدیون کا صدقہ کرنا (۳)۔

اور کبھی مکروہ ہوتا ہے جیسے نماز کا اوقات مکروہ میں واقع ہونا، اسی طرح اپنی اولاد کو عطیہ دینے میں برابری کا ترک کر دینا بھی مکروہ ہے (۴)۔

### تطوع کی اہلیت:

۱۱- تطوع عبادات اور غیر عبادات (دونوں) میں ہوتا ہے، رہیں عبادات تو ان کو تطوعاً کرنے والے میں درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

- (۱) حدیث: ”لا يمنع أحدكم جاره أن يغزو خشبه في جداره“ کی روایت بخاری (فتح ۱۱۰/۵ طبع استقویہ) اور مسلم (۳/۲۳۰ طبع مجلس) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔
- (۲) امجد ۱/ ۲۵۷، فتح ۳/ ۲۸۷، القواعد لابن رجب ص ۲۲۸۔
- (۳) امجد ۱/ ۲۵۷، القواعد ۳/ ۲۸۷، فتح ۳/ ۲۸۷۔
- (۴) جوہر ۱/ ۳۳۲، مغنی المحتاج ۳/ ۳۰۱۔

میں ہو جیسے نماز، روزہ یا اس کے علاوہ نیکی اور بھائی کی دوسری انواع میں ہو جیسے عاریت پر دینا، وقف کرنا، وصیت کرنا اور فائدہ پہنچانے کی دوسری اقسام۔

اور کتاب اللہ سے اس کی دلیل کئی آیات ہیں، اسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ”وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ“ (۱) (ایک دوسرے کی مدد نیکی اور تقویٰ میں کرتے رہو) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ”مَنْ ذَا الَّذِي يقرضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً“ (۲) (کون ایسا ہے جو اللہ کو اچھا قرض ضامن دے پھر اللہ اسے بڑھا کر اس کے لئے کئی گنا کر دے)۔

اور سنت سے (اس کی دلیل) نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ”من صلى ثنتي عشرة ركعة في يوم وليلة بني له بهن بيت في الجنة“ (۳) (دن اور رات میں جو شخص بارہ رکعتیں پڑھتا ہے اس کے لئے ان کے بدلہ جنت میں ایک گھر بنادیا جاتا ہے) اور آپ ﷺ کا یہ قول: ”من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر“ (۴) (جس نے رمضان کا روزہ رکھا، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ صیام الدهر (عمر بھر کے روزوں) کی طرح ہوگا) اور آپ ﷺ کا یہ فرمان: ”اتقوا النار ولو بشق تمرة“ (۵) (جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے

(۱) سورہ مائدہ ۲۔

(۲) سورہ بقرہ ۲۴۵۔

(۳) حدیث: ”من صلى ثنتي عشرة ركعة في يوم وليلة بني له بهن بيت في الجنة“ کی روایت مسلم (۱/ ۵۰۳ طبع مجلس) نے حضرت ام حبیبہؓ سے کی ہے۔

(۴) حدیث: ”من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر“ کی تخریج (فقہ نمبر ۳) پر گزر چکی ہے۔

(۵) حدیث: ”اتقوا النار ولو بشق تمرة“ کی روایت بخاری (فتح ۳/ ۲۸۳ طبع استقویہ) اور مسلم (۲/ ۷۰۲ طبع مجلس) نے حضرت عدی بن حاتم سے کی ہے۔

## تطوع ۱۳-۱۴

الف۔ اس کا مسلمان ہونا، لہذا کافر کی طرف سے عبادات میں تطوع صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ کافر عبادات کا اہل نہیں ہے۔

ب۔ اس کا عاقل ہونا، لہذا انیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے مجنون کی عبادت صحیح نہیں ہوگی، اور یہ حج کے علاوہ میں ہے، اس لئے کہ حج میں ولی اس کی طرف سے احرام باندھے گا۔

ج۔ تمیز ہونا، لہذا غیر متمیز (تمیز نہ کر پانے والے) کی طرف سے تطوع صحیح نہیں ہوگا اور بلوغ شرط نہیں ہے، اس لئے بچہ کا تطوعاً عبادت کرنا صحیح ہے (۱)۔

غیر عبادات میں تطوع کی شرط تبرع کی اہلیت کا پایا جاتا ہے، یعنی عقل، بلوغ، رشد کا ہونا، چنانچہ نابالغ، سفاهت (بیوقوفی)، دین یا اس علاوہ کی وجہ سے مجبور علیہ (ممنوع اتصرف) ہو جانے والے کا تبرع صحیح نہیں ہوگا (۲)۔

اس کی تفصیل ”اہلیت“ میں دیکھی جائے۔

## تطوع کے احکام:

۱۳۔ تطوع کے کچھ احکام عبادات کے ساتھ مخصوص ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو عبادات اور غیر عبادات دونوں میں عام ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو غیر عبادات کے ساتھ مخصوص ہیں، اس کا بیان ذیل میں آ رہا ہے:

## اول۔ عبادات کے ساتھ مخصوص احکام:

الف۔ وہ نماز تطوع جس کے لئے جماعت سنت ہے:

۱۳۔ تمام مسالک کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز کسوف کے لئے

جماعت مسنون ہے، اور حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تراویح کے لئے بھی مسنون ہے، اور مالکیہ کے نزدیک تراویح کے لئے جماعت مندوب ہے، اس لئے کہ اگر مسجدیں ویران نہ ہو رہی ہوں تو افضل یہ ہے کہ تراویح ریا سے دور ہو کر انفرادی طور پر پڑھی جائے، اسی طرح نماز استسقاء کے لئے بھی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جماعت مسنون ہے، ائمہ حنفیہ میں سے امام محمد کے نزدیک یہ جماعت سے بھی پڑھی جاسکتی ہے اور منفرداً بھی، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف منفرداً پڑھی جائے گی، اور مالکیہ و شافعیہ کے نزدیک نماز عیدین کے لئے بھی جماعت مسنون ہے، حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس میں جماعت واجب ہے، اور حنابلہ کے نزدیک وتر جماعت کے ساتھ مسنون ہے۔

اور بقیہ تطوعات شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جماعت سے بھی جائز ہیں اور منفرداً بھی، اور حنفیہ کے نزدیک اگر قدامی کے طور پر ہو تو جماعت مکروہ ہوگی، اور مالکیہ کے یہاں شفع اور وتر میں جماعت مسنون ہے، اور فجر میں خلاف اولیٰ ہے، رہیں اس کے علاوہ (نمازیں) تو ان کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے الا یہ کہ جماعت بڑھ جائے یا جگہ کا شہرہ ہو جائے تو ریا کے خوف سے جماعت مکروہ ہوگی (۱)۔

اور تفصیل ”صلاة الجماعة“ اور ”نفل“ میں دیکھی جائے۔

## نماز تطوع کی جگہ:

۱۴۔ تطوع کی نماز گھروں میں افضل ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ

کا قول ہے: ”صلوا آیتھا الناس فی بیوتکم، فإن افضل

(۱) البدائع ۱/ ۲۷۴، ۲۸۰، ۲۸۸، الشرح المفیر ۱/ ۵۲، جوہر لا کلیل ۱/ ۷۳، ۷۶، نہایۃ المحتاج ۱/ ۱۰۲، ۱۲۰، شرح تفسیری لادوات ۱/ ۲۳۳، مغنی ۲/ ۱۳۲، نیل المآرب ۱/ ۲۰۳ طبع افلاک۔

(۱) لا شاہ لابن کیم ص ۵۰، ۳۰۷، لا شاہ للسیوطی ۱/ ۲۱۹، ۲۱۳۔  
(۲) الشرح المفیر ۲/ ۳۱۲ طبع المجلدی، الہدایہ ۳/ ۲۳۳، نہایۃ المحتاج ۵/ ۳۵۶۔



## تطوع ۱۵

سے ہے، اور یہ اشتباہ مقتدی کے حق میں نہیں پایا جاتا ہے، لیکن اس کے لئے بھی مستحب یہ ہے کہ ہٹ جائے تاکہ صفیں ٹوٹ جائیں، اور داخل ہونے والے پر ہر اعتبار سے اشتباہ زائل ہو جائے (۱) اور ابن قدامہ کہتے ہیں: امام احمد نے فرمایا: امام اس جگہ نفل نہیں پڑھے گا جہاں اس نے فرض پڑھا ہے، حضرت علی بن ابی طالب نے اسی طرح فرمایا ہے، امام احمد فرماتے ہیں: جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسی جگہ نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، حضرت عمرؓ نے یہی کیا تھا، اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں، اور ابو بکر نے اپنی سند سے حضرت علی کی حدیث کی روایت کی ہے، اور اپنی سند سے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لا یتطوع الإمام فی مقامہ الذی یصلی فیہ المکتوبۃ" (۲) (امام اپنی اس جگہ میں نفل نہیں پڑھے گا جہاں وہ فرض نماز پڑھتا ہے)۔

### چوپایہ پر نماز تطوع:

۱۵- باتفاق مسالک سفر میں نفل نماز چوپائے پر جائز ہے، ابن قدامہ کہتے ہیں: طویل سفر میں چوپایہ پر نفل نماز کی بابت میں اہل علم کے درمیان ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے، ترمذی کہتے ہیں: یہ عام اہل علم کا مسلک ہے، ابن عبد البر کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر اس شخص کے لئے جو ایسا سفر کر رہا ہو جس میں نماز میں قصر کیا

صلاۃ المرء فی بیتہ إلا المکتوبۃ" (۱) (اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو، اس لئے کہ سوائے فرض نماز کے آدمی کی افضل نماز اپنے گھر میں ہوتی ہے) اور اس سے وہ نمازیں مستثنیٰ ہیں جن کے لئے جماعت مشروع ہے، ان کا مسجد ہی میں ادا کرنا افضل ہے، اور مالکیہ کے نزدیک فرائض کے ساتھ والی روایت (سنن مؤکدہ) بھی اس سے مستثنیٰ ہیں اور ان کا مسجد میں پڑھنا مستحب ہے، اسی طرح تحیۃ المسجد بھی مسجد میں پڑھی جائے گی۔

اور جمہور کے نزدیک نماز پڑھنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے اس کے علاوہ جگہ میں نفل پڑھے (۲)، حنفیہ میں سے کاسانی کہتے ہیں: امام کے لئے کوئی سنت اس جگہ پڑھنا مکروہ ہے جہاں فرض پڑھا ہو، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "أعجز أحدکم إذا صلی أن یتقدم أو یتأخر" (۳) (کیا تم میں سے کوئی نماز پڑھتے وقت مقدم یا مؤخر ہو جانے سے عاجز ہے) اور مقتدی کے لئے اسی جگہ سنت پڑھنا مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ کراہت امام کے حق میں اشتباہ کی وجہ

(۱) حدیث: "صلوا أیہا الناس فی بیوتکم" کی روایت بخاری (فتح ۲/۲۱۳ طبع استغفر) نے حضرت زید بن ثابتؓ سے کی ہے۔

(۲) الفواکر الدوائی ۲/۳۶۵، لوطاب ۲/۶۷، الکافی لابن عبد البر ۱/۲۱۲، ۲۶۰، المغنی ۱/۵۶۱، ۲/۱۲۸، ۱۳۱، منی لإرادات ۱/۲۳۱، المہذب ۱/۹۱، ۹۲، منی المحتاج ۱/۱۸۳۔

(۳) حدیث: "أعجز أحدکم إذا صلی أن یتقدم أو یتأخر" کی روایت ابن ماجہ (۱/۵۸ طبع عینی الحلبي) اور ابوداؤد (۳۰۹/۱ طبع عبید الدعاس) نے کی ہے اور حافظ نے فتح الباری (۳/۳۳۵ طبع استغفر) میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن حضرت علیؓ کے واسطے ابن ابی شیبہ کے یہاں اس کی سند کو ان الفاظ کے ساتھ حسن قرار دیا ہے "من السنة ان لا یتطوع الإمام حتی یحول من مکالہ" (سنت میں سے یہ بھی ہے کہ امام اپنی جگہ سے بچے بغیر نفل نہ پڑھے) تو یہ اپنے شواہد کی وجہ سے فناء اللہ سنداً حسن ہے۔

(۱) البدائع ۱/۲۸۵، ۲۸۸۔

(۲) المغنی ۱/۵۶۲۔

اور حدیث: "لا یتطوع الإمام فی مقامہ الذی یصلی فیہ المکتوبۃ" کی روایت ابن عدی نے "الکافی" (۵/۱۹۷ طبع دار الفکر) میں کی ہے نیز ابوداؤد (۳۰۹/۱ طبع عبید الدعاس) اور ابن ماجہ (۳۰۹/۱ طبع عینی الحلبي) نے اسی کے مثل کی روایت کی ہے دیکھئے: گزشتہ حدیث کی تخریج، اپنے شواہد کی وجہ سے یہ حسن الاسناد ہے۔



## تطوع ۱۶

جائے (۱)۔

اور حنفیہ کے نزدیک وتر واجب ہے، اسی وجہ سے اترنے کی قدرت کے وقت وہ سواری پر نہیں ادا کی جائے گی، اسی طرح حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص فجر کی دو رکعتیں بغیر عذر کے چوپایہ پر پڑھے اور وہ اترنے پر قادر ہو تو ناجائز ہے، اس لئے کہ فجر کی دو رکعات مزید تاکید نیز اس کے کرنے کی ترغیب اور چھوڑنے پر ترہیب اور تحذیر کے ساتھ مخصوص ہیں، لہذا وہ واجبات جیسے وتر سے ملحق ہیں (۲)۔

اس کی تفصیل ”نفل“ اور ”نافلہ“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

### بیٹھ کر نفل نماز:

۱۶- تطوع کی نماز مسالک کے اتفاق کے ساتھ بیٹھ کر جائز ہے، ابن قدامہ کہتے ہیں: بیٹھ کر نفل پڑھنے کی اباحت کے بارے میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے، اور اسے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ”من صلی قائما فهو افضل، ومن صلی قاعدا فله نصف اجر القائم“ (۳) (جو کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو یہ افضل ہے، اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا ثواب ملے گا) اور اس لئے بھی کہ بہت سے لوگوں کے لئے اٹھنا دشوار ہوتا ہے، لہذا اگر تطوع میں قیام واجب ہوتا تو اکثر تطوع متروک ہو جاتے، تو شارع نے اس کی تکثیر

(۱) یہ حکم سفر کے تمام نئے وسائل جیسے گاڑیوں اور طیاروں کو بھی اس تفصیل کے ساتھ شامل ہے، جس کو جدید مسائل کے ضمیمہ میں دیکھا جائے۔

(۲) البدائع ۱/ ۲۷۱، ۲۹۰، وراس کے بعد کے صفحات، الہدایہ ۱/ ۶۹، جوہر لاکیل ۱/ ۳۳، مغنی الحاج ۱/ ۳۲، المغنی ۱/ ۳۳۲، ۳۳۵۔

(۳) حدیث: ”من صلی قائما فهو افضل، ومن صلی قاعدا فله نصف اجر القائم“ کی روایت بخاری (فتح المبارک ۲/ ۵۸۶ طبع المستقیم) نے حضرت عمران بن حصینؓ سے کی ہے۔

جانا ہے اپنے چوپایہ پر جدھر بھی وہ رخ کرے رکوع و سجود کا اشارہ کرتے ہوئے نفل پڑھنا جائز ہے اور سجدوں کو رکوع سے پست رکھے گا۔

اور حنابلہ کے نزدیک مختصر سفر میں بھی سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَائِنَّمَا تُؤَلُّوْا فَنَّمْ وَجْهَ اللّٰهِ“ (۱) (اور اللہ ہی کا ہے مشرق (بھی) اور مغرب سو تم جدھر کو بھی منہ پھیرو پس ادھر ہی اللہ کی ذات ہے)، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: یہ آیت خاص طور سے اس رخ پر نفل نماز پڑھنے کے لئے نازل ہوئی ہے جدھر تمہارا اونٹ رخ کرے، اور اپنے اطلاق کی وجہ سے یہ محل نزاع کو شامل ہے، اور حضرت ابن عمرؓ مروی ہے: ”اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ عَلٰی بَعِيْرِهِ“ (رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر وتر پڑھتے تھے)، اور ایک روایت میں ہے: ”كَانَ يَسْبِيحُ عَلٰی ظَهْرٍ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهَهُ، يَوْمِيَّءَ بَرَأْسِهِ“ (آپ ﷺ اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر سر سے اشارہ کرتے ہوئے جس طرف اس کا چہرہ ہو اسی رخ پر نفل پڑھتے تھے)، اور حضرت ابن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے (۲)، اور بخاری میں ہے: ”اِلَّا الْفَرَاِضَ“ (سوائے فرائض کے) اور مسلم اور ابوداؤد میں ہے: ”غَيْرَ اَنَّهُ لَا يَصْلِيْ عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةُ“ (البتہ آپ اس پر فرائض نہیں پڑھتے تھے) اور چھوٹے اور طویل سفر کی تفریق نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ سواری پر نماز پڑھنے کی اباحت نفل میں ایک تخفیف ہے، تاکہ اس کے قطع کر دینے اور کم کر دینے کا سبب نہ بن

(۱) سورہ بقرہ ۱۱۵۔

(۲) حدیث: ”كَانَ يُوْتِرُ عَلٰی بَعِيْرِهِ“ اور ایک روایت میں: ”كَانَ يَسْبِيحُ عَلٰی ظَهْرٍ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهَهُ، يَوْمِيَّءَ بَرَأْسِهِ وَكَانَ ابْنُ عَمْرِو يَفْعَلُهُ“ کی روایت بخاری (فتح المبارک ۲/ ۵۷۸ طبع المستقیم) اور مسلم (۱/ ۲۸۷ طبع المحلی) نے کی ہے۔

## تطوع ۱۷-۱۸

کی رغبت دلانے کے لئے اس میں ترک قیام کو کار کیا (۱)۔

### فرض نماز اور نفل نماز کے درمیان فصل کرنا:

۱۷- نماز پڑھنے والے کے لئے فرض نماز اور اس کے بعد کی نفل نماز کے درمیان وارد اور جیسے تسبیح، حمد اور تکبیر کے ذریعہ فصل کرنا مستحب ہے، یہ جمہور کے نزدیک ہے، اور حنفیہ کے نزدیک فرض اور سنت کے درمیان فصل کرنا مکروہ ہے، بلکہ سنت میں مشغول ہو جائے گا (۲)۔  
تفصیل کے لئے دیکھئے: ”نفل“۔

### نفل کی قضا:

۱۸- جب نفل چھوٹ جائے، خواہ مطلق ہو یا کسی سبب یا وقت سے مقید ہو تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک سوائے فجر کی دو رکعتوں کے بقیہ کی قضا نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے، و فرماتی ہیں: ”صلی رسول اللہ ﷺ العصر ثم دخل بیتی فصلى ركعتين، فقلت: يا رسول الله! صليت صلاة لم تكن تصلیها فقال: قدم علی مال فشغلني عن الركعتين كنت أركعهما بعد الظهر، فصليتهما الآن، فقلت: یا رسول الله أفنقضیهما إذا فاتتا؟ قال: لا“ (۳) (نبی کریم ﷺ نے عصر پڑھی، پھر میرے گھر میں آئے اور دو رکعتیں پڑھیں، تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے ایک ایسی نماز پڑھی جو آپ

نہیں پڑھا کرتے تھے تو فرمایا: میرے پاس کچھ مال آ گیا، اور اس نے مجھے ان دو رکعتوں سے مشغول کر دیا جن کو میں ظہر بعد پڑھا کرتا تھا تو میں نے ان کو اس وقت پڑھ لیا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا جب یہ دونوں رکعتیں چھوٹ جائیں تو ہم بھی قضا کیا کریں؟ فرمایا: نہیں)۔

اور یہ اس بات پر نص ہے کہ امت پر قضا واجب نہیں ہے، اور یہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص چیز ہے، اور آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص چیزوں میں ہماری کوئی شرکت نہیں ہے، اور اس حدیث کا قیاس یہ ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کی سرے سے قضا واجب نہ ہو، البتہ ہم نے اس صورت میں استحسان سے قضا ثابت کی ہے جب وہ فرض کے ساتھ چھوٹ جائیں، اس لئے کہ ”أن النبی ﷺ فعلهما مع الفرض ليلة التعریس“ (۱) (آپ ﷺ نے تعریس کی رات فرض کے ساتھ ان دونوں کو بھی پڑھا تھا) تو ہم بھی یہی کریں گے تاکہ آپ کے طریقہ پر رہیں، اور یہ (تفصیل) وتر کے برخلاف ہے، اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک وتر واجب ہے، اور عمل کے حق میں واجب فرض سے ملحق ہے۔

اور شافعیہ میں سے نووی کہتے ہیں: اگر موقت نفل جیسے عید اور چاشت کی نماز چھوٹ جائے تو قول ظہر میں اس کی قضا کر لینا مستحب ہے، اس لئے کہ صحیحین کی حدیث ہے: ”من نسی صلاة أو نام عنها فكفارتها أن یصلیها إذا ذكرها“ (۲) (جو کوئی نماز بھول

(۱) حدیث ”فعلهما مع الفرض ليلة التعریس“ کی روایت مسلم (۱/۳۷۳ طبع الحلی) نے حضرت ابو قتادہؓ سے کی ہے۔

(۲) حدیث ”من نسی صلاة أو نام عنها فكفارتها أن یصلیها إذا ذكرها“ کی روایت مسلم (۱/۳۷۳ طبع الحلی) نے حضرت انسؓ سے کی ہے اور بخاری (۲/۷۰ طبع المنقیر) نے سونے کے ذکر کے بغیر اس کے روایت کی ہے۔

(۱) الہدایہ ۱/۶۹، البدائع ۱/۲۹۸، ۲۹۹، جوہر ۱/۵۷، مغنی المحتاج ۱/۱۵۵، المغنی ۲/۱۳۲۔

(۲) لاخیار ۱/۶۶، جوہر ۱/۵۷، لمہرب ۱/۸۷، شعی لا رادات ۱/۱۹۳۔

(۳) حضرت ام سلمہؓ کی حدیث ”قالت: صلی رسول اللہ ﷺ العصر ثم دخل بیتی“ کی روایت احمد (۱/۳۱۵ طبع المیمہ) نے کی ہے اور بیہقی (۲/۲۲۳ طبع القدی) کہتے ہیں: احمد کے روات صحیح کے روات ہیں۔

## تطوع ۱۹

تقاضی اور بعض اصحاب کہتے ہیں: سوائے فجر کی دو رکعتوں اور ظہر کی دو رکعتوں کے قضا نہیں کی جائے گی۔

اور ابن حامد فرماتے ہیں: تمام سنن رواتب کی قضا کی جائے گی، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ان میں بعض کی قضا کی ہے، اور باقی کو ہم نے اس پر قیاس کر لیا ہے۔

اور ”شرح منتهی الارادات“ میں ہے: رواتب کی قضا کرنا مستنون ہے، سوائے اس کے جو فرض کے ساتھ چھوٹ گئی ہوں اور بہت ہوں تو افضل ان کا ترک کر دینا ہوگا، سوائے فجر کی سنت کے کہ ان کے مؤکد ہونے کے سبب ان کی قضا کرے گا (۱)۔

### واجب کا تطوع میں بدل جانا:

۱۹- کبھی عبادات کا واجب تطوع سے بدل جاتا ہے، خواہ قصد سے ہو یا بغیر قصد کے، اسی میں سے مثلاً ابن نجیم نماز کے بارے میں کہتے ہیں: اگر فرض کی نیت سے نماز شروع کی، پھر نماز میں اپنی نیت بدل دی اور اس کو تطوع کر دیا تو وہ تطوع ہو جائے گی۔

اور ”شرح منتهی الارادات“ میں ہے: اگر کسی مصلیٰ نے کسی فرض جیسے ظہر کا اس کے نیز دوسرے کے لئے وسعت رکھنے والے وقت میں تحریمہ باندھا، پھر اس کو بایں طور نفل سے بدل دیا کہ بجائے نماز کی نیت فسخ کرنے کے فرض کی نیت فسخ کر دی، تو یہ نیت مطلقاً صحیح ہو جائے گی، خواہ اس میں سے اکثر کو پڑھ چکا ہو یا اقل کو پڑھا ہو، اور خواہ کسی صحیح غرض کے لئے ہو یا نہیں، اس لئے کہ فرض کی نیت میں نفل داخل ہو جاتی ہے، اور بغیر کسی صحیح غرض کے اس کو نفل سے بدلنا مکروہ ہوگا، پھر فرمایا: اور وہ (فرض نماز) نفل سے بدل جاتی ہے جس کا عدم ظاہر ہو جائے، جیسے کہ کسی فوت شدہ نماز کو اپنے اوپر لازم گمان کر کے

جائے یا اس سے سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے اسے پڑھ لے (اور اس لئے کہ نبی کریم ﷺ جب وادی میں سورج طلوع ہونے تک نماز صبح سے سو گئے تو آپ نے فجر کی دونوں رکعتوں کی قضا فرمائی تھی، اور مسلم میں اسی کے مثل ہے، اور ظہر کی بعد والی دو رکعتوں کی عصر کے بعد قضا فرمائی، اور اس لئے بھی کہ یہ مؤقت نمازیں ہیں، لہذا فرض ہی کی طرح ان کی بھی قضا ہوگی، اور جیسا کہ ابن المقرئ نے صراحت کی ہے، سفر اور حضر دونوں میں لہد ہیں۔

قول دوم: غیر مؤقت ہی کی طرح مؤقت کی بھی قضا نہیں کی جائے گی۔

قول سوم: اگر دوسرے کے تابع نہ ہو جیسے چاشت کی نماز تو مستقل ہونے میں فرض کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس کی قضا کی جائے گی، اور اگر دوسرے کے تابع ہو، جیسے سنن رواتب تو اس کی قضا نہیں کی جائے گی، ”شرح المنہاج“ میں خطیب شربنی فرماتے ہیں: ان (نودی) کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ مؤقت کی قضا ہمیشہ کی جائے گی اور یہی ظہر ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ دن کی فوت شدہ نماز کی قضا کی جائے گی جب تک سورج غروب نہ ہو جائے اور رات کی فوت شدہ نماز کی قضا اس وقت تک کی جائے گی جب تک طلوع فجر نہ ہو جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس وقت تک قضا کرے گا جب تک اس کے بعد والا فرض نہ پڑھ لے، اور مؤقت سے وہ نمازیں نکل گئیں جن کا سبب ہوتا ہے جیسے تحسینہ اور کسوف کی نماز، اس لئے کہ اس میں قضا کا کوئی دخل نہیں ہوگا، ہاں اگر اس کا نماز کا ورد چھوٹ جائے تو اس کے لئے اس کی قضا مستحب ہے، جیسا کہ اذری نے فرمایا ہے اور حنابلہ کے یہاں امام احمد فرماتے ہیں: ہم کو یہ بات نہیں پہنچی کہ نبی کریم ﷺ نے سوائے فجر کی دو رکعتوں اور عصر کے بعد دو رکعتوں کے کسی بھی نفل کی قضا کی ہو۔

(۱) البدائع ۱/ ۲۷۹، ۲۸۷، ۲۹۰، مع الجلیل ۱/ ۲۱۰، الدرر النوری ۱/ ۳۱۹، مغنی

المحتاج ۱/ ۲۲۳، مغنی ۲/ ۱۲۸، شرح منتهی الارادات ۱/ ۲۳۰۔



## تطوع ۲۰

اس کا تحریمہ باندھا ہو پھر ظاہر ہوا کہ اس کے اوپر کوئی نیت شدہ نماز نہیں تھی، یا کسی فرض کا تحریمہ باندھا پھر اس پر ظاہر ہوا کہ اس کا وقت نہیں آیا ہے، اس لئے کہ فرض صحیح نہیں ہوا، اور نفل کو باطل کرنے والی کوئی چیز پائی نہیں گئی۔

اور اسی میں سے روزہ ہے، ”شرح منتهی الارادات“ میں آیا ہے کہ جو نذر کفارہ یا قضا کے روزہ کی نیت توڑ دے پھر نفل کی نیت کرے تو اس کا نفل (روزہ) صحیح ہوگا، اور روزہ دار نذر یا قضا کی نیت کو اگر نفل سے بدل دے تو فرض نماز کو نفل سے بدل دینے کی طرح یہ صحیح ہوگا، اور تجاوی نے ”الاقناع“ میں قضا کے بدل دینے کے مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، اور بغیر کسی مقصد کے اس کے لئے ایسا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے (۱)۔

اور اسی میں سے زکاۃ ہے، ”بدائع الصنائع“ میں آیا ہے: جب کسی آدمی کو زکاۃ دے دے، اور دیتے وقت اس کو یہ خیال نہ آئے کہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن پر زکاۃ صرف کی جاتی ہے اور اس کے معاملہ میں شک نہیں ہوا، تو جب یقینی طور سے ظاہر ہو جائے کہ وہ شخص مصارف زکاۃ میں سے نہیں ہے تو اس کی زکاۃ ادا نہ ہوگی اور اس پر دوبارہ ادا کرنا ضروری ہوگا، اور جو کچھ اسے دیا ہے اسے اس کے واپس لینے کا اختیار نہیں ہوگا، اور وہ تطوع کے طور پر واقع ہو جائے گی، پھر دوسری جگہ کا سانی فرماتے ہیں: معجل (پیشگی دی ہوئی زکاۃ) جب بطور زکاۃ واقع نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ جب وہ فقیر کے ہاتھ میں پہنچ جائے تو بطور تطوع ہوگی، خواہ اس کے ہاتھ میں مالک مال کے ہاتھ سے پہنچے یا امام یا اس کے نائب (سائی، محصل) کے ہاتھ سے پہنچے، اس لئے کہ اصل قربت حاصل ہوگئی ہے، اور نفلی صدقہ میں اس کے فقیر کے ہاتھ میں پہنچ جانے کے بعد رجوع کا احتمال نہیں رہتا ہے۔

اور ”المہذب“ میں بھی ہے کہ جو شخص غیر اشہر حج میں حج کا احرام باندھے، اس کا احرام عمرہ کے لئے منعقد ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ ایک موقت عبادت ہے، لہذا جب اس کے وقت کے علاوہ میں اس کو باندھے گا تو اسی کی جنس کی دوسری عبادت منعقد ہو جائے گی، جیسے نماز ظہر کے لئے جب زوال سے پہلے تحریمہ باندھے تو اس کا تحریمہ نفل کے لئے منعقد ہوگا۔

اور ابن نجیم کی ”الاشباہ“ میں ہے: اگر حج کا احرام نذر اور نفل کے لئے باندھا تو نفل ہوگا، اور اگر حج کا احرام فرض اور تطوع کے لئے باندھا تو قول اصح کے مطابق صاحبین کے نزدیک وہ تطوع ہوگا (۱)۔

فرض کی ادائیگی سے تطوع کا حصول اور اس کے برعکس: ۲۰۔ کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں فرض کی ادائیگی سے تطوع ہوتا ہے، لیکن تطوع کا ثواب اس کی نیت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، ابن نجیم کی ”الاشباہ“ میں دو عبادتوں کو جمع کرنے کی بحث میں آیا ہے، فقہاء فرماتے ہیں: اگر جنبی جمعہ کے دن جمعہ اور جنابت دور کرنے کے لئے غسل کرے تو اس کی جنابت دور ہو جائے گی اور اس کو جمعہ کے غسل کا ثواب ملے گا۔

اور ابن عابدین لکھتے ہیں: جس کے اوپر ایسی جنابت ہو جس کو وہ بھول جائے اور مثلاً جمعہ کے لئے غسل کرے تو اس کا حدیث ضمناً دور ہو جائے گا، اور فرض یعنی غسل جنابت کا ثواب اس وقت تک نہیں پائے گا جب تک اس کی نیت نہ کرے، اس لئے کہ نیت کے بغیر ثواب نہیں ہوتا۔

اور ”الشرح الصغیر“ میں ہے: فرض نماز سے تحیۃ المسجد ادا ہو جاتی ہے، لہذا فرض نماز ادا کر لینے سے تحیۃ کا مطالبہ ساقط

(۱) الاشباہ لابن نجیم ص ۵۱، شرح منتهی الارادات ۱/ ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱۔

(۱) البدائع ۲/ ۵۰، ۵۱، المہذب ۱/ ۲۰، ۲۱، الاشباہ لابن نجیم ص ۱۳۱۔



## تطوع ۲۱-۲۲

ہو جائے گا، اور اگر فرض اور تحیہ کی نیت کی ہو تو دونوں حاصل ہو جائیں گے، اور اگر تحیہ کی نیت نہیں کی ہے تو اس کا ثواب حاصل نہیں ہوگا، اس لئے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔

اور اسی کے مثل جمعہ اور جنابت کا غسل اور اپنے اوپر لازم قضا روزہ کے ساتھ عرفہ کا روزہ رکھنا ہے۔

اور ابن رجب کی ”القول الموعود“ میں ہے: اگر مکہ سے نکلنے وقت طواف زیارت اور وداع کی نیت کرتے ہوئے طواف کرے، تو خرقی اور صاحب ”المغنی“ فرماتے ہیں کہ یہ طواف دونوں کی طرف سے کافی ہوگا (۱)۔

دوم - وہ احکام جو عبادات اور غیر عبادات دونوں میں عام ہیں:

الف - شروع کرنے کے بعد تطوع کو توڑ دینا:

۲۱- اگر تطوع عبادت ہو جیسے نماز اور روزہ تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک جب اس کو شروع کر دے تو پورا کرنا لازم ہوگا، اور جب فاسد ہو جائے تو قضا واجب ہوگی، اس لئے کہ کرگزر نے اور قضا کرنے کے اعتبار سے تطوع شروع کر دینے سے لازم ہو جاتا ہے، اور اس لئے بھی کہ ادا کردہ جزء عبادت ہے اور عبادت کا باطل کرنا حرام ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ“ (۲) (اور اپنے اعمال کو رایگاں مت کر دو) اور نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ سے اس حال میں کہ دونوں نے تطوع کے روزہ میں افطار کر لیا تھا، فرمایا: ”اقضیا یوما مکانہ“ (۳) (تم

(۱) لا شاہ لابن کثیر ص ۳۰، ابن ماجہ ص ۱۷۷، الشرح المفید ص ۱۶۱، القول الموعود لابن رجب ص ۲۳۔

(۲) سورہ محمد ص ۳۳۔

(۳) حدیث: ”اقضیا یوما مکانہ“ کی روایت ترمذی (۳/۱۱۲ طبع مجلس) نے

دونوں اس کی جگہ ایک دن کی قضا کرو)۔

البتہ مالکیہ سوائے اس صورت کے جب فساد عمداً ہو، قضا کو واجب نہیں قرار دیتے ہیں، چنانچہ اگر کسی عذر سے ہو تو قضا نہیں ہوگی، اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک جب تطوع شروع کرے تو اتمام مستحب ہے، واجب نہیں ہے، اسی طرح فاسد ہو جائے تو قضا مستحب ہے، سوائے حج اور عمرہ کے تطوع کے کہ جب ان کو شروع کر دے تو اتمام واجب ہوگا، اس لئے کہ دونوں کی نیت اور نذر یہ غیرہ میں ان کے فرض کی طرح ہے (۱)۔

اور اتمام کے عدم وجوب کے لئے شافعیہ اور حنابلہ نے نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے: ”الصائم المتطوع أمیر نفسه، إن شاء صام، وإن شاء أفطر“ (۲) (تطوع کے طور پر روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا امیر ہے، چاہے روزہ رکھے، چاہے افطار کرے)۔

تفصیلات ”نفل“، ”صلاۃ“، ”صیام“ اور ”حج“ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۲۲- رہیں ان کے علاوہ دوسری تطوعات تو وہ یا تو معروف تبرعات جیسے ہبہ، عاریت، وقف اور وصیت کے قبیل سے ہوں گی یا ان کے علاوہ ہوں گی۔

= حضرت مائتہ کی ہے اور انقطاع کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔  
(۱) البدائع ص ۲۹۰، ۲۹۱، الاختیار ص ۶۶، الشرح المفید ص ۳۰۸، الخطاب ص ۹۰، اکاکی لابن عبد البر ص ۳۵۰، معنی المحتاج ص ۳۸، ۵۳۳، المہذب ص ۹۵، المغنی ص ۳۳، ۵۳، ۶۵، الشرح منشی لإرادت ص ۶۱۔

(۲) حدیث: ”الصائم المتطوع أمیر نفسه: إن شاء صام و إن شاء أفطر“ کی روایت ترمذی (۳/۱۰۹ طبع مجلس) اور الحاکم (۳/۳۳۹ طبع دائرة المعارف العثمانیہ) نے کی ہے اور ابن ترمذی نے اس کی سند اور متن میں اضطراب کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے (الجوہر النقی بہامش الحدیث ص ۸۷، ۲ طبع دائرة المعارف العثمانیہ)۔

## تطوع ۲۳

میں فرمایا ہے: جو صدقہ کے طور پر کوئی چیز بہہ کرے وہ اس میں رجوع نہیں کرے گا، اور اسی کے مثل انفاق (خرچ کرنا) بھی جب تبرع کے قصد سے ہو تو اس میں رجوع نہیں ہے۔

ابن عابدین فرماتے ہیں: جب وصی خود اپنے مال میں سے بچہ پر خرچ کرے، حالانکہ بچہ کا کوئی غیر موجود مال ہو تو اتھنا خرچ کرنے میں وہ تطوع کرنے والا ہوگا، الا یہ کہ گواہ بنا لے کہ وہ قرض ہے یا یہ کہ وہ بچہ سے اس کو وصول کر لے گا، اور ابن القیم کہتے ہیں: مقاصد تصرفات کے احکام بدل دیتے ہیں، چنانچہ تصرفات میں نیت مؤثر ہوگی، اور اسی میں سے یہ ہے کہ اگر وہ تبرع اور بہہ کی نیت کرتے ہوئے دوسرے کی طرف سے کوئی دین ادا کرے، یا اس پر کوئی واجب نفقہ صرف کرے یا اسی طرح کی کوئی اور چیز کرے تو بدل کے مطالبہ کا اسے اختیار نہیں ہوگا، اور اگر تبرع اور بہہ کی نیت نہ کرے تو اسے مطالبہ کا اختیار ہوگا، ہاں اس سلسلہ کی بعض فروع میں مسالک کے درمیان کچھ اختلاف ہے، مثال کے طور پر اسی میں سے یہ بھی ہے کہ شافعیہ باپ اور تمام اصول کے لئے لڑکے پر تطوع کے طور پر کئے ہوئے صدقہ میں رجوع کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، رہا واجب صدقہ تو اس میں رجوع نہیں ہوگا، اور والد کے لئے لڑکے کو اس کے دین سے بری قرار دینے میں رجوع کو ناجائز ٹھہراتے ہیں، جبکہ حنابلہ والد کے لئے اپنے بیٹے کو جن دیون سے بری قرار دیا ہو ان میں رجوع کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں (۱)۔

اس کی تفصیل ”تبرع“، ”صدقہ“، ”إبراء“، ”بہہ“ اور ”نفقہ“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۳۔ کسی مال میں سے صدقہ شروع کیا ہو اور کچھ حصہ صدقہ نکالا تو

اگر وہ عقود و تبرعات میں سے ہوں تو رجوع کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں ہر عقد کا الگ حکم ہے، چنانچہ مثال کے طور پر وصیت میں جب تک موصی (وصیت کرنے والا) زندہ ہو بلا اتفاق رجوع کرنا جائز ہے، اور عاریت اور قرض میں قبضہ کے بعد فوری طور پر عاریت پر دینے ہوئے سامان کے واپس کرنے کا مطالبہ کر کے اور بدل قرض لوٹانے کا مطالبہ کر کے رجوع کر لیا جائز ہے، اور یہ غیر مالکیہ کے یہاں ہے، بلکہ جمہور کہتے ہیں کہ قرض دینے والے نے جب قرض کی اجل مقرر کی ہو تو تا جیل اس پر لازم نہیں ہوگی، اس لئے کہ اگر اس میں اجل لازم ہو تو تبرع نہیں رہے گا۔

اور قبضہ سے پہلے بہہ میں رجوع کرنا جائز ہے، پھر جب قبضہ مکمل ہو جائے تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک رجوع نہیں ہو سکتا، سوائے اس چیز کے جس کو باپ اپنے بیٹے کو بہہ کرے، اور حنفیہ کے نزدیک اگر بہہ اجنبی کو ہو تو رجوع کرنا جائز ہوگا (۱)۔

اور ان میں سے ہر ایک میں کچھ تفصیل ہے جس کو ان کے ابواب اور ”تبرع“ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

ان کے علاوہ دوسرے تبرعات مثلاً صدقہ، انفاق (خرچ کرنا) اور اس سے مشابہ تبرعات، اگر وہ جاری ہو چکے ہیں تو اس میں رجوع نہیں ہوگا جبکہ یہ تبرع کی نیت سے مکمل ہو چکے ہوں۔

ابن عابدین کہتے ہیں: صدقہ میں رجوع نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس میں مقصود ثواب ہے، نہ کہ عوض، اور ابن قدامہ کہتے ہیں: تمام فقہاء کے قول کے مطابق صدقہ کرنے والے کے لئے اپنے صدقہ میں رجوع کرنا ناجائز ہے، اس لئے کہ حضرت عمر نے اپنی حدیث

(۱) البدائع ۵/۲۳۳، ۶/۲۱۶، ۷/۳۷۸، الہدایہ ۳/۲۲۲، ۴/۲۳۱، ۵/۲۳۵، منہج الجلیل ۳/۵۰، جوہر لؤلئیل ۲/۲۱۲، مغنی المحتاج ۳/۷۱، الہدایہ ۱/۳۱۰، ۳/۳۷۰، ۴/۶۸، منہجی لإرادات ۲/۲۲۷، ۵/۵۲۰، ۵/۵۲۵، مغنی ۳/۳۳۹، ۵/۲۲۹۔

(۱) ابن عابدین ۳/۲۲۲، ۵/۵۸، ۵/۵۸، المغنی ۵/۶۸۳، اعلام الموقعین ۳/۹۸، اسنی الطالب ۲/۸۳، الاختیارات العظمیہ ۱/۱۸۷۔

## تطوع ۲۴-۲۵

باقی کا صدقہ کرنا اس کے اوپر لازم نہیں ہوگا۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آدمی جب کسی مال مقدر (متعین مقدار کے مال) کو صدقہ کرنے کی نیت کرے اور اس کو صدقہ کرنا شروع کرے، اور کچھ صدقہ نکال دے تو باقی کا صدقہ اس پر لازم نہیں ہوگا، اور یہ نظیر ہے اعتکاف کی، اس لئے کہ اعتکاف بھی شریعت کے ذریعہ مقدر نہیں ہے، لہذا وہ صدقہ کے مشابہ ہے، البتہ ابن رجب نے اس میں اختلاف ذکر کیا ہے۔

اور الخطاب نے ان اشیاء کو شمار کیا ہے جو شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہیں اور وہ سات ہیں: نماز، روزہ، اعتکاف، حج، عمرہ، اقتداء اور طواف، پھر ان چیزوں کو بیان کیا ہے جو شروع کرنے سے لازم نہیں ہوتی ہیں اور جن کے توڑنے سے قضا واجب نہیں ہوتی ہے، وہ صدقہ، تلاوت، افکار، وقف، جہاد کا سفر اور اس کے علاوہ دوسری قربات ہیں (۱)۔

اس کی تفصیل ”تبرع“ اور ”صدقہ“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

### ب- تطوع کی نیت:

۲۴- تطوع اگر عبادت ہو تو بلا اجماع اس میں نیت ضروری ہوگی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ“ (۲) (حالانکہ انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو اسی کے لئے خالص رکھیں یکسو ہو کر) اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ (۳)

(۱) المغنی ۳/ ۱۸۵، القواعد لابن رجب ۸/ ۸۶، مہذب الجلیل ۲/ ۹۰۔

(۲) سورۃ البینہ ۵۔

(۳) حدیث: ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ کی روایت بخاری (فتح ۹/ طبع السنن) اور مسلم (۳/ ۱۵۵ طبع المجلس) نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے کی ہے اور الفاظ بخاری کے ہیں۔

(اعمال کا دار و مدار تو نیتوں پر ہوتا ہے) اور نیت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عبادات عادات سے اور بعض عبادات بعض سے ممیز ہو جائیں، چنانچہ غسل کرنا تہجد (ٹھنڈک کے حصول) کے طور پر بھی ہوتا ہے اور عبادت کے لئے بھی، اور مفطرات صوم (کھانا، پینا، جماع) سے رک جانا پرہیزی یا دوا کے طور پر بھی ہوتا ہے، اور مال دینا شری صدقہ کے طور پر بھی ہوتا ہے اور معروف صلہ رحمی کے طور پر بھی، اسی طرح کی دوسری مثالیں، اسی بنیاد پر عبادات میں بالاتفاق نیت شرط ہے (۱)، البتہ نقلی عبادات کی نیت کرنے میں تعین یا اطلاق کے سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

۲۵- عبادات کے اندر تطوع میں سے کچھ تو مطلق ہیں جیسے تہجد اور روزہ، اور کچھ مقید ہیں جیسے نماز کسوف، اور فرائض کے ساتھ سنن رواتب اور جیسے عرفہ اور عاشوراء کا روزہ۔

جہاں تک مطلق تطوع کا تعلق ہے تو تمام فقہاء کے نزدیک نیت کے ذریعہ متعین کئے بغیر اسے ادا کرنا جائز ہے اور مطلق نماز یا مطلق روزہ کی نیت کافی ہے۔

جہاں تک مضمین تطوع کی بات ہے جیسے رواتب، وتر، تراویح، نماز کسوف، نماز استسقاء اور یوم عاشوراء کا روزہ تو ان میں نیت سے ان کی تعین شرط ہے، اور یہ مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور بعض مشائخ حنفیہ کے نزدیک ہے البتہ مالکیہ نے اپنے یہاں تطوع مضمین کی حد بندی کر دی ہے کہ مضمین تطوع، وتر، عیدین، نماز کسوف، نماز استسقاء اور رغیبہ فجر (سنت فجر) ہے، جہاں تک اس کے علاوہ کا تعلق ہے تو وہ ان کے نزدیک مطلق ہے، اور حنفیہ کے یہاں صحیح اور معتمد قول یہ ہے کہ مضمین یا مقید تطوع تعین کے بغیر صحیح ہو جاتا ہے، اور مطلق تطوع

(۱) لا شاہ لابن کیم ص ۱۹، ۲۳، الذخیرہ للقرافی ص ۲۳۵، ۲۳۶، المنہج ص ۲۸۷، المغنی ۱/ ۲۶۳۔



## تطوع ۲۶-۲۷

دینا ایسی قربت ہے جس میں نیت کے بغیر ثواب کا استحقاق نہیں ہوتا (۱)۔

یہی کی طرح اس (معین) میں مطلق نیت کافی ہوگی اور اکثر مشائخ حنفیہ کی یہی رائے ہے (۱)۔

۲۶- جہاں تک عبادات کے علاوہ دوسری تطوعات کا تعلق ہے تو اصل یہ ہے کہ اس میں نیت کا کوئی دخل نہیں ہوتا، البتہ شریعت کے ان احکام کی اطاعت میں جو بھلائی پر ابھارتے ہیں، ثواب کے استحقاق کے لئے ان میں قربت کی نیت مطلوب ہوگی، کیونکہ اس نیت کے بغیر وہ خالص قربت نہیں بن پائیں گی، شاطبی کہتے ہیں: تصرفات یعنی عبادات اور عادات میں مقاصد کا اعتبار کیا جاتا ہے پھر فرمایا: رہے عادی ائمال (اگرچہ ان سے عہدہ بردار ہونے کے لئے نیت کی حاجت نہیں ہوتی)، تو امتثال کے قصد کے بغیر نہ وہ عبادت ہوں گے، نہ ثواب میں معتبر ہوں گے، اور ابن نجیم کی ”لا شہادۃ“ میں ہے: وقف، بہہ اور وصیت نیت پر موقوف نہیں ہیں، تو وصیت کے ذریعہ اگر قربت کی نیت بھی ہے تو اس کو ثواب ہوگا، ورنہ وہ صرف صحیح ہوگی، اسی طرح وقف میں اگر قربت کی نیت کرے تو اس کو ثواب ہوگا ورنہ نہیں، اور اسی اصل کے مطابق تمام قربات میں نیت ضروری ہے یعنی ان پر ثواب ملنا اس بات پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کے لئے انہیں کیا گیا ہو۔

”اشرح المغیر“ میں ہے: بہہ صدق کی طرح مندوب تبرعات میں سے ہے اور یہ قصد کے صحیح ہونے کی شرط پر ہے، اور اگر یہ اختصار کرے کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کی شریعت نے ترغیب دی ہے تو اسے ثواب ہوگا اور زرکشی کی ”المختصر فی القواعد“ میں ہے: مریض کی عیادت، جنازہ کے ساتھ جانا اور سلام کا جواب

### ج- تطوع میں نیابت:

۲۷- تطوع اگر بدنی عبادات جیسے نماز روزہ میں سے ہو تو اس میں نیابت ناجائز ہے، اس لئے کہ اس کے فرض میں فی الجملہ نیابت جائز نہیں ہے، لہذا اس کی نفل میں بھی ناجائز ہوگی، اور اگر ان دونوں (بدنی عبادت اور مالی عبادت) سے مرکب ہو جیسے حج تو حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس میں نیابت صحیح ہوگی، اور شافعیہ کے یہاں بھی زیادہ قوی قول اور مالکیہ کے یہاں دو معتد اقوال میں سے ایک یہی ہے۔ ان کے علاوہ دوسری چیزوں یعنی مالی عبادات اور نیکی و بھلائی کی انواع کے تطوعات جیسے صدقہ، ہدی، آزاد کرنا، وقف، وصیت، بہہ، ہدیٰ قراردینا وغیرہ میں نیابت جائز ہے۔

اسی طرح حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ انسان اپنے عمل جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، حلق، طواف، عمرہ، تلاوت اور دوسری چیزوں کا ثواب دوسرے زندہ یا مردہ کے لئے کر کے بطور تطوع کے دے دے، کیونکہ: ”ضحیٰ بکبشین املحین، أحدهما عنه، والآخر عن أمته“ (۲) (نبی ﷺ نے دوسفید و سیاہ رنگ کے مینڈھوں کی قربانی کی، ایک اپنی طرف سے دوسرا اپنی امت کی طرف سے) اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ

(۱) الموافقات للشاطبی ۲/ ۳۲۳، ۳۲۹، لا شہادۃ لابن نجیم ۲/ ۲۳، ۲۴، اشرح المغیر ۲/ ۳۱۲ طبع المجلس کچھ تصرف کے ساتھ، المختصر فی القواعد ۳/ ۶۱۔

(۲) حدیث: ”ضحیٰ بکبشین املحین، أحدهما عنه، والآخر عن أمته“ کی روایت بیہقی (۹/ ۲۶۷ طبع دائرة المعارف العثمانیہ) اور ابویعلیٰ نے جیسا کہ مجمع الزوائد (۳/ ۲۲ طبع القدی) میں ہے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کہ ہے اور ثقی فرماتے ہیں اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

(۱) لا شہادۃ لابن نجیم ۲/ ۳۲، ۳۳، البدائع ۱/ ۲۸۸، حاشیہ الدسوقی ۱/ ۳۱۸، الخطاب ۱/ ۵۱۵، لا شہادۃ للسیوطی ۲/ ۱۵، ۱۷، المختصر ۳/ ۲۷۶، المہذب ۱/ ۷۷۷، المغنی ۱/ ۶۶۶، شرح منشی لارادات ۱/ ۱۶۷۔

## تطوع ۲۸

کے ساتھ حسن سلوک میں سے یہ بھی ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ تم اپنے والدین کے لئے نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے روزہ رکھو۔

مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک نماز اور روزوں کے علاوہ میں نیابت جائز ہے (۱)۔

اس کی تفصیل ”نیابت“، ”وکالت“، ”نفل“، ”صدق“، ”صلاۃ“ اور ”صوم“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

### تطوع پر اجرت لینا:

۲۸- اصل یہ ہے کہ ہر اس طاعت پر اجرت لینا جو مسلمان کے ساتھ مخصوص ہے جیسے امامت، اذان، حج، جہاد، اور قرآن کی تعلیم ناجائز ہے، اس لئے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ”أَنْ اتَّخَذَ مَوْذُنًا لَا يَأْخُذَ عَلَيْهِ أَذَانُهُ أَجْرًا“ (۲) (ایسا مؤذن بناؤ جو اپنی اذان کی اجرت نہ لے)، اور اس لئے کہ قربت جب حاصل ہوگی تو عامل (کرنے والے) کی طرف سے واقع ہوگی، اسی لئے اس کی اہلیت کا اعتبار کیا جاتا ہے، لہذا دوسرے شخص سے اجرت لینا جائز نہیں ہوگا، جس طرح روزے اور نماز میں دوسرے سے اجرت لینا جائز نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص سے جب انہوں نے اپنے والد کے سلسلہ میں پوچھا تھا فرمایا: ”لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَّجْتُمْ عَنْهُ بَلَّغَهُ ذَلِكَ“ (۱) (اگر وہ مسلمان ہوتے اور تم ان کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے تو یہ ان کو پہنچتا)۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: یہ حج تطوع اور غیر تطوع میں عام ہے، اور اس لئے کہ یہ نیکی اور طاعت کا عمل ہے تو اس کا نفع اور ثواب صدقہ، روزوں اور حج واجب کی طرح پہنچے گا، اور حضرت انسؓ سے مروی ہے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ، حج کرتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے، فرمایا: ”نَعَمْ، إِنَّهُ لَيَصِلُ إِلَيْهِمْ، وَإِنَّهُمْ لَيَفْرَحُونَ بِهِ كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ إِذَا أَهْدِيَ إِلَيْهِ“ (۲) (ہاں بلاشبہ یہ ان کو یقینی طور پر پہنچتا ہے اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی اس وقت خوش ہوتا ہے جب اس کو طبق میں کچھ رکھ کر ہدیہ کیا جاتا ہے)، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إِنْ مِنْ الْبَرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ أَنْ تَصْلِيَ لِأَبَوَيْكَ مَعَ صَلَاتِكَ، وَأَنْ تَصُومَ لِهَمَا مَعَ صَوْمِكَ“ (۳) (موت کے بعد والدین

(۱) البدائع ۲/۱۳، ۳/۱۰۳، ابن ماجہ ۱/۶۹۳، ۶/۱۱۸، ۷/۲۳۷۔  
 ۲۳۱، الہدایہ ۱/۱۲۷، ۳/۳۸، مخ الجلیل ۱/۳۰۷، ۳۰۷، ۳۳۲، ۳۳۹، ۳۴۳، جوہر الکلیل ۲/۱۲۵، الفروق للقرانی ۳/۹۱، المشرح المصغر ۱/۲۶۳، ۲/۱۸۲، مغنی المحتاج ۳/۶۷، نہایۃ المحتاج ۶/۸۹۲، ۱۳۶، قلیوبی ۲/۳۳۸، المعجم ۳/۳۱۲، المعجم ۱/۳۵۵، المغنی ۲/۵۶۷، ۵/۵۶۸، شرح منیٰ لا راد لہ ۱/۱۲۱، ۲/۶۲، ۶/۶۸۔

(۲) حدیث: ”أَخَذَ مَوْذُنًا لَا يَأْخُذُ عَلَيْهِ أَذَانُهُ أَجْرًا“ کی روایت ابوداؤد (۱/۳۶۳ طبع عبید دھاس) اور ترمذی (۱/۳۱۰ مصنفی المہلبی) نے کی ہے اور ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عثمان کی حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱) حدیث: ”لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَّجْتُمْ عَنْهُ بَلَّغَهُ ذَلِكَ“ کی روایت ابوداؤد (۳/۳۰۲ تحقیق عزت عبید دھاس) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”إِنَّهُ لَيَصِلُ إِلَيْهِمْ، وَإِنَّهُمْ لَيَفْرَحُونَ بِهِ كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ إِذَا أَهْدِيَ إِلَيْهِ“ کی روایت ابو حفص عکبری نے کی ہے جیسا کہ ابن ماجہ ۲/۲۳۷ میں وارد ہوا ہے۔

(۳) حدیث: ”إِنْ مِنْ الْبَرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ أَنْ تَصْلِيَ لِأَبَوَيْكَ مَعَ صَلَاتِكَ، وَأَنْ تَصُومَ لِهَمَا مَعَ صَوْمِكَ“ کی روایت دارقطنی نے کی ہے جیسا کہ ابن ماجہ ۲/۲۳۷ میں ہے۔

## تطوع ۲۸

یہ حنفیہ کا مسلک ہے، اور حنابلہ کے یہاں بھی ایک روایت یہی ہے (۱)۔

اور مالکیہ کے یہاں کراہت کے ساتھ صحیح ہے۔ ”اشرح الصغیر“ میں آیا ہے: جو اعمال اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں خواہ حج ہو یا غیر حج مثلاً تلاوت، امامت، علم کی تعلیم، ان میں اپنے کو مزدور بنانا مکروہ ہے، اور کراہت کے ساتھ وہ صحیح ہو جائیں گی، اسی طرح اذان پر بھی اجرت لیما مکروہ ہے، امام مالک فرماتے ہیں: آدمی کا اپنے آپ کو کچی اینٹ بنانے، لکڑی کاٹنے اور اونٹ ہزکانے کا مزدور بنانا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ وہ اجرت پر کوئی ایسا عمل کرے جو صرف اللہ کے لئے کیا جاتا ہے۔

اور جیسا کہ ”نہایۃ المحتاج“ میں ہے: شافعیہ کا کہنا ہے کہ کسی مسلمان کے لئے جہاد یا کسی ایسی عبادت کے لئے اجارہ کرنا صحیح نہیں ہے جس کے لئے نیت واجب ہوتی ہے، اور فقہاء نے امامت کو بھی اسی سے ملحق کیا ہے، چاہے وہ نفل ہی کی امامت ہو، اس لئے کہ یہ عمل خود اس کرنے والے کے لئے ہوا ہے، رہیں وہ عبادات جن میں نیت واجب نہیں ہوتی جیسے اذان تو ان پر اجارہ کرنا صحیح ہے، اور جن عبادات میں نیت ہوتی ہے ان میں سے حج اور عمرہ مستثنیٰ ہیں، چنانچہ جو شخص حج یا عمرہ کرنے سے عاجز ہو یا جس کا انتقال ہو چکا ہو اس کی طرف سے حج یا عمرہ کرنے پر اجرت لیما دینا جائز ہے، اور طواف کی دو رکعتیں انہیں دونوں کی مہریت میں ہو جائیں گی، اور زکاة، کفارہ، اضحیہ (قربانی کا گوشت) اور ہدی کے تقسیم کرنے اور فسخ کرنے اور میت کی طرف سے روزہ رکھنے اور ان تمام چیزوں پر اجارہ جائز ہے جو نیابت کو قبول کرتے ہیں اگرچہ وہ نیت پر موقوف

ہوں، اس لئے کہ ان میں مال کا شائبہ ہے اور ان تمام چیزوں کے لئے اجارہ صحیح ہے جن میں نیت واجب نہیں ہوتی، اور میت کی تجہیز و تکفین اور مدفین قبر آن کی تعلیم اور قبر کے پاس دعا کے ساتھ تلاوت قرآن کے لئے بھی صحیح ہے (۱)۔

اور ابن تیمیہ کی ”الاختیارات الفقہیہ“ میں ہے: انسان کے لئے کسی شخص سے کسی ذمہ دار کے پاس اس کی سفارش کرنے کے لئے یا اس سے کسی ظلم کو دور کرنے کے لئے یا اس کے پاس اس کا حق پہنچانے کے لئے یا کوئی ایسی ذمہ داری سوچنے کے لئے جس کا وہ مستحق ہے یا جنگجو فوجیوں میں اس کی خدمات حاصل کرنے کے لئے جبکہ وہ اس کا مستحق بھی ہو کوئی ہدیہ لیما ناجائز ہے اور جب ہدیہ کی ممانعت ہے تو بدرجہ اولیٰ اجرت کی ممانعت ہوگی۔

اور اس سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ جو کسی تطوع والے عمل پر اجرت لے جو ان اعمال میں سے ہو جن میں اجرت لیما فقہاء کے نزدیک جائز ہے تو وہ اجیر سمجھا جائے گا، اور قربات (نیکی کے کاموں) کو تطوعاً کرنے والا نہیں ہوگا، اس لئے کہ قربات اور طاعات جب اجرت کے عوض واقع ہوں تو وہ نہ تو قربت ہوں گی، نہ عبادت، اس لئے کہ عبادت میں تشریک (دوسری چیز کا شریک کرنا) جائز نہیں ہے، لیکن جب بیت المال یا وقف سے وظیفہ ہو تو اسے نفقہ سمجھا جائے گا، اجرت نہیں سمجھا جائے گا۔

”الاختیارات الفقہیہ“ میں یہ بھی آیا ہے: وہ اعمال جن کے کرنے والے کو اہل قربت میں سے ہونے کی خصوصیت حاصل ہے، کیا ان اعمال کو قربت کے علاوہ طریقہ پر واقع کرنا جائز ہے؟ تو جو کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے وہ ان پر اجارہ کی بھی اجازت نہیں دیتے، اس لئے کہ عوض لینے کی وجہ سے وہ عمل قربت سے خارج

(۱) البدائع ۱۹۲۳، الہدایہ ۲۳۰، المغنی ۳۳۱، ۵۵۵، ۵۵۹،

الاختیارات الفقہیہ ۵۵۔

(۱) اشرح الصغیر ۲۶۳ طبع المجلس، نہایۃ المحتاج ۵، ۲۸۷، ۲۸۸، ۹۱۔



## تطوع ۲۹-۳۱

ہو جائے گا، اور ائمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ائمال میں سے صرف اسی کو قبول کرتا ہے جس کے ذریعہ اس کی خوشنودی چاہی جائے، اور جو اجارہ کی اجازت دیتے ہیں وہ اس کے قربت کے علاوہ طریقہ پر کرنے کی بھی اجازت دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس پر اجارہ کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اس میں مستاجر کا فائدہ ہے اور جو کچھ بیت المال سے لیا جاتا ہے وہ عوض اور اجرت نہیں ہے، بلکہ طاعت پر اعانت کرنے کے لئے وظیفہ ہے، لہذا ان میں سے جو اللہ کے لئے عمل کرے گا اسے ثواب ہوگا اور نیکی کے کاموں کے لئے وقف مال اور ان کے لئے وصیت کردہ مال اور نذر مانا ہو مال بھی اسی طرح اجرت کی طرح نہیں ہوگا، قرآنی کہتے ہیں: وظائف کا باب سلوک کرنے کے باب سے زیادہ متعلق اور معاوضہ کے باب سے زیادہ دور ہے، اور اجارہ کا باب مساحت (نزم برتاؤ) سے زیادہ دور اور تنگی کرنے کے باب سے زیادہ متعلق ہے (۱)، پھر تحریر کرتے ہیں: وظائف کے جواز پر اجماع ہے، اس لئے کہ یہ سلوک بھلائی اور امداد ہے، نہ کہ اجارہ (۲)۔

## تطوع کا واجب سے بدل جانا:

۲۹- متعدد اسباب کی بنا پر تطوع واجب میں بدل جاتا ہے، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

## الف- شروع کرنا:

۳۰- حج کا تطوع شروع کر دینے سے تمام فقہاء کے نزدیک واجب

(۱) ”مکایہ“ کا معنی ہے ایک دوسرے پر غلبہ پانا (حاشیہ الدرر النوری ۲/۳۳۳) اور

مساخہ اس کی ضد ہے۔

(۲) لا اختیارات الفقہیہ ص ۱۸۳، المغنی ۳/۳۳۱، الفروق للقرافی ۳/۳۳۳، اور ص ۱۸۳: ”إلما الأعمال باللبات.....“ کی تخریج (نقرہ نمبر ۲۳) پر گزر چکی ہے۔

ب- ایسے شخص کا نفلی حج کرنا جس نے حج اسلام (فرض حج) نہیں ادا کیا ہے:

۳۱- ابن قدامہ کہتے ہیں: ان لوگوں میں سے جس نے حج اسلام (یعنی حج فرض) نہیں کیا ہے، اگر کسی نے حج تطوع کا احرام باندھا تو وہ حج اسلام کی طرف سے واقع ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ، حضرت انسؓ اور امام شافعیؒ اسی کے قائل ہیں، اس لئے کہ اس نے حج کا احرام باندھا ہے اور حج فرض اس کے ذمہ ہے، لہذا مطلقاً ہی کی طرح اس کے فرض کی طرف سے واقع ہو جائے گا، اور اگر تطوع کا احرام باندھا اور اس کے اوپر نذر مانا ہوا (حج) واجب تھا تو وہ نذر ہی کی طرف سے واقع ہو جائے گا، اس لئے کہ وہ واجب تھا تو وہ حج اسلام (حج فرض) کی طرح ہوگا، اور ہم نے جو مسائل بیان کئے ہیں ان میں عمرہ بھی حج کی طرح ہوگا، اس لئے کہ وہ دو مناسک میں سے ایک ہے، لہذا وہ دوسرے ہی جیسا ہوگا۔

اور حنفیہ و مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ اگر نفل حج کی نیت کی اگرچہ حج اسلام نہ کیا ہو تو جس کی نیت کی ہے اسی کے لئے واقع ہوگا، اس لئے کہ حج کا وقت نماز کے وقت (ظرف) اور روزہ کے وقت (معیار) دونوں سے مشابہ ہے، لہذا اسے دونوں کا حکم دے دیا گیا ہے، چنانچہ حج فرض مطلق نیت سے ادا ہو جائے گا، اور جب نفل کی نیت کی ہو تو نفل حج ہی ہوگا۔

(۱) البدائع ۲/۲۲۶، ۲/۵۲، ۱۰۸، ۱۱۷، لشرح المغیر ۱/۲۳۸، مغنی المحتاج ۱/۴۳۸، المغنی ۳/۳۳۳۔

## تطوع ۳۲

ابن نجیم کہتے ہیں، اگر ایام نحر میں تطوع کی نیت سے طواف کرے تو طواف فرض کی طرف سے ہو جائے گا۔  
اور ”البدائع“ میں ہے: اگر کسی فقیر پر اپنا سارا مال صدقہ کر دے اور زکاۃ کی نیت نہ کرے تو استحساناً زکاۃ کی طرف سے کفایت کرے گا اور قیاس یہ ہے کہ اس سے زکاۃ ادا نہ ہو، اس لئے کہ زکاۃ عبادت مقصودہ ہے، لہذا اس کے لئے نیت ضروری ہے، اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ نیت دلالت پائی گئی، یہی حکم اس صورت میں ہوگا جب پور انساب فقیر کو بہہ کر دے یا تطوع کی نیت کرے، اور اگر زکاۃ کی نیت نہ کر کے ایک سو کی ادائیگی کرے اور تطوع کی نیت کرے تو ایک سو کی زکاۃ امام ابو یوسف کے نزدیک ادا نہیں ہوگی، اور اس پر پورے کی زکاۃ ادا کرنا ضروری ہوگا، اور امام محمد کے نزدیک جتنا مال صدقہ کیا ہے اس کی زکاۃ اس سے ساقط ہو جائے گی، بقیہ کی زکاۃ ساقط نہیں ہوگی (۱)۔

### ج۔ نیت اور قول سے التزام یا تعین:

۳۲۔ ”لہذا المختار“ میں آیا ہے کہ اگر نذر مانی کہ جمعہ کے دن مکہ میں اس درہم کو فلاں پر صدقہ کرے گا اور اس کی مخالفت کی تو جائز ہے، ابن عابدین کہتے ہیں: اگر بعض یا کل شرائط میں مخالفت کی اس طور پر کہ دوسرے شہر میں جمعہ کے دن کے علاوہ دوسرے درہم کو دوسرے شخص پر صدقہ کیا تو جائز ہے، اس لئے کہ نذر کے تحت وہی چیز آ سکتی ہے جو قربت ہو اور قربت صدقہ کرنا ہے، نہ کہ یہ تعینات، لہذا تعین باطل ہوگی اور قربت لازم ہوگی۔

پھر ابن عابدین فرماتے ہیں: اور یہ بات مطلق صورت میں نہیں ہے، اس لئے کہ ”البدائع“ میں ہے کہ اگر یہ کہا کہ اللہ کے واسطے (۱) البدائع ۴/۲۰۴، المغنی ۳/۲۳۶، الاشبہ لابن نجیم ۵/۵۴، جوہر لا کلیل ۵/۱۵۷، حاشیۃ الدسوقی مع شرح الدرر ۵/۲۵۷۔

میرے اوپر لازم ہے کہ اس مسکین کو ایک چیز دوں، فقیر کا نام اس نے لیا ہو اور چیز متعین نہ کی ہو تو ضروری ہے کہ وہ چیز اسی شخص کو دے جس کا اس نے نام لیا ہے، اس لئے کہ جب نذر کردہ چیز کو اس نے متعین نہیں کیا تو فقیر کی تعین مقصود ہوگئی، لہذا دوسرے کو دینا جائز نہیں ہوگا۔  
اور ”الاختیار“ میں ہے: فقیر کے اوپر قربانی نہیں واجب ہوتی، لیکن خریداری کرنے سے واجب ہو جاتی ہے اور جو جانور خرید تھا وہ قربانی کے لئے متعین ہو جاتا ہے، اور اگر قربانی کے دن گزر جائیں اور قربانی نہ کرے تو اسے زندہ ہی صدقہ کر دے گا، اس لئے کہ قربانی فقیر پر واجب نہیں تھی، لہذا جب اس کو قربانی کی نیت سے خرید تو وہ (جانور) قربانی کے لئے متعین ہو گیا، اور اراقہ (خون بہانا یعنی قربانی کرنا) ایک معلوم وقت میں قربت کے طور پر معروف ہے اور وہ وقت فوت ہو چکا ہے، لہذا عینہ اسی کو صدقہ کر دے گا۔

اور قربانی کرنے والا اگر مال دار ہو اور قربانی کا وقت فوت ہو جائے تو قربانی کے جانور کی قیمت صدقہ کرے گا، اسے خرید اہویا نہیں، اس لئے کہ قربانی اس پر واجب تھی، لہذا جب قربانی میں قربت کا وقت فوت ہو گیا تو اپنے کو عہدہ برد آ کرنے کے لئے قیمت صدقہ کر دے گا۔

اور ”نہایۃ المحتاج“ میں آیا ہے: قربانی سنت ہے لیکن التزام سے تمام دوسری قربات کی طرح واجب ہو جاتی ہے جیسے کہے: اس بکری کو میں نے قربانی کے لئے کر دیا۔

اور الخطاب کی ”تحریر الکام فی مسائل التزام“ میں ہے: جب تک دیوالیہ نہ ہو جائے یا مرنہ جائے یا بیمار نہ ہو جائے اس وقت تک التزام مطلق کا التزام کرنے والے پر فیصلہ کیا جائے گا۔

اور ابن رشد اپنی ”نوازل“ میں کہتے ہیں: جو کسی معین مسکین کے لئے کوئی چیز علاحدہ کرے اور قول یا نیت سے اس کے لئے جدا کرے تو

## تطوع ۳۳-۳۴

و- نذر:

۳۳- قربات اور طاعات کی نذران کو واجب کر دیتی ہے، کاسانی فرماتے ہیں: عبادات اور مقصود قربات کی نذر کرنا وجوب کے اسباب میں سے ہے، اور ”فتح اعلیٰ المالک“ میں ہے: نذر مطلق قربت کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی حاجت کا التزام کرنا ہے (۱)۔

ھ- حاجت کا تقاضا:

۳۴- ابن رجب اپنی ”المقواعد“ میں کہتے ہیں: اعیان (سامانوں) میں سے جس سے انتفاع کی حاجت متقاضی ہو اور مہیا ہونے اور کثرت سے اس کے موجود ہونے کی وجہ سے اس کے صرف کرنے میں کوئی ضرر نہ ہو یا ایسے منافع جن کی حاجت ہو، قول اظہر میں بغیر کسی عوض کے ان کا مفت صرف کرنا واجب ہوگا، اس کی مثالوں میں پڑوسی کی دیوار پر اس طرح لکڑی رکھنا ہے کہ اسے ضرر نہ ہو، اور بعض فقہاء نے ماعون (خانگی سامان) کے صرف کر دینے کے وجوب کو مختار قرار دیا ہے، اور ماعون وہ ہے جس کی مقدار معمولی اور آسان ہو (اور اس کے صرف کرنے کا عرف ہو)، اسی میں یہ ہے کہ مصحف کو کسی ایسے مسلمان کو عاریت پر دینا واجب ہے جس کو اس میں تلاوت کرنے کی حاجت ہو، اور ”اشرح الصغیر“ پر صاوی کے حاشیہ میں ہے: عاریت (اصلاً) مستحب ہے، اور کبھی کسی (عارض) کی وجہ سے واجب ہو جاتی ہے جیسے ایسے شخص کا جس کو کسی خاص چیز کی ضرورت نہ ہو وہ چیز ایسے شخص کو عاریت پر دینا جس کے بارے میں خوف ہو کہ اس چیز کے نہ ملنے سے وہ ہلاک ہو جائے گا، اور قرض کے بارے میں فرماتے ہیں: قرض مستحب ہے اور کبھی اس کو واجب کرنے والی

اس کے لئے اس مسکین کے علاوہ پر اس چیز کا صرف کرنا جائز نہیں ہوگا اور اگر کرنا ہے تو وہ اس مسکین کا ضامن ہوگا، اور اگر اس کو دینے کی نیت کی اور اس کے لئے نقول سے جدا کیا نہ نیت سے تو غیر پر اس کا صرف کرنا اس کے لئے مکروہ ہوگا، اور بئللہ (اس کے لئے جدا کرنے) کا مطلب یہ ہے کہ اسی وقت سے اس کے لئے کر دیا ہو۔

اور ”الفواک الدوائی“ میں ہے: جس نے (روٹی کا) کوئی ٹکڑا کسی سائل کے لئے نکالا پھر پایا کہ وہ چا گیا ہے تو اس کے لئے اس (روٹی) کا کھانا جائز نہیں ہے اور اس پر واجب ہے کہ دوسرے پر اس کو صدقہ کر دے، امام مالک نے یہی کہا ہے، اور دوسروں کا کہنا ہے کہ اس کے لئے اس کا کھانا جائز ہے، ابن رشد کہتے ہیں: امام مالک کے علاوہ حضرات کے کلام کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا جب اس ٹکڑے کو کسی معین مسکین کے لئے نکالا ہو تو اس کے موجود نہ ہونے یا قبول نہ کرنے پر اس کے لئے اس ٹکڑے کا کھانا جائز ہوگا اور امام مالک کے کلام کو غیر معین کے لئے اس کے نکالنے پر محمول کیا جائے گا، چنانچہ اس کے لئے اس کا کھانا جائز نہیں ہوگا بلکہ دوسرے پر اسے صدقہ کر دے گا، اس لئے کہ اس نے اس کے لینے والے کو متعین نہیں کیا ہے۔

اور ابن رجب کی ”المقواعد الفقہیہ“ میں ہے: ہدی اور قربانی بغیر کسی اختلاف کے قول سے متعین ہو جاتے ہیں اور نیت سے ان کے متعین ہونے میں دو اقوال ہیں، تو اگر یہ کہا ہو کہ یہ صدقہ ہے تو وہ متعین ہو جائے گا اور نذر کے حکم میں ہو جائے گا۔ اور جب اپنی نیت سے اس کو صدقہ کرنے کے لئے متعین کرے اور اپنے مال سے علاحدہ کر دے تو وہ ایسے ہی ہوگا جیسے قربانی کی نیت کرتے ہوئے کوئی بکری خریدے (۱)۔

= الما لک ۱/ ۲۳۳، ۲۳۸، الفواک الدوائی ۲/ ۲۰۰، القواعد الفقہیہ لابن

رجب ص ۸۶، المغنی ۳/ ۵۳۔

(۱) البدائع ۲/ ۲۲۳، فتح اعلیٰ الما لک ۱/ ۲۱۸۔

(۱) ابن ماجہ ۲/ ۲۶، لا تقیار ۵/ ۱۹، نہایۃ الحاج، ۸/ ۲۰۷، فتح اعلیٰ



## تطوع ۳۵-۳۸

صورت پیش آجاتی ہے، جیسے کسی ہلاک ہو رہے شخص کو نجات دلانے کے لئے قرض دینا (۱)۔

و- ملکیت:

۳۵- عتق میں اصل یہ ہے کہ وہ مندوب اور مرغب فیہ (جس کی رغبت دلائی گئی ہو) ہے، لیکن جو شخص اپنی اصل یا فرع کا مالک ہو جائے اس پر اس اعتبار سے عتق واجب ہو جاتا ہے کہ اس کے مالک ہوتے ہی وہ اصل یا فرع آزاد ہو جاتی ہے (۲)۔

تطوع کی ممانعت کے اسباب:

۳۶- متعدد اسباب کی وجہ سے تطوع ممنوع ہو جاتا ہے، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

الف- اس کا ممنوعہ اوقات میں واقع ہونا:

۳۷- ان اوقات میں نفلی عبادت ممنوع ہے جن میں عبادت کرنے سے شریعت نے روکا ہے جیسے سورج نکلنے، سورج ڈوبنے اور سورج کے بیچ آسمان میں ہونے کے وقت نماز پڑھنا، اس لئے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: ”ثلاث ساعات كان رسول الله ﷺ ينهانا أن نصلي فيهن، أو أن نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تصيف الشمس للغروب حتى تغرب“ (۳) (تین اوقات

- (۱) القواعد لابن رجب ص ۲۲۷، اشرح الصغير، جامع الصواعق ۲/ ۱۰۳، ۲۰۵، طبع المجلس۔
- (۲) اشرح الصغير ۲/ ۲۲۵، المذهب ۲/ ۵۰۲۔
- (۳) حدیث: ”ثلاث ساعات.....“ کی روایت مسلم (۱/ ۵۶۸، ۵۶۹، طبع المجلس) نے کی ہے۔

ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنے یا مردہ دفن کرنے سے رسول اللہ ﷺ ہم کو منع فرماتے تھے: سورج طلوع ہوتے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے، اور ٹھیک دوپہر کے وقت یہاں تک کہ سورج جھک جائے، اور سورج کے غروب کے لئے مائل ہوتے وقت یہاں تک کہ غروب ہو، اور اسی طرح عید اور تشریق کے دنوں میں نفلی روزہ رکھنا ہے (۱)، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: ”أن رسول الله ﷺ نهى عن صيام يومين: يوم الفطر، ويوم المحر“ (۲) (رسول اللہ ﷺ نے دو دنوں کے روزے سے منع فرمایا ہے: یوم الفطر اور یوم المحر)۔

اس کی صحت اور تفصیل کے سلسلہ میں ”اوقات الصلوات“، ”صلاة“، ”نفل“ اور ”صوم“ کی اصطلاحات دیکھی جاسکتی ہیں۔

ب- فرض نماز کی اقامت:

۳۸- نفل نماز پڑھنا اس وقت ممنوع ہو جاتا ہے جب مؤذن نماز کی اقامت شروع کر دے یا وقت اس طرح ٹک ہو جائے کہ کسی بھی نفل کی ادائیگی کی گنجائش نہ ہو (۳)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة“ (۴) (جب نماز کی اقامت ہو جائے تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں ہوگی)۔ دیکھئے: ”اوقات الصلاة“ اور ”نفل“۔

- (۱) الاختیار ۱/ ۳۱، الدرر ۱/ ۱۸۶، اسنى الطالب ۱/ ۲۳، المعنی ۲/ ۱۰۷۔
- (۲) حدیث: ”نهى عن صيام يومين: يوم الفطر ويوم المحر“ کی روایت احمد (۲/ ۵۱۱، طبع المکتب الاسلامی) اور بیہقی (۳/ ۲۹۷، طبع دار المعرفہ) نے کی ہے اور اس کی اصل شیخین کے یہاں ہے (یعنی بخاری اور مسلم میں)۔
- (۳) جوہر الاکلیل ۱/ ۷۷، منشی الاذات ۱/ ۳۲، مراآی الفلاح ۲/ ۱۰۲۔
- (۴) حدیث: ”إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة“ کی روایت مسلم (۱/ ۳۹۳، طبع المجلس) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔

## تطوع ۳۹-۴۰

ج- جو اجازت دینے کے مختار ہیں ان کا اجازت نہ دینا:  
۳۹- جس کا تطوع دوسرے کی اجازت پر موقوف ہو اس کے لئے تطوع کرنا صرف اس کی اجازت کے بعد ہی جائز ہوگا، اسی بنیاد پر بیوی کے لئے بطور تطوع روزہ، اعتکاف یا حج کرنا شوہر کی اجازت ہی سے جائز ہوگا، اور اس صورت میں اجیر مستاجر کی اجازت ہی سے بطور تطوع روزہ رکھے گا جب روزہ سے مستاجر کو ضرر ہوتا ہو، اور بالغ لڑکے کے لئے نفل حج یا عمرہ کا احرام باندھنا یا نفل جہاد کرنا والدین کی اجازت ہی سے جائز ہوگا (۱)۔

یہ اجمالی حکم ہے اور اس کی تفصیل ”نفل“، ”صلاۃ“، ”صوم“، ”حج“، ”اجارہ“ اور ”اٹھ“ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

د- مالی تبرعات کے لحاظ سے حجر میں دیوالیہ قرار دینا:  
۴۰- دین جس کے مال پر محیط ہو اسے شرعی طور پر کسی قسم کا تبرع کرنے سے روک دیا جائے گا، مثلاً صدقہ کرنا، بیہ کرنا، اور حجر (پابندی عائد کرنے) کے بعد یہ ممانعت بالاتفاق ہوگی، رہا حجر سے پہلے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے (دیکھئے: ”حجر“، ”تبرع“ اور ”افلاس“)۔  
اور فوری تبرعات جیسے آزاد کرنا، قبضہ دلا کر بیہ اور صدقہ وغیرہ اگر تہائی سے بڑھ جائیں اور یہ تبرعات مرض الموت میں ہوں تو ممنوع ہوں گے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”إِنَّ اللَّهَ تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ بَوَفَاتِكُمْ بثلث أموالكم“ (۲) (اللہ نے

(۱) البدائع ۲/۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵،

## آطوع ۴۱-۴۳

سوم آطوع کے وہ احکام جو غیر عبادات کے ساتھ مخصوص ہیں:  
ایجاب، قبول اور قبضہ:

۴۲۔ بعض آطوعات وہ ہیں جن میں ایجاب اور قبول کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ تعمراتی عقود میں ہوتا ہے، جیسے عاریت، ہبہ اور کسی معین شخص کے لئے وصیت کرنا، اور فقہاء کے اختلاف کے ساتھ معین پر وقف کرنا، اور قبضہ کی شرط قرار دینے میں بھی فقہاء کے اختلاف کے ساتھ، اور اس کی تفصیل ذیل میں آ رہی ہے:

### الف۔ عاریت:

۴۳۔ باتفاق فقہاء ایجاب و قبول عقد عاریت کے ارکان ہیں اور کبھی آپس کا لیما دینا ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اور قبضہ حقیقی، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عاریت میں رجوع کرنے سے مانع نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ ان حضرات کے یہاں یہ ایک غیر لازم عقد ہے اور عاریت دینے والا جب چاہے عاریت کا مال واپس لے لے، خواہ عاریت لینے والے نے اس پر قبضہ کیا ہو یا نہیں، فرماتے ہیں: آئندہ کے منافع مستعیر کے ہاتھ میں حاصل نہیں ہوتے وہ تو تھوڑا تھوڑا کر کے حاصل کئے جاتے ہیں، تو جب بھی کچھ حاصل کرنا ہے تو اس پر قبضہ پایا جاتا ہے اور جس کو حاصل نہیں کیا اس پر قبضہ نہیں پایا گیا، لہذا اس میں رجوع جائز ہے لایہ کہ رجوع ایسے حال میں ہو جس سے مستعیر کو ضرر پہنچے، جیسے زراعت یا میت کو دفن کرنے کے لئے زمین عاریت پر دینا، اور یہ ان فقہاء کے نزدیک اجمالی حکم ہے، اور اس کی تفصیل ”عاریت“ میں دیکھی جائے۔

مالکیہ کے نزدیک عاریت ایک لازم عقد ہے، چنانچہ (عاریت کا) ایجاب و قبول منفعت کی تملیک کا فائدہ دیتا ہے اور متعین مدت سے پہلے، اور اگر مطلق ہو تو مستعار دی گئی چیز سے نفع

کے رد کرنے کا اختیار ہوگا (۱) یہ سب اجمالی احکام ہیں، تفصیل ”حجر“، ”تبرع“، ”ہبہ“، ”وقف“ اور ”وصیت“ میں دیکھی جائے۔

۴۱۔ کوئی ایسی قربت بہ طور آطوع کرنا جس میں معصیت ہو:  
۴۱۔ کسی ایسی چیز کا تبرع کرنا جائز نہیں ہے جس میں اللہ کی معصیت ہو، اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

☆ کسی حج کے احرام باندھنے والے کو صید (شکار کیا ہوا جانور) عاریت پر دینا جائز نہیں ہے (۲)۔

☆ کسی ایسی چیز کے لئے وصیت کرنا صحیح نہیں ہے جو حرام ہو، جیسے گر جاگھر کے لئے وصیت کرنا یا حریوں کے لئے ہتھیار کی وصیت کرنا، نہ ہی گر جا بنانے، بیت النار (آتش کدہ) بنانے، ان کو آباد کرنے یا ان پر خرچ کرنے کی وصیت کرنا (۳)۔

نہ معصیت پر وقف کرنا صحیح ہے اور نہ اس چیز پر جو حرام ہو جیسے کلیسا، گر جاگھر، تورات اور انجیل، اور جو رہزن پر وقف کرے تو وقف صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ وقف کا مقصد قربت ہے اور ان چیزوں پر وقف کرنے میں معصیت پر اعانت ہے (۴)، یہ سب اجمالی حکم ہے۔ اور اس میں اختلاف اور تفصیل ہے جس کے لئے ”وقف“، ”وصیت“، ”ہبہ“ اور ”تبرع“ کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۱) البدائع ۷/۱۷۳، الشرح الصغير ۲/۳۱۲ طبع الحلبي، الخطاب ۵/۶۰، ۶۱، نہایۃ المحتاج ۳/۵۵۳، مغنی المحتاج ۳/۱۲۰، المغنی ۵/۶۳۳، ۶/۷۱، الاقنات رلت المکرمہ ۵/۷۱، المصنف فی القواعد ۳/۲۷۸، القواعد لابن رجب ۱۳۔

(۲) البدائع ۶/۲۱۳، ۲۱۵، الفتاویٰ الہندیہ ۲/۳۷۲، الشرح الصغير ۲/۲۰۶ طبع الحلبي، المغنی ۵/۲۲۵۔

(۳) المہذب ۱/۵۸۸، المغنی ۶/۱۰۵۔

(۴) الخطاب ۵/۲۳، نہایۃ المحتاج ۵/۳۶۵، المغنی ۵/۶۳۔



## آطوع ۴۴

اٹھانے کے امکان سے پہلے اس میں رجوع جائز نہ ہوگا (۱)، اور یہ بھی اجمالی ہے۔

ب- ہیبة:

۴۴- باتفاق فقہاء ایجاب وقبول ہیبة کے ارکان ہیں، رہا قبضہ تو ملکیت کے ثبوت کے لئے وہ ضروری ہے اور یہ حنفیہ وشافعیہ کامسلک ہے، اس لئے کہ اگر اس کے بغیر ملکیت ثابت ہوتی تو تبرع کرنے والے پر ایسی چیز لازم ہو جاتی جس کا اس نے التزام نہیں کیا تھا اور وہ حواگی ہے، لہذا عقد سے نہیں بلکہ قبضہ سے ملکیت ہوگی، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے غابہ کے اپنے مال میں سے بیس وسق توڑی ہوئی کھجور مجھے ہیبة کی تھی، پھر جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو فرمایا: بیٹی: خدا کی قسم اپنے بعد لوگوں میں کوئی بھی تمہارے مقابلہ میں مال داری کے لئے زیادہ پسندیدہ اور اپنے بعد فقر میں کوئی بھی تمہارے مقابلہ میں زیادہ تکلیف دہ نہیں ہے، اور میں نے تم کو بیس وسق ٹوٹی کھجور ہیبة کی تھی، تو اگر تم نے اس کو توڑ لیا ہوتا اور جدا کر لیا ہوتا تو وہ تمہاری ہوتی اور آج تو وہ وارث کا مال ہے (۲)۔

اور جدھر حنفیہ اور شافعیہ گئے ہیں بعض حنابلہ کی رائے بھی وہی ہے، مجددین بن تیمیہ "الہدایہ" کی شرح میں لکھتے ہیں: قبضہ کے بغیر ہیبة کردہ مال میں ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اسی طرح ابن عقیل حنبلی نے صراحت کی ہے کہ قبضہ دوسرے عقود میں ایجاب کے مانند ہیبة کے

ارکان میں سے ایک رکن ہے، اور ثرقی کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور حنابلہ کی دوسری رائے یہ ہے کہ عقد سے ہیبة کی ملکیت حاصل ہو جاتی ہے، لہذا موہوب لہ (جس کو ہیبة کیا گیا ہو) کے لئے قبضہ سے پہلے اس میں تصرف کرنا صحیح ہوگا، "المنتہی" اور اس کی شرح میں اسی طرح ہے اور "الانصاف" میں اسی کو مقدم کیا ہے۔

اور حنفیہ وشافعیہ (نیز حنابلہ میں سے جن کی رائے انہیں کی طرح ہے) کی رائے کے مطابق قبضہ سے پہلے اس میں رجوع جائز ہے، اس لئے کہ عقد ہیبة مکمل نہیں ہوا ہے، لیکن حنابلہ میں سے جن کی یہ رائے ہے ان کے نزدیک ان لوگوں کے اختلاف سے نکلنے کے لئے جو کہتے ہیں کہ ہیبة عقد سے لازم ہو جاتا ہے، رجوع کا جواز کراہت کے ساتھ ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک مشہور قول کے مطابق قبول کرنے سے ہیبة پر ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور جس کے لئے ہیبة کیا گیا ہے اسے ہیبة کرنے والے کی طرف سے (حواگی سے) انکار کی صورت میں ہیبة کی ہوئی چیز کے مطالبہ کا اختیار ہے، خواہ قاضی عی کے یہاں مطالبہ کرنا پڑے، تاکہ قاضی ہیبة کرنے والے کو ہیبة کردہ چیز اسے حوالہ کرنے پر مجبور کرے، لیکن ابن عبدالسلام کہتے ہیں: ہیبة میں قبول اور قبضہ دونوں کا اعتبار ہے، البتہ قبول رکن ہے اور قبضہ شرط ہے، یعنی اس کی تکمیل کے لئے، چنانچہ اگر قبضہ نہ پایا جائے تو ہیبة لازم نہ ہوگا اگرچہ صحیح ہوگا۔

علاوہ ازیں ہیبة اگر قبضہ کی وجہ سے مکمل ہو جائے تو اگر وہ کسی اجنبی یعنی غیر ذی رحم حرم کو کیا گیا ہو تو حنفیہ کے نزدیک اس سے رجوع جائز ہوگا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "الرجل أحق بهبته مالم يشب منها" (۱) (جب تک بدلہ نہ دے دیا جائے آدمی

(۱) حدیث: "الرجل أحق بهبته مالم يشب منها" کی روایت ابن ماجہ

(۱) الہدایہ ۳/۲۲۰، المہذب ۱/۳۷۰، شرح منہجی لإیرادات ۲/۳۹۳، جوہر لؤلئیل ۲/۱۳۶۔

(۲) نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے ہے: "إن أبا بکر الصديق كان يحللها جاذ عشرين ومقا من ماله" کی روایت امام مالک نے اپنی کتاب موطا (۲/۵۲ طبع الجمل) میں کی ہے۔

## تطوع ۴۵-۴۶

ہو جائے گی (۱)۔

اس کی تفصیل ”وصیت“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

و۔ کسی معین پر وقف کرنا:

۴۶- ایجاب وقف کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، خواہ معین پر وقف ہو یا معین پر نہ ہو، رہا قبول تو وقف اگر معین شخص پر ہو تو اس کا قبول کرنا شرط ہوگا۔ یہ حنفی، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ہے، اور حنابلہ کے نزدیک معین پر وقف کرنے میں بھی قبول کی حاجت نہیں ہے، اس لئے کہ وقف نام ہے ملکیت کے اس طرح زائل کرنے کا کہ اس چیز کی فروختگی نہ ہو سکے، لہذا آزاد کرنے ہی کی طرح اس میں قبول کا اعتبار نہیں ہوگا، رہا قبضہ تو شافعیہ، حنابلہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، اور مالکیہ نیز امام محمد کے نزدیک یہ شرط ہے (۲)۔

اس کی تفصیل ”وقف“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔



اپنے بہہ کا زیادہ حق دار ہوتا ہے) جمہور کے نزدیک قبضہ کے بعد اس میں رجوع جائز نہیں ہے الا یہ کہ باپ نے بیٹے کو بہہ کیا ہو تو رجوع کر سکتا ہے (۱)، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”العائد فی ہبتہ کالعائد فی قبضہ“ (۲) (اپنے بہہ میں رجوع کرنے والا اپنی تے واپس لینے والے کی طرح ہے)۔

اس کی تفصیل ”بہہ“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ج۔ کسی معین کے لئے وصیت:

۴۵- وصیت کے ارکان میں سے موصی (وصیت کرنے والے) کی طرف سے ایجاب اور معین موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی جائے) کی طرف سے قبول ہے، لیکن قبول کا اعتبار موصی کی موت کے بعد ہی کیا جائے گا اور اس کی موت سے پہلے قبول مفید نہیں ہوگا، اس لئے کہ وصیت ایک غیر لازم عقد ہے اور موصی کو اپنے زندہ رہنے تک وصیت سے رجوع کا اختیار ہوتا ہے، اور قبول سے موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی ہو) موصی بہ (جس سامان کی وصیت کی گئی ہو) کا مالک ہو جائے گا اور ملکیت قبضہ پر موقوف نہیں ہوگی، یہ امام زفر کو چھوڑ کر بقیہ حنفی، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک ہے، امام زفر کے نزدیک تو وصیت کا رکن صرف موصی کی طرف سے ایجاب ہے، اور وراثت ہی کی طرح بغیر قبول کے موصی لہ کے لئے ملکیت ثابت

= (۲/ ۷۸ طبع النجفی) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے بویہ فرماتے ہیں:

اس کی سند میں برائیم بن اسماعیل بن مخنف ہیں جو ضعیف ہیں۔

(۱) الاقویار ۳۸/ ۳۸ الہدایہ ۳۲۳/ ۲۲۷، الدسوقی ۱۰۱/ ۱، اشرح الصغیر ۳۱۲/ ۳۱۲ طبع النجفی، اسنی الطالب ۳۷۸/ ۳۷۸، المہذب ۱/ ۳۵۳ کشاف القناع ۳۷۸/ ۳۷۸، ۳۷۹/ ۳۷۹، ۳۸۰/ ۳۸۰، ۳۸۱/ ۳۸۱، شرح شتبی الارادات ۳۷۹/ ۳۷۹۔

(۲) حدیث: ”العائد فی ہبتہ کالعائد فی قبضہ“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۳۳/ ۳۳۳ طبع المنقذ) اور مسلم (۳۳۳/ ۳۳۳ طبع النجفی) نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کی ہے۔

(۱) البدائع ۳۳۱/ ۳۳۲، ۳۷۸، الاقویار ۶۵/ ۶۵، الہدایہ ۳۳۳/ ۳۳۳،

۳۳۳، الدسوقی ۳۲۳/ ۳۲۳، اشرح الصغیر ۳۶۶/ ۳۶۶ طبع النجفی، اسنی

الطالب ۳۳۳/ ۳۳۳، المہذب ۵۹۱/ ۵۹۱، کشاف القناع ۳۳۳/ ۳۳۳۔

(۲) ابن ماجہ ۳۶۰/ ۳۶۰، ۳۶۱/ ۳۶۱، الاقویار ۳۲/ ۳۲، الدسوقی ۷۸/ ۷۸،

۸۸، اشرح الصغیر ۳۰۰/ ۳۰۰، اسنی الطالب ۳۶۳/ ۳۶۳، کشاف القناع

## تطیب ۱-۵

ہے جس سے زینت اختیار کی جائے، تو ترین وہ ہے جس سے انسان کا منظر حسین ہو جائے (۱)۔

### شرعی حکم:

۴- خوشبو کا استعمال کرنا اصلاً مسنون ہے اور حالات کے اعتبار سے آنے والی تفصیل کے مطابق حکم مختلف ہو جاتا ہے۔

## تطیب

### تعریف:

- ۱- لغت میں تطیب: تطیب کا مصدر ہے یعنی عطر لگانا اور ”طیب“ کے معنی ہیں: عطر: یعنی وہ چیز جس کی لذت بخش خوشبو ہو جیسے مشک، کانور، گلاب، جمبیلی، ورس (ایک گھاس) اور زعفران (۱)۔
- اس کا اصطلاحی معنی لغوی معنی سے باہر نہیں ہے۔
- ۲- طیب (عطر) کی دو قسمیں ہیں: مذکر اور مؤنث۔

مذکر: وہ ہے جس کا اثر یعنی جس چیز کو وہ لگائی جائے جیسے کپڑا یا جسم، اس سے اس کا تعلق مخفی ہو اور اس کی بو ظاہر ہو، اور اس سے مراد خوشبو دار پودے، گلاب، اور جمبیلی ہیں، جہاں تک مذکورہ اشیاء سے نچوڑے جانے والے عرق کا تعلق ہے تو وہ مؤنث کے قبیل سے نہیں ہے۔

اور مؤنث: وہ ہے جس کا رنگ اور اثر یعنی جس چیز پر اسے لگایا جائے اس سے اس کا تعلق بہت زیادہ ظاہر ہو جیسے مشک، کانور اور زعفران (۲)۔

### متعلقہ الفاظ:

### ترین:

۳- ترین کے معنی ہیں: زینت اختیار کرنا اور یہ ہر اس چیز کا جامع لفظ

- (۱) لسان العرب، المصباح الممیر، المصباح مادہ ”طیب“، رد المحتار علی الدر المختار ۲/۵۷۲، المجموع شرح المہذب ۷/۲۷۳، مغنی المحتاج ۱/۵۲۰۔
- (۲) حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۲/۵۹۲ طبع عین الملک، مصر۔

مرد اور عورت کا خوشبو لگانا:

۵- خوشبو لگانا مسنون ہے، اس لئے کہ حضرت ابو ایوبؓ کی مرفوع روایت ہے: ”أربع من سنن المرسلین: الحناء، والتعطر، والسواک، والنکاح“ (۲) (چار چیزیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں: مہندی، عطر لگانا، سواک اور نکاح) اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”حَبَّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ: النساء والطيب، وجعلت قرة عيني في الصلاة“ (۳) (تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے ان چیزوں کو میرے دل میں ڈال دیا گیا ہے: عورتیں اور عطر، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) اور ایسی خوشبو لگانا مرد کے لئے گھر کے اندر اور باہر مستحب ہے جس کی خوشبو ظاہر ہو اور رنگ مخفی ہو جیسے عنبر اور صندل کی بخور (دھوئی) اور عورت کے لئے گھر کے علاوہ میں ایسی

(۱) لسان العرب المصباح، المصباح الممیر مادہ ”ترین“۔

(۲) حدیث ۳۴۰۴، أربع من سنن المرسلین: الحناء، والتعطر، والسواک، والنکاح“ کی روایت ترمذی (۳۸۲/۳ طبع مصنفی علی) احمد (۵/۲۲۱ طبع المکتب الاسلامی) اور بغوی نے (شرح السنہ ۵/۹ طبع المکتب الاسلامی) میں کی ہے اور انوٹ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے (شرح السنہ ۵/۹ طبع المکتب الاسلامی)۔

(۳) حدیث ۳۴۰۴، ”حَبَّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ: النساء والطيب“ کی روایت احمد (۳/۱۲۸ طبع المکتب الاسلامی) اور حاکم و بیہقی نے کی ہے، حاکم کہتے ہیں یہ مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے اور حافظ عراقی کہتے ہیں اس کی سند جید ہے ابن حجر کہتے ہیں یہ حسن ہے (فیض القدیر ۳/۳۷۰)۔



## تطیب ۶-۷

خوشبو مسنون ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور مہک مخفی ہو، اس حدیث کی وجہ سے جس کی روایت ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے: ”طیب الرجال ما ظہر ریحہ و خفی لونہ، و طیب النساء ما خفی ریحہ و ظہر لونہ“ (۱) (مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی مہک مخفی ہو اور رنگ ظاہر ہو، اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کی مہک مخفی ہو اور رنگت ظاہر ہو) اور اس لئے بھی کہ اس پر پابندی ہے کہ گھر کے باہر ایسی خوشبو نہ لگائے جس کی مہک پھیلے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”ایما امرأة استعطرت، فمرت بقوم لیجدوا ریحھا فھی زانیة“ (۲) (جو بھی عورت عطر لگائے اور کسی قوم کے پاس سے گزرے تاکہ وہ لوگ اس کی خوشبو پائیں تو وہ زانیہ ہے) اور اپنے گھر میں مخفی اور ظاہر ہونے والے عطر میں سے مانع نہ ہونے کے سبب جو عطر چاہے لگائے۔

نماز جمعہ کے لئے خوشبو لگانا:

- ۶- نماز جمعہ کے لئے خوشبو لگانا بغیر کسی اختلاف کے مستحب ہے (۳)۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إن هذا يوم عید جعله الله للمسلمین، فمن جاء منکم إلى الجمعة، فلیغتسل، وإن“ (۱) حدیث: ”طیب الرجال ما ظہر ریحہ و خفی لونہ“ کی روایت احمد (۵۳۱/۲ طبع المکتب الاسلامی) اور ابوداؤد (۶۲۵/۲ طبع عید الدعاس) اور ترمذی (۱۰۷۴/۳ طبع مصنفی المجلسی) نے کی ہے الفاظ ترمذی کے ہیں انہوں نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
- (۲) حدیث: ”ایما امرأة استعطرت“ کی روایت احمد (۳۱۸، ۳۱۳، ۳۱۸ طبع المکتب الاسلامی) نے اور اسی کے مثل ترمذی (۱۰۶/۵ طبع مصنفی المجلسی) نے کی ہے اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
- (۳) رد المحتار علی الدر المختار ۵۳۷/۲ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت، جوہر لا کلیل ۱/۱۳، ۹۶، نہایت المحتاج ۲/۲۶۲ طبع مصنفی المجلسی بمصر، المغنی لابن قدامہ ۲/۳۹۲، ۳۳۲، کشاف القناع ۲/۲۲ طبع ریاض۔

کان طیب فلیمس منه، و علیکم بالسواک“ (۱) (بلاشبہ یہ عید کا دن ہے جس کو اللہ نے مسلمانوں کے لئے مقرر فرمایا، لہذا تم میں سے جو جمعہ کے لئے آئے غسل کرے اور اگر خوشبو ہو تو کچھ خوشبو لگا لے اور تم پر مسواک ضروری ہے) اور حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا یغتسل رجل یوم الجمعة، و یتطهر ما استطاع من طهر، و یدهن من دهنه أو یمس من طیب بینه، ثم یدخل لا یفرق بین اثین، ثم یصلی ما کتب له ثم ینصت إذا تکلم الإمام إلا غفر له ما بینہ و بین الجمعة الأخری“ (۲) (آدی جب جمعہ کے دن غسل کرے اور جتنا ہو سکے طہارت حاصل کرے اور اپنا تیل یا اپنے گھر کی خوشبو لگائے، پھر دو آدمیوں کے درمیان علاحدگی کئے بغیر نکلے، پھر جو نماز اس پر فرض ہے پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو خاموش رہے تو اللہ اس کے اور دوسرے جمعہ کے درمیان والے گناہ معاف کر دے گا)۔

نماز عید کے لئے خوشبو لگانا:

- ۷- نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے مرد کے لئے ایسی خوشبو لگانا مستحب ہے جس میں مہک ہو، رنگ نہ ہو، جمہور اسی کے قائل ہیں (۳)۔
- (۱) حدیث: ”إن هذا يوم عید جعله الله للمسلمین فمن جاء إلى الجمعة“ کی روایت ابن ماجہ (۳۳۹/۱ طبع عیسی المجلسی) ورنما فی (بدائع المغنی للماہاتی ۱/۱۵۳ طبع دار الانوار) نے کی ہے مندرجہ کہتے ہیں اس کی سند حسن درجہ کی ہے الترغیب والترہیب (۸۳/۲ طبع التجاریہ)۔
- (۲) حدیث: ”لا یغتسل رجل یوم الجمعة و یتطهر بما استطاع من طهر“ کی روایت بخاری (۳۷۰/۲ طبع المنقہ) نے کی ہے۔
- (۳) رد المحتار علی الدر المختار ۱۶۸/۲ طبع مصنفی المجلسی (و جامعہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۱/۳۹۸، نہایت المحتاج ۲/۳۸۲ اور اس کے بعد کے صفحات، المغنی لابن قدامہ ۲/۳۷۰، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، کشاف القناع ۲/۵۲ طبع ریاض۔

## تطیب ۸-۱۰

حنابلہ کا کہنا ہے کہ ایسی چیز کا سونگھنا مکروہ ہے جس کے بارے میں یہ اطمینان نہ ہو کہ سانس اس کو حلق کی طرف کھینچ لے گی جیسے گھسا ہوا مشک اور کانور، تیل، اسی طرح صندل اور عنبر کی دھونی (۱)۔

### معتکف کا خوشبو لگانا:

۹- جمہور فقہاء کے نزدیک معتکف کے لئے دن یا رات میں خوشبو کی مختلف اقسام کا استعمال کرنا جائز ہے الا یہ کہ امام احمد سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھے پسند نہیں ہے کہ وہ عطر لگائے، اس لئے کہ اعتکاف ایک جگہ کے ساتھ خاص عبادت ہے، لہذا حج کی طرح عطر ترک کر دینا اس میں مشروع ہوگا (۲)۔

جو لوگ معتکف کے لئے خوشبو لگانے کو جائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال اس ارشاد ربانی سے ہے: ”يَا بَنِي آدَمُ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ“ (۳) (اے اولاد آدم! ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو)۔

### حج میں خوشبو لگانا:

۱۰- اس بات پر فقہاء متفق ہیں کہ احرام کے دوران بدن یا کپڑے پر خوشبو لگانا ممنوع ہے، رہا احرام کے لئے اس میں داخل ہونے سے پہلے احرام کی تیاری کے دوران خوشبو لگانا تو جمہور فقہاء کے نزدیک مسنون ہے اور امام مالک نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے (۴)، اس لئے کہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابن عمرؓ اور تابعین کی ایک

بغیر خوشبو لگائے اور بغیر زینت اور شہرت کے کپڑے پہنے عورتوں کے لئے نماز عید کے واسطے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ، وَلْيُخْرِجَنَّ تَفَلَاتٍ“ (۱) (اللہ کی بندہوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور ان عورتوں کو چاہئے کہ تھل کی حالت میں نکلیں) اور تھل سے مراد یہ ہے کہ خوشبو نہ لگائے ہوئی ہوں۔

### روزہ دار کا خوشبو لگانا:

۸- حنفیہ کے نزدیک روزہ دار کے لئے خوشبو لگانا مباح ہے (۲) اور مالکیہ کہتے ہیں: اعتکاف کرنے والے روزہ دار کے لئے خوشبو لگانا جائز ہے اور غیر معتکف روزہ دار کے لئے مکروہ ہے، درود کہتے ہیں: اس لئے کہ معتکف کے ساتھ ایک مانع ہے جو اس کو اعتکاف فاسد کرنے والی چیزوں سے روکتا ہے یعنی اس کا مسجد کو لازم پکڑنا اور عورتوں سے دور ہونا (۳)۔

اور ثانیہ کہتے ہیں: خوشبو دار پودوں کو سونگھنے اور چھونے کو ترک کر دینا روزہ دار کے لئے مسنون ہے، مراد مختلف قسم کی خوشبویں ہیں جیسے مشک، گلاب اور نرگس جبکہ انہیں دن میں استعمال کرے، اس لئے کہ ان میں ترفہ (راحت لیما ہے) اور یہ رات میں اس کے لئے جائز ہوگا اگرچہ اس کی خوشبو دن تک باقی رہے جیسے محرم (احرام والا شخص) کے سلسلہ میں ہے (۴)۔

(۱) حدیث: ”لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ.....“ کی روایت ابوداؤد

(۲) ۳۸۱/۱ طبع عید دماس) اور احمد (۲/۳۸۸ طبع الکتاب الاسلامی) نے کی

ہے اور الفاظ احمد کے ہیں، ثانی کہتے ہیں: اس کی سند حسن ہے (مجمع

الزوائد ۳۳/۲ طبع دارالکتب العربی)۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۳/۱۷۷۔

(۳) حاشیہ الدسوقی ۵۳۹۔

(۴) شرح الحج والعمرة ۳۲۹/۲، تحفۃ المحتاج شرح المسماح ۵۸۴۔

(۱) کشاف القناع ۳/۳۳۰ طبع انصرالحمد۔

(۲) بدائع الصنائع ۱۱/۲، ۱۱۷، حاشیہ الدسوقی ۵۳۹، مواہب الجلیل

للوطاب ۲/۲۶۲ طبع بیروت، نہایۃ المحتاج ۳/۲۱۳، المغنی لابن قدامة

۲۰۵ طبع ریاض۔

(۳) سورۃ اعراف ۳۱۔

(۴) بدایۃ المجتہد ۱/۳۲۱ طبع الکلیات الازہریہ مصر۔

## تطیب ۱۱

جماعت سے اس کی کراہت منقول ہے۔

اور احرام کے لئے بدن میں خوشبو لگانے کی سہیت کی دلیل حضرت عائشہؓ کی روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: ”كنت أطيب رسول الله ﷺ لإحرامه قبل أن يحرم، ولحله قبل أن يطوف بالبيت“ (۱) (میں نے رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھنے سے پہلے احرام کے لئے اور آپ کے بیت اللہ کے طواف کرنے سے پہلے حائل ہونے کے لئے عطر لگائی تھی) اور حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: ”كأنني أنظر إلى وبیص (۲) الطيب في مفارق رسول الله وهو محرم“ (۳) (گویا احرام کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی مانگوں میں خوشبو کی چمک میں دیکھ رہی ہوں) اور حضرت عائشہؓ کی دوسری صریح حدیث کی وجہ سے ان حضرات کے نزدیک صحیح قول ایسی خوشبو لگانے کے جواز کا ہے جس کا جسم احرام کے بعد باقی رہے۔

مالکیہ نے احرام کے بعد خوشبو کے جسم کی بقاء کو ممنوع قرار دیا ہے اگرچہ اس کی خوشبو چلی جائے۔

۱۱ - احرام کے لئے کپڑے میں خوشبو لگانا جمہور کے نزدیک ممنوع ہے اور قول معتد میں شافعیہ نے اس کی اجازت دی ہے، لہذا کپڑے کو بدن پر قیاس کرتے ہوئے بالاتفاق کپڑے پر عمدہ خوشبو کا باقی رہ جانا مضر نہیں ہوگا، لیکن فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر احرام کا کپڑا اتار دیا جائے یا اس (کے جسم) سے گر جائے تو جب تک اس میں

(۱) حدیث: ”كنت أطيب رسول الله ﷺ لإحرامه.....“ کی روایت بخاری (۳۹۶/۳ طبع استغیہ) اور مسلم (۸۳۶/۲ طبع عیسیٰ الحلبي) نے کی ہے اور الفاظ مسلم کے ہیں۔

(۲) الوبیس: چمک دمک۔

(۳) حدیث: ”كأنني أنظر إلى وبیص الطيب.....“ کی روایت بخاری (۳۹۶/۳ طبع استغیہ) اور مسلم (۸۳۶/۲ طبع عیسیٰ الحلبي) نے کی ہے۔

خوشبو موجود ہے اس کو دوبارہ پہننا جائز نہیں ہوگا، بلکہ اس سے خوشبو زائل کرے پھر پہنے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن الزبیر، حضرت عائشہؓ، حضرت ام حبیبہؓ اور ثوری وغیرہ کا قول ہے۔

اور شافعیہ نے حضرت عائشہؓ کی مذکورہ دونوں حدیثوں سے استدلال کیا ہے، یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں جن کی روایت بخاری و مسلم نے کی ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں: معنوی طور سے خوشبو سے دوام مقصود ہوتا ہے، لہذا نکاح کی طرح اس کا دوام احرام سے مانع نہیں ہوگا (۱)۔

اور مذکورہ بحث میں وہ عطر جس کا جسم احرام کے بعد باقی رہتا ہے نیز جس کا باقی نہیں رہتا ہے، دونوں برآمد ہیں اور مرد، جوان عورت اور بوڑھی عورت برآمد ہیں (۲)۔

حنفیہ کا صحیح قول یہ ہے کہ احرام کے لئے کپڑے میں خوشبو لگانا جائز نہیں ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ عطر لگا ہوا احرام کا کپڑا پہنے، اس لئے کہ اس طرح وہ کپڑے کو استعمال کر کے اپنے احرام میں عطر کا استعمال کرنے والا ہو جائے گا اور یہ محرم پر ممنوع ہے، اور فرق یہ ہے کہ عطر کپڑے میں الگ ہوتا ہے، جہاں تک بدن کا تعلق ہے تو وہ اس کے تابع ہوتا ہے اور خوشبو لگانے کی مسنونیت بدن میں عطر لگانے سے حاصل ہو جاتی ہے، لہذا اس نے کپڑے میں اس کے جائز قرار دینے سے مستغنی کر دیا (۳)۔

مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ اگر احرام سے پہلے خوشبو لگایا تو احرام کے وقت اس کا ازالہ ضروری ہے، خواہ بدن میں لگایا ہو یا کپڑے میں، چنانچہ احرام کے بعد اس عطر کے جسم میں سے کچھ اگر بدن یا کپڑے پر باقی رہ جائے جس کو اس نے احرام سے پہلے لگایا تھا

(۱) المجموع شرح امربہد ۲۲۲، ۲۲۱/۷ طبع المکتبۃ الاستغیہ بالمندلیہ امودہ۔

(۲) سابقہ مراجع ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱ طبع المکتبۃ الاسلامیہ۔

(۳) حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار ۲/۲۸۱۔



## تطیب ۱۲

تو اس پرندہ واجب ہوگا، اور اگر کپڑے میں اس کی خوشبو ہو تو کپڑا اتارنا واجب نہیں ہوگا، لیکن اس کا مستقل (جسم پر) رہنا مکروہ ہوگا اورندہ نہیں ہوگا۔

خوشبو کے رنگ کے بارے میں مالکیہ کے یہاں دو اقوال ہیں اور یہ سب تفصیل معمولی اثر میں ہے، رہا زیادہ اثر تو اس میں ندیہ ہوگا، اور مالکیہ نے حضرت یحییٰ بن امیہؒ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "اتى النبي ﷺ رجل متضمخ بطيب وعليه جبة فقال: يا رسول الله، كيف تری في رجل أحرم بعمره في جبة، بعدما تضمخ بطيب؟ فقال النبي ﷺ: أما الطيب الذي بك فاغسله ثلاث مرات، وأما الجبة فانزعها، ثم اصنع في عمرتك ما تصنع في حجك" (۱) (نبی کریم ﷺ کے پاس ایک صاحب خوشبو سے لت پت ہو کر اس حال میں آئے کہ ان پر ایک جبہ تھا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے خوشبو سے لت پت ہونے کے بعد ایک جبہ میں عمرہ کا احرام باندھا ہو؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جہاں تک اس عطر کا تعلق ہے جو تمہارے اوپر ہے تو اس کو تین مرتبہ دھو ڈالو، رہا جبہ تو اس کو اتار دو، پھر اپنے عمرہ میں وہی کرو جو اپنے حج میں کرتے ہو) چنانچہ ان حضرات نے اس حدیث سے بدن اور کپڑے میں محرم کے لئے عطر کی ممانعت پر استدلال کیا ہے (۲)۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: اگر اپنے کپڑے پر خوشبو لگائی تو جب تک اسے اتار نہ لے اس کو براہِ پہننے رہنے کا اس کو اختیار ہوگا، پھر جب

(۱) حدیث: "أما الطيب الذي بك فاغسله ثلاث مرات....." کی روایت بخاری (۳۹۳ طبع استغیہ) اور مسلم (۸۳۷ طبع عینی الحلی) نے کی ہے اور الفاظ مسلم کے ہیں۔

(۲) بدیۃ المجتہد ۳/۳۱۱۔

اتار دے تو اس کو دوبارہ پہننے کا اختیار نہیں ہوگا، اور اگر پہن لیا تو ندیہ دے گا، اس لئے کہ احرام ابتداءً خوشبو لگانے سے مانع ہوتا ہے اور معطر کپڑے کا پہننا اس کو مستقل پہننے کے علاوہ ہے، اسی طرح اگر خوشبو کو اپنے بدن کے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل کیا تو ندیہ دے گا، اس لئے کہ اس نے اپنے احرام میں خوشبو لگائی ہے، اسی طرح اگر عمدًا خوشبو لگائے یا خوشبو کو اس کی جگہ سے جدا کر کے پھر وہیں لگائے (تب بھی یہی ہوگا) اور اگر خوشبو پسینہ آلود ہوگئی یا دھوپ سے پکھل گئی، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ بہہ گئی تو اس پر کچھ نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ اس کا فعل نہیں ہے (۱)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کنا نخرج مع النبي ﷺ إلى مكة فنضمده جباهنا بالمسك المطيب عند الإحرام، فإذا عرفت إحدانا سال علي وجهها، فيراها النبي ﷺ فلا ينهانا" (۲) (ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلتے تھے اور احرام کے وقت اپنی پیشانیوں پر معطر مشک لگالتے تھے، پھر جب ہم میں سے کسی کو پسینہ آتا تھا تو وہ اس کے چہرہ پر بہتا تھا، نبی کریم ﷺ اس کو دیکھتے تھے اور ہم کو منع نہیں کرتے تھے) (۳)۔

۱۲ - احرام کے بعد محرم کے لئے اپنے کپڑے یا بدن پر خوشبو لگانا ممنوع ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ولا تلبسوا من الثياب مامسه ورس أو

(۱) المغنی لابن قدامہ ۳/۲۷۵، مطالب بولی اثنی ۲/۳۰۳، ۳۰۴۔

(۲) یعنی ہم اس کو اپنی پیشانیوں پر رکھ لیتے تھے، حدیث احرام کے وقت مرد کی طرح عورت کے بھی عطر لگانے کے انتخاب پر دلیل ہے۔

(۳) حدیث: "کنا نخرج مع النبي ﷺ إلى مكة فنضمده جباهنا بالمسك....." کی روایت ابوداؤد (۴۱۳ طبع عبید دھاس) اور بیہقی (۲۸۵ طبع دار المعرفہ) نے کی ہے، اور ابان و طبرماتے ہیں اس کی سند حسن درجہ کی ہے (جامع الاصول ۳/۳۶ طبع دار البیان)۔

## تطیب ۱۲

زعفران“ (۱) (کپڑوں میں سے جس میں ورس یا زعفران لگا ہوا اس کو نہ پہنو) اور اس لئے کہ وارد ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس محرم کے بارے میں جس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی تھی، فرمایا: ”لا تمسوه بطیب“ (اس کو خوشبو نہ لگاؤ) اور بعض روایات میں ہے: ”لا تحنطوه“ (۲) (اس کو حنوط نہ لگاؤ) اور اس حدیث سے استدلال کی نوعیت یہ ہے کہ احرام کی وجہ سے جب میت کو عطر سے ممانعت ہے تو زندہ کو بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ اور جب عطر لگائے گا تو اس پر فدیہ واجب ہو جائے گا، اس لئے کہ اس نے ایسی چیز استعمال کی جس کو احرام نے حرام قرار دیا ہے، اگرچہ یہ فدیہ ایسی (معالجہ) کے لئے کیا ہو، اور اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ”المحرم: الأشعث الأغبر“ (۳) (محرم پر آگندہ حال گرد آلود ہوتا ہے) اور خوشبو پر آگندہ حالی کے منافی ہے۔

(۱) حدیث: ”ولا تلبسوا من الثياب مامسه ورمس.....“ کی روایت بخاری (۳۰۱/۳ طبع استغیہ)، مسلم (۸۳۲/۲ طبع عینی الجلی)، اور احمد (۶۳/۲ طبع مکتب الاسلامی) نے کی ہے اور الفاظ مسند احمد علی کے ہیں۔  
(۲) اس شخص کے بارے میں جس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی تھی آپ ﷺ کے ارشاد: ”لا تمسوه بطیب“ اور ایک روایت کے مطابق ”لا تحنطوه“ کی روایت بخاری (۶۳، ۶۳/۲ طبع استغیہ) اور مسلم (۸۶۶/۲ طبع عینی الجلی) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”المحرم الأشعث الأغبر.....“ کا ذکر ابن قدامہ نے المغنی (۳۲۰/۳ طبع ریاض میں ”ان المحرم الأشعث الأغبر“ کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے اور مجھے ان الفاظ میں یہ روایت کسی کے یہاں نہیں ملی، لیکن ترمذی (۲۲۵/۵ طبع مصنفی الجلی) نے حضرت ابن عمرؓ سے اسی کی ہم معنی حدیث روایت کی ہے فرماتے ہیں: ”قام رجل إلى النبي ﷺ فقال من الحاج يا رسول الله؟ : الشعث الفضل“ (ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا حاجی کون ہے؟ (فرمایا) پر آگندہ حال بدبو والا) ثنی کہتے ہیں اس کی روایت احمد ورمز از نے کی ہے پھر فرمایا: احمد کے روات صحیح کے روات ہیں (مجمع الزوائد ۲۱۸/۳ طبع دارالکتب العربی)۔

اور مالکیہ (۱)، شافعیہ (۲)، اور حنابلہ (۳)، کے نزدیک یہ قید لگائے بغیر کہ کسی پورے عضو یا کپڑے کی کسی متعین مقدار پر خوشبو لگائی ہو، کسی بھی ایسی خوشبو کے لگانے سے جو ممنوع ہو فدیہ واجب ہوگا۔ اور فدیہ حلق (سر منڈانے) پر قیاس کر کے واجب ہے، اس لئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اس کی صراحت کی گئی ہے: ”وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ“ (۴) (اور جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ نہ جائے اپنے سر نہ منڈاؤ، لیکن اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ روزوں سے یا خیرات سے یا ذبح سے فدیہ دے دے)۔

اور اس لئے کہ حضرت کعب بن عجرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کے سر کی جوئیں دیکھیں تو ان سے فرمایا: ”أبوء ذبک هوام رأسک؟“ (کیا سر کی جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں؟) فرماتے ہیں: میں نے کہا: جی ہاں؟ فرمایا: ”فاحلق، وصم ثلاثة أيام، أو أطعم ستة مساكين، أو انسك نسكة“ (۵) (تم سر منڈالو اور تین دن روزہ رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھاؤ، یا جانور قربان کرو)۔

اور حنفیہ نے اس خوشبو لگانے اور اس خوشبو لگانے میں تفریق کی ہے، فرماتے ہیں: اگر محرم ایک کامل عضو پر خوشبو لگائے تو ایک

(۱) جامعہ الدبوتی و المشرح الکبیر ۶۱/۲، ۶۳، شرح الررکانی ۲/۲، ۲۹۹، ۲۹۸۔  
(۲) المجموع ۲۶۹/۷، ۲۷۳ طبع مکتبۃ الشریعہ بالمندلیہ امورہ، نہایت الجناح ۳۳۵، ۳۳۳ طبع مصنفی الجلی، مصر۔  
(۳) مطالب اولیٰ امی ۳۳۱/۲۔  
(۴) سورہ بقرہ ۱۹۶۔  
(۵) حدیث: ”أبوء ذبک هوام رأسک؟.....“ کی روایت بخاری (۷/۷ طبع استغیہ) نے کی ہے۔

## تطیب ۱۲

بکری واجب ہوگی جیسے سر، ہاتھ، پنڈلی، یا جو جمع کرنے پر ایک کامل عضو تک پہنچ جائے اور مجلس اگر متحد ہو تو پورا بدن ایک عضو کی طرح ہوگا، اور مجلس اگر متفرق ہو تو ہر خوشبو کے لئے الگ کفارہ ہوگا، بشرطیکہ ایک پورے عضو یا اس سے زیادہ پر خوشبو لگائی گئی ہو، خواہ پہلے کا کفارہ دیا ہو یا نہیں، یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں: اس پر ایک کفارہ ہوگا، اور اگر نذر یہ دے دیا اور خوشبو کا ازالہ نہیں کیا تو اس پر دوسرا نذر یہ لازم ہوگا، اس لئے کہ اس کی ابتداء کرنا ممنوع ہے، لہذا اس کی بقاء کے لئے بھی ابتداء ہی کا حکم ہوگا۔

اور بکری واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جنائیت ارتفاق (فائدہ اٹھانے) کے مکمل ہونے سے ہی مکمل ہوتی ہے اور پورے عضو پر خوشبو لگانے سے ارتفاق (فائدہ اٹھانا) مکمل ہو جاتا ہے، لہذا مکمل نذر یہ لازم ہوگا۔

اور اگر ایک عضو سے کم پر خوشبو لگائی ہو تو اس پر جنائیت میں کمی کی وجہ سے نصف صاع گہیوں کا صدقہ ہوگا، الا یہ کہ خوشبو زیادہ ہو تو اس پر دم ہوگا، یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں: جس میں دم واجب ہوتا ہے اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اسی مقدار کو صدقہ کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اگر چوتھائی عضو میں خوشبو لگائی ہو تو چوتھائی بکری کی مالیت کا صدقہ اس پر واجب ہوگا، اسی طرح (سمجھ لیجئے) اس لئے کہ ایک عضو پر خوشبو لگانا کامل ارتفاق ہے تو جنائیت مکمل ہوگی، اور یہ (خوشبو لگانا) پورے کفارے کو واجب کر دے گا اور پورے عضو سے کم پر خوشبو لگانا ناقص ارتفاق ہے، لہذا ناقص کفارہ لازم کرے گا، اس لئے کہ حکم سبب کے بقدر ہی ثابت ہوتا ہے، الا یہ کہ خوشبو زیادہ ہو تو اس پر دم ہوگا، اور جزاء کے وجوب کے لئے حنفیہ کے نزدیک خوشبو کا لگائے رکھنا شرط نہیں ہے، بلکہ صرف

خوشبو لگانے سے جزاء واجب ہوگی (۱)۔

جہاں تک کپڑے میں خوشبو لگانے کا تعلق ہے تو حنفیہ کے نزدیک دو شرطوں سے اس میں نذر یہ واجب ہوگا:

پہلی شرط یہ ہے کہ عطر زیادہ ہو، اور زیادہ وہ ہے جو بالشت و ربالشت سے زیادہ کی مساحت کو ڈھانپ سکے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ دن یا رات بھر لگائے رہے۔

چنانچہ اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک کی کمی ہو جائے تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو ایک منہی گہیوں کا صدقہ کرنا واجب ہے (۲)۔

اور احرام کے بعد کپڑے میں خوشبو لگانے اور اس کے پہننے کی ممانعت میں اصل نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: "لا تلبسوا شینا من الثياب منه الزعفران ولا الورد" (۳) (ایسا کپڑا نہ پہنو جس میں زعفران اور ورس لگا ہو)۔

اور حرم کو خواہ مرد ہو یا غیر مرد اپنی لنگی، چادر، تمام کپڑوں، بستر اور جوتے میں خوشبو لگانے کی ممانعت ہے، یہاں تک کہ اس کے جوتے میں اگر خوشبو لگ جائے تو اس کے اوپر اس کو جلدی سے اتار دینا واجب ہوگا، اور وہ اپنے اوپر کوئی ایسا کپڑا نہیں رکھے گا جس میں ورس، زعفران یا اس کی طرح کا کوئی خوشبو دار رنگ لگا ہوا ہو (۴)۔

اور خوشبو کا استعمال یہ ہے کہ اس کو اس خوشبو کے مقدار و معروف طریقہ کے مطابق اپنے بدن یا کپڑے میں اس طرح لگائے جس سے

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ۲/۲۰۰، ۲۰۲، الہدایہ بہامش فتح القدیر ۲/۳۳۸،

۳۳۹ طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

(۲) بدائع الصنائع ۲/۱۸۹، ۱۹۰ طبع اول۔

(۳) حدیث: "لا تلبسوا شینا من الثياب منه الزعفران ولا الورد" کی روایت (فقہ نمبر ۱۲) میں گزر چکی ہے۔

(۴) الاختیار ۱/۱۳۵ طبع دار المعرفۃ، نہایت المحتاج ۱/۲۱۰ طبع مکتبۃ المدینہ، مصر۔



محرم کے لئے کون سی خوشبو مباح اور کون سی غیر مباح ہے:  
۱۴ - ابن قدامہ کہتے ہیں: خوشبودار پودے تین قسم کے ہیں:

ایک وہ جو نہ تو خوشبو کے لئے اگائے جاتے ہیں، نہ ان سے خوشبو بنائی جاتی ہے جیسے جنگلی گھاسیں یعنی شیخ (ایک گھاس)، قیسوم (ایک گھاس)، خزامی (ایک گھاس) اور تمام پھل جیسے نارنگی، سیب، بھی وغیرہ۔ اور جسے لوگ خوشبو کے علاوہ دوسرے مقصد کے لئے اگاتے ہیں جیسے مہندی اور کسم، ان دونوں (قسم کے پودوں) کا سونگھنا مباح ہے اور بغیر کسی اختلاف کے اس میں فہم نہیں ہے، البتہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ محرم کے لئے شیخ اور قیسوم (۱) وغیرہ کسی بھی زمین کے پودے کے سونگھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے، ”روی أن أزواج رسول الله ﷺ كن يحومن في المعصرات“ (روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات مصفر سے رنگے ہوئے کپڑوں سے احرام باندھتی تھیں)۔

دوسرا وہ جس کو لوگ خوشبو کے لئے اگاتے ہیں اور اس سے عطر نہیں نکالتے جیسے فارسی ریحان، زنگس اور برم (۲) اور اس کے بارے میں دو نقطہ نظر ہیں: ایک یہ کہ وہ فہم کے بغیر ہی مباح ہے، اس کے قائل حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابن عباسؓ، حضرت حسن، مجاہد اور اسحاق ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس کا سونگھنا حرام ہے اور اگر سونگھا تو اس پر فہم ہوگا۔ یہ حضرت جابر، حضرت ابن عمرؓ، امام شافعی اور ابو ثور کا قول ہے، اس لئے کہ اسے خوشبو کے لئے اختیار کیا جاتا ہے، لہذا وہ گلاب جیسا ہے (۳)۔

تیسرا وہ جو خوشبو کے لئے اگایا جاتا ہے اور اس سے خوشبو بنائی

عام طور سے اس کی خوشبو کا قصد کیا جاتا ہے چاہے دوسرے سے مل کر ہی کیوں نہ کیا جاتا ہو، جیسے مشک، صندل، کانور، ورس، زعفران، ریحان (ایک خوشبودار پودا) گلاب، جمبیلی، زنگس، آس (ایک خوشبودار پودا) سوسن (ایک خوشبودار بوٹی کا نام)، منشور (ایک تیز خوشبو والا پودا)، نمام (ایک خوشبودار پودا) اس کے علاوہ وہ دوسری چیزیں جن سے خوشبو لی جاتی ہے اور خوشبو بنائی جاتی ہے یا یہ مقصد اس میں غالب ہوتا ہے (۱)۔

۱۳ - محرم کے لئے خوشبو سونگھنا مکروہ ہوگا، یہ حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک ہے، مالکیہ کہتے ہیں: لگائے بغیر نریا مادہ خوشبو سونگھنا مکروہ ہوگا (۲)، حنابلہ کا کہنا ہے: جان بوجھ کر خوشبو جیسے مشک اور کانور وغیرہ، ایسی چیزوں کا سونگھنا حرام ہوگا جن کو گلاب اور جمبیلی کی طرح سونگھ کر خوشبو حاصل کی جاتی ہو، اور محرم اگر ایسا کرے گا تو اس پر فہم یہ واجب ہوگا، اس لئے کہ جو چیز اس سے نکالی جاتی ہے اس کے (سوںگھنے) پر فہم یہ واجب ہوتا ہے، لہذا اس کی اصل میں بھی اسی طرح ہوگا، اور امام احمد سے گلاب کے بارے میں ایک دوسری روایت بھی ہے کہ اس کے سونگھنے سے اس پر فہم یہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ ایک پھول ہے، اسی انداز پر اس کو سونگھا ہے، لہذا وہ تمام درختوں کے پھول جیسا ہے، اور اولی اس کا حرام ہونا ہے، اس لئے کہ اسے خوشبو کے لئے اگایا جاتا ہے اور اس سے (خوشبو) نکالی جاتی ہے، (لہذا) وہ زعفران اور غیر جیسا ہے (۳)۔

(۱) المجموع شرح المہذب ۲/۲۶۹ اور اس کے بعد کے صفحات، طبع المکتبۃ الاسلامیہ بالمکہ منہ الامو، الخرش علی مختصر ظیل ۲/۵۲۳۔

(۲) رد المحتار علی الدر المختار ۲/۲۸۷ طبع دوم مصطفیٰ المجلدی بمصر، المجموع شرح المہذب ۲/۲۷۲، حاشیہ الدسوقی ۲/۵۹، شرح الترغاتی ۲/۲۹۶ طبع دار الفکر۔

(۳) مطالب اولی النہی ۲/۳۳۱ طبع المکتبۃ الاسلامیہ بدمشق، المغنی لابن قدامہ

= ۳۱۶، ۳۲۳ طبع مکتبۃ ریاض الحدیث۔

(۱) قیسوم: شیخ کی طرح ایک خوشبودار پودا۔

(۲) برم: ایک عمدہ خوشبودار پودا۔

(۳) المغنی لابن قدامہ ۳/۳۱۵۔

## تطیب ۱۵

جاتی ہے جیسے گلاب، بنفشہ، اور خیری<sup>(۱)</sup>، اس کو جب محرم استعمال کرے گا اور سونگھے گا تو اس میں فند یہ ہوگا، اس لئے کہ اس سے نکالی جانے والی چیز میں فند یہ واجب ہوتا ہے، لہذا اس کی اصل میں بھی اسی طرح ہوگا<sup>(۲)</sup> اور محرم اگر ایسی خوشبو کو چھوئے جو بدن سے چپک جاتی ہے جیسے عطر مجموعہ اور عرق گلاب اور پسی ہوئی مشک جو اس کی انگلیوں میں چپک جائے تو اس پر فند یہ ہوگا، اس لئے کہ وہ عطر کا استعمال کرنے والا ہے، اور اگر ایسی چیز چھوئے جو ہاتھ میں چپکتی نہیں ہے جیسے بغیر پسی مشک، کا فور کا لکڑا اور غیر تو فند یہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ خوشبو کا استعمال کرنے والا نہیں ہے، اور اگر اسے سونگھے تو اس پر فند یہ ہوگا، اس لئے کہ اسی طرح وہ استعمال کی جاتی ہے، اور اگر صندل یعنی صندل کی لکڑی سونگھے تو اس پر فند یہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس سے خوشبو نہیں حاصل کی جاتی<sup>(۳)</sup>۔

### بھول یا ناواقفیت سے محرم کا خوشبو لگانا:

۱۵- اگر محرم بھولے سے خوشبو لگائے تو شافعیہ اور حنابلہ<sup>(۴)</sup> کے یہاں ان کے مشہور قول میں اس پر فند یہ نہیں ہوگا، یہی عطاء، ثوری، اسحاق اور ابن المنذر کا مذہب ہے، نبی کریم ﷺ کے اس قول کے عموم کی وجہ سے کہ: "إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَا وَالنَّسِيَانَ وَمَا اسْتَكْرَهُوا عَلَيْهِ"<sup>(۵)</sup> (اللہ نے میری امت سے غلطی، بھول

(۱) خیری: خوشبودار پھولوں والا ایک پودا۔

(۲) المغنی لابن قدامہ ۳/۳۱۶۔

(۳) سابقہ مراجع۔

(۴) نہایت المحتاج ۳/۳۲۵، المجموع شرح المہذب ۷/۲۸۰، المغنی لابن قدامہ ۳/۵۰۱، ۵۰۲، مطالب اولیٰ ائی ۲/۳۶۳۔

(۵) حدیث: "إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَا وَالنَّسِيَانَ وَمَا اسْتَكْرَهُوا عَلَيْهِ" کی روایت ابن ماجہ (۱/۶۵۹ طبع عینی المجلس) نے کی ہے اور سیوطی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (فیض القدير ۶/۳۶۲ طبع المکتبۃ التجاریہ)۔

اور اس چیز کو معاف کر دیا ہے جس پر اس کو مجبور کیا گیا ہو)۔ اور اگر اس کو زمانہ امکان سے مؤخر کر دے تو حنابلہ کے نزدیک اس پر فند یہ ہوگا، اور بھولنے والے پر فند یہ کے عدم وجوب کے تاملین حضرت یعلیٰ ابن امیہ کی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ ﷺ جعرانہ میں تھے، اس آدمی پر ایک جبہ تھا اور اس پر خلوق (ایک خوشبو) یا نر مایا: صفراء (گل خیری) کا اثر تھا، اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میرے عمرہ کے بارے میں آپ کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: "اخلع عنك الجبة، واغسل أثر الخلق عنك، أو قال: الصفرة، واصنع في عمرتك كما تصنع في حجك"<sup>(۱)</sup> (اپنا جبہ اتار ڈالو اور اپنے سے خلوق کے اثر کو دھو ڈالو یا "صفراء" فرمایا) اور اپنے عمرہ میں اسی طرح کرو جیسے اپنے حج میں کرتے ہو) اس سے معلوم ہوا کہ اس کی ناواقفیت کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کو معذور قرار دیا اور ماسی (بھولنے والا) اسی کے معنی میں ہوتا ہے، اور اسے بغیر کسی حائل کے اپنے ہاتھ سے عطر دھونے کا اختیار ہوگا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا اس کے دھونے کا حکم عام ہے۔

حنفی، مالکیہ کا مسلک اور امام احمد کی دوسری روایت یہ ہے کہ اگر کامل عضو پر یا متفرق طور پر اتنی جگہوں پر جو جمع کرنے سے عضو کامل تک پہنچ جاتی ہو خوشبو لگائی تو باطل محرم پر دم واجب ہوگا، خواہ بھول سے ہی کیوں نہ لگایا ہو<sup>(۲)</sup>۔

(۱) حدیث: "اخلع عنك الجبة و اغسل....." کی روایت بخاری

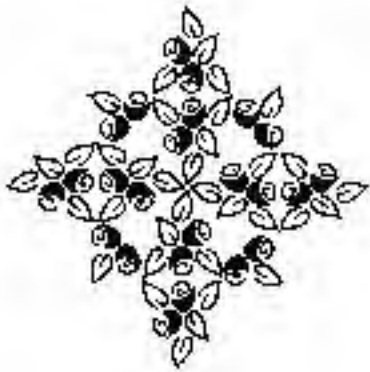
(۳/۶۱۳ طبع المستقر) اور مسلم (۲/۸۳۶ طبع عینی المجلس) نے کی ہے۔

(۲) رد المحتار علی الدر المختار ۲/۲۰۰، ۲۰۱، الصووی علی الخرش ۲/۵۳، المغنی ۳/۵۰۲۔

## تطیب ۱۶

وفات ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سوگ صرف اسی میں واجب ہوتا ہے اور مطلقہ بائنہ غیر وفات کی معتدہ ہے، لہذا مطلقہ رجعیہ ہی کی طرح اس پر بھی سوگ واجب نہیں ہوگا، اور اس لئے بھی کہ مطلقہ بائنہ کو شوہر نے اپنے اختیار سے چھوڑا اور نکاح توڑا ہے، لہذا اس کے اوپر عورت کو غم کا مکلف بنانا کوئی معنی نہیں رکھتا، لہذا اس کے لئے عطر لگانا جائز ہوگا۔

اور حنفیہ نے ایک طلاق بائنہ دی ہوئی کا اضافہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس پر خوشبو ترک کرنا لازم ہے، اس لئے کہ اس پر سوگ لازم ہے اگرچہ طلاق دینے والا اسے اس کے ترک کرنے کا حکم دے، اس لئے کہ یہ شرع کا حق ہے (۱)۔



مبتوتہ (مغلطہ طلاق دی گئی عورت) کا خوشبو استعمال کرنا:  
۱۶- تین طلاق دی ہوئی عورت پر اِحداد (سوگ) واجب ہونے کے سبب خوشبو لگانا حرام ہوگا، اس لئے کہ وہ نکاح صحیح سے جدا ہونے والی معتدہ ہے اور ”متوفی عنہا زوجہا“ کی طرح ہے، یہ حنفیہ کے نزدیک ہے (۱) اور شافعیہ (۲) و حنابلہ (۳) کا بھی ایک قول یہی ہے، رہے مالکیہ (۴) تو وہ فرماتے ہیں: خوشبو صرف ”متوفی عنہا زوجہا“ نیز جو اس کے حکم میں ہو اس پر حرام ہوگی یعنی اس مفقودہ کی بیوی جس کے مفقود ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا“ (۵) (اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیویاں اپنے آپ کو چار مہینہ اور دس دن تک روکے رکھیں)۔

شافعیہ اور حنابلہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ خوشبو لگانا حرام نہیں ہے، کیونکہ مطلقہ ثلاثہ پر سوگ واجب نہیں ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لَا يَحِلُّ لَامْرَأَةٍ تَوَمَّنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تَحُدَّ عَلَى مِيتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا“ (۶) (اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے تین دن سے زیادہ کسی مردہ پر سوگ کرنا جائز نہیں ہے، سوائے چار مہینے دس دن شوہر پر سوگ کرنے کے) اور یہ عدت

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ۲/۶۱۷۔

(۲) نہایۃ المحتاج ۷/۱۳۱، ۱۳۳۔

(۳) المغنی لابن قدامہ ۷/۵۱۸، ۵۱۹۔

(۴) جامع الدرستی علی الشرح الکبیر ۲/۸۷۴، ۸۷۵۔

(۵) سورہ بقرہ ۲۳۲۔

(۶) حدیث: ”لَا يَحِلُّ لَامْرَأَةٍ تَوَمَّنَ بِاللَّهِ...“ کی روایت بخاری (فتح الباری

۱۳۶۳ طبع استغیہ) نے حضرت ام حبیبہؓ سے کی ہے۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ۲/۶۱۷۔



### بدشگونی کی اصلیت:

۴- بدشگونی کی اصلیت یہ ہے کہ عربوں میں سے کوئی شخص زمانہ جاہلیت میں جب کسی کام کے لئے نکلتا تو کسی پرندے کے گھونسلہ کے پاس جا کر پرندے کو اڑا دیتا، اگر پرندہ دائیں طرف اڑتا تو اس سے نیک فال لینا اور کام میں چلا جاتا، اس پرندے کو اہل عرب ”ساح“ کہتے تھے، اور اگر بائیں جانب اڑتا تو اس سے بدشگونی لینا اور اپنے عزم سے رجوع کر لینا، اس کو اہل عرب ”بارح“ کہتے تھے، تو اسلام نے اس کو باطل قرار دیا اور اس کی ممانعت کی اور معاملہ کو اللہ کے مقرر طریقوں، تقدیر محیط اور مشیت مطلقہ کی طرف راجع کر دیا<sup>(۱)</sup> صحیح اثر میں آیا ہے: ”من ردته الطيرة من حاجة فقد أشرك“<sup>(۲)</sup> (بدشگونی جس کو کسی کام سے روک دے اس نے شرک کیا)، اور اسی طرح کی بہت سی احادیث ہیں۔

### تطير (بدفالی لینے) کا شرعی حکم:

۵- اگر مکلف یہ عقیدہ رکھے کہ اس نے پرندہ کی جس حالت کا مشاہدہ کیا ہے وہ اس کے گمان کا موجب اور اس میں مؤثر ہے تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا، اس لئے کہ اس کے اندر تدبیر امور میں شریک ٹھہرانا پایا جا رہا ہے، اور اگر یہ اعتقاد رکھے کہ متصرف اور مدبر صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی ہے لیکن اپنے دل میں وہ شر کا خوف محسوس کرتا ہے، اس لئے کہ اس کے پچھلے تجربات بتاتے ہیں کہ پرندوں کی آوازوں میں سے کوئی آواز یا اس کی کیفیتوں میں سے کوئی کیفیت پیش آنے سے اس کو ضرر لاحق ہوتا ہے، تو اگر اپنے دل میں اس خیال کو جمالے تو گنہگار

(۱) ساتھ مراجع۔

(۲) حدیث: ”من ردته الطيرة من حاجة فقد.....“ کی روایت احمد (مسند احمد بن حنبل بتحقیق احمد ۱۲/۱۰ طبع المعارف) نے کی ہے اور احمدیہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

## تطير

### تعریف:

۱- لغت میں تطير کے معنی ہیں: بدشگونی لینا، کہا جاتا ہے: ”تطير بالشيء، و من الشيء“ چیز سے بدشگونی لی، اور اس کا اسم طيرة (بدشگونی) ہے، فتح الباری میں آیا ہے: ”تطير“ اور ”تشاؤم“ ایک چیز ہیں<sup>(۱)</sup>۔

اور اصطلاحی معنی لغوی معنی سے مختلف نہیں ہے۔

### متعلقہ الفاظ:

### الف- نوال:

۲- نوال طيرة کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: ”تفاعل الرجل“<sup>(۲)</sup> جب آدمی کوئی اچھی بات سن کر نیک فال لے۔

اور اس کے اور طيرة کے درمیان فرق یہ ہے کہ فال پسندیدہ چیز میں اور تطير عام طور سے ناپسندیدہ چیز میں استعمال کیا جاتا ہے۔

### ب- کہانت:

۳- کہانت: علم غیب کا دعویٰ کرنا اور سبب کی طرف اسناد کر کے مستقبل میں پیش آنے والی چیزوں کی خبر دینا ہے<sup>(۳)</sup>۔

(۱) مختار الصحاح مادہ: ”طیر“، فتح الباری ۱۰/۲۱۳۔

(۲) متون اللغة مادہ: ”نوال“۔

(۳) فتح الباری ۱۰/۲۱۴، ۲۱۶۔

## تعلیم ۵

تھے اور بد شکوئی نہیں لیتے تھے، اور آپ ”اے راشد“ اور ”اے رجیح“ کو سننا پسند کرتے تھے۔

اور آپ ﷺ سے مروی ہے: ”لا عدوی ولا طيرة، ويعجبني القال الصالح: الكلمة الحسنة“ (۱) (چھوت چھات اور بد شکوئی کوئی چیز نہیں ہے اور مجھے نیک فال یعنی اچھا کلمہ پسند ہے)۔

اور نیک فال ہر سبب ضعیف یا قوی کے وقت اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید اور آرزو کرنا ہے برخلاف بد شکوئی کے کہ وہ اللہ سے بدگمانی کرنا ہے اور مؤمن کو اللہ کے ساتھ خوش گمانی کا حکم ہے (۲)، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے: ”أنا عند ظن عبدي بي، إن ظن بي خيرا فله، وإن ظن شرا فله“ (۳) (میں اپنے بارے میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں، اگر میرے متعلق وہ خیر کا گمان کرے تو اسے خیر حاصل ہوگا، اور اگر شر کا گمان کرے تو شر)۔ تفصیل ”شوم“ کی اصطلاح میں ہے۔

ہوگا، اور اگر برائی سے اللہ کی پناہ چاہے، خیر کا سوال کرے اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے چل دے تو اس نے اپنے دل میں اس کے متعلق جو محسوس کیا تھا وہ اس کے لئے مضر نہیں ہوگا، ورنہ پھر اس کا مواخذہ ہوگا (۱)، اس لئے کہ حضرت معاویہ بن حکم کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ: منا رجال يتطيرون، قال: ذلک شیء یجدونه فی صدورهم فلا یصلونهم“ (۲) (یا رسول اللہ! ہم میں سے کچھ لوگ بد شکوئی لیتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے دلوں میں جب اس طرح کی بات آئے تو وہ ان کو مقصد سے باز نہ رکھے) اس کے ساتھ ہی بد شکوئی کی حرمت اور خیر و شر پیدا ہونے میں اس کی تاثیر کی نفی پر اہل توحید متفق ہیں، اس لئے کہ اس میں تدبیر امور میں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرنا ہے اور اس کی ممانعت کے سلسلہ میں نصوص بہت سی ہیں، اسی میں سے یہ حدیث ہے: ”لا عدوی، ولا طيرة، ولا هامة، ولا صفر“ (۳) (چھوت چھات، بد شکوئی، مردے کی کھوپڑی سے نکلنے والے پرندے اور صفر کی کوئی حقیقت نہیں ہے)۔

ری نیک فال تو وہ جائز ہے (۴)، اور حدیث شریف میں آیا ہے: ”کان النبی ﷺ یتفأل ولا یتطیر، وکان یحب أن یسمع یا راشد یا رجیح“ (۵) (نبی کریم ﷺ نیک فال لیتے

= ساتھ کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے (سنن الترمذی ۱۶۱۸۳ طبع مصطفیٰ الجلیلی)۔

(۱) حدیث: ”لا عدوی ولا طيرة، ويعجبني القال الصالح: الكلمة الحسنة“ کی روایت بخاری (فتح المباری ۲۱۳/۱۰ طبع استقویہ) نے کی ہے۔

(۲) اس کی الطالب ۱/۵۳۹، روح الطائین ۲۳۲/۳۔

(۳) حدیث: قال اللہ تعالیٰ ”أنا عند ظن عبدي...“ کی روایت احمد (۳۹۱/۲ طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے نیز ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کی روایت کی ہے (مرد الخطیان ص ۲۳۹ طبع دار المکتب العلمیہ)۔

(۱) فتح المباری ۲۱۵/۱۰۔

(۲) حضرت معاویہ بن حکم طبری کی اس حدیث کی روایت مسلم (۳۸۲، ۳۸۱/۱ طبع عینی المباری) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”لا عدوی ولا طيرة ولا هامة ولا صفر“ کی روایت بخاری (فتح المباری ۲۱۳/۱۰ طبع استقویہ) اور امام مسلم (۳۲۲/۳ طبع عینی الجلیلی) نے کی ہے۔

(۴) حاشیہ ابن ماجہ ۱/۵۵۵۔

(۵) حدیث کے پہلے جز: ”کان یتفأل ولا یتطیر“ کی روایت احمد (۳۹۱/۲، ۳۹۵ طبع المتعارف) نے کی ہے اور احمد نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، و ہادوسہ جزء ۱ تو اس کی روایت ترمذی نے فقرہ ”بقریب الفاظ“ کے

## تعارض ۱-۴

ایک دوسرے کا نقض (توڑ) کر رہا ہے اور اس کو دھکیل رہا ہے، اور دو متناقض کبھی بھی نہ اکٹھا ہوتے ہیں، نہ مرتفع ہوتے ہیں (۱)۔  
رہے دو متعارض تو کبھی کبھار ان کا ایک ساتھ ارتقاع (ختم ہو جانا) ممکن ہوتا ہے۔

## تعارض

### ب- تنازع:

۳- تنازع اختلاف کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: ”تنازع القوم“ یعنی قوم میں اختلاف ہو گیا (۲) اور اسی سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا قول ہے: ”وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ“ (۳) (اور (آپس میں) جھگڑا مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی)۔

لہذا تنازع عام ہے، اس لئے کہ وہ رائے اور غیر رائے دونوں کے اختلاف کے لئے عام ہوتا ہے۔

### تعارض کا حکم:

۴- جب دو بینہ میں تعارض ہو جائے اور دونوں میں تطبیق ممکن ہو تو تطبیق دیں گے، اور جب تطبیق ممکن نہ ہو تو ترجیح کا راستہ اختیار کیا جائے گا (۴)۔

اور ترجیح: ایک دلیل کو اس سے معارض دوسری دلیل پر مقدم کرنا ہے، کیونکہ پہلی دلیل کے ساتھ اسے قوت پہنچانے والی کوئی چیز موجود ہے اور تعارض و ترجیح اہل اصول اور فقہاء کے یہاں مذکور ہوئے ہیں۔

### تعریف:

۱- لغت میں تعارض مقابلہ کو کہتے ہیں، اس کی اصل عرض یعنی منع کرنا ہے، کہا جاتا ہے: ”لا تعترض له“ یعنی خود سامنے آ کر اس کو اس کے مقصد تک پہنچنے سے نہ روکو، اور اسی سے اہل اصول اور فقہاء کے یہاں قیاس اور دوسرے دلائل پر وارد ہونے والے ”اعتراضات“ ہیں، ان کا یہاں اس لئے پراک وہ دلیل سے استدلال کرنے سے روک دیتے ہیں، اور اسی سے دلائل کا تعارض بھی ہے، اس لئے کہ اس میں ہر ایک دلیل دوسرے کے خلاف ہوتی ہے اور اس کے اثر کو روکتی ہے، اور اسی سے اہل اصول کے یہاں ”دلائل کا تعارض“ ہے، اور اس کا محل اصولی ضمیمہ ہے۔

اور اصطلاحی طور پر تعارض دو دلیلوں کے درمیان اس طرح کا مطلق طور پر تمناع (ایک دوسرے سے روکنا) ہے کہ ان میں سے ایک کا تقاضا دوسری دلیل کے تقاضا کے علاوہ ہو (۱)۔

### متعلقہ الفاظ:

### الف- تناقض:

۲- تناقض مدافع کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: ”تناقض الکلامان“ یعنی دونوں کلاموں نے ایک دوسرے کو ہٹا دیا، گویا دونوں میں سے ہر

(۱) التعريفات للبحر جانی۔

(۲) المصباح للمیر مادۃ ”نزاع“۔

(۳) سورۃ انفال ۴۵۔

(۴) التعريفات للبحر جانی۔

(۱) المصباح للمیر مادۃ ”عرض“، حاشیۃ البزانی ۲/ ۳۵۷۔



## تعارض ۵-۶

تعارض وترجیح سے متعلق اصول فقہ کی بحثیں اصولی ضمیمہ میں دیکھی جائیں۔

فقہاء کے یہاں اس کا استعمال زیادہ تر ”بینات“ کے بارے میں ہوتا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں ہے:

بینات کے تعارض میں وجوہ ترجیح:

۵- فقہی مسالک میں سے ہر مسلک میں ترجیح کی کچھ وجوہ ہیں۔

حنفیہ نے دو آدمیوں کے دعویٰ کے باب میں اس صورت میں ایک بینہ کو دوسرے پر راجح قرار دینے کی کچھ وجوہ لکھی ہیں جب دونوں میں تعارض ہو جائے اور قوت میں دونوں مساوی ہوں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: اگر سامان مدعی علیہ کے پاس ہو تو خارج (باہر والے) کا بینہ اس مطلق ملک کے دعویٰ میں (جس کا سبب ذکر نہ کیا گیا ہو) صاحب ید (قبضہ والے) کے بینہ پر مقدم ہوگا بشرطیکہ ان میں سے صرف ایک نے مؤقت کیا ہو یعنی تاریخ بیان کی ہو، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں، جو مؤقت کرے وہ سامان کا زیادہ حق دار ہوگا، اور اگر دونوں تاریخ بیان کریں اور مملک (مالک بنانے والا) ایک ہی ہو تو اپنے بینہ کی مضبوطی کی وجہ سے تاریخ کے اعتبار سے اسبق سامان کا زیادہ حق دار ہوگا، اور اگر مملک (مالک بنانے والا) الگ الگ ہوں تو دونوں برابر ہوں گے۔

اور سامان اگر تیسرے شخص کے ہاتھ میں ہو اور خارج کے دو شخصوں نے بینہ پیش کیا اور دونوں بینہ مساوی ہیں تو دونوں کے حق میں اس کے نصف نصف کا فیصلہ کیا جائے گا، یہ امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک ہے، اور تنازعہ اگر کسی عورت کے نکاح کا ہے تو عورت یا زندہ ہوگی یا مردہ، عورت اگر زندہ ہو تو دونوں بینہ کے درمیان تطبیق کا امکان نہ ہونے کی وجہ سے دونوں ساقط ہو جائیں گے، اور اگر

مردہ ہو تو دونوں اس سے ایک شوہر کی میراث کے وارث ہوں گے، اور اگر اس عورت سے بچہ پیدا ہوا ہو تو بچہ کا نسب دونوں سے ثابت ہوگا، اور سامان اگر بیک وقت دونوں کے قبضہ میں ہو اور حجت اور تاریخ میں دونوں مساوی ہوں تو سامان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا، اور اگر تاریخ میں دونوں مختلف ہوں تو سامان اس شخص کا ہوگا جس کی تاریخ پہلے کی ہوگی۔

اور حنفیہ کے یہاں کو اہوں کی کثرت یا عدالت کی زیادتی معتبر نہیں ہوگی (۱)، حنفیہ کے یہاں کچھ دوسری تفصیلات بھی ہیں، جن کو ان کی کتابوں میں دیکھا جائے

اور مالکیہ کے یہاں ترجیح کئی وجوہ سے ہوتی ہے:

۶- اول: مشہور قول کے مطابق عدالت کی زیادتی سے۔ اور امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ اس کے ذریعہ ترجیح نہیں ہوگی اور یہ حنفیہ کے قول کے موافق ہے، اور عدالت کی زیادتی سے ترجیح کے قائل ہونے پر اس شخص سے حلف لینا ضروری ہوگا جس کی عدالت زیادہ ہو، اور ”الموازیہ“ میں ہے کہ حلف نہیں لیا جائے گا، اور مشہور قول کے مطابق تعداد کی کثرت سے ترجیح نہیں دی جائے گی جیسا کہ حنفیہ کی رائے ہے، مطرف اور ابن المہشون سے روایت ہے کہ عدالت میں دونوں بینہ کی برابری کے وقت کثرت تعداد سے ترجیح دی جائے گی الا یہ کہ وہ اتنی کثرت سے ہو جس سے مقصود یعنی استظہار کی کفایت ہو جائے، اور دوسرے لوگ بہت زیادہ ہوں تو اس وقت کثرت کی رعایت نہیں کی جائے گی، اور ترجیح تو عدالت کی خصوصیت سے ہوتی ہے، نہ کہ تعداد کی خصوصیت سے۔

ابن عبد السلام کہتے ہیں: جو تعداد کی زیادتی سے ترجیح دیتے ہیں وہ ہر حال میں اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ انہوں نے عدالت کی

(۱) ابن ماجہ میں ۴۳۷/۲، دارالمطابعہ العامرہ بولاق۔

## تعارض ۷-۹

قید کے ساتھ اس کا اعتبار کیا ہے۔

۷- دوم: حجت کی مضبوطی سے بھی ترجیح ہوگی، لہذا دو مرد کو ایک مرد کو اور یکمین پر نیز ایک مرد کو اور دو عورتوں پر مقدم ہوں گے، یہ اس صورت میں ہے جب عدالت میں سب برابر ہوں، یہ شہب کا قول ہے، اور ابن القاسم کہتے ہیں: انہیں مقدم نہیں کیا جائے گا، پھر انہوں نے شہب کے قول کی طرف رجوع کر لیا، ابن القاسم کہتے ہیں: اگر (تہا والا) کو (مقابل کے) دونوں کو انہوں سے زیادہ عدالت والا ہو تو تہا اس کو اس کی کوئی اور مدعی علیہ کی قسم کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا، اور اسے دو کو انہوں پر مقدم کیا جائے گا، اور ابن المہاشون اور مطرف کہتے ہیں: اسے مقدم نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ عادل ہو، اور زیادہ ترین قیاس یہی ہے، اس لئے کہ بعض اہل مذہب ایک کو اور قسم کے ذریعہ فیصلہ کو درست نہیں سمجھتے۔

۸- سوم: کسی ایک بینہ کا سابقہ تاریخ یا سبب ملک کی زیادتی پر مشتمل ہونا، سابق کی تاریخ کے ذریعہ ترجیح دینے میں یہ قول حنفیہ کے قول کے موافق ہے۔

اور قرانی نے بیان کیا ہے کہ جو حضرات زیادہ عدالت رکھنے والے بینہ کے اعتبار کی رائے رکھتے ہیں، ان کے نزدیک اس کے ذریعہ خاص طور سے صرف اموال میں فیصلہ کیا جائے گا۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: ملکیت کے بینہ کو قبضہ کے بینہ پر فوقیت دی جائے گی اگرچہ قبضہ (کے بینہ) کی تاریخ مقدم ہو، اس لئے کہ ملکیت قبضہ سے زیادہ قوی ہے اور ناقلاً ملکیت منتقل کرنے پر دلالت کرنے والے) بینہ کو استصحاب کے بینہ پر فوقیت دی جائے گی، اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی بینہ اس کی کوئی دیتا ہو کہ یہ گھر زید کا ہے جسے اس نے کچھ مدت ہوئی بنایا ہے، اور ہمیں اس کے اس

کی ملکیت سے نکلنے کا اس وقت تک علم نہیں ہے، اور دوسرا بینہ شہادت دے کہ اس شخص نے اس کے بعد گھر کو زید سے خرید لیا تھا تو ”ناقلاً بینہ“ علم رکھتا ہے اور استصحاب والا علم نہیں رکھتا، لہذا دونوں کو انہوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اور جب دونوں بینہ کے درمیان ترجیح ممکن نہ ہو تو دونوں ساقط ہو جائیں گے اور جس چیز کے بارے میں تنازع تھا وہ قسم کے ساتھ اس کے قابض کے ہاتھ میں باقی رہے گی اور دونوں کے علاوہ اگر کسی اور کے قبضہ میں ہو تو ایک قول یہ ہے کہ اسی کے ہاتھ میں باقی رہے گی، اور ایک قول یہ ہے کہ قابض کی ملکیت ساقط ہونے پر دونوں بینہ کے اتفاق کی وجہ سے دونوں بینہ قائم کرنے والوں کے درمیان اسے تقسیم کر دیا جائے گا، اور جس کے ہاتھ میں سامان ہے ان دونوں میں سے کسی کے لئے اس کے قمر کو مقررہ کے قبضہ کے درجہ میں قرار دیا جائے گا (۱)۔

۹- شافعیہ کے یہاں یہ ہے کہ اگر دو اشخاص کسی سامان میں تنازعہ کریں اور یہ دونوں میں سے کسی کے ہاتھ میں ہو اور ہر ایک بینہ قائم کر دے اور دونوں بینہ مساوی ہوں تو سامان جس کے قبضہ میں ہے اس کے بینہ کو فوقیت دی جائے گی، اور اس کا بینہ مدعی کے بینہ کے بعد ہی سنا جائے گا۔

اور سامان اگر تیسرے کے ہاتھ میں ہو اور دونوں میں سے ہر ایک بینہ قائم کرے تو دونوں بینہ ساقط ہو جائیں گے اور قسم لینے کا راستہ اختیار کیا جائے گا، اور قبضہ والا ہر ایک کے لئے قسم کھائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں بینہ کو عمل میں لایا جائے گا اور سامان اس شخص سے لے لیا جائے گا جس کے ہاتھ میں وہ ہے، اور ایک قول کے مطابق دونوں (دعویٰ داروں) کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا

(۱) تہذیب الفقہاء، ج ۱، ص ۲۰۹

## تعارض ۹

جائے گا، اور دوسرے قول کے مطابق ان کے درمیان قرضہ ڈالا جائے گا اور جس کا قرضہ اٹھے گا وہی اس کو لے لے گا، اور ایک قول کے مطابق معاملہ میں توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ وضاحت ہو جائے یا دونوں صلح کر لیں، اور ”اروضہ“ میں تینوں قول میں سے کسی کو ترجیح دینے سے سکوت کیا گیا ہے، قلیوبی کہتے ہیں: جمہور شافعیہ کے کام کا تقاضا تیسرے قول کی ترجیح کا ہے، اس لئے کہ وہی عدل سے زیادہ قریب ہے۔

اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہو، اور دونوں بینہ قائم کریں تو سقوط کے قول کے مطابق پہلے کی طرح دونوں کے قبضہ میں باقی رہے گا اور ایک قول یہ ہے کہ تقسیم کے قول کے مطابق دونوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا، اور توقف (کا قول) نہیں آئے گا اور قرضہ کے سلسلہ میں دو اقوال ہیں۔

اور اگر بینہ کے ذریعہ اس کا قبضہ ختم کر دیا جائے پھر وہ قبضہ کے ازالہ سے پہلے کی طرف نسبت کرتے ہوئے اپنی ملکیت کا بینہ قائم کرے اور اپنے گواہوں کی عدم موجودگی کا عذر بیان کرے تو یہ بینہ سنا جائے گا اور اسے فوقیت دی جائے گی، اس لئے کہ قبضہ تو دلیل نہ ہونے کی وجہ سے ختم کیا گیا تھا اور اب دلیل ظاہر ہو گئی ہے، لہذا فیصلہ توڑ دیا جائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں فیصلہ اپنی حالت پر رہے گا، اور اگر خارجی شخص کہے: وہ میری ملک ہے، اسے میں نے تم سے خریدا تھا، اور قابض شخص کہے: بلکہ وہ میری ملکیت ہے اور دونوں اپنے قول پر بینہ قائم کر دیں تو خارجی شخص کے بینہ کو فوقیت دی جائے گی، اس لئے کہ اس کے بینہ کو انتقال ملک کا اضافی علم ہے۔

اور مذہب یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کے گواہوں کی تعداد کی زیادتی کو ترجیح نہیں دی جائے گی، اس لئے کہ حجت طرفین میں مکمل ہے جیسا کہ حنفیہ نے کہا ہے۔

اور ایک روایت کے مطابق ایک قول یہ ہے کہ گواہوں کی تعداد کی زیادتی کی وجہ سے ترجیح دی جائے گی، اس لئے کہ زائد کی طرف دل کا میلان زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح اگر ایک فریق کے گواہ دوسرے ہوں اور دوسرے فریق کے گواہ ایک مرد و عورتیں ہوں تو دو مردوں کو ترجیح نہیں ہوگی، اور ایک روایت کے مطابق ایک قول یہ ہے کہ انہیں ترجیح حاصل ہوگی، اس لئے کہ ان دونوں کے قول پر اعتماد زیادہ ہے، اور اگر دوسرے کے پاس ایک شاہد اور یحییٰ ہو تو قول اظہر میں دو گواہوں کو ترجیح حاصل ہوگی، اس لئے کہ وہ بالا جماع حجت ہے، اور شاہد اور یحییٰ میں اختلاف ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں برابر ہوں گے، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کامل حجت ہیں۔

اور اگر دونوں میں سے ایک کا بینہ ایک سال سے اس وقت تک ملکیت کی اور دوسرے کا بینہ ایک سال سے زیادہ جیسے دو سال سے اس وقت تک ملکیت کی شہادت دے اور سامان ان دونوں کے علاوہ (کسی تیسرے شخص) کے پاس ہو تو اظہر یہ ہے کہ اکثر کو ترجیح ہو (یعنی جو زیادہ مدت سے ملکیت بیان کر رہا ہے)، اس لئے کہ دوسرا بینہ مدت کی زیادتی میں اس کے معارض نہیں ہے، اور شافعیہ کے یہاں دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے ترجیح نہیں ہوگی، اس لئے کہ مناط شہادت (شہادت کا مدار) فی الحال ملکیت کا ہونا ہے اور اس میں دونوں برابر ہیں، اور زیادتی مدت کا بینہ والا (اس کی ترجیح کے قول کے مطابق) اجرت کا مستحق ہوگا اور اس زیادتی کا بھی جو فیصلہ کے دن سے پیدا ہو، اور دوسرا قول یہ ہے کہ تینوں اقوال کے مطابق اسے ان کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا یا قرضہ اندازی کی جائے گی یا توقف کیا جائے گا، یہاں تک کہ وضاحت ہو جائے یا دونوں صلح کر لیں۔



## تعارض ۱۰

اگر ایک بینہ مطلق ہو اور ایک تاریخ بیان کرے تو مذہب یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں، اور یہی قول معتمد ہے، خواہ جس چیز پر دعویٰ ہے وہ دونوں کے قبضہ میں ہو یا دونوں کے علاوہ کسی اور کے قبضہ میں ہو یا کسی کے بھی قبضہ میں نہ ہو، اور ایک قول جیسا کہ ”اصل الروضہ“ میں ہے، یہ ہے کہ تاریخ بتانے والا بینہ مقدم ہوگا، اس لئے کہ وہ مطلق بینہ کے برخلاف اس وقت سے پہلے کی ملکیت کا تقاضا کر رہا ہے، اور اگر دونوں میں سے ایک کا بینہ حق کی اور دوسرے کا بینہ بری قرار دینے کی شہادت دے تو برابر کے بینہ کو فوقیت دی جائے گی۔

اس کے ساتھ ہی اس مسئلہ میں برابری کا محل قلیوبی کے بیان کے مطابق اس وقت ہے جب کوئی مرجع نہ پایا جائے، اور اگر کوئی مرجع پایا جائے جیسے وہ سامان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضہ میں ہو یا اس کا بینہ شاہد اور یمنین کے علاوہ ہو، یا اس کے بینہ نے ملکیت کا سبب بھی بیان کیا ہو یا اس طور کہ وہ شہادت دے کہ وہ اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے یا اس کی ملکیت میں پھل لایا ہے، یا اس کی ملکیت میں حمل ہوا ہے، اس کا وارث وہ اپنے باپ سے ہوا ہے تو اس کے بینہ کو فوقیت دی جائے گی (۱)۔

۱۰- حنابلہ کے یہاں یہ ہے کہ جو شخص دوسرے کے قبضہ کی کسی چیز کا دعویٰ کرے اور وہ انکار کر دے اور دونوں میں سے ہر ایک کے پاس بینہ ہو تو دونوں کے متعارض ہونے کی صورت میں امام احمد سے روایت مختلف ہے، اور ان کی مشہور روایت مدعی کے بینہ کو فوقیت دینے کی ہے، اور مدعی علیہ کے بینہ کی طرف کسی حالت میں التفات نہیں کیا جائے گا، یہی اسحاق کا قول ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”البينة على المدعى، واليمين على المدعى“

(۱) منهاج الطالبین والعمیرہ ۳/ ۳۳۳، ۳۳۵۔

علیہ“ (۱) (بینہ مدعی پر ہے اور یمین مدعا علیہ پر ہے) تو آپ ﷺ نے یمین مدعی کا بینہ اور مدعا علیہ کی یمین کی سماعت کا حکم دیا ہے، خواہ مدعا علیہ کا بینہ اس بات کی کوئی دے کہ سامان اس کا ہے یا بتائے کہ اس کی ملکیت میں ولادت ہوئی ہے، اور امام احمد سے ایک دوسری روایت بھی ہے کہ اگر داخل یعنی صاحب قبضہ مدعا علیہ کا بینہ سبب ملک کی شہادت دے، اور مثلاً بتائے کہ متازہ چوپایہ اس کی ملک میں پیدا ہوا، یا اس نے اس کو خرید لیا اس کا بینہ مقدم تاریخ کا ہو تو اس کے بینہ کو فوقیت دی جائے گی ورنہ مدعی کے بینہ کو فوقیت دی جائے گی، اس لئے کہ داخل کا بینہ اس سبب کے بیان کرنے کا فائدہ دے رہا ہے جس کا فائدہ قبضہ نہیں دے رہا ہے، اور داخل کے بینہ کو فوقیت دینے پر حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ: ”ان النبي ﷺ اختصم اليه رجلان في دابة أو بعير، فأقام كل واحد منهما البينة بأنّها له نتجها، ففضى بها رسول الله ﷺ للذي هي في يده“ (۲) (نبی کریم ﷺ کے پاس ایک چوپایہ یا اونٹ کے بارے میں دو آدمی جھگڑالے کر آئے اور دونوں میں سے ہر ایک نے اس بات پر بینہ پیش کر دیا کہ وہ اس کا ہے، اسے اسی نے جنویا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ اس شخص کے حق میں کیا جس کے ہاتھ میں وہ تھا)۔

ابو الخطاب نے ایک تیسری روایت بھی بیان کی ہے کہ مدعا علیہ

(۱) حدیث: ”البينة على المدعى، واليمين على المدعى عليه“ کی روایت امام ترمذی (۳/ ۶۱۷ طبع مصنفی لمبانی) اور بیہقی (۱۰/ ۲۵۲ طبع دار المعرفہ) نے کی ہے اور بغوی نے شرح السنہ (۱۰/ ۱۰۱ مکتب الاسلامی) میں اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) حدیث: ”فضى بها رسول الله ﷺ“ کی روایت بیہقی (۱۰/ ۲۵۶ طبع دار المعارف) نے کی ہے اور ابن الترمکائی نے الجوامع (۱۰/ ۲۵۶ طبع دار المعارف) میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

## تعارض ۱۱-۱۲

کے بینہ کو ہر حال میں فوقیت دی جائے گی، یہی شریح، اہل شام، شعبی، حکم اور ابو عبیدہ کا بھی قول ہے، فرمایا: یہی اہل مدینہ کا بھی قول ہے، اور یہی طاؤس سے بھی مروی ہے۔

تقاضی نے اس کے امام احمد کی روایت ہونے سے انکار کیا ہے اور فرمایا: اس صورت میں داخل کا بینہ قبول نہیں کیا جائے گا جب کہ وہ وہی فائدہ دے جو اس کا یہ (قبضہ) دے رہا ہے، ایک ہی روایت ہے، اور جو لوگ اس قول کی طرف گئے ہیں ان کا استدلال اس بات سے ہے کہ مدعا علیہ کا پہلو رائج ہے، اس لئے کہ اصل اس کے ساتھ ہے اور اس کی یمن مدعی کی یمن پر مقدم ہوگی، اور جب دونوں بینہ میں تعارض ہو تو جس پر اس کا قبضہ تھا اس پر قبضہ باقی رکھنا اور اس کو مقدم کرنا واجب ہوگا، جیسا کہ اس صورت میں ہوتا جب دونوں میں سے کسی کے پاس بینہ نہ ہوتا، حضرت جابر کی حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے، اس لئے کہ اس کا بینہ صرف اس کے قبضہ کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔

۱۱- مدعی کے بینہ کو فوقیت دینے کے لئے نبی کریم ﷺ کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے: "البینۃ علی المدعی والیمن علی المدعی علیہ" (۱) (بینہ مدعی پر اور یمن مدعا علیہ پر ہوگی) تو آپ نے جنس بینہ کو مدعی کی جہت میں مقرر فرمایا ہے، لہذا مدعا علیہ کی جہت میں کوئی بینہ باقی نہیں رہے گا۔

اور اس لئے بھی کہ مدعی کا بینہ زیادہ فائدہ والا ہے، لہذا جرح کے بینہ کو تعدیل کے بینہ پر فوقیت دینے کی طرح ہی اس کو مقدم رکھنا واجب ہے۔

اس کا فائدہ زیادہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ثابت کرتا ہے جو نہیں تھی اور منکر کا بینہ تو ایک ایسی ظاہری چیز کو ثابت کرتا ہے جس پر اس کا قبضہ دلالت کر رہا تھا، لہذا اس سے کسی نئی بات

(۱) اس کی تخریج (فقہ نمبر ۱۰) میں گذر چکی ہے۔

کا فائدہ نہیں ہوا، اور اس لئے بھی کہ ملکیت کی شہادت کی بنیاد قبضہ اور تصرف کا مشاہدہ بھی ہو سکتا ہے، اس لئے کہ بہت سے اہل علم کے نزدیک یہ جائز ہے، لہذا بینہ صرف خالی قبضہ کے مرتبہ میں رہ گیا، لہذا مدعی کے بینہ کو اس پر فوقیت دی جائے گی، جیسے کہ اسے قبضہ پر فوقیت دی جاتی ہے جیسے کفرغ کے دو گواہ اصل کے دو گواہوں پر مبنی ہوں تو ان دونوں پر (ان فرعی گواہوں کو) امتیاز نہیں رہتا۔

جب کسی آدمی کے قبضہ میں بکری ہو اور ایک آدمی دعویٰ کرے کہ ایک سال سے وہ اس کی ہے، اور اس پر بینہ قائم کر دے، اور جس کے ہاتھ میں ہے وہ دعویٰ کرے کہ وہ کئی سال سے اس کے قبضہ میں ہے اور اس پر بینہ قائم کر دے تو بغیر کسی اختلاف کے بکری مدعی کی ہوگی، اس لئے کہ اس کا بینہ اس کے لئے ملک کی شہادت دے رہا ہے اور داخل کا بینہ خاص قبضہ کی شہادت دے رہا ہے، لہذا دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، اس لئے کہ اس طور سے دونوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے کہ قبضہ غیر ملک پر ہو، لہذا ملک کا بینہ اولیٰ ہوگا، اور اگر بینہ شہادت دے کہ وہ دو سال سے اس کا مالک ہے تو دونوں ترجیحات میں تعارض ہو جائے گا، چنانچہ داخل کے بینہ کی جہت سے تاریخ کو فوقیت ہے اور دوسرا بینہ خارج کا بینہ ہے، لہذا اس میں دو روایتیں ہیں: ایک یہ کہ خارج کے بینہ کو فوقیت دی جائے گی، اور امام ابو حنیفہ کے صاحبزادے کا بھی یہی قول ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ داخل کے بینہ کو فوقیت دی جائے گی، یہی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا بھی قول ہے، اس لئے کہ وہ ایک اضافہ پر مشتمل ہے (۱)۔

## حقوق اللہ میں دلائل کا تعارض:

۱۲- شرعاً یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ حدود جو اللہ تعالیٰ کا حق ہیں شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں، لہذا جب مثلاً زنا کی طرح کے کسی

(۱) المغنی ۵/۲۷۵، ۲۸۱۔

### تعارض ۱۳

کو ہی دیں کہ یوں عرفات میں وہ ان کے ساتھ تھا، یا اس دن اس نے ان کو عید کی نماز پڑھائی تھی، اس لئے کہ دو گواہوں کے برخلاف ان پر اس کا معاملہ مشتبہ نہیں ہو سکتا (۱)۔

گواہوں کی تعدیل اور جرح کا تعارض:

۱۳- شاہد میں عدالت کا اعتبار اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اسی لئے اگر فریق مخالف اس بات پر راضی ہو جائے کہ فاسق کے قول کے ذریعہ اس کے خلاف فیصلہ سنا دیا جائے تب بھی اس سے فیصلہ کرنا ناجائز ہے، اور عدالت اور جرح دونوں میں سے ہر ایک صرف دو آدمیوں کی شہادت سے ثابت ہوگی، برخلاف امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے، چنانچہ ان کے نزدیک تعدیل اور جرح ایک کی گواہی سے ثابت ہو جائے گی، اور اختلاف کا سبب یہ ہے کہ یہ دونوں آیا شہادت ہیں یا اخبار (خبر دینا) تو جمہور کے نزدیک شہادت ہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اخبار ہیں، لہذا خفیہ تزیہ میں ایک کافی ہوگا اور علانیہ تزیہ میں شہادت کا نصاب چاہئے۔

تو اگر دو آدمی شاہد کی تعدیل کریں اور دو اس کو مجروح قرار دیں تو حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جرح اولیٰ ہے، مالکیہ کا بھی ایک قول یہی ہے، ان حضرات کا استدلال اس بات سے ہے کہ جرح کرنے والے کے ساتھ ایسا اضافی علم ہے جو تعدیل کرنے والے پر پوشیدہ رہ گیا، لہذا اس کو مقدم رکھنا واجب ہو گیا، اس لئے کہ تعدیل شہادت اور محرمات سے بچنے کو شامل ہے، اور جرح کرنے والا اس شخص میں شک اور محرمات کو ثابت کر رہا ہے، اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے، اور اس لئے کہ جرح کہہ رہا ہے کہ میں نے اس کو ایسا کرتے دیکھا، اور تعدیل کرنے والے کا استدلال یہ ہے کہ اس نے

فعل پر مکمل بینہ قائم کیا جائے اور ایک دوسرا بینہ چاہے اس سے کم درجہ کا ہی کیوں نہ ہو، اس سے معارض ہو جائے اور اس فعل کے نہ ہونے پر دلالت کرے تو اسے فوقیت دی جائے گی، اور اس کی بنیاد نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: "ادراء والحدود بالشہات ما استطعتم" (۱) (جہاں تک ہو سکے شہادت سے حدود کو رفع کر دو) بلکہ حنفیہ کہتے ہیں: اگر اس پر حد ثابت کرنے والا بینہ قائم کیا جائے اور بغیر بینہ کے وہ کسی شبہ کا دعویٰ کرے تو حد ساقط ہو جائے گی (۲)۔

مالکیہ کے یہاں تفصیل ہے فرماتے ہیں: اگر ایک بینہ شہادت دے کہ عقل کی حالت میں اس نے زنا کیا ہے اور دوسرا شہادت دے کہ وہ مجنون تھا تو اگر اس کی انجام دہی (یعنی دعویٰ) اس حال میں ہو کہ وہ عاقل ہے تو عقل کا بینہ مقدم ہوگا، اور اگر اس کی انجام دہی اس حال میں ہو کہ وہ مجنون ہے تو جنون کا بینہ مقدم ہوگا، اور ان حضرات نے ترجیح کے سلسلہ میں شہادت حال کا اعتبار کیا ہے۔

ابن الدباؤ کہتے ہیں: روایت کا وقت معتبر ہوگا نہ کہ انجام دینے کا، اور انہوں نے ظاہر حال کو معتبر نہیں مانا، اور ابن القاسم سے زیادتی کا اثبات منقول ہے، چنانچہ اگر ایک بینہ قتل یا سرقت یا زنا کی شہادت دے اور دوسرا بینہ اس بات کی کہ وہ دور دراز جگہ میں تھا تو قتل وغیرہ کا بینہ مقدم ہوگا، اس لئے کہ وہ ایک زیادتی کو ثابت کر رہا ہے، اور اس سے حد کا دفعیہ نہیں ہوگا، مجنون کہتے ہیں: الا یہ کہ جم غفیر جیسے جان وغیرہ

(۱) حدیث: "ادراء والحدود بالشہات ما استطعتم" کی روایت امام ابو حنیفہ نے اپنی سند (۱۳۹ طبع لا صلیل) میں کی ہے سخاوی نے سند ابو حنیفہ اور ابن عدی کی طرف اس کی نسبت کرتے ہوئے کہا ہے ہمارے شیخ نے فرمایا اس کی سند میں غیر معروف راوی ہے (المقاصد الحسنہ نمبر ۲۶ طبع دار الکتب العلمیہ)۔

(۲) ابن ماجہ ۱۵۰/۵، حلیہ الشیخ علی البہاج ۷/۳۳۱، المغنی



## تعارض ۱۴

اگر یہ دفتر بنی مجلسوں میں ہوا ہو تو جرح کی شہادت کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ باطن کے علم میں بڑھ کر ہے۔ اور اگر دونوں مجلسوں کے درمیان بعد ہو تو آخری تاریخ والے بینہ کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، اور اس پر محمول کیا جائے گا کہ وہ عادل تھا، پھر فاسق ہو گیا یا فاسق تھا پھر سدھر گیا، الا یہ کہ جرح ریکارڈ کرتے وقت وہ ظاہری عدالت والا ہو تو جرح کا بینہ مقدم ہوگا، اس لئے کہ اس میں زیادتی ہے (۱)۔

اسلام پر باقی رہنے اور ارتداد پیدا ہو جانے کے احتمال کا متعارض ہونا:

۱۴- اس بارے میں فقہاء مذاہب کا کسی ایک حکم پر اجماع نہیں ہے، اور اس کے بارے میں زیادہ وسعت والا مسلک حنفیہ کا ہے، اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں: آدمی کو ایمان سے صرف اس چیز کا انکار ہی نکالے گا جس نے اسے اسلام میں داخل کیا ہے، پھر جس چیز کے بارے میں یقین ہو کہ ارتداد ہے اس میں ارتداد ہی کا فیصلہ کیا جائے گا، اور جس کے ارتداد ہونے میں شک ہو اس میں ارتداد کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ ثابت شدہ اسلام شک سے زائل نہیں ہوگا، اور اسلام بلند ہوتا ہے، اور عالم کے پاس جب یہ معاملہ لے جایا جائے تو اسے اہل اسلام کی تکفیر میں جلدی نہ کرنا چاہئے، جبکہ اسلام کو ثابت کرنے میں تساہل سے کام لیا جاتا ہے اور اسی لئے مکرمہ کے اسلام کو صحیح مانا جاتا ہے، اور ابن عابدین نے صاحب ”الفتاویٰ الصغریٰ“ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے: کفر ایک بڑی سنگین چیز ہے، لہذا جب کوئی عدم کفر کی روایت پائی جائے تو میں مومن کو کافر نہیں قرار دوں گا، اور حنفیہ کی کتابوں میں ہے: جب مسئلہ میں کفر ثابت کرنے والی کئی وجوہ

ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور دونوں کا سچا ہونا ممکن ہے، اور دونوں کے اقوال میں تطبیق اس طور پر ممکن ہے کہ جرح کرنے والے نے اس کو گناہ کرتے دیکھا ہو، اور تعدیل کرنے والے نے گناہ کرتے نہ دیکھا ہو، لہذا وہ مجروح ہوگا، شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک جرح میں سبب کا ذکر کرنا ضروری ہے اور تعدیل میں انہوں نے سبب ذکر کرنے کی شرط نہیں لگائی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک تزکیہ کرنے والا مجروح شاہد کے بارے میں کہے گا: ”واللہ اعلم“ (اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے) اور اس پر اضافہ نہیں کرے گا، اس لئے کہ اس کا فسق بیان کرنے میں اس کی بے آبروئی کرنا ہے اور ہمیں مسلمان کی پر وہ پوشی کا حکم دیا گیا ہے، یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے جب تاضی کو اہوں کا حال نہ جانتا ہو، کیونکہ اگر وہ جانتا ہو تو اپنے ظلم کے مطابق فیصلہ کرے گا (۱)۔

مالکیہ کہتے ہیں: اگر دوسرے کو اس کی تعدیل کریں اور دوسرے اس پر جرح کریں تو اس کے بارے میں دو اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ دونوں کے درمیان تطبیق محال ہونے کی وجہ سے دونوں میں سے زیادہ عادل کے قول پر فیصلہ کیا جائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ جرح کرنے والی کو اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، اس لئے کہ جرح کے کو اہوں نے تعدیل کے کو اہوں پر اضافہ کیا ہے، اس لئے کہ عدالت کے برخلاف جرح والی چیزیں پوشیدہ ہوتی ہیں، لہذا ان پر تمام لوگ مطلع نہیں ہوتے۔

اور نحوی کے یہاں تفصیل ہے فرمایا: اگر دونوں بینہ کا ایک ہی مجلس میں کسی چیز کے کرنے میں اختلاف ہو، جیسے ایک بینہ کا دعویٰ ہو کہ اس نے فلاں وقت میں ایسا کیا اور دوسرا بینہ بتائے کہ ایسا نہیں ہوا تو دونوں میں سے جو زیادہ عادل ہو اس کے مطابق فیصلہ ہوگا، اور

(۱) معین لوکام ۱۰۵، قلیوبی، و میرہ ۳۰۷، المغنی ۶۷۔

(۱) تبصرة لوکام ۱۲۳۳۔

## تعارض ۱۵-۱۷

ایک ہی فعل میں خطر و اباحت کا تعارض ہو جائے تو خطر (منع) کو فوقیت دی جائے گی۔

اسی وجہ سے اگر حیوان کی ولادت ماکول اور غیر ماکول دونوں سے ہو تو اس کا کھانا حرام ہوگا اور احرام والا شخص اگر اس کو ذبح کر دے گا تو تحریم کو غلبہ دلاتے ہوئے اس پر جزاء واجب ہوگی۔

انہیں قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ اگر واجب اور محظور (ممنوع) میں تعارض ہو جائے تو واجب کو فوقیت دی جائے گی جیسا کہ جب مسلمانوں کے مردے کفار کے مردے سے مل جائیں تو سب کو غسل دینا اور نماز پڑھنا واجب ہوگا، اسی طرح شہداء کے غیر شہداء سے مل جانے کا مسئلہ ہوگا، اگرچہ شہداء کو نہ غسل دیا جاتا ہے، نہ ان پر نماز پڑھی جاتی ہے، البتہ اس پر نماز کی نیت (اس طرح) کرے گا کہ بشرطیکہ وہ شہید نہ ہو، اور عورت اگر اسلام لائے تو اس پر دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہوگا اگرچہ تنہا سفر کرے، اگرچہ اس کا تنہا سفر کرنا دراصل حرام ہے، اور کھنکھارنے میں مصلیٰ کو اس وقت معذور قرار دیا جائے گا جبکہ اس پر واجب قراءت دشوار ہو رہی ہو۔

۱۷- قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ اگر دو واجبات میں تعارض ہو جائے تو ان میں زیادہ مؤکد کو فوقیت دی جائے گی، چنانچہ فرض عین کو فرض کفایہ پر فوقیت دی جائے گی، اور کعبہ کے ارد گرد طواف کرنے والا نماز جنازہ کے لئے اپنا طواف منقطع نہیں کرے گا، اور اگر جنازہ اور جمعہ اکٹھا ہو جائیں اور وقت تنگ ہو تو جمعہ کو مقدم رکھا جائے گا، اور اسی میں سے ہے کہ صحیح قول کے مطابق والدین کو یہ اختیار نہیں کہ اولاد کو حج فرض سے روکیں، برخلاف جہاد کے، کیوں کہ جہاد والدین کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے اور فرض عین مقدم ہے۔

ہوں اور ایک وجہ اس سے مانع بن رہی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن کرتے ہوئے اس وجہ کی طرف مائل ہو جو تکفیر سے مانع ہو الا یہ کہ جب وہ موجب کفر ارادہ کی صراحت کر دے تو تاویل اس کے لئے مفید نہیں ہوگی اور جس چیز میں کفر اور عدم کفر دونوں کا احتمال ہو اس سے کافر نہیں ہوگا، اس لئے کہ کفر کی سزا آخری درجہ کی سزا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ جرم بھی آخری درجہ کا ہو اور عدم کفر کے احتمال کے ساتھ جرم اپنی انتہا کو نہیں پہنچا، اور یہ بات طے شدہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان کی تکفیر نہیں کی جائے گی جس کے کلام کو کسی اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو یا جس کے کفر میں اختلاف ہو چاہے ضعیف روایت ہی میں کیوں نہ ہو (۱)۔

۱۵- دوسرے مسائل کے فقہاء بھی کہتے ہیں کہ جب عدم قتل کا تقاضا کرنے والی کوئی دلیل یا قرینہ قائم ہو جائے تو اسے فوقیت دی جائے گی، دہر مارتے ہیں: اگر اسلام لائے پھر جلد ہی مرتد ہو جائے اور کہنے میں تنگی، خوف یا تاوان کی وجہ سے مسلمان ہوا تھا اور اس کا عذر ظاہر ہو تو اس کا عذر قبول کرنے میں مالکیہ کے یہاں دو قول ہیں۔

اس کے ساتھ ہی فقہاء نے تعارض کے کچھ قواعد بیان کئے ہیں اور وہ قواعد اگرچہ فقہ کے مقابلہ میں اصول فقہ سے زیادہ قریب ہیں، لیکن چونکہ ان پر کچھ فقہی مسائل مرتب ہوئے ہیں، اس لئے ان کا ذکر کرنا یہاں مناسب ہے (۲)۔

ایک ہی فعل میں احکام کا تعارض:

۱۶- ان قواعد میں سے جن کو زکشی نے بیان کیا ہے یہ بھی ہے کہ اگر

(۱) ابن ماجہ ۲۸۵/۳۔

(۲) تہذیب الاحکام ۲۵۰/۳، قلیوبی و عمیرہ ۱۷۶/۳، شرح منتہی الارادات

۳۹۲/۳۔

## تعارض ۱۸-۲۰

۱۸- اگر دو فضیلتوں میں تعارض ہو جائے تو ان میں سے افضل کو فوقیت دی جائے گی، چنانچہ اگر جمعہ کے لئے بغیر غسل کئے سویرے جانے اور غسل کے ساتھ تاخیر سے جانے میں تعارض ہو جائے تو ظاہر یہ ہے کہ غسل کا حصول اولیٰ ہوگا، اس لئے کہ اس کے وجوب میں اختلاف ہے، یہ سب شافعیہ کا مسلک ہے (۱)۔

۱۹- مقرر و اباحت میں تعارض کے قاعدہ کی فروغ میں سے وہ صورت ہے جب دو ایسی دلیلوں میں تعارض ہو جن میں سے ایک تحریم کی مقتضی ہو اور دوسری اباحت کی تو تحریم مقدم ہوگی، اور اہل اصول نے اس کی تعلیل نسخ کو مقدم کرنے سے کی ہے، اس لئے کہ اگر اباحت کرنے والی دلیل کو مقدم کیا جائے تو نسخ کا تکرار لازم آئے گی، اس لئے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، تو اگر میخ (مباح کرنے والی دلیل) کو مقدم کر دیا جائے تو حرم (حرام قرار دینے والی دلیل) اباحت اصلیت کی مانع ہوگی، پھر میخ سے منسوخ ہوگی، اور اگر حرم کو متاخر قرار دیا جائے تو وہ میخ کی مانع ہوگی اور اس نے اصل کے موافق ہونے کے سبب کسی چیز کو منسوخ نہیں کیا تھا، اسی لئے حضرت عثمانؓ نے جب ان سے ملک یمن سے دو بہنوں کو اکٹھا کرنے کے سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: ایک آیت دونوں کو حلال کر رہی ہے اور ایک آیت دونوں کو حرام کر رہی ہے، اور تحریم ہم کو زیادہ محبوب ہے، علماء فرماتے ہیں: تحریم زیادہ محبوب اس لئے ہے کہ اس میں ترک مباح ہے، نہ کہ حرام سے اجتناب اور یہ اس کے برعکس سے اولیٰ ہے (۲)۔

۲۰- تعارض ہی کی اقسام میں سے یہ بھی ہے کہ دو اصولوں میں تعارض ہو، ایسی صورت میں دونوں میں سے زیادہ رائج پر عمل کیا جائے گا، اس لئے کہ مرجع کی وجہ سے اس میں مضبوطی پیدا ہوگئی ہے۔

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ جب لشکر کا کوئی آدمی کسی مشرک کو لائے، مشرک دعویٰ کرے کہ مسلمان نے اس کو امان دی ہے اور وہ انکار کرے تو اس میں دو روایتیں ہیں: ایک یہ کہ امان کا انکار کرنے میں مسلمان کا قول معتبر ہوگا، اس لئے کہ اصل امان کا نہ ہونا ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ قول مشرک کا معتبر ہوگا، اس لئے کہ خون میں اصل ممانعت ہے الا یہ کہ اباحت کا یقین ہو جائے، اور یہاں اس میں شک ہو گیا ہے، اور اس میں تیسری روایت بھی ہے کہ دونوں اصولوں میں سے ایک کو اس کی موافقت کرنے والے ظاہر کے ذریعہ ترجیح دے کر دونوں میں سے بات اس کی معتبر ہوگی جس کی چٹائی پر حال کی ولایت ہو (۱) اور اگر یمن میں حنث (قسم توڑنے) اور بر (پوری کرنے) میں اختلاف ہو جائے تو حنث کو بر پر فوقیت دی جائے گی، چنانچہ جو کسی چیز کے کرنے یا اس کے وجود پر قسم کھائے، اسے حانث قرار دیا جائے گا یہاں تک کہ فعل واقع ہو جائے تو قسم پوری ہو جائے گی، اور مالکیہ کے یہاں حنث اقل وجہ سے ہو جاتی ہے، اور بر صرف اکمل وجہ سے ہوتی ہے، چنانچہ جو قسم کھائے کہ وہ روٹی کھائے گا تو قسم پوری روٹی کھا لینے سے ہی پوری ہوگی، اور اگر قسم کھائے کہ روٹی نہیں کھائے گا تو اس کے بعض حصہ کے کھانے سے حانث ہو جائے گا (۲)۔

امام غزالیؒ ”المستصحبی“ میں تحریر فرماتے ہیں: ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ خاص و عام میں تعارض ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے کو دفع کرتے ہیں، چنانچہ ہو سکتا ہے کہ خاص سابق ہو اور عموم کے ارادہ سے عام اس کے بعد وارد ہوا ہو، اور اس نے خاص کو منسوخ کر دیا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عام سابق ہو اور اس سے عموم کا قصد کیا گیا ہو،

(۱) القواعد لابن رجب ۵/۳۳۸، ۳۳۹۔

(۲) القواعین المکھیہ ص ۵۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴



## تعارض ۲۱

پھر اپنے بعد کے خاص لفظ سے عموم منسوخ ہو گیا ہو، چنانچہ مثال کے طور پر رقبہ (غلام، باندی) کا عموم، جب بھی اس سے عموم مراد لیا جائے اس بات کا متقاضی ہے کہ کافر غلام یا باندی کا آزاد کرنا بھی کافی ہو، اور رقبہ کے ساتھ ”مؤمنہ“ کی قید اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کافر غلام یا باندی کو آزاد کرنا کافی نہ ہو، لہذا دونوں میں تعارض ہے، اور جب نسخ اور بیان دونوں کا امکان ہے تو زبردستی نسخ کے بجائے بیان پر اسے کیوں محمول کیا جائے؟ اور خاص کے ذریعہ عام پر قطعی حکم کیوں لگایا جائے؟ ہو سکتا ہے کہ عام ہی متاخر ہو جس سے عموم کا ارادہ کیا گیا ہو اور خاص اس سے منسوخ ہو، تقاضی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور ہمارے نزدیک اصح خاص کو فوقیت دینا ہے اگرچہ تقاضی نے جو کچھ بیان کیا ہے ممکن ہے، لیکن نسخ کی صورت میں یہ حکم لگانے کی ضرورت ہوگی کہ ”رقبہ“ میں کافر رقبہ داخل تھا، پھر اس سے خارج ہوا تو یہ محض وہم و امکان کی بنا پر لفظ میں کسی مفہوم کے شامل ہونے پھر اسے نکالے جانے کا حکم لگایا ہوگا، اور لفظ عام کے ذریعہ خاص کو مراد لیا غالب اور معتاد ہے بلکہ وہی اکثر ہے، اور نسخ مادی کی طرح ہے، لہذا محض امکان کی بنا پر اسے ماننے کی کوئی صورت نہیں ہے، اور ہم نے جو بیان کیا ہے صحابہ اور تابعین کے طرز عمل سے اس کی شہادت کثرت سے ملتی ہے، اسی لئے وہ لوگ خاص کے ذریعہ عام پر سرعت حکم لگاتے تھے اور تاریخ نیز تقدم و تاخر کی طلب میں مشغول نہیں ہوتے تھے (۱)۔

اور شاذ طریقہ پر کہا گیا ہے کہ مفہوم کے طریقہ پر تخصیص کی جائے گی، اس لئے کہ رجال کا مفہوم دوسروں کے قتل کا متقاضی ہے، تو جب دونوں میں منافات نہ ہو اور دونوں میں سے کسی کو اس کے متعلق میں مخصوص کرنے والی مناسبت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

(۱) المستملی ۲/ ۱۰۳، ۱۰۵ طبع دار صادر بیروت۔

”حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ“ (۱) (تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار) اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”لَا تَقْتُلُوا الصَّيِّدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ“ (۲) (شکار کو مت مار جب کہ تم حالت احرام میں ہو) اور حرم کو شکار یا مردار کھانے کی مجبوری ہو جائے تو امام مالک کے نزدیک مردار کھالے گا اور شکار چھوڑ دے گا، اس لئے کہ دونوں ہی اگرچہ حرام ہیں لیکن شکار کی حرمت کو احرام سے مناسبت ہے، اور اس کا وہ مفسدہ جس پر نفی کی بنیاد ہے، صرف احرام ہی میں ہے، رہا مردار کھانے کا مفسدہ تو وہ عام حکم ہے، خاص طور پر احرام سے اس کا تعلق نہیں ہے، اور مناسب جب کہ کسی عام حکم یعنی اس کا مردہ ہونا کی وجہ سے ہے تو اس کے اور احرام کے خصوص کے درمیان کوئی تضاد ہوگا نہ تعلق، اور اخص منافی زیادہ اجتناب کے لائق ہے۔

اور اسی قبیل سے ہے کہ جب مصلی سوائے نجس یا ریشمی کپڑے کے کوئی دوسرا ستر کپڑا اندپائے تو وہ ریشمی کپڑے میں نماز پڑھے گا اور نجس کپڑا ترک کر دے گا، اس لئے کہ نجاست کا مفسدہ نماز کے ساتھ خاص ہے، برخلاف ریشم کے مفسدہ کے کہ اس کا خاص نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے اور دونوں کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے۔

یہاں اس قاعدہ پر مرتب ہونے والی دوسری بہت سی فروعات بھی ہیں جن کی طرف اصول فقہ اور فقہ کے ابواب کی طرف رجوع کیا جائے۔

### اصل اور ظاہر کا تعارض:

۲۱- اصل سے مراد ”بقاء ماکان علی ماکان“ (چیز کا اسی حالت پر باقی رہنا ہے جس پر وہ تھی) ہے، اور ظاہر سے مراد وہ ہے جس کا واقع ہونا رائج ہو۔

(۱) سورہ مائدہ/ ۳۔

(۲) سورہ مائدہ/ ۹۵۔

## تعارض ۲۱

ہو، جیسے جس کو نماز یا عبادات میں سے کسی اور کے بعد نیت کے علاوہ کسی دوسرے رکن کے چھوڑ دینے کا شک ہو جائے تو مشہور یہ ہے کہ مؤثر نہیں ہوگا۔

اور دوسروں کی طرح حنا بلہ اس ظاہر کو نوبت دیتے ہیں جو حجت ہو اور جس کو قبول کرنا شرعاً واجب ہو، جیسے اصل پر شہادت کو مقدم کرتے ہیں، اور اگر ظاہر اس طرح کا نہ ہو اس طور پر کہ اس کا استناد عرف، غالب، عادت، قرائن یا غلبہ ظن وغیرہ پر ہو تو کبھی تو اصل پر عمل کیا جائے گا، اور ظاہر کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور کبھی پر عمل کیا جائے گا اور اصل کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، اور کبھی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا ہے تو یہ چار اقسام ہیں:

(۱) جس میں شرعی حجت کی وجہ سے اصل پر عمل ترک کر دیا جائے گا، اور یہ (حجت شرعی) اس شخص کا قول ہے جس کے قول پر عمل واجب ہوتا ہے، جیسے مدعی علیہ کا ذمہ مشغول ہونے پر دو عادل اشخاص کی شہادت، اور جیسا کہ گزر چکا ہے، یہ فقہاء کے درمیان اجماعی مسئلہ ہے۔

(۲) جس میں اصل پر عمل کیا جائے گا اور ظاہر کی قرائن وغیرہ کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، اس کی مثال جیسے شوہر کے ساتھ طویل عرصہ تک رہنے کے بعد بیوی دعویٰ کرے کہ اسے شوہر سے واجب نفقہ نہیں ملا تو اصحاب کے نزدیک قسم کے ساتھ عورت ہی کی بات معتبر ہوگی، اس لئے کہ اصل اسی کے ساتھ ہے، حالانکہ عادتاً ایسا ہونا بہت مشکل ہے، اور شیخ قتی الدین ابن تیمیہ نے عادت کی طرف رجوع کرنے کو اختیار کیا ہے، اور مختلف فیہ مسائل کے ایک قول کے طور پر اس کی تخریج کی ہے۔

(۳) جس میں ظاہر پر عمل کیا جائے گا اور اصل کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، جیسے کہ نماز یا اس کے علاوہ دوسری عبادت سے فراغت کے بعد اس کے کسی رکن کے چھوڑنے کا شک ہو جائے تو

تو اصل ذمہ کا بری ہونا ہے، اسی لئے ذمہ کے مشغول ہونے کے بارے میں ایک گواہ کی کواعی قبول نہیں کی گئی، اور اسی لئے اصل سے موافقت کی وجہ سے قول مدعا علیہ کا معتبر مانا گیا اور اصل کے مخالف دعویٰ کی وجہ سے بینہ مدعی پر لازم ہوا، چنانچہ جب تلف کردہ اور غصب کردہ سامان کی قیمت میں دونوں کا اختلاف ہو جائے تو قول تاوان دینے والے کا معتبر مانا جائے گا، اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ جو اس کے قول سے زیادہ ہے اس سے وہ بری ہے، اور اگر کسی چیز یا حق کا اقرار کرے تو اسی چیز سے اس کی تفسیر قبول کر لی جائے گی جس کی قیمت ہو، چنانچہ قسم کے ساتھ قول اقرار کرنے والے کا معتبر ہوگا، یہ قاعدہ حنفیہ کا مسلک ہے، اور مالکیہ کے یہاں بھی یہی حکم ہے<sup>(۱)</sup> اور شافعیہ و حنا بلہ کے یہاں بھی بینہ سے ثابت ہونے والے ظاہر کو مقدم رکھنے میں یہی حکم ہوگا۔

اور شافعیہ کے یہاں بینہ کے علاوہ سے ثابت ہونے والے میں تفصیل ہے، اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اصل کو قطعی طور پر ترجیح دی جائے گی اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اس سے مجر و احتمال متعارض ہو، اور جس میں بالجزم ظاہر کو ترجیح دی جائے گی اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اس کا استناد شرعی طور پر قائم کسی سبب پر ہو جیسے کہ دعویٰ میں شہادت اصل، روایت اور یہ سے متعارض ہو، اور جیسے ثبوت کا دخول وقت کی خبر دینا، اور جس میں قول اصح کے مطابق اصل کو ظاہر پر ترجیح دی جائے گی اس کا ضابطہ یہ ہے کہ احتمال کا استناد سبب ضعیف سے ہو، اس کی مثال وہ چیز ہے جس کی نجاست کا یقین نہ ہو لیکن اس کے نجس ہونے کا ظن ہو، جیسے عادی شرابی، قصابوں اور کفار کے کپڑے اور ان کے برتن، اور جس میں ظاہر اصل پر رائج ہوتا ہے، بایں طور کہ وہ قول اور منضبط سبب

(۱) الاشباہ والنظائر لابن نجیم رص ۲۳، التواین الفقہیہ لابن جزیری رص ۱۹۸، الاشباہ والنظائر للسیوطی ۶۳، التواعد ۳۳۹۔

## تعارض ۲۲

”ووضع يده على جبهته و أمرها على أنفه، وقال: هذا واحد“ (آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھا اور ناک پر پھیر دیا، اور فرمایا: یہ ایک ہے) تو یہ روایت پہلی روایت کی تفسیر کر رہی ہے، قرطبی کہتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ پیشانی اصل ہے اور ناک پر سجدہ کرنا تابع ہے۔

ابن دقیق العید کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ایک عضو کی طرح قرار دیا گیا ورنہ اعضاء آٹھ ہو جاتے، فرمایا کہ محل نظر ہے، اس لئے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناک پر سجدہ کر کے اکتفا کیا جائے فرمایا: سچی بات یہ ہے کہ یہ پیشانی کے ذکر کی صراحت سے متعارض نہیں ہے، اور اگر ان دونوں کو ایک عضو کی طرح ماننا ممکن ہو تو یہ شمیہ اور عبارت میں ہوگا، نہ کہ اس حکم میں جس پر بخود کا حکم معنی ہے۔

اسی طرح اشارہ مشارالیه کو متعین نہیں کر رہا ہے، اس لئے کہ عبارت کی وجہ سے وہ پیشانی سے متعلق ہے، لہذا جب وہ پیشانی سے قریب ہے تو ممکن ہے کہ پوری طرح مشارالیه کو متعین نہ کرے، رہی عبارت تو وہ اپنی وصف کردہ جگہ کی تعیین کر رہی ہے، لہذا اس کو مقدم رکھنا اولیٰ ہے، اور پیشانی کے بعض حصہ پر اکتفا کرنے کا جو ذکر کیا ہے بہت سے شافعیہ اسی کے قائل ہیں، پھر فرماتے ہیں: ابن المذرنے اس پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے کہ تنہا ناک پر سجدہ کرنا کافی نہیں ہوگا، اور جمہور اس طرف گئے ہیں کہ تنہا پیشانی پر (سجدہ کرنا) کافی ہے۔

اوزائی، اسحاق اور مالکیہ میں سے ابن حبیب وغیرہ سے مروی ہے کہ دونوں کو جمع کرنا واجب ہے، اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔  
حنفیہ کہتے ہیں: جب مہر میں کسی چیز کی طرف اشارہ اور اس کی عبارت جمع ہو جائے تو اصل یہ ہے کہ مسمیٰ جب مشارالیه کی جنس سے

شک کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، اگرچہ اصل اس کا ادا نہ کرنا اور بری الذمہ نہ ہونا ہے، لیکن مکلفین کے عبادات ادا کرنے سے ظاہر یہ ہے کہ وہ کمال کی صورت میں واقع ہوں، لہذا اس ظاہر کو اصل پر ترجیح دی جائے گی، اور امام احمد سے منصوص قول میں اس سلسلہ میں وضو وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۴) جس میں ظاہر کو اصل پر ترجیح دینے اور اس کے برعکس کرنے میں اختلاف ہو، اور یہ عام طور سے ظاہر اور اصل دونوں کے قدیم اور مساوی ہونے کی صورت میں ہوتا ہے، اور اس کی شکلوں میں سڑکوں کے کیچڑ کی طہارت ہے، امام احمد نے متعدد مقامات پر اصل اور وہ تمام اعیان کی پاکی ہے، کو ترجیح دیتے ہوئے صراحت کی ہے، اور ان کی ایک روایت میں ظاہر کو ترجیح دیتے ہوئے یہ بھی ہے کہ وہ نجس ہے، اور صاحب ”الخصیص“ نے اسی کو مذہب قرار دیا ہے (۱)۔

عبارت (لفظ) اور حسی اشارہ میں تعارض:

۲۲- مالکیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ عبارت اشارہ پر مقدم ہوگی، ان کا استدلال اس بحث سے ہے جو ابن حجر نے حضرت ابن عباسؓ سے مروی نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کی شرح میں کی ہے: ”أمرت أن أسجد على سبعة أعظم: على الجبهة و أشار بيده على أنفه.....“ (۲) (مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے: پیشانی پر، اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک پر اشارہ کیا.....)، اور انہوں نے اس حدیث کی شرح کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے:

(۱) الاشارة للسيوطي رص ۶۳، القواعد الفعیه لابن رجب قاعدہ (۱۵۹) رص ۳۳۳، ۳۳۹۔

(۲) حدیث: ”أمرت أن أسجد على سبعة أعظم: على الجبهة، و أشار بيده على أنفه.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۴/ ۲۷۷ طبع الشریف) نے کی ہے۔



## تعارض ۲۳

ہے، اور ان کے نزدیک عبارت اشارہ پر مقدم ہے، اس لئے کہ عبارت مقصد کو متعین کرتی ہے اور اشارہ کبھی کبھی مقصد کو متعین نہیں کرتا (۱)۔

مثالیہ کہتے ہیں: جب اشارہ اور عبارت جمع ہو جائیں، اور دونوں کا اتفاق مختلف ہو تو اشارہ غالب ہو جائے گا، چنانچہ اگر کہا: میں اس شخص زید کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں اور معلوم ہوا کہ وہ شخص عمر ہے تو اصح قول کے مطابق نماز صحیح ہو جائے گی، اور اگر کہا: اس فلاں عورت سے تمہاری شادی کی، اور اس کے نام کے علاوہ دوسرا نام لیا تو یقینی طور پر (عقد) صحیح ہوگا، اور اس میں ایک اور قول بھی منقول ہے، اور اگر کہے: میں نے اس لڑکے سے تمہاری شادی کی اور اپنی لڑکی کی طرف اشارہ کیا تو رویانی نے اشارہ پر اعتماد کر کے اصحاب سے نکاح کی صحت نقل کی ہے، یقول حنفیہ کے مسلک کے موافق ہے۔

اور اگر کہا: میں نے تمہاری شادی اس عربی عورت سے کی اور وہ عجمی عورت تھی یا کہا: اس بوڑھی عورت سے کی اور وہ جوان تھی یا اس کوری عورت سے کی اور وہ کالی تھی یا اس کے برعکس صورت ہو، اسی طرح نسب، صفات، بلندی اور پستی کی صورت میں مخالفت ہو تو نکاح صحیح ہونے میں دو اقوال ہیں اور زیادہ صحیح قول نکاح کا صحیح ہونا ہے۔ اور اگر کہے: میں نے آپ کے ہاتھ اپنا یہ گھریچا اور اس کی حد بندی کرے اور حدود کی تعیین میں غلطی کر دے تو بیع صحیح ہوگی، اس کے برخلاف اگر کہا: میں نے آپ کے ہاتھ وہ گھریچا جو فلاں محلہ میں ہے اور اس کی حد بیان کی اور غلطی کر گیا تو بیع درست نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہاں اعتماد اشارہ پر ہے۔

اور اگر کہے: میں نے آپ کے ہاتھ یہ گھوڑا بیچا اور وہ خچر نکالا اس کے برعکس ہو تو دو اقوال ہیں، اور یہاں اصح بطلان ہے، اور

ہو تو عقد مشارالیه سے متعلق ہوگا، اس لئے کہ مشارالیه میں بالذات مسمی موجود ہے اور وصف اس کے تابع ہے، اور اگر اس کی جنس کے خلاف ہو تو عقد مسمی سے متعلق ہوگا، اس لئے کہ مسمی مشارالیه کے مثل ہے، اس کے تابع نہیں ہے اور تسمیہ تعارف کرانے میں اشارہ سے بڑھا ہوا ہے، اس لئے کہ تسمیہ ماہیت کا تعارف کرانا ہے اور اشارہ سے ذات کا تعارف ہوتا ہے، چنانچہ جس نے اس بنیاد پر کوئی نگینہ خرید اک وہ یا قوت ہے، پھر معلوم ہوا کہ وہ شیشہ ہے تو عقد منعقد نہیں ہوگا، اس لئے کہ جنس مختلف ہے، اور اگر اس بنیاد پر خرید اک وہ سرخ یا قوت ہو، پھر وہ سبز نکلا تو اتحاد جنس کی وجہ سے عقد منعقد ہو جائے گا۔

شرح کہتے ہیں: یہ اصول نکاح، بیع، اجارہ اور تمام عقود میں متفق علیہ ہے، لیکن امام ابو حنیفہ نے سرکہ اور شراب کو ایک جنس قرار دیا ہے، لہذا اس صورت میں عقد مشارالیه پر منعقد ہو جائے گا اور مہر مثل واجب ہوگا جب ”سرکہ کے اس مٹکا“ پر عورت سے شادی کی ہو اور شراب کی طرف اشارہ کیا ہو، اور اگر کسی حرام کا نام لیا اور حلال کی طرف اشارہ کیا تو قول اصح میں عورت کو حلال چیز ملے گی۔

جہاں تک نکاح کا تعلق ہے تو ”الغانیہ“ میں فرماتے ہیں: کسی شخص کی ایک بیٹی ہے جس کا نام عائشہ ہے اور عقد کے وقت والد نے کہا: میں نے اپنی بیٹی فاطمہ کی تم سے شادی کی تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، اور اگر عورت موجود ہو اور والد کہے: میں نے اپنی اس بیٹی فاطمہ کی تم سے شادی کی اور عائشہ کی طرف اشارہ کرے، نام میں غلطی کر جائے اور شوہر کہے: میں نے قبول کیا تو (عقد نکاح) جائز ہوگا (۱)۔

۲۳- گزشتہ بحث سے واضح ہو گیا کہ اشارہ کو عبارت پر فوقیت دے کر تنہا حنفیہ میں جو صرف ماک پر سجدہ کے کافی ہونے کے قائل ہیں، اور جمہور کے نزدیک بجائے ماک کے تنہا پیشانی پر سجدہ کرنا کافی

(۱) لا شاہ و الاظهار لابن قیم ۱۳۸۔

(۱) فتح الباری ۲/۲۹۶ طبع استنبیہ۔

## تعاظمیٰ

یہاں پر مقصد مالیت کے اختلاف کو غلبہ دلا کر بطلان کو صحیح قرار دیا گیا اور باقی میں اشارہ کو غلبہ دلا کر صحیح ہونے کو صحیح قرار دیا گیا اور اس وقت یہ صورت قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔

## تعاظمیٰ

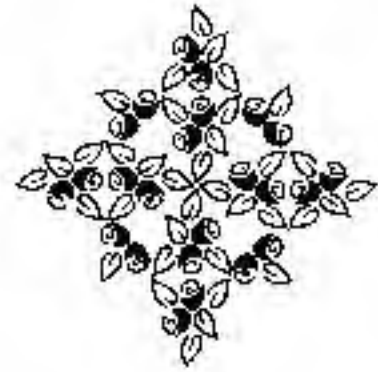
### تعریف:

۱- لغت میں تعاظمیٰ ”تعاظمیٰ“ کا مصدر ہے، بمعنی انسان کا چیز کو اپنے ہاتھ سے لینا، یہ عطا سے ماخوذ ہے، جو تناؤل (لینے) کے معنی میں ہوتا ہے (۱)، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَنَادُوا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ“ (۲) (پھر انہوں نے اپنے رفیق کو بلایا، سو اس نے اس پر وار کیا اور اس کو ہلاک کر ڈالا)، اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس نے کائے کے اوزار کو لیا، اور اس کی تفسیر میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے تیاری کر لینے کے بعد فعل انجام دیا یاں طور کہ وہ اونٹنی کے لئے چھپ گیا، اور اپنے تیر سے اس کو مار دیا، پھر اس کو اپنی تلوار سے مارا، یہاں تک کہ اسے ماڈالا (۳)۔

اور اصطلاحی طور پر بیع میں تعاظمیٰ اور اس کو ”معاظاۃ“ بھی کہا جاتا ہے، یہ ہے کہ بات یا اشارہ کئے بغیر خریدار بیع کو لے لے اور بیچنے والے کو شمن دے دے، یا بائع بیع بڑھا دے اور دوسرا اسے شمن دے دے، اور تعاظمیٰ بیع اور دوسرے عوض والے عقود میں ہوتی ہے (۴)۔

اور اس صورت سے چند صورتیں ملحق کی جاتی ہیں، انہیں میں سے ہے کہ اگر قسم کھائے کہ اس بچہ سے بات نہیں کرے گا اور بوڑھا ہونے پر اس سے بات کی یا یہ قسم کھائی کہ یہ تازہ تر کھجور نہیں کھائے گا اور خشک ہونے کے بعد اسے کھالیا یا یہ قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا اور پھر اس گھر کے میدان کی شغل میں تبدیل ہو جانے کے بعد اس میں داخل ہوا تو اس صحیح یہ ہے کہ حائث نہیں ہوگا، اور اگر عورت سے اس سوئی کپڑے پر خلع کیا اور وہ روئی ظاہر ہوئی، یا اس کے برعکس ہوا تو اس صحیح خلع کا فاسد ہو جانا ہے اور وہ مہر مثل وصول کرے گا۔ اس کے علاوہ اس قاعدہ پر مرتب ہونے والی کئی صورتیں ہیں (۱)۔

یہ تعارض کے سلسلہ میں کچھ اصولی قواعد ہیں جن کو ان کے اوپر مرتب ہونے والے احکام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، رہا دلائل کے درمیان تعارض تو اسے اصولی ضمیمہ میں دیکھا جائے۔



(۱) لسان العرب مادۃ ”عطی“۔

(۲) سورہ قمر ۲۹۔

(۳) تفسیر القرطبی ۷/۱۳۱، تفسیر الرازی ۲۹/۵۳۔

(۴) حاشیہ الدسوقی ۳/۳۳، المکتبۃ التجاریہ بیروت۔

(۱) لا شباہ وانظائر للسیدوطی ۳۱۳/۳۱۵۔

## تعاظمی ۲-۴

متعلقہ الفاظ:

عقد:

۲- عقد سے مراد: بیع کے عقود ہیں جن میں سے کچھ کا اتمام لفظ صیغہ سے ہوتا ہے، یعنی ایجاب و قبول سے اور کچھ کا اتمام فعل یعنی تعاظمی سے ہوتا ہے (۱)۔

اجمالی حکم:

تعاظمی سے بیع کرنا:

۳- تعاظمی سے بیع کے منعقد ہونے کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور ایک قول میں ثانیہ تعاظمی کے ذریعہ بیع کے جواز کی طرف گئے ہیں، اور ثانیہ کے یہاں مذہب مختار بیع اور اس کے ہم معنی چیزوں کی صحت کے لئے صیغہ کو مشروط قرار دینا ہے، اور ثانیہ کا ایک تیسرا قول معمولی چیزوں میں تعاظمی کے جواز کا ہے۔

اور بیع تعاظمی کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: یہ ہے کہ طرفین میں سے کسی کی طرف سے بات چیت یا اشارہ کے بغیر تعاظمی مکمل ہو جائے، یہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، اور مسلک (شافعی) کے برخلاف نووی نے جواز کو راجح قرار دیا ہے۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ طرفین میں سے کسی ایک کی گفتگو سے تعاظمی کا اتمام ہو جائے اور سپردگی مکمل ہو جائے، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ تعاظمی ہے، حنفیہ نے اس کو تعاظمی نہیں قرار دیا ہے (۲)۔

۴- ابن قدامہ بیع تعاظمی کی مشروعیت کے استدلال میں کہتے ہیں کہ

(۱) الفروق فی الاموال لابی ہلال اسکندر ی۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ص ۷۴ طبع عثمانیہ، حاشیہ الدوسقی ص ۳۳۵ المغنی لابن قدامہ ص ۵۶۱، ۵۶۲، روایت لھالین ص ۳۳۷ حاشیہ بلعہ لھالک لاقرب لھالک ص ۳۳۳ مجمع لھالین ص ۱۱۰ ص ۲۴۲ نہایت لھالک ص ۳۶۳

اللہ تعالیٰ نے بیع حلال کی اور اس کی کیفیت نہیں بیان کی، لہذا اس میں عرف کی طرف رجوع کرنا واجب ہوا جیسا کہ قبضہ، احرار اور تفرق میں اس کی طرف رجوع کیا گیا ہے، اور مسلمان اپنے بازاروں اور خرید و فروخت میں اسی عرف پر ہیں، اور اس لئے بھی کہ بیع ان کے درمیان موجود اور معلوم تھی، شریعت نے تو اس پر صرف کچھ احکام مطلق کئے ہیں اور گزشتہ حالت پر اس کو باقی رکھا ہے، لہذا خود رائی کے ذریعہ فیصلہ کر کے اس کو بدل دینا صحیح نہیں ہوگا، اور نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب سے ان کے درمیان بیع کے کثرت سے واقع ہونے کے باوجود، ایجاب و قبول کا استعمال منقول نہیں ہے، اور اگر ان حضرات نے اپنی بیوع میں اس کا استعمال کیا ہوتا تو شہرت کے ساتھ خوب منقول ہوا ہوتا، اور اگر وہ شرط ہوتے تو اس کا نقل کرنا واجب ہوتا، اور ان حضرات سے اس کو نقل کرنے میں اہمال اور غفلت برتنے کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اور اس لئے بھی کہ بیع ان چیزوں میں سے ہے جس میں ابتلائے عام ہے، تو اگر اس میں ایجاب و قبول مشروط ہوتے تو نبی کریم ﷺ اس کی عمومی وضاحت فرماتے اور اس کا حکم پوشیدہ نہ رکھتے، اس لئے کہ یہ کثرت سے فاسد عقود کے وقوع اور لوگوں کے غلط طریقہ سے مال کھانے کا سبب بن جاتا، اور ہمارے علم کے مطابق نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب میں سے کسی سے یہ منقول نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ ہر زمانہ میں لوگ تعاظمی سے بیع کرتے رہے ہیں۔

اور ہمارے مخالفین سے پہلے اس پر نکیر کرنا منقول نہیں ہے، لہذا یہ اجماع ہوا، اسی طرح بیہ، ہدیہ اور صدقہ میں ایجاب و قبول کا حکم ہے، نبی کریم ﷺ اور آپ کے کسی صحابی سے اس کا اس میں استعمال منقول نہیں ہے، اور نبی کریم ﷺ کو حبشہ وغیرہ سے ہدیہ کیا گیا اور لوگ اپنے تحائف میں حضرت عائشہ کے دن کی تحری کیا



## تعاظمی ۵-۶

تھا کہ جان لیں کہ آیا وہ صدقہ ہے، یا ہدیہ؟ اور اکثر احادیث میں ایجاب و قبول منقول نہیں ہے، اور تعاظمی کے سوا کچھ نہیں ہے، اور تراضی کے ساتھ تفرق (جداء ہو جانا) اس کی صحت پر دلالت کر رہا ہے، اور ایجاب و قبول ان عقود میں اگر مشروط ہوتے تو بڑا دشوار ہوتا اور مسلمانوں کے اکثر عقود فاسد ہوتے اور اکثر اموال حرام ہوتے، اور اس لئے بھی کہ ایجاب و قبول کا مقصد تراضی (باہمی رضامندی) پر دلالت ہے، لہذا جب بھاؤ تاؤ اور تعاظمی جیسی اس پر دلالت کرنے والی چیز پائی جائے گی تو ایجاب و قبول کے قائم مقام ہوگی اور ان کی طرف سے کفایت کرے گی، کیونکہ یہ تعبدی معاملہ نہیں ہے (۱)۔

### تعاظمی کے ذریعہ اقالہ:

۵- حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ نے تعاظمی کے ذریعہ بیع سے اقالہ کو جائز قرار دیا ہے، ان حضرات نے فرمایا صحیح قول کے مطابق اقالہ بھی ایک جانب سے تعاظمی کے ذریعہ منعقد ہو جائے گا (۲)۔

### تعاظمی سے اجارہ:

۶- حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے، ان حضرات کا کہنا ہے کہ اجارہ بیع کی طرح ہے، وہ بجائے عین (سامان) کے منافع تک محدود رہتا ہے۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: جب بغیر کسی عقد، شرط یا اجرت کی پیشکش کے اپنا کپڑا کسی درزی یا دھوبی کو سینے یا دھونے کے لئے دے مثلاً کہئے: اس کو لو اور کام کرو اور درزی اور دھوبی اسی کام کے لئے کھڑے ہوں، اور یہ کام کر ڈالیں تو دونوں کو اجرت ملے گی، اس لئے کہ اس کا

کرتے تھے (۱) بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں: ”کان رسول اللہ ﷺ إذا أتى بطعام سأل عنه: أهلية أم صدقة؟ فإن قيل: صدقة، قال لأصحابه: كلوا، ولم يأكل، وإن قيل: هدية ضرب بيده وأكل معهم“ (۲) (نبی کریم ﷺ کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو آپ ﷺ اس کے بارے میں پوچھتے: ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو اپنے اصحاب سے فرماتے: تم لوگ کھاؤ اور آپ ﷺ نہیں کھاتے، اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ بڑھاتے اور ان کے ساتھ نوش فرماتے)، اور حضرت سلمانؓ کی حدیث میں ہے جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ کھجور لے کر آئے اور عرض کیا: یہ کچھ صدقہ ہے، میں نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں تو نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”كلوا ولم يأكل، ثم أتاه ثمانية بتمر فقال: رأيتك لا تأكل الصدقة وهذا شيء أهديته لك، فقال النبي ﷺ: بسم الله، وأكل“ (۳) (تم لوگ کھاؤ اور آپ نے نہیں تناول فرمایا، پھر دوسری بار وہ کچھ کھجور لے کر آئے، اور فرمایا: میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ صدقہ نہیں کھاتے ہیں اور یہ چیز میں نے آپ کو ہدیہ میں دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: بسم اللہ اور کھالیا) اور نہ قبول منقول ہے نہ ایجاب کا حکم، سوال تو آپ نے اس لئے کیا

(۱) حدیث: ”کان الناس يصحرون بهديا لهم يوم عائشة“ کی روایت بخاری (فتح ۵/۲۰۳ طبع استغبر) نے کی ہے۔  
(۲) حدیث: ”کان رسول اللہ ﷺ إذا أتى بطعام سأل عنه: أهلية أم صدقة؟ فإن قيل: صدقة، قال لأصحابه: كلوا، ولم يأكل، وإن قيل: هدية ضرب بيده وأكل معهم“ کی روایت بخاری (فتح ۵/۲۰۳ طبع استغبر) اور مسلم (۵/۵۶۲ طبع الجلی) نے کی ہے۔

(۳) حضرت سلمانؓ کی حدیث کی روایت احمد (۲۲۲/۵ طبع المصنوع) اور حاکم (۱۶/۲ طبع دائرة المعارف العثمانیہ) نے کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۱) المغنی ۳/۵۶۱، ۵۶۲ طبع مکتبۃ الریاض۔

(۲) حاشیہ ابن طاہرین ۳/۱۲، ۵/۳، جامعۃ الدوسقی ۳/۵۵، المغنی لابن قدامہ ۳/۱۳۷ ریاض۔

## تعاظمیٰ، تعاویذ، تعبدی

عرف جاری ہے، اور امام شافعی کے اصحاب کہتے ہیں، دونوں کو کچھ بھی اجرت نہیں ملے گی، اس لئے کہ دونوں نے یہ کام بغیر ایسے عوض کے کیا ہے جو ان کے لئے مقرر کیا جاتا، لہذا یہ اسی طرح ہو گیا جب دونوں نے کام تبرعاً کیا ہوتا۔

ابن عابدین کہتے ہیں تا تا رخانیہ میں ہے کہ امام ابو یوسف سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو کشتی میں داخل ہوتا ہے یا چھپنا یا فصد لگواتا ہے، یا حمام میں داخل ہوتا ہے یا مشک کا پانی پیتا ہے، پھر اجرت اور پانی کی قیمت دے دیتا ہے تو فرمایا: استحساناً جائز ہے اور اس سے پہلے عقد کی حاجت نہیں ہے (۱)۔

### بحث کے مقامات:

۱۔ فقہاء تعاظمیٰ کے احکام کی تفصیل ہر مسئلہ کی مناسبت سے اس کے محل میں کرتے ہیں، اور ان مقامات میں بیوع، اقالہ اور اجارہ ہیں۔

## تعاویذ

دیکھئے: ”تعویذ“۔

## تعبدی

### تعریف:

۱۔ تعبدی باعتبار لغت تعبد کی طرف منسوب ہے۔

تعبد تعبد کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے، ”تعبد الرجل الرجل“: جب آدمی نے آدمی کو غلام بنالیا ہو یا اس کو غلام کی طرح کر دیا ہو۔

اور ”تعبد الله العبد بالطاعة“: اللہ نے بندہ سے طاعت چاہی یعنی اس سے عبادت کا مطالبہ کیا۔

لغت میں عبادت کے معنی ہیں: طاعت اور خضوع (فروتنی)، اور اسی سے ”طریق معبد“ ہے جب کثرت سے چلنے کی وجہ سے راستہ پامال و ہموار ہو گیا ہو۔

اور لغت میں تعبد، تذلل (عاجزی) کے لئے بھی آتا ہے، کہا جاتا ہے: ”تعبد فلان لفلان“، جب اس کے لئے فروتنی اور عاجزی اختیار کرے۔

تسک (عبادت کرنے) کے معنی میں بھی آتا ہے، کہا جاتا ہے: ”تعبد فلان لله تعالیٰ“ جب وہ اللہ کی عبادت کثرت سے کرے اور اس میں خشوع اور فروتنی ظاہر ہو جائے (۱)۔

اللہ کی طرف سے بندوں کے لئے تعبد: یہ ہے کہ ان کو عبادت وغیرہ امور کا مکلف بنائے، فقہاء اور اہل اصول اس معنی میں اس کو اکثر استعمال کرتے ہیں، جیسے ان کا قول: ہم خبر واحد اور قیاس پر

(۱) لسان العرب مادة ”عبد“۔

(۱) حاشیہ الدسوقی ۴/۳، المغنی لابن قدامہ ۵/۵۶۱، ابن عابدین ۱۳/۳۔

## تعبدی ۲-۵

عمل کرنے کے ”متعبد“ یعنی مکلف ہیں، اور کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ اپنے سے پہلے کی شریعتوں پر عمل کے متعبد یعنی مکلف تھے (۱)۔

۲- فقہاء اور اہل اصول کی اصطلاح میں تعبدیات کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے:

اول: عبادت و ریاضت کے اعمال (۲)، اس معنی میں اس کے احکام جاننے کے لئے ”عبادت“ کی اصطلاح کی طرف رجوع کیا جائے۔

دوم: وہ احکام شرعیہ جن کی مشروعیت کی کوئی حکمت سوائے محض تعبد کے یعنی ان کا مکلف بنائے جانے کے بندہ پر ظاہر نہ ہوتا کہ بندہ کی بندگی کا امتحان ہو، چنانچہ اطاعت کرے تو ثواب پائے، مانرمانی کرے تو سزا پائے۔

اور یہاں حکمت سے مراد بندہ کا مفاد ہے یعنی اس کی جان، آبرو، دین، مال، یا عقل کی محافظت، رہا اخروی مفاد جیسے اللہ کی جنت میں داخل ہونا اور اس کے عذاب سے چھٹکارا پانا تو یہ ہر حکم یا ممانعت پر بلیک کہنے کے ساتھ لازمی ہے، خواہ وہ تعبدی ہو یا غیر تعبدی۔

۳- تعبدیات کی تعریف میں مشہور یہی ہے، اور شاطبی نے اپنی ”الموافقات“ میں اس پر روشنی ڈالی ہے کہ حکم کی حکمت کبھی اجمالی طور سے معلوم ہوتی ہے، اور یہ چیز بعض وجوہ سے اس کے تعبدی ہونے سے اس کو اس وقت تک نہیں نکالتی جب تک خصوصی طور پر اس کی وجہ نہ سمجھ میں آجائے فرماتے ہیں: اسی میں سے نکاح میں مہر کا مطالبہ، ماکول اللحم جانور کے مخصوص محل میں ذبح کرنا، میراث کے متعین حصے، اور طلاق و وفات کی عدت میں مہینوں کی تعداد اور اس جیسے وہ امور

(۱) مسلم الشیوخ مطبوعہ جامعہ ”المستقیم“، القاهرة، الطبعة بولاق۔

(۲) الموافقات للشاطبی (شیخ عبد اللہ دراز کی تحقیق کے ساتھ المکتبۃ التجاریہ قاہرہ کے یونیورسٹی پبلیکیشن) ۳۲۸/۲۔

ہیں جن کی جزئی مسلمات سمجھنے میں عقلوں کا کوئی حصہ نہیں ہے کہ ان پر دوسری چیزوں کو قیاس کیا جائے، اس لئے کہ ہم اتنا جانتے ہیں کہ نکاح کی معتبر شرائط یعنی ولی، مہر اور اس جیسی چیزیں نکاح کو حرام کاری سے الگ کرنے کے لئے ہیں، اور میراث کے متعین حصے میت کے قرابت داروں کی ترتیب پر مرتب ہوتے ہیں، اور عدتوں و استبراءات سے مقصود اختلاط نسب کے خوف سے رحم (بچہ دانی) کی براءت کا معلوم کرنا ہے، لیکن یہ مجموعی امور ہیں، جیسے کہ فروتنی اور اللہ کی تعظیم عبادات کی مشروعیت کی علت ہیں، اور صرف اتنی حکمت و علت معلوم ہونے سے ان احکام پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہوگا، مثلاً یہ کہا جائے کہ جب نکاح اور حرام کاری کے درمیان مثال کے طور پر کچھ دوسرے امور سے فرق پیدا ہو جائے تو یہ شرطیں مشروط نہیں ہوں گی، اور جب براءت رحم کا علم ہو جائے تو اقراء (حیض یا طہر) اور مہینوں اور اس جیسی چیزوں سے عدت شروع نہ ہوگی (۱)۔

۴- فقہاء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ تعبدیات ہمارے لئے کسی ایسی حکمت سے مشروع ہیں جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ہم پر مخفی رکھی گئی ہے یا وہ ہرے سے کسی حکمت کے بغیر مشروع کی گئی ہیں، سوائے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مکلف کرنے اور ان سے طاعت چاہنے کے، تاکہ بندہ جو کچھ کر رہا ہے اس میں مصلحت کی صورت جانے بغیر مجرد امر و نہی سے اس کی طاعت کا امتحان لے، اس آقا کی طرح جو اپنے غلاموں کی جانچ کرنے کا ارادہ کرے کہ ان میں زیادہ مطیع کون ہے، اور ان کو کسی پتھر کے چھوٹنے کے لئے دوڑگانے کا یا دائے بانیں توچہ کرنے کا حکم دے جس میں مجرد طاعت کے علاوہ کوئی مصلحت نہ ہو۔

۵- ابن عابدین ”الحلیہ“ سے نقل کر کے لکھتے ہیں: اکثر علماء پہلے

(۱) الموافقات ۳/۳۰۸، ۳۱۸۔



## تعبیدی ۵

اہل فہم! (قانون) قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ اور اسی طرح کی آیات کا ذکر کیا ہے (۱)۔

ابن قیم بھی یہی نقطہ نظر اختیار کرنے والوں میں ہیں، وہ فرماتے ہیں: ایک جماعت کہتی ہے کہ عدت وفات محض تعبید ہے، یہ غلط ہے، اس لئے کہ شریعت میں ایک بھی حکم ایسا نہیں ہے جس کی کوئی وجہ اور کوئی حکمت نہ ہو، سمجھنے والا اس کو سمجھتا ہے اور جس پر مخفی رہنا ہے اس پر مخفی رہتا ہے (۲)، اور اس بات کو اور وسعت سے ثابت کیا اور فرمایا: اللہ نے سزائیں مشروع کیں، اور جنس و مقدار میں انہیں ان کے اسباب پر مرتب کر دیا کہ وہ غائب و حاضر کا جاننے والا احکم الحاکمین اور اعلم العالمین ہے، اور جو علم میں ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ماکون (جو ہوا اور جو ہوگا) کو جانتا ہے اور جس کا علم دقیق و جلیل (مرا چھوٹی بڑی چیز) پوشیدہ و ظاہر نیز جس کی خبر بشر کو دینا ممکن ہے اور جس کی خبر ان کو دینا ممکن نہیں ہے سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور یہ تخصیصات اور تقذیرات حکم کی وجوہات اور پسندیدہ مقاصد سے خارج نہیں ہیں، اسی طرح اس کے خلق میں واقع ہونے والی تخصیصات اور تقذیرات کا بھی معاملہ ہے، چنانچہ یہ اس کی مخلوق میں ہے اور وہ اس کے امر میں، دونوں ہی کا سرچشمہ اس کے علم و حکمت کا کمال اور ہر چیز کو اس کی اس جگہ میں رکھنا ہے جس کے لائق اس کے علاوہ کوئی جگہ نہیں ہے، اور جو صرف اسی محل کی متقاضی تھی، جیسے کہ قوت بصارت اور دیکھنے والی روشنی آنکھ میں، قوت سماعت کان میں، قوت شامہ ناک میں رکھی اور ہر حیوان اور غیر حیوان کو اس کے اعضاء، اشکال، صفات اور مقدار میں اسی چیز کے ساتھ مخصوص کیا جو اس کے لائق تھی اور جسے دینا بہتر تھا، چنانچہ اس کے اتقان اور مضبوطی کو عام

قول کی طرف گئے ہیں اور وہی قول قوی و راجح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا استقرار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام مصالح کو حاصل کرنے والے اور مفاسد کو دور کرنے والے ہیں (۱)۔

اسی طرح شاطبی نے اپنی ”الموافقات“ میں استقرار کو اس بات کی دلیل بنایا ہے کہ تمام احکام شرعیہ دنیا اور آخرت میں بندوں کی مصلحتوں سے معطل ہوتے ہیں، اور شاطبی نے فرمایا: معتزلہ اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ کے احکام بندوں کی مصلحتوں کی رعایت سے معطل ہیں، اور اسی کو اکثر فقہاء متأخرین نے اختیار کیا ہے، فرمایا: جب رازی احکام شرعیہ کے لئے علل کے اثبات پر مجبور ہو گئے تو انہوں نے اس کو اس طرح ثابت کیا کہ علل احکام کا پتہ دینے والی علامات ہیں، اور شاطبی نے جن اولہ کا استقرار کیا ہے ان میں سے وضو اور غسل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بھی ذکر کیا ہے: ”مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“ (۲) اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے اوپر کوئی تنگی ڈالے، بلکہ وہ (تو یہ) چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک صاف رکھے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکرگزار (کرو) اور روزے کے بارے میں ہے: ”كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ (۳) (تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ) اور قصاص کے بارے میں ہے: ”وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ (۴) (اور تمہارے لئے اے

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ۳۰۱ طبع اول بولاق ۱۲۷۲ھ۔

(۲) سورہ مائدہ ۵۔

(۳) سورہ بقرہ ۱۸۳۔

(۴) سورہ بقرہ ۱۷۹۔

(۱) الموافقات ۶/۳، ۷۔

(۲) اعلام المؤمنین ۸۶/۳۔

## تعبدی ۶

کر دیا، اور جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو آخری درجہ میں مضبوط اور آخری درجہ میں محکم بنایا تو اس کے امر کا غایت درجہ مضبوط ہونا زیادہ اولیٰ اور لائق ہے، اور خلق و امر میں اللہ تعالیٰ کی حکمت، اسی طرح اس کے اتقان اور حکمت و علم محض سے اس کے صدور سے ما واقف ہوا نفس الامر میں اس کے انکار کا جواز فراہم نہیں کرتا (۱)۔

اور اسی روش پر ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں شاہ ولی اللہ دہلوی چلے ہیں، انہوں نے فرمایا: دوسرے (آنے والے) قول کی تکذیب سنت اور قرآن مشہود لہا بالخیر کا اجماع کر رہے ہیں (۲)۔

۶- رہا دوسرا قول کہ کچھ احکام ایسے پائے جاتے ہیں اگرچہ بہت مادر عی سہی، جن کا مقصد محض تعبد و امتثال ہوتا ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ”وَيُضَعُّ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ“ (۳) (اور ان پر سے بوجھ اور قیدیں جو ان پر اب تک تھیں اتار دیتا ہے) کہ اللہ نے ہم سے پہلے لوگوں پر ان کے تعنت اور گروہ بندیوں کی وجہ سے ”بوجھ“ اور ”قیدیں“ ڈال رکھا تھا، جیسے کہ بنو اسرائیل پر لازم کر دیا کہ جس گائے کی قربانی کا ان کو حکم دیا ہے نہ وہ بوڑھی ہو نہ بالکل نوعمر“ اور یہ کہ وہ زرد ہو، ایسے ہی بعض ابتلاءات، طلب طاعت، امتثال اور اس کا عادی بنانے میں بڑی مصلحت ہوتی ہے، حکام اپنے مددگاروں اور متبعین کو اس کا عادی بناتے رہتے ہیں، اور اس میں مال کثیر صرف کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ ضرورت کے وقت کسی تردد کے بغیر احکام کی فوری تعمیل کریں، احکام کی مصلحت سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ کریں، اس بات پر اکتفا اور اعتماد کریں کہ ان کا حاکم احکام اور ان کی مصلحتوں کو ان سے زیادہ جاننے والا ہے، بلکہ طاعت و امتثال اور ان کی طرف جلدی کرنے کی مصلحت عی وہ اولین حکمت

ہے جو شریعت وضع کرنے سے بلکہ تخلیق (جن و انس) سے مقصود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ (۱) (اور میں نے توجنات اور انسان کو پیدا ہی اس غرض سے کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں)، اور فرمایا: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُتْلَوْنَ كُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ كَنَالَهُ أَيْدِيكُمْ وَرَمَاهُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ“ (۲) (اے ایمان والو! اللہ تمہیں آزمائے گا قدرے شکار سے جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں تاکہ اللہ معلوم کر لے کہ کون شخص اس سے بے دیکھے ڈرتا ہے) اور فرمایا: ”وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ“ (۳) (اور ہم ضرورت تمہاری آزمائش کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور تم میں سے ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کر لیں اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کر لیں) اور فرمایا: ”وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ“ (۴) (اور جس قبلہ پر آپ (اب تک) تھے اسے تو ہم نے اسی لئے رکھا تھا کہ ہم پہچان لیں رسول کا اتباع کرنے والوں کو الٹے پاؤں واپس چلے جانے والوں سے)۔

لیکن اللہ نے شریعت اسلام میں ہم پر یہ فضل فرمایا کہ اس نے ابتلاء کی مصلحت کے ساتھ ساتھ اکثر احکام بندوں کی مصلحت کی رعایت کرنے والے مقرر فرمائے، لیکن یہ ایسے احکام کے وجود سے مانع نہیں ہے جن میں اس کی رعایت نہ ہو، بلکہ اس میں خاص طور سے ابتلاء مقصود ہو اور یہ بہت مادر ہے۔

(۱) سورۃ ذاریات ۵۶۔

(۲) سورۃ مائدہ ۹۳۔

(۳) سورۃ محمد ۳۱۔

(۴) سورۃ بقرہ ۱۴۳۔

(۱) اعلام المؤمنین ۲/۱۲۰۔

(۲) حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۱۔

(۳) سورۃ اعراف ۱۵۷۔

## تعبدی ۷-۸

اور دوسرے قول کے مطابق ان کی آزمائش ایسی چیز سے کی ہے جس میں ثواب کے علاوہ سرے سے کوئی مصلحت نہیں ہے۔

متعلقہ الفاظ:

الف- عبادت:

۸- عبادت کی اصل طاعت اور خضوع ہے اور عبادات کی کئی قسمیں ہیں: انہیں میں نماز، زکاۃ، روزہ اور حج ہیں، ان میں سے بہت سی عبادات معقول المعنی ہیں جن کی حکمت شریعت نے بیان کر دی ہے یا فقہاء نے اس کا استنباط کر لیا ہے، اسی میں سے نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ“<sup>(۱)</sup> (اور نماز کی پابندی رکھئے، بیشک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی رہتی ہے) اور حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ“<sup>(۲)</sup> (تاکہ اپنے فوائد کے لئے آمو جو ہوں)، اور رمضان کے درمیان سفر میں افطار کی رخصت کی حکمت میں فقہاء کا قول ہے کہ ”وہ دفع مشقت ہے“ لہذا ان میں سے کوئی چیز تعبدی نہیں ہے، اور عبادات کے بعض احکام غیر معقول المعنی ہیں، لہذا وہ تعبدی ہوں گے، جیسے رمی جمار کا سات سات ہونا۔

اور تعبدیات غیر عبادات میں بھی ہوتی ہیں مثلاً اس باندی کا استبراء (براءت رحم طلب کرنا) جس کو اس کے بیچنے والے نے مجلس بیع عی میں خرید لیا ہو اور اس کے پاس قبل اس کے کہ خریدار باندی کو لے کر غائب ہوتا فتح یا قالد کے ذریعہ لوٹ آئی ہو<sup>(۳)</sup>۔

(۱) سورۃ النکبوت ۲۵۔

(۲) سورۃ الحج ۲۸۔

(۳) المغنی شرح مختصر الخرقی ۷/۵۱۲، ۵۱۳ طبع سوم قاہرہ، دارالمنار ۱۳۶۷ھ، شرح جمع الجوامع ۲/۲۸۰ مصنفی المجلس ۱۳۵۶ھ ۲/۲۸۰۔

اس کے بارے میں غزالیؒ فرماتے ہیں: یہ بات معلوم ہے کہ شریعت کی عادت بجائے جامد تحکیمات کے (حکم کو) مناسب معانی (علل) کے تابع بنانے کی ہے اور یہ شریعت کی غالب عادت ہے، فرماتے ہیں: شارح کے تصرفات کو حکم یا ایسے مجہول پر محمول کرنا جو غیر معروف ہو، ایک طرح کی ضرورت ہے جس کی طرف عاجزی کے وقت رجوع کیا جاتا ہے فرمایا: جو احکام مخلوق کے مصالح سے متعلق ہوتے ہیں جیسے شادیاں، معاملات، جنایات، ضمانات اور عبادات کے علاوہ بقیہ احکام تو ان میں تحکیم شاذ و نادر ہوتا ہے، رہیں عبادات اور تقدیرات (مقداروں کی تعیین) تو ان میں تحکیم (بغیر علت کے حکم دینا) غالب اور (حکم کو) معنی (علت) کے تابع بنانا نادر ہوتا ہے<sup>(۱)</sup>۔

اس کی صراحت شیخ عز الدین عبدالعزیز بن عبدالاسلام نے اپنے ”قواعد“ میں کی اور فرمایا: تعبدات کا جلب مصالح (تحصیل منافع) اور درء مفاسد (دفع مفاسد) سے خالی ہونا جائز ہے، پھر اس پر سوائے مصلحت ثواب کے کسی اور مصلحت کی تحصیل کے بغیر اور سوائے مفرمانی کے مفسدہ کے کسی اور مفسدہ کو دفع کئے بغیر طاعت اور اذعان (فرماں برداری، انقیاد) کی بنا پر ثواب واقع ہوگا۔“

۷- پہلے قول کے مطابق تعبیدی کی حکمت کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اور اس پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو باخبر نہیں کیا ہے، اور نفس الامر میں اس میں مصلحت ثابت ہونے کے باوجود اس پر مطلع ہونے کا کوئی طریقہ نہیں بنایا ہے، اسے آزمائش اور امتحان کے لئے ان سے مخفی رکھا ہے کہ آیا مصلحت کا پہلو جانے بغیر امتثال اور اطاعت کرتے ہیں یا خود اپنی مصلحت کی اتباع میں مفرمانی کرتے ہیں؟

(۱) قواعد الاحکام فی مصالح الامام ۱۸/۱۸، القلم، المکتبۃ التجاریہ۔



## تعبدی ۹-۱۰

ب-حق اللہ:

۹- بہت سے احکام کے متعلق کبھی کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ہے جیسے نماز، روزہ اور تمام عبادات اور جیسے چوری کی سزا، زنا کی سزا اور ان میں سے بہت سے احکام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ انسان کے حق کے لئے ہے، جیسے قصاص، حد قذف، دین اور ضمانات اور کبھی یہ گمان کر لیا جاتا ہے کہ ان میں سے وہ تمام جو اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ہیں تعبدی ہیں، (یہ بات درست نہیں ہے) بلکہ (اللہ تعالیٰ کے حق سے) مراد یہ ہے کہ بندوں کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہے، اور کسی کے لئے بھی ان کا ساتھ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ جب بھی اس کا سبب پایا جائے اور اس کے وجوب یا تحریم کی شرائط پائی جائیں، اس کا مانڈ کرنا بندوں کے لئے ضروری ہوگا (۱)، اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ہیں وہ تمام ہی تعبدی نہیں ہیں، بلکہ تعبدی اس صورت میں ہوں گے جب اس میں حکمت کا پہلو مخفی ہو، اور غیر تعبدی (بھی) ہوں گے، اور یہ اس صورت میں ہوگا جب اس کی حکمت ظاہر ہوگی۔

مثلاً طبی کہتے ہیں: وہ حکمتیں جن کا استخراج غیر معقول المعنی خاص طور سے تعبدیات کے لئے کیا جاتا ہے جیسے وضو کا مخصوص اعضاء کے ساتھ مخصوص ہونا اور اس ہیئت یعنی رفع یدین، قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ نماز اور اس کا بجائے بعض شکلوں کے بعض شکلوں پر ہونا، روزہ کا بجائے رات کے دن سے مخصوص ہونا اور نماز کے اوقات کا دن اور رات کے دوسرے اوقات کو چھوڑ کر ان معینہ اوقات سے متعین کر دینا، حج کا مخصوص مسجد کی جانب متعین مقامات میں ان معروف اعمال کے ساتھ مخصوص ہونا اور اسی جیسے وہ اعمال جن کی طرف کسی بھی طرح عقل راہ نہیں پاسکتی، نہ ہی اس کے قریب پھٹک

سکتی ہے، بعض لوگ آتے ہیں اور ان کی حکمتیں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ گمان کرتے ہوئے کہ ان اوضاع سے شارع کا مقصود وہی ہیں، یہ سب ایسے ظن و تخمین پر مبنی ہوتی ہیں جو اپنے باب میں عام نہیں ہیں، نہ ہی اس پر کوئی عمل مبنی ہوتا ہے بلکہ یہ شاذ امور کے سننے کے بعد تعلیل کرنے کی طرح ہے، اس لئے کہ اس نے اپنے اس دعویٰ میں جس کا ہمیں علم نہیں ہے، نہ اس پر ہماری کوئی دلیل ہے، شریعت پر ظلم کیا ہے (۱)۔

ج- ناقص علت کے ذریعہ تعلیل:

۱۰- چونکہ تعبدیات کا حکم یہ ہے کہ اس پر قیاس نہیں کیا جاتا اسی لئے کبھی کبھار ناقص علت کے ذریعہ جس حکم کی تعلیل کی گئی ہو وہ اس سے مشتبه ہو جاتا ہے، اس لئے کہ اس پر بھی قیاس نہیں کیا جاتا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ تعبدی کی کوئی علت ظاہر نہیں ہوتی، لہذا اس پر قیاس کرنا ممنوع ہوتا ہے، اس لئے کہ قیاس علت معلوم ہونے ہی پر ہو سکتا ہے، رہا علت ناقصہ سے معلل حکم تو اس کی علت معلوم ہوتی ہے، لیکن وہ اپنے محل سے تجاوز نہیں کرتی ہے، کیونکہ اصل کے علاوہ کسی دوسری چیز میں اس کا وجود معلوم نہیں ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا (۲) اور یہ حکم ان کے ساتھ مخصوص ہے، اور اس کی علت اور وصف یہ ہے کہ وہ پہلے شخص تھے جن کو تنبیہ ہوا تھا، اور انہوں نے اس متعین واقعہ میں آپ ﷺ کی عمومی تصدیق کے تقاضا کے تحت نبی کریم ﷺ کی تصدیق اور آپ ﷺ کے حق میں شہادت کے لئے سبقت کی تھی، اور اولیت ایسا وصف ہے جو بار

(۱) الموافقات ۸/۸۰۔

(۲) حدیث: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَعَلَ شَهَادَةَ خَزِيمَةَ بْنِ ثَابِتٍ....." کی

روایت بخاری (الفتح ۲۱/۶ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۱) الموافقات ۲/۳۱۸۔

## تعبدی ۱۱-۱۳

بار نہیں ہوتا، لہذا یہ انہیں کے ساتھ مخصوص ہو گیا<sup>(۱)</sup> تو یہ تعبدی نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی علت معلوم ہے۔

و- قیاس کے طریقوں سے ہٹا ہوا معاملہ:

۱۱- جو حکم مخالف قیاس ہو کبھی وہ غیر معقول المعنی ہوتا ہے جیسے نو عورتوں سے نکاح کرنے کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی تخصیص اور ابو بردہ ہانی بن دینار کے حق میں قربانی میں بکری کے بچہ کا کافی ہونا<sup>(۲)</sup> اور جیسے تعدد رکعات کی تحدید۔

اور کبھی معقول المعنی ہوتا ہے جیسے اندازہ سے کھجور کی بیج کھجور سے کرنے کی ممانعت سے ”بیج عریا“ کا استثناء کرنا<sup>(۳)</sup>۔

ھ- ایسا حکم جس کی علت کی صراحت کی گئی ہو:

۱۲- شاطبی نے ذکر کیا ہے کہ جن کی علت معلوم ہو ان میں سے بعض کبھی تعبدی ہوتے ہیں، فرمایا: صاحب شریعت کی طرف سے ہمارے لئے ظاہر ہوا ہے کہ مکلف بنانے میں مصالح و موانع کے ہیں:

ایک وہ جن کی معرفت استدلال کے معروف طریقوں جیسے اجماع، نص، سبر، اشارہ اور مناسبت وغیرہ کے ذریعہ ممکن ہو، اور یہی وہ غالب قسم ہے جس کے ذریعہ ہم علت بیان کرتے ہیں، اور کہتے

(۱) المستند لابن الحسین البصری ۲/۸۰۲ دمشق، المصنف لفرنی ۱۳۸۳ھ، اعلام الموقعین لابن القیم ۲/۱۳۶ بیروت دار الفکر، شرح مسلم الشبوت ۲/۲۵۱، المستملی ۲/۳۳۵۔

(۲) حدیث: ”جزاء العناق فی الضحیة فی حق ابی بردة...“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۰/۱۳ طبع استغیہ) نے اسی کے مثل تخلیق کی ہے اور مسلم (۳/۱۵۵۳ طبع دار عینی لکھنؤ) اور نسائی (۷/۲۲۲ طبع دار الکتاب) نے اس کو موصولاً ذکر کیا ہے۔

(۳) المستملی للقرطبی ۲/۳۲۹، ۳۲۷۔

ہیں کہ احکام اسی کے لئے مشروع ہوئے ہیں۔

دوسری وہ جن کی طرف ان معبود راستوں سے پہنچنا ممکن ہے، اور وحی کے بغیر ان پر مطلع نہیں ہوا جاسکتا ہے جیسے وہ احکام جن کے بارے میں شارع نے بتلایا ہے کہ وہ سرسبزی و شادابی، کثادگی اور عظمت اسلام کے قیام کے اسباب ہیں، جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے سیاق میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ”فَقُلْتُ: اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا، يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا، وَ يُنْزِلُكُمْ بِأَمْوَالٍ وَ بَنِينَ وَ يُجْعَلُ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَ يُجْعَلُ لَكُمْ أَنْهَارًا“<sup>(۱)</sup> (چنانچہ میں نے کہا: اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو، بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر کثرت سے بارش بھیجے گا اور تمہارے مال و اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے دریا بہا دے گا)، چنانچہ استغفار کے بارش اور سرسبزی کا سبب ہونے کی وجہ صرف وحی کے ذریعہ جانی جاسکتی ہے، اسی لئے اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا، چنانچہ مثلاً استغفار کا حصول علم اور جسموں کی قوت کا سبب ہونا نہیں جانا جاسکتا، لہذا اس علت کی بنا پر قیاس کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور وہ تعبید محض پر موقوف ہوگی، اسی لئے اس سے معلل حکم کو اختیار کرنا تعبدی ہوگا، اور یہاں تعبید کا مفہوم شارع کی مقرر کردہ حد پر رک جانا ہے<sup>(۲)</sup>۔

تعبدیات کی مشروعیت کی حکمت:

۱۳- تعبدی احکام کو مشروع کرنے کی حکمت امتثال کا مطالبہ کرنا اور طاعت و بندگی کا امتحان لینا ہے، اس کی تعبیری جہار کے اسرار کے بیان میں غزالی نے اپنے اس قول سے کی ہے: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر کچھ ایسے اعمال مقرر کئے ہیں جن سے نفوس مانوس نہیں ہیں، اور

(۱) سورہ نوح ۱۱۔

(۲) الموافقات ۲/۳۱۳۔

## تعبدی ۱۴

جب اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ مخلوق کی نجات ان کی طبیعتوں کی خواہشات کے برخلاف اعمال سے مربوط ہو، اور ان کی لگام شریعت کے ہاتھ میں ہو، اور وہ اپنے اعمال میں اطاعت کے طریق اور بندگی کے مطالبہ کے تقاضا کے مطابق کام کرتے ہوں تو جن احکام کی حکمتیں معلوم نہیں ہوتیں وہ ترکیہ نفوس، نیز طبائع اور اخلاق کو ان کے مقتضا سے مطالبہ عبدیت کی طرف پھیرنے میں دوسرے تعبدی احکام کے مقابلہ میں زیادہ مؤثر ہیں (۱)۔

### تعبدی کی معرفت کے راستے:

۱۴- معتبر طرق میں سے کسی طریق سے علت بیان کرنے سے بجز کے علاوہ تعبديات کو دوسرے معلل احکام سے ممیز کرنے کی کوئی اور صورت معروف نہیں ہے، جیسا کہ علم اصول کے مباحث قیاس میں جانا جاتا ہے، اسی لئے ابن عابدین کہتے ہیں: اللہ نے جو کچھ مشروع کیا ہے اگر ہم پر اس کی حکمت ظاہر ہو جائے تو کہیں گے کہ یہ معقول المعنی ہے، ورنہ کہیں گے کہ یہ تعبدی ہے (۲) اور امام غزالی کا وہ کلام جو ابھی ابھی گزر رہا ہے اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ تعبید کی طرف رجوع کرنا ایک طرح کی ضرورت ہے جس کی طرف عاجزی کے وقت رجوع کیا جاتا ہے (۳)۔

اسی وجہ سے بعض احکام کو تعبدی یا معقول المعنی قرار دینے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہو گئے ہیں، تو جس کو بعض فقہاء تعبدی سمجھتے ہیں دوسرے بعض اس کو ایسے مصالح سے معلل سمجھتے ہیں جن کے بارے میں ان کا ظن غالب ہے کہ شریعت نے ان احکام میں ان مصالح کو ملحوظ رکھا ہے، اسی میں سے یہ ہے کہ صاحب "الدر المختار"

(۱) احیاء علوم الدین، الطبعة التجاریہ ۱/۲۷۴۔

(۲) رد المحتار ۱/۳۰۱۔

(۳) شفاء العلیل ۱/۲۰۰۔

مقلید ان کے معافی کی طرف راہ نہیں پاتی ہیں، جیسے پتھروں سے رمی جمار کرنا اور بار بار صفا اور مروہ کے درمیان آنا جانا، اور ان جیسے اعمال سے غلامی اور بندگی کا کمال ظاہر ہوتا ہے، اس لئے کہ زکاۃ ایک ارفاق (نافدہ پہنچانا) ہے اور اس کا سبب قائل فہم ہے اور عقل کا اس کی طرف رجحان ہے، روزہ اس شہوت کا توڑ ڈالنا ہے جو اللہ کے دشمن کا ہتھیار ہے اور مشغولیات سے رک کر عبادت کے لئے فارغ ہو جانا ہے، اور نماز میں رکوع اور سجدہ کرنا ایسے انعال کے ذریعہ اللہ سے تواضع کرنا ہے جو تواضع والے انعال ہیں اور قلوب اللہ عزوجل کی تعظیم سے مانوس ہیں، رہا سعی کا تعدد، رمی جمار اور اس جیسے اعمال تو اس میں نفوس کا کوئی حصہ ہے، نہ ظہرت کو اس سے کوئی اہمیت ہے، نہ ہی عقلیں ان کی حکمتوں کو پا سکتی ہیں، لہذا اس کا اقدام کرنے کا اس کے سوا کوئی محرک نہیں ہے کہ اللہ یا اس کے رسول کا حکم ہے، لہذا اس کا بجالانا ضروری ہے، اور یہاں پر عقل کو اس کے تصرف سے علاحدہ کرنا اور نفس و طبیعت کو اس کے محل اہمیت سے پھیرنا ہے، اس لئے کہ ہر وہ چیز جس کے معنی کا ادراک عقل کرے، طبیعت کا اس کی طرف کچھ میلان ہو جاتا ہے اور یہ میلان تعمیل حکم میں مدد کرنے والا اور امر کے ساتھ ساتھ فعل پر ابھارنے والا ہو جاتا ہے، چنانچہ اس سے غلامی اور انقیاد کا کمال ظاہر نہیں ہوتا، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے خصوصی طور پر حج کے متعلق فرمایا: "لبیک بحجة حقاً، تعبداً ورفاً" (۱) لبیک (حاضر ہوں) باعتبار تعبید اور بندگی کے صحیح حج کے ساتھ (اور یہ بات نہ نماز کے متعلق فرمائی نہ غیر نماز کے متعلق)۔

(۱) حدیث: "لبیک حجاً حقاً، تعبداً ورفاً" کی روایت بزار (کشف الاستار ۲/۱۳ طبع مؤسسۃ الرسالہ) نے کی ہے اور اس کا ذکر مرغوعا اور مستوفیٰ کیا ہے ابن حجر کہتے ہیں: دار قطنی نے "احلل" میں اس کے متعلق اختلاف نقل کیا ہے اور اپنی سند کے ساتھ اسے مرغوعا نقل کیا ہے اور وقف کو راجع قرار دیا ہے (الخصیص الخیر ۲/۲۳۰ طبع المکتبۃ الاشرفیہ)۔



## تعبدی ۱۵

فرماتے ہیں: سجود کی تکرار تعبدی معاملہ ہے، یعنی ابتلاء کو محقق کرنے کے لئے اس کا سبب غیر معقول ہے، اور ابن عابدین کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ ان کو شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے دو کی تعداد میں مقرر کیا گیا ہے کہ اسے ایک مرتبہ سجدہ کا حکم ہوا، اور اس نے سجدہ نہیں کیا اور ہم دوسرے مرتبہ سجدہ کرتے ہیں (۱)۔

اور حائض کی طلاق کا بدی ہونا کہا گیا کہ تعبدی ہے، درودیر کہتے ہیں: اصح یہ ہے کہ اس کی علت عدت کو طویل کرنا ہے، کیونکہ عدت کا آغاز حیض کے بعد کے طہر سے ہوگا (۲)۔

صفا و مروہ کے درمیان سعی اور رمی جمار کو فقہاء غیر معقول المعنی کی مثال میں پیش کرتے ہیں، جیسا کہ غزالی کے حوالے سے گزر چکا ہے، لیکن بعض علماء اس کی نیز اس جیسے ان مناسک کی علت بیان کرتے ہیں جن کو بعض صالحین کے اعمال کے مطابق وضع کیا گیا ہے، جیسے کہ سعی جس کو کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان اسماعیل علیہ السلام کی ماں کے دوڑنے کے انداز پر کیا گیا ہے، تقی الدین بن دینق العید فرماتے ہیں: اس میں اسلاف کرام کے گزشتہ واقعات کو یاد کرنے کی حکمت ہے، اور ان کو یاد کرنے کی تہہ میں کچھ دینی مسکحتیں ہیں، اس لئے کہ ان میں سے بہت سے اعمال کے دوران واضح ہوتا ہے کہ وہ لوگ کس قدر اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کرتے تھے، اس کی طرف سبقت کرتے تھے اور جانیں کھپا دیتے تھے، اس سے ہم پر ظاہر ہوتا ہے کہ حج میں واقع ہونے والے بہت سے اعمال جن کو ”تعبد“ کہا جاتا ہے، وہ ایسے نہیں ہیں جیسا کہ انہیں کہا جاتا ہے، کیا نہیں دیکھتے کہ جب ہم انہیں کرتے ہیں اور ان کے اسباب کو یاد کرتے ہیں، اس سے ہم کو پہلوں کی تعظیم کا اور اللہ کے حکم کی پیروی میں

مشقتوں کے برداشت کرنے میں وہ جس مقام پر تھے، اس کا حصول ہوتا ہے، اس کو یاد کرنے سے ہم میں اسی طرح کے اعمال کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور ہمارے دلوں میں پہلوں کی عظمت جانشین ہوتی ہے اور یہ ایک معقول معنی ہے، پھر بیان کیا ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی حضرت ہاجرہ علیہ السلام کے فعل کی اقتداء ہے، اور رمی جمار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل کی اقتداء ہے، اس لئے کہ آپ نے اس جگہ اہلس کو نکٹریاں ماری تھیں (۱)۔

اور ابن القیم نے ”اعلام المؤمنین“ میں اپنے شیخ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جیسا کہ گزر چکا ہے، یہ رائے اختیار کی ہے کہ شریعت میں محض تعبد نہیں ہے۔ اور جس کے بارے میں بھی کہا گیا کہ وہ مخالف قیاس ہے، اس کا رد کیا جیسے فقہ مصراتہ میں واپس کردہ جانور کے دودھ کے بدلے میں ایک صاع مقرر کرنا یا یہ کہا گیا ہے کہ شریعت نے مساوی صورتوں کے حکم میں فرق کر دیا ہے مثلاً بچی کے پیٹاب میں دھلنے کا حکم دیا ہے اور بچے کے پیٹاب میں پانی چھڑکنے کا حکم دیا ہے، یا یہ کہا گیا ہے کہ شریعت نے دو الگ الگ صورتوں کا حکم ایک کر دیا ہے مثلاً خطا اور عمد میں برآمد ضامن واجب کیا ہے تو جس میں بھی یہ بات کہی گئی اس کی انہوں نے علت بیان کی، اور اس میں حکمت کی وجہ نیز یہ بات بیان کی ہے کہ اس کی علت معقول ہے، موافق قیاس ہے، اس کے مخالف نہیں ہے اور اس پر طویل بحث کی ہے (۲)۔

تعبدیات کہاں ہوتی ہیں؟ اس کی کچھ مثالیں:

۱۵۔ بعض اہل اصول نے بیان کیا ہے کہ تعبدیات زیادہ تر اصول عبادات میں ہوتی ہیں جیسے نماز، روزہ یا اعتکاف کی اصل کی مشروعیت

(۱) احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام لابن دینق العید ۲/ ۵۷۔

(۲) اعلام المؤمنین ۲/ ۵۰، ۵۱، ۵۲۔

(۱) الدرر وحاشیہ ابن عابدین ۱/ ۳۰۰۔

(۲) المشرع المصغر علی مختصر فہرست ۵۳۹/ ۲، مہرہ طبع دار المعارف۔

## تعبدی ۱۶

اور ان کے اسباب مقرر کرنے میں جیسے نماز ظہر کے لئے زوال شمس کو اور نماز مغرب کے لئے غروب شمس کو سبب مقرر کرنا اور حدود اور کفارات میں اور عددی تقذیرات میں عام طور پر تعبدیات ہوتی ہیں، جیسے تعداد رکعات کی تحدید، حدود میں کوڑوں کی تعداد کی تحدید اور گواہوں کی تعداد کی تحدید۔

شاطبی نے عادات کے اندر اس کے وقوع کی مثالوں میں نکاح میں مہر طلب کرنے، ذبح کو مخصوص محل سے خاص کرنے، میراث میں مقررہ حصوں اور عدت طلاق اور عدت وفات میں مہینوں کی تعداد کو بیان کیا ہے (۱)۔

حنابلہ کے یہاں اس کی مثالوں میں سے یہ حدیث بھی ہے: ”نہی النبی ﷺ أن يتوضأ الرجل بفضل طهور المرأة“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مرد عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے)۔ صاحب ”المغنی“ کہتے ہیں: مرد کو عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی کے استعمال سے روکنا تعبدی اور غیر معقول ہے، امام احمد نے اس کی صراحت کی ہے، اسی لئے اس عورت کے سوا دوسری عورت کے لئے حدیث سے پاکی حاصل کرنے اور نجاست کو دھونے وغیرہ میں اس پانی سے پاکی حاصل کرنا مباح ہوگا، اس لئے کہ نبی مرد کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے معنی غیر معقول ہیں، لہذا اس کو محل نبی میں محدود رکھنا واجب ہوگا اور کیا مرد کے لئے اس سے نجاست کو دھونا جائز ہوگا؟ اس میں دو نقطہ نظر ہیں:

ایک: یہ کہ ناجائز ہے، فاضل کا قول یہی ہے۔

دوسرا: یہ کہ جائز ہے اور یہی صحیح ہے، اس لئے کہ یہ پانی عورت کو حدث اور نجاست سے پاک کرتا ہے، لہذا جب مرد نجاست کو دھوئے تو تمام پانیوں کی طرح یہ بھی نجاست کو زائل کر دے گا اور حدیث کی علت غیر معقول ہے، لہذا جس کے لئے اس کا لفظ وارد ہوا ہے (یعنی حدیث سے پاکی حاصل کرنا، نہ کہ کچھ اور) اسی تک حکم محدود رہے گا (۱)۔

تعلیل اور تعبد کے اعتبار سے احکام میں اصل:

۱۶- اہل اصول کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا احکام میں اصل تعلیل ہے یا عدم تعلیل؟ چنانچہ بعض پہلے کی طرف گئے ہیں، لہذا دلیل کے بغیر احکام کو معطل نہیں کیا جائے گا، ان کا کہنا ہے کہ نص اپنے صیغہ سے حکم ثابت کرتی ہے، نہ کہ علت سے، امام شافعی کی طرف منسوب ہے کہ اصل کسی وصف سے معطل کرنا ہے، لیکن کوئی ایسی دلیل ضروری ہوگی جو اس وصف کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہو، ”تلوٹح“ میں فرماتے ہیں: اصحاب شافعی کے درمیان مشہور یہ ہے کہ احکام میں اصل تعبد ہے نہ کہ تعلیل فرمایا: اور مختار یہ ہے کہ نصوص میں اصل تعلیل ہے اور صحت قیاس کے لئے ایسی دلیل ضروری ہے جو اس وصف کو جو کہ علت ہے، ممیز کر سکے، اور اس کے ساتھ ہی تعلیل اور تمیز سے پہلے کسی ایسی دلیل کا ہونا ضروری ہے جو اس پر دلالت کرتی ہو کہ یہ حکم جس کی علت نکالنے کا ارادہ ہے، فی الجملہ معطل ہے (۲)۔

اور شاطبی اس طرف گئے ہیں کہ اس کے بارے میں عبادات اور معاملات کے درمیان معاملہ مختلف ہوتا ہے فرمایا: مکلف کے لئے

(۱) الموافقات للشاطبی ۲/۳۰۷، ۳۰۸، شرح جمع الجوامع ۲/۲۰۶۔

(۲) حدیث: ”نہی النبی أن يتوضأ بفضل...“ کی روایت امام احمد (۶۹/۵ طبع المکتب الاسلامی) اور ابوداؤد (۶۳/۱ طبع عبید الدعاس) نے کی ہے ابن حجر کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے (سبل السلام ۲/۹۱ طبع دار الکتاب العربی)۔

(۱) المغنی ۲/۱۶۱ طبع سوم۔

(۲) شرح ابن نجیم علی التوضیح لرد المحتار فی ۶/۳۷۲ طبع الخیر بشفاء التعلیل للقرنی ۲/۲۰۰۔

## تعبیدی ۱۷-۱۸

عبادات میں اصل تعبد ہے نہ کہ معافی کی طرف التفات اور عادات میں اصل معافی کی طرف التفات ہے۔

۱۷- عبادات میں تعبد کے اصل ہونے پر دلالت کرنے والے چند امور ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

استقراء، چنانچہ نمازیں مخصوص بینیتوں پر مخصوص افعال کے ساتھ خاص ہیں، اگر ان سے نکل جائیں تو عبادات نہیں ہوں گی، اور ہم نے کسی ہیئت میں ذکر کو مطلوب اور دوسری ہیئت میں غیر مطلوب پایا، اور حدیث سے طہارت پاک پانی کے ساتھ مخصوص ہے، اگرچہ دوسرے سے نظافت ممکن ہو، اور تنیم (حالانکہ اس میں حسی نظافت نہیں ہے) پاک پانی سے طہارت حاصل کرنے کے قائم مقام ہو جاتا ہے، اور اسی طرح دوسری عبادات جیسے روزہ اور حج وغیرہ ہیں، اور تعبد کی عمومی حکمت ہم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت سمجھی ہے، اور اتنی ہی بات سے کوئی مخصوص علت نہیں معلوم ہو پاتی جس سے کوئی حکم خاص سمجھا جائے، تو ہم نے جان لیا کہ اس محدود سے اولین مقصود شرعی اللہ تعالیٰ کے لئے تعبد ہے، اور اس کے علاوہ شرعی غیر مقصود ہے۔

اسی میں سے یہ بھی ہے کہ محدود اور غیر محدود کے ساتھ تعبد میں اگر توسع کرنا مقصود ہوتا تو شریعت اس پر کوئی واضح دلیل ضرور مقرر کرتی، اور جب ہم نے اس کو اس طرح نہیں پایا، بلکہ اس کے خلاف پایا تو معلوم یہ ہوا کہ مقصود اسی محدود تک توقف کرنا ہے الا یہ کہ کسی نص یا اجماع کے ذریعہ بعض صورتوں کا معنی مقصود واضح ہو جائے تو اس کی اتباع کرنے والے پر کوئی ملامت نہ ہوگی، لیکن یہ کم ہے، لہذا اصل نہیں ہے، اصل تو وہ ہوتا ہے جو باب میں عام اور اس مقام میں غالب ہو۔

۱۸- پھر شاطبی کہتے ہیں: عادات میں معافی کی طرف التفات کا اصل ہونا چند وجوہ سے ہے:

اول: استقراء، چنانچہ ایک ہی چیز کو ہم دیکھتے ہیں کہ اس حالت میں ممنوع ہوتی ہے جب اس میں کوئی مصلحت نہ ہو، پھر جب مصلحت ہوتی ہے تو جائز ہو جاتی ہے جیسے کسی اجل (آئندہ کی کوئی مدت) تک کے لئے درہم کا درہم سے تبادلہ بیع میں ممنوع ہے اور قرض میں جائز ہے، اور جیسے ایک جنس کے ترکیبی بیع اس کے خشک سے کرنا، اس وقت ممنوع ہے جب اس میں بغیر کسی مصلحت کے صرف غرر اور سود ہو، اور جب اس میں کوئی رائج مصلحت ہو تو جائز ہے جیسا کہ عریا کے کھجور کی بیع کھجور سے کرنا، لوگوں پر توسع کرتے ہوئے جائز قرار دیا گیا اور اس لئے کہ نصوص نے عادات کے احکام کی تعلیل مصلحت سے کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے: "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ" (۱) (اور تمہارے لئے اے اہل فہم! (قانون) قصاص میں زندگی ہے) اور تحریم خمر (شراب کی حرمت) کی آیت میں ہے: "إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، وَيَصْذَكُمُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ، فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ" (۲) (شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ تمہارے آپس میں دشمنی اور کینہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، سو اب بھی تم باز آؤ گے) اور ایک حدیث میں ہے: "لَا يَقْضِي الْقَاضِي بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضَبَانِ" (۳) (قاضی دو آدمیوں کے درمیان اس حال میں فیصلہ نہ کرے کہ وہ غصہ میں ہو) اور اسی طرح کی مثالیں۔

(۱) سورہ بقرہ ۱۷۹۔

(۲) سورہ مائدہ ۹۱۔

(۳) حدیث: "لَا يَقْضِي الْقَاضِي بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضَبَانِ" کی روایت امام بخاری (فتح الباری ۱۳۶/۱۳ طبع استنبی) نے "لَا يَقْضِي" (مہرگز فیصلہ نہ کرے) کے الفاظ کے ساتھ کی ہے اور اس باب کے الفاظ ابن ماجہ (۷۷۶/۲ طبع عیسیٰ الحلی) کے ہیں۔



## تعبدی ۱۹

دوم: یہ کہ عادات میں اللہ تعالیٰ نے جس (وصف) مناسب سے تعلیل کی ہے ان کے اکثر کو جب عقول پر پیش کیا جاتا ہے تو اس کو عقولوں کے ذریعہ قبولیت حاصل ہو جاتی ہے، تو ہم نے اس سے سمجھ لیا کہ شارع کا مقصد معانی کا تابع بنانا ہے، نہ کہ نصوص پر توقف کرنا، برخلاف عبادات کے کہ اس میں اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے، اسی لئے امام مالکؒ نے توسع اختیار کیا اور مصالح مرسلہ اور احسان کے قائل ہوئے۔

سوم: یہ کہ عادات کے معاملات میں معانی کی طرف توجہ کرنا فترات (دوبیوں کے درمیانی دور) میں بھی معلوم تھا اور عقلاً اس پر اعتماد کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے مصالح انہیں کے ذریعہ چلتے تھے، اس میں فلسفیانہ حکمت والے اور دوسرے برابر تھے، البتہ تفصیلات میں ان لوگوں نے فی الجملہ کوتاہی کی تو مکارم اخلاق کے اتمام کے لئے شریعت آئی، اسی وجہ سے شریعت نے ان احکام کے ایک حصہ کو باقی رکھا جو جاہلیت میں تھے جیسے: دیت، ہتامت، مضاربہ، کعبہ کو غلاف چڑھانا، اور اسی طرح وہ چیزیں جو اچھی عادتوں اور مکارم اخلاق میں سے تھیں جنہیں عقلیں قبول کرتی ہیں (۱)۔

### تعبدی اور معقول المعنی کے درمیان موازنہ؟

۱۹ - ابن عابدین نے صاحب "الفتاویٰ ائمہ تاشیہ" سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اس کے سلسلہ میں اپنے علماء سے اس میں سے کسی چیز کے متعلق مجھے واقفیت نہیں ہوئی، سوائے ان کے اس قول کے کہ نصوص میں اصل تعلیل ہے، اس لئے کہ یہ معقول المعنی کی افضلیت کی طرف اشارہ کرتا ہے، فرمایا: "اس پر مجھے فتاویٰ ابن حجر

میں واقفیت ہوئی، ابن حجر نے فرمایا: ابن عبد السلام کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ تعبدی افضل ہے، اس لئے کہ وہ محض انقیاد ہے، برخلاف اس کے جس کی علت ظاہر ہو، اس لئے کہ اس کا کرنے والا کبھی اسے فائدہ کے حصول کے لئے کرتا ہے، اور بلقیسی نے ان کی مخالفت کی اور فرمایا: "اس میں کوئی شک نہیں کہ معقول المعنی من حیث الجملہ افضل ہے، اس لئے کہ شریعت کا اکثر حصہ اسی طرح ہے (۱)۔

اور شاطبی کا ظاہر کلام یہ ہے کہ اس کے قول کو اختیار کیا جائے جو اس کا قائل ہے کہ تعبدی افضل ہے، اس لئے کہ انہوں نے فرمایا: تکالیف میں جب مصلحت کا قصد معلوم ہو جائے تو اس کے تحت مکلف کے دخول کی تین حالتیں ہیں:

اول: اس سے اسی چیز کا قصد کرنا جس کے بارے میں سمجھ میں آرہا ہو کہ شارع کا اس کی مشروعیت کا مقصد ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے لیکن تعبد کے قصد سے اس کو خالی نہ کرنا چاہئے، کتنے ہی لوگ ہیں جنہوں نے مصلحت سمجھی، اور غیر مصلحت پر توجہ نہیں دی، اور آمر کے اس کے حکم دینے سے غافل ہو گئے، اور یہ ایسی غفلت ہے جو بہت سی نیکیوں کو فوت کر دیتی ہے برخلاف اس صورت کے جب تعبد میں کوتاہی نہ کرے، پھر مصالح کے معلوم ہی میں منحصر ہونے پر شاذ و نادر ہی دلیل قائم ہوتی ہے، تو جب حصر ثابت نہیں ہوتا تو اس معینہ حکمت کا قصد بسا اوقات اس چیز کو ساتھ کر دیتا ہے جو کہ اسی طرح حکم کی مشروعیت سے مقصود ہوتا ہے۔

دوم: اس سے وہی قصد کرنا جس کے بارے میں امید ہے کہ شارع نے اس کا قصد کیا ہوگا، چاہے وہ ان چیزوں میں ہو جس پر وہ مطلع ہو گیا ہو یا مطلع نہ ہو ہو۔

یہ قصد اول کے مقابلہ زیادہ کامل ہے، البتہ بسا اوقات تعبد پر

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۱/ ۳۰۱۔

(۱) الموافقات ۲/ ۳۰۹، ۳۰۰۔

## تعبدی ۲۰-۲۱

غور کرنا اس سے چھوٹ جاتا ہے۔

سوم: اس سے صرف امثال امر کا قصد کرے، مصلحت کا قصد

سمجھا ہوا نہیں۔

فرمایا: یہ زیادہ مکمل اور محفوظ ہے۔

اس کا مکمل ہونا اس لئے ہے کہ اس نے اپنے کو حکم بردار بندے

اور لبیک کہنے والے غلام کے طور پر کھڑا کر رکھا ہے، کیونکہ اس نے

صرف امر کو معتبر مانا ہے اور مصلحت کے علم کو اجمالی اور تفصیلی طور پر اس

کے جاننے والے یعنی اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیا۔

اور اس کا محفوظ ہونا اس لئے ہے کہ امثال امر کی وجہ سے عمل

کرنے والا بندگی کے تقاضے پر عمل کر رہا ہے، تو اگر اس کو غیر اللہ کا

قصد پیش آئے گا تو تعبید کا قصد اس کو رد کر دے گا (۱)۔

تو انہوں نے یہ جو فرمایا ہے یہ معقول المعنی احکام کے مقابلہ میں

تعبدیات میں زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔

اس میں غزالی کا بھی مسلک یہ ہے کہ تعبیدی افضل ہے جیسا کہ

وہ ان کے اس قول سے واضح ہے جو گزر چکا ہے کہ جن کے معانی کی

طرف راہ نہ ملے وہ تزکیہ نفوس میں تعبدات کی انواع میں سب سے

زیادہ مؤثر ہیں (۲)۔

اور حاشیہ ابن عابدین میں ہے کہ افضلیت کے سلسلہ میں یہ

دونوں قول اجمال کے طور پر ہیں، جہاں تک جزئیات کی طرف نگاہ

ڈالنے کا تعلق ہے تو کبھی تو تعبیدی افضل ہوتا ہے جیسے وضو اور غسل

جنابت، ان میں وضو افضل ہے، اور کبھی معقول افضل ہوتا ہے جیسے

طواف اور رمی کہ ان میں طواف افضل ہے (۳)۔

تعبدیات کی خصوصیات:

۲۰- تعبدیات کے احکام میں سے ہے:

الف۔ کہ اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ قیاس

معرفت علت کی فرٹ ہے، اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ تعبیدی کی علت غیر

معلوم ہوتی ہے، لہذا اس پر قیاس ممتنع ہوگا، اور اس کا حکم اپنے محل سے

تجاوز نہیں کرے گا، خواہ وہ عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہو، اور استثناء کے معنی

غیر معقول ہوں، جیسے نبی کریم ﷺ کی نوکاح کرنے سے تخصیص،

اور حضرت ابو بردہؓ کی بکری کے بچہ کی قربانی سے تخصیص یا اس طرح نہ

ہو، بلکہ وہ ابتدائی حکم ہو جیسے رکعات کی تعداد کی تحدید، رمضان کے

مہینہ کا وجوب، حدود کفارات اور اس کی ہم جنسوں کی تحدید اور وہ تمام

ابتدائی حکومات (غیر معقول المعنی حکم) جس میں کوئی معنی سمجھ میں نہ

آئے، لہذا ان پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جائے گا (۱)۔

۲۱- اسی اصل کی بنا پر فقہاء کے درمیان کچھ فقہی جزئیات میں

اختلاف واقع ہوا ہے، انہیں میں لواطت کرنے والے کو سنگ سار کرنا

بھی ہے، حنفیہ نے اس کو رد کر دیا ہے، اور امام مالکؒ، ایک روایت

میں امام احمدؒ اور دو اقوال میں سے ایک کے مطابق امام شافعیؒ نے

اس کا اثبات کیا ہے، حنفیہ کہتے ہیں: ”حدود اور کفارات میں قیاس

جاری نہیں ہوگا، اس لئے کہ حدود ایسی تحدیدات پر مشتمل ہیں جو غیر

معروف ہیں، جیسے حد زنا میں سو کی تعداد اور قذف (زنا کا الزام

لگانے) میں اسی کی تعداد، اس لئے کہ عقل خاص اس عدد کو معتبر ماننے

کی حکمت کا ادراک نہیں کر سکتی اور فرماتے ہیں: ”اور ان میں (یعنی

حدود کے احکام میں) جو معقول ہوں بھی تو قیاس میں شبہ خطا ہونے

لئے

(۱) شرح جمع الجوامع وحاشیہ البانی ۲/۲۱۸، المستمسک ۲/۳۶۶، ۳۲۸، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲،

## تعبدی ۲۱

اعتبار کیا جائے گا، اور ہاتھوں کو دھونے کی طرف سے وضو یا غسل کی نیت کافی نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ دونوں الگ عبادت ہیں (۱)۔

کے احتمال کی وجہ سے قیاس کے ذریعہ حدود کے عدم اثبات کا موجب ہے، اور اس کی مثال جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا، اس لئے ہے کہ جرم اسی نے کیا تھا، لہذا اسی کو کاٹ ڈالا گیا، اور کفارات کی تحدیدات کا اختلاف بھی اسی طرح ہے، اس لئے کہ وہ بھی غیر معقول ہیں جیسے رکعات کی تعداد غیر معقول ہیں۔

اور غیر حنفیہ نے حدود اور کفارات میں قیاس کو جائز قرار دیا ہے، لیکن جن کے احکام کے معنی معقول ہیں ان میں، جن کے معنی غیر معقول ہوں ان میں نہیں، جیسا کہ حدود اور کفارات کے علاوہ میں ہے (۱)۔

ب۔ شاطبی کہتے ہیں: تعبدیات میں جو عبادات میں سے ہوں ان میں نیت ضروری ہے جیسے: طہارت، نماز اور روزہ، اور جس نے ان میں سے بعض میں نیت کو شرط نہیں قرار دیا ہے تو وہ اس بعض کے معقول المعنی ہونے پر بنا رکھتا ہے، لہذا اس کا حکم اسی طرح ہے جیسے کہ اس وقت ہوتا جب وہ امور عبادات میں سے ہوتا، رمضان اور نذر معین کے روزہ میں حنفیہ نے رات سے نیت کرنے یا تعیین کرنے کو شرط نہیں قرار دیا ہے، اور ان کے یہاں اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان دونوں چیزوں کے وقت دوسرے کی نیت کرے بھی تو وہ انہیں کی طرف پھر آئے گا، اس بنا پر کہ مفطرات (روزہ توڑنے والی چیزوں) سے روکنے کا استحقاق خود اس وقت کو تھا، لہذا وہ دوسرے کی طرف نہیں پھرے گا، اور دوسری چیز کا قصد اس کو اس سے نہیں پھیرے گا۔

اور اسی میں سے وہ ہے جو حنابلہ نے رات کی نیند سے اٹھنے والے کے لئے برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے ان کے دھونے سے متعلق کہا ہے کہ وہ تعبدی ہے، لہذا اس کے لئے خاص نیت کا



(۱) کشاف القناع، ۱۹ ریاض، المکتبۃ المدینہ۔

(۱) الموافقات ۲/۳۲۹۔



### اول: قول سے تعبیر:

۳- ارادہ کی وضاحت کرنے میں اصل یہ ہے کہ وہ قول (زبانی گفتگو) سے ہو، اس لئے کہ وہ اس ارادہ کو سب سے زیادہ واضح کرنے والی دلالت ہے، اور اس لئے کہ رضا مندی یا عدم رضا ایک پوشیدہ قلبی معاملہ ہے جس کی ہمیں کوئی خبر نہیں ہے، لہذا حکم کا مدار ایک ظاہری سبب یعنی قول پر رکھ دیا گیا، اسی لئے صیغہ یا ایجاب و قبول تمام عقود میں رکن ہے، خواہ یہ عقود معاوضہ والے ہوں جیسے بیع اور اجارہ، یا تبرعات ہوں، جیسے ہبہ اور عاریت یا وثیقہ والے (حصول اعتماد والے) ہوں جیسے رہن یا جو ابتداء کے اعتبار سے تفرع اور آخر کے اعتبار سے معاوضہ ہوں جیسے قرض یا اس کے علاوہ دوسرے عقود ہوں، جیسے شرکت، وکالت، نکاح اور طلاق (۱)۔

تفصیل کے لئے ”صیغہ“ کی اصطلاح دیکھئے۔

### دوم: فعل سے تعبیر:

۴- فعل سے وضاحت کرنے کی شکل واضح انداز میں معاطاة میں ظاہر ہوتی ہے، اور یہ بیع معاطاة یا تعاطی میں ہوتا ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ خریدار قیمت دے، اور زبانی ایجاب و قبول کے بغیر فروخت ہونے والی چیز لے لے اور یہ فقہاء کے درمیان محل اختلاف ہے۔

چنانچہ جمہور (حنفی، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ میں سے متولی اور

(۱) ابن ماجہ ۲/۲۶۲ اور اس کے بعد کے صفحات، ۳۱۵، ۳۱۶ اور اس کے بعد کے صفحات ۱۷۱، ۳۳۹، ۳۸۳، ۵۰۲، ۵۰۸، ۵/۳، القوانین المقیمہ ۲۰۰، ۲۳۲، ۲۵۰، ۳۷۱، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱

ضعیف ہے۔

مالکیہ نے معاہدہ میں تقابض کو لازم ہونے کی شرط مانا ہے تو جو کسی شخص سے چپاتی لے اور اس کو اس کی قیمت دے دے تو اس کے لئے اس کا لوٹنا اور اس کا بدل لینا مماثلت میں شک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا، برخلاف اس کے جب اس نے روٹی لے لی ہو اور قیمت نہ دی ہو تو اس کے لئے اس کا لوٹنا اور اس کا بدل لینا بیع کے عدم لزوم کی وجہ سے جائز ہوگا اور حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ اِقالہ، اجارہ (جب اجرت معلوم ہو) صرف، بیہ اور ہدیہ وغیرہ تعاہلی سے صحیح اور منعقد ہو جاتے ہیں، اسی طرح انہوں نے صراحت کی ہے کہ عاریت میں قبول فعل جیسے تعاہلی سے صحیح ہو جاتا ہے، رہا ایجاب تو اس سے صحیح نہیں ہوتا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک وہ اشارہ جس سے ایجاب و قبول مفہوم ہوتا ہو اس سے بیع اور تمام عقود لازم ہوں گے، اور انہوں نے صراحت کی ہے کہ شرکت اس پر دلالت کرنے والے فعل سے منعقد ہو جاتی ہے جیسے دونوں اپنے مال ملا دیں اور بیع کریں۔

شافعیہ عاریت کے علاوہ بقیہ تمام عقود میں اپنی اصل یعنی معاہدہ سے عقد صحیح نہ ہونے پر قائم ہیں، ہاں عاریت ان کے نزدیک دونوں میں سے ایک کے الفاظ اور دوسرے کے فعل سے صحیح ہو جاتی ہے، اور بعض صورتوں کو چھوڑ کر بقیہ میں دونوں طرف سے فعل کافی نہ ہوگا، جیسے کسی نے کچھ خریدنا اور بائع نے اس کو کسی طرف میں حوالہ کیا تو ظرف قول اصح میں عاریت ہوگا اور نووی نے تعاہلی سے بیہ صحیح ہونے کو مختار قرار دیا ہے۔

حنابلہ نے فعل مثلاً تعاہلی سے اجارہ، مضاربہ، اِقالہ، عاریت، وکالت اور بیہ منعقد ہو جانے کی صراحت کی ہے، اس لئے کہ مقصود معنی

بغوی) اس کے صحیح ہونے اور اس صورت کے ساتھ اس کے منعقد ہو جانے کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ عرف میں فعل رضامندی پر دلالت کرتا ہے، اور بیع سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ دوسرے کے قبضہ میں جو چیز ہے اس کو ایسا عوض دے کر لے لیا جائے جس سے وہ راضی ہو، لہذا قول (زبانی اظہار) شرط نہیں ہوگا اور عملی طور پر لین دین کر لینا کافی ہوگا۔

اکثر شافعیہ کے نزدیک ”تعاہلی“ سے بیع منعقد نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ اپنی وضع سے فعل باہمی رضامندی پر دلالت نہیں کرتا ہے، لہذا جس پر اس کے ذریعہ قبضہ کیا جائے وہ بیع فاسد کے ذریعہ قبضہ کئے ہوئے سامان کی طرح ہوگا، لہذا ہر ایک اپنے دوسرے فریق سے باقی رہ جانے کی صورت میں جو کچھ دیا تھا اسی کا اور تلف ہو جانے کی صورت میں اس کے بدل کا مطالبہ کرے گا۔

بعض فقہاء (جیسے شافعیہ میں ابن مرتب اور رویانی اور حنفیہ میں سے کرنی) نے بیع بالتعاہلی کے جواز کو حقیر سمجھی جانے والی چیزوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے، اور یہ وہ ہیں جن میں معاہدہ کی عادت جاری ہو، جیسے ایک رطل روٹی اور ایک گٹھا سبزی۔

حنابلہ بیع تعاہلی کی صحت کے قائل ہیں: اس شرط کے ساتھ کہ ”اس کو ایک درہم میں لے لو“ جیسی مثالوں میں طالب کے لئے قبضہ کرنے میں اور ”اس درہم کے بدلہ ایک روٹی دے دو“ جیسی مثالوں میں طلب پر قبضہ دلانے میں تاخیر نہ ہو، اس لئے کہ جب لفظی ایجاب و قبول میں عدم تاخیر کا اعتبار کیا گیا ہے تو معاہدہ میں بدرجہ اولی عدم تاخیر کا اعتبار ہوگا۔

بہوتی کہتے ہیں: اس کا ظاہر یہ ہے کہ معاہدہ میں تاخیر بیع کو باطل کر دے گی اگرچہ وہ مجلس ہی میں ہو اور دونوں اس کو ختم کرنے والی کسی چیز میں مشغول نہ ہوئے ہوں، اس لئے کہ وہ قوی صیغہ سے

## تعبیر ۵

ہے، لہذا اس پر دلالت کرنے والی ہر چیز سے عقد جائز ہوگا (۱)۔

سوم: تحریر سے تعبیر:

۵- تحریر سے عقود کے صحیح اور منعقد ہونے پر فقہاء متفق ہیں اور قبول میں اس کا اعتبار کیا جائے گا کہ وہ تحریر پہنچنے کی مجلس میں ہوتا کہ بقدر امکان وہ ایجاب سے مل جائے۔

شافعیہ نے تحریر کو کنایہ کے باب میں رکھا ہے، لہذا اس سے نیت کے ساتھ عقود منعقد ہو جائیں گے (۲)۔

اس سے فقہاء نے عقد نکاح کا استثناء کیا ہے، چنانچہ جمہور فقہاء (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے نزدیک نکاح تحریر سے منعقد نہیں ہوگا، اور حنفیہ نے تحریر میں جو کچھ ہے اس سے گواہوں کو مطلع کر دینے کی شرط کے ساتھ غائب میں اس کی اجازت دی ہے، حاضر میں نہیں دی ہے (۳)۔

اور تحریر سے وقوع طلاق پر بھی فقہاء متفق ہیں، اس لئے کہ تحریر ایسے حروف پر مشتمل ہے جس سے طلاق سمجھ میں آتی ہے، لہذا وہ لفظ سے مشابہ ہوگی، اور اس لئے کہ تحریر لکھنے والے کے قول کے قائم مقام ہوتی ہے، اس دلیل سے کہ نبی کریم ﷺ کو تبلیغ رسالت کا حکم تھا اور آپ نے کبھی قول سے تبلیغ کی، کبھی تحریر سے۔

(۱) ابن ماجہ ۳۱۱، اور اس کے بعد کے صفحات، ۵۰۲، ۵۰۸، ۵۰۹، ۳۱۳ اور اس کے بعد کے صفحات، حاشیہ الدسوقی ۳۳، مواہب الجلیل ۳۲۸، ۵۳۳/۱، ۵۳۳/۲، مغنی المحتاج ۳/۲ اور اس کے بعد کے صفحات، ۱۱۸، ۱۲۱، ۳۰۸، ۳۱۳، ۳۳۳، ۲۶۶، کشاف القناع ۳/۱۲۸ اور اس کے بعد کے صفحات، ۲۵۰، ۲۶۲، ۵۰۸، ۵۵۵، ۶۲/۲، ۲۹۸۔

(۲) ابن ماجہ ۱۰/۲، حاشیہ الدسوقی ۳/۳، مغنی المحتاج ۵/۲، کشاف القناع ۳/۸، ۱۳۸، لا شاہ والنظار لابن کثیر ۳/۳۹، لا شاہ والنظار للسیوطی ۳۰۸۔

(۳) ابن ماجہ ۳۶۵/۲، مواہب الجلیل ۳/۱۹، مغنی المحتاج ۳/۱۳۱، کشاف القناع ۵/۳۹۔

اور جس تحریر سے طلاق واقع ہوتی ہے وہ صرف واضح تحریر ہے، جیسے صحیفہ، دیوار اور زمین پر اس طرح لکھنا کہ اس کا سمجھنا اور پڑھنا ممکن ہو، رسمی غیر واضح تحریر جیسے ہوا، پانی اور ایسی چیز پر لکھنا جس کا سمجھنا اور پڑھنا ممکن نہ ہو تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، اس لئے کہ یہ تحریر زبان سے نکلنے والی غیر مسموع پست آواز کے درجہ میں ہے، اور شافعیہ نے طلاق کی تحریر کو کنایہ کے باب میں سے قرار دیا ہے، لہذا اس کو لکھنے والے کی نیت کی حاجت ہوگی اور حنفیہ نے نیت (کی شرط) کو واضح اور غیر مرسومہ یعنی تحریر مصور اور معنون (پتہ لکھی ہوئی نہ ہو) تک محدود رکھا ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک اگر صریح لفظ سے عورت کی طلاق لکھی تو واقع ہو جائے گی، خواہ نیت نہ کرے اور اگر کنایہ سے لکھی تو وہ کنایہ ہوگی۔

اور مالکیہ کے نزدیک اگر اپنی تحریر سے طلاق کا عزم کرتے ہوئے لکھے تو طلاق ”ہی طالق“ (۱) سے طلاق ہے) کی صرف تحریر سے فراغت ہو جانے سے واقع ہو جائے گی، اور اسی کے مثل وہ صورت ہے جب لکھنے: ”جب تمہیں میرا خط پہنچے تو تمہیں طلاق ہے“ اور ان کے یہاں ایک دوسرا قول بھی ہے کہ طلاق کو خط پہنچنے پر موقوف رکھا جائے گا، اور دسوقی نے اسے قوی قرار دیا ہے، اس لئے کہ ”إذا“ (جب) شرط کے معنی کو مضمّن ہے۔

اور اگر مشورہ یا تردد کرتے ہوئے اس کو لکھے تو طلاق نہیں ہوگی، الا یہ کہ وہ اس تحریر کو (طلاق دینے کا) عزم کرتے ہوئے نکالے یا اس حال میں اس کو نکالے کہ اس کی کوئی نیت نہ ہو تب بھی صرف نکالنے سے طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر اس تحریر کو پہلے ہی کی طرح تردد یا مشورہ کرتے ہوئے نکالے یا اسے نہ نکالے تو وہ تحریر یا تو بیوی کو پہنچے گی یا نہیں پہنچے گی، تو اگر اسے پہنچے گی تو وہ حائث ہو جائے گی ورنہ



## تعبیر ۶-۷

پہنچم: خاموشی کے ذریعہ تعبیر:

۷- فقہاء نے عاتقہ، بالغہ، باکرہ کی خاموشی کو نکاح سے اس کی رضامندی کی وضاحت کے طور پر معتبر مانا ہے، اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ، إن البکر تستحیی، قال: رضاها صماتها“ (۱) (اے اللہ کے رسول! کنواری شرماتی ہے، فرمایا: اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے)، اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے: ”الایم أحق بنفسها من ولیها، والبکر تستأمر وإذنها سکوتها“ (۲) (بے خاوند عورت (مطلقہ ہو یا بیوہ) اپنے ولی کے مقابلہ میں اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے، اور کنواری سے مشورہ لیا جائے گا اور اس کی اجازت اس کا سکوت ہوگا)۔

فقہاء نے ہنسنے اور رونے کو خاموشی سے معلق کیا ہے، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”الیتیمۃ تستأمر فی نفسها، فإن صمتت فهو إذنها وإن أبت فلا جواز علیها“ (۳) (یتیم لڑکی سے اس کے بارے میں مشورہ لیا جائے گا، اگر خاموش رہے تو یہ اس کی اجازت ہوگی اور اگر انکار کرے تو اس پر کوئی جواز نہیں ہوگا)، اور اس لئے بھی کہ وہ طلب اجازت کو سننے کے باوجود امتناع (انکار، عدم رضامندی) کے بارے میں نہیں بول رہی ہے، لہذا یہ اس کی جانب سے اجازت ہوگی۔

نہیں، اور اگر طلاق لکھے اور تحریر سے اس وقت سرے سے اس کی کوئی نیت ہی نہ ہو تو نحی کے برخلاف ابن رشد کے نزدیک اس کو عزم پر محمول کرنے کی وجہ سے طلاق لازم ہوگی (۱)۔

چہارم: اشارہ کے ذریعہ تعبیر:

۶- اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ کونگے کا تفسیہ اشارہ ضرورت کی وجہ سے تمام عقود میں لفظ کے قائم مقام ہوگا، اس لئے کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے اشارہ اس پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ بولنے والے کا نطق اس پر دلالت کرتا ہے۔

غیر آخرس (جو کونگانہ ہو) کے اشارہ کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ جمہور فقہاء (حنفی، شافعی، حنبلیہ) عقود میں اس کے عدم اعتبار کی طرف گئے ہیں، اور مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ بولنے والے کا اشارہ اس کے بول ہی کی طرح معتبر ہوگا، ان کا کہنا ہے کہ یہ تعاظمی کے جواز سے اولیٰ ہے، اس لئے کہ اس پر کلام ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”إِیتَکَ الْآ تَکَلَّمُ النَّاسُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمَوْا“ (۲) (ارشاد ہوا کہ تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے بات نہ کر سکو گے تین دن تک بجز اشارہ کے) اور ”رمز“ اشارہ ہی ہے (۳)، تفصیل کے لئے ”اشارہ“ کی اصطلاح دیکھئے۔

(۱) حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۸۲، حاشیہ الدسوقی ص ۳۸۳، مواہب الجلیل ص ۵۸/۳، مغنی المحتاج ص ۲۸۳، کشاف القناع ص ۲۳۸۔

(۲) سورہ آل عمران ص ۱۵۱۔

(۳) حاشیہ ابن ماجہ ص ۹۲، حاشیہ الدسوقی ص ۳۸۳، مواہب الجلیل ص ۵۸/۳، مغنی المحتاج ص ۲۷۲، حاشیہ الجمل ص ۱۱، کشاف القناع ص ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۵۳، لأشباہ والنظائر للسیوطی ص ۳۱۲، لأشباہ والنظائر لابن نجیم ص ۱۳۳ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۱) حدیث: ”رضاها صماتها“ کی روایت بخاری (فتح ص ۱۹۱/۹ طبع المستطیع) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”الایم أحق بنفسها.....“ کی روایت مسلم (۳/۳ طبع الجملی) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”البیمۃ تستأمر فی نفسها، فإن صمتت.....“ کی روایت ترمذی (۳/۳۰۸ طبع الجملی) نے کی ہے وافر ملیہ یہ حدیث حسن ہے۔

## تعبیر الروایا، تعجیز ۱-۲

اور رونا اگر چیخ اور آواز کے ساتھ ہو تو حنفیہ اور شافعیہ اس کو معتبر نہیں مانتے، اس لئے کہ یہ عدم رضا کو بتلاتا ہے۔  
اور مالکیہ کہتے ہیں: اگر اس کے رونے سے معلوم ہو کہ یہ روکنا ہے تو اس کی شادی نہیں کی جائے گی۔

اور ہنسی اگر استہزاء کے طور پر ہو تو حنفیہ نے اس کو معتبر نہ ماننے کی صراحت کی ہے، اس لئے کہ ہنسی کو اجازت اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ وہ رضا مندی پر دلالت کرتی ہے، لہذا جب رضا مندی پر دلالت نہ کرے تو وہ اجازت نہ ہوگی۔

ابن عابدین ”الفتح“ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”رونے اور ہنسنے میں مدارق اثن احوال کے اعتبار کا ہے اور اگر قرائن میں تعارض ہو جائے یا مشکل ہو جائے تو احتیاط کی جائے گی (۱)۔“

یہاں کچھ تفصیلات اور استثناءات ہیں جن کی تفصیل اصطلاح ”نکاح“ میں ہے۔

## تعجیز

### تعریف:

۱- لغت میں تعجیز عجز کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: عجزتہ تعجیزاً، جب تم نے اس کو عاجز کر دیا ہو، وعجز فلان رأی فلان: جب اس نے اس کی نسبت حزم (رائے کی پختگی) کے خلاف امر کی طرف کی ہو گویا کہ اس نے اس کی نسبت عاجزی کی طرف کی۔ اور فقہی اصطلاح میں تعجیز اس معنی سے باہر نہیں ہے، یعنی آدمی کی نسبت عجز کی طرف کرنا (۱)، لیکن فقہاء نے اس لفظ کا استعمال صرف دو حالتوں میں کیا ہے:

اول: مکاتب کی تعجیز۔

دوم: قاضی کا دو فریقوں میں سے کسی کو بیٹہ قائم کرنے سے عاجز قرار دینا۔

ذیل میں ان دو حالتوں کا اجمالی بیان ہے:

### اول: مکاتب کی تعجیز:

۲- اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ کتابت (مکاتب بنانا) آقا کی طرف سے ایک لازم عقد ہے اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام یا باندی سے معاہدہ کرے کہ وہ تعجیزی (نوری) یا موجب طور سے اسے اتنا مال ادا کرے اور آزاد ہو جائے، چنانچہ وہ اس کے فتح کرنے کا مالک نہیں

دیکھئے: ”روایا“۔

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۲/۲۹۹، حاشیہ الدرر ۲/۲۲۷ اور اس کے بعد کے صفحات، معنی المحتاج ۳/۱۵۰، کشاف القناع ۵/۳۶۷، ۷/۳، الاشبہ والنظائر لابن نجیم ۱۵۳ اور اس کے بعد کے صفحات، الاشبہ والنظائر للسیوطی ۱۳۲، ۱۳۳۔

(۱) لسان العرب مادۃ ”عجز“، تہذیب اللغة ۴/۱۳۳۔

### تعبیر ۳-۴

اور تفصیل ”کتابت“ کی اصطلاح میں ہے۔

دوم مدعی یا مدعا علیہ کی عاجزی:

۴- فقہاء میں لفظ تجیز کو زیادہ استعمال کرنے والے مالکیہ ہیں، اس لئے کہ وہ اس طرف گئے ہیں کہ جب وہ مدعی اور انتظار کی وہ مہلت گزر جائے جس کو قاضی نے مدعی کے لئے اپنے بینہ کو حاضر کر دینے کی غرض سے مقرر کیا تھا، اور جس شخص کو مہلت دی گئی تھی وہ تاخیر ثابت کرنے کی کوئی چیز نہ لائے تو قاضی اس کو عاجز قرار دے گا اور فیصلہ کو اس پر نافذ کر دے گا اور ریکارڈ کر لے گا، اور اس طرح اس کے فریق مخالف کا پیچھا کرنے کو ختم کر دے گا، پھر اس کے بعد نہ تو اس کی کوئی دلیل سنی جائے گی، اور نہ ہی اگر وہ کوئی بینہ لائے تو وہ قبول کیا جائے گا، خواہ وہ مدعی ہو یا مدعا علیہ (۱)۔

اور شافعیہ اور حنابلہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ مدعی جب بینہ حاضر کرنے کے لئے مہلت طلب کرے تو اسے مہلت دی جائے گی اور جو چھوڑا اسے چھوڑ دیا جائے گا، اس لئے کہ حق کا طلب گار وہی ہے۔

رہا مدعا علیہ تو اسے تین دن سے زیادہ کی مہلت نہیں دی جائے گی، پھر اس کی عاجزی کا حکم لگا دیا جائے گا اور قسم کھانے کا اس کا حق ساقط ہو جائے گا، پھر مدعی سے حلف لیا جائے گا اور اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔

حنفیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ قاضی مدعی کے حق میں مدعا علیہ کے خلاف اس پر تین مرتبہ یمن کی تکرار (قسم کھانے کی پیشکش کرنے) کے بعد نفس نکول (انکار) سے فیصلہ کر دے گا (۲)۔

ہوگا اور مکاتب پر جو مال واجب تھا اس کی ادائیگی سے اس کے عاجز ہو جانے سے مالک کی طرف سے اس کو عاجز قرار دینا جائز نہ ہوگا۔ اور جب قسط کا زمانہ آجائے تو اقساط میں سے جن کا وقت ہو چکا ہے آقا کو ان کے مطالبہ کا اختیار ہوگا، اس لئے کہ یہ اس کا حق ہے۔

اور اگر مکاتب ان سے عاجز ہو جائے تو کیا آقا کو کتابت کے فسخ کرنے اور مکاتب کو عاجز قرار دینے کا حق ہوگا یا نہیں؟

جمہور فقہاء یعنی حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ حاکم یا سلطان کی طرف رجوع کئے بغیر آقا کو خود سے اس صورت میں کتابت فسخ کرنے کا حق ہوگا جب قسط کا وقت آجانے کے بعد مکاتب اپنے ذمہ کو ادا کرنے سے عاجز ہو جائے، اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا تھا۔

اور مالکیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ وہ حاکم یا سلطان کے ذریعہ ہی کتابت کو فسخ کرا سکتا ہے (۱)۔

۳- اسی طرح جمہور (حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ) اس طرف گئے ہیں کہ مکاتب کے لئے اپنے کو عاجز قرار دینا جائز ہے، جیسے کہ کہنے میں اپنی کتابت سے عاجز ہوں، اس وقت آقا کے لئے صبر کرنا یا حاکم کے ذریعہ یا خود سے فسخ کرنا جائز ہوگا، اسی طرح قسط کا وقت آجانے اور جس مال پر مکاتبت کی گئی ہے اس کے ادا نہ کرنے کے بعد قاضی کو اس صورت میں اس کو عاجز قرار دینے کا اختیار ہوگا جب آقا یا اس کے ورثاء اس کا مطالبہ کریں، جہاں تک حنابلہ کا تعلق ہے تو ان کا خیال ہے کہ غلام اگر قادر ہو تو اس کے لئے جائز نہیں کہ اپنے کو عاجز قرار دے، کیونکہ ان کے نزدیک عقد کتابت طرفین سے لازم ہوتا ہے۔

(۱) البدائع ۳/۵۹، جوہر لاکیل ۲/۳۰۹، مفتی الحسن، ۳۰/۵۳۰، المغنی لابن قدامہ ۲/۶۸۔

(۱) تبصرة للکرام ۱/۳۱، القوانین المعبیہ ۳۰۸۔  
(۲) البدائع ۶/۲۳، المجموع مشکوٰۃ ۲۰/۵۸، المغنی لابن قدامہ ۲/۹۷۔



## تجیل ۱-۲

اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”البینۃ علی من ادعی، والیسین علی من أنکر“<sup>(۱)</sup> (بینہ دعویٰ کرنے والے کے ذمہ ہے، اور یسین انکار کرنے والے کے ذمہ ہے)۔  
تفصیلات ”دعویٰ“ کی اصطلاح میں ہیں۔

## تجیل

### تعریف:

۱- تعجیل: عجل کا مصدر ہے، اور لغت میں اس کے معنی ہیں: براہِ بیختہ کرنا اور جلدی یعنی سرعت کا مطالبہ کرنا، کہا جاتا ہے ”عجلت إلیہ المال“ میں اس کے پاس جلدی سے مال لے گیا ”فتعجلہ“ تو اس نے اسے جلدی سے لے لیا۔

اور شریعت میں تجیل کے معنی ہیں: عمل کو شرعی طور پر اس کے لئے مقرر وقت سے پہلے ادا کر دینا جیسے تجیل زکاۃ (زکاۃ کی جلدی ادا کی) یا اس کو اس کے اول وقت میں ادا کر دینا، جیسے صدقہ فطر کو جلدی ادا کر دینا<sup>(۱)</sup>۔

### متعلقہ الفاظ:

#### إسراع:

۲- إسراع اسرع کا مصدر ہے، اور سرعت اس کا اسم ہے اور وہ بطاء (سستی) کی ضد ہے، اور بقول عسکری إسراع اور تجیل میں فرق یہ ہے کہ سرعت اس چیز میں پہل کرنے کو کہتے ہیں جس میں پہل کرنا چاہئے اور وہ پسندیدہ ہوتی ہے، اور اس کی ضد یعنی سستی کرنا قابلِ مذمت ہوتا ہے، اور عجلت ایسی چیز میں پہل کرنے کو کہتے ہیں جس میں پہل نہ کرنی چاہئے اور وہ قابلِ مذمت ہوتی ہے، اور اس کی



(۱) حدیث: ”البینۃ علی من ادعی و الیسین علی من أنکر“ ایک حدیث کا جزء ہے، جس کی روایت امام بخاری (۲۵۲/۱۰ طبع دارالمعارف) نے کی ہے اس کے شروع کا حصہ یہ ہے ”لو يعطى الناس بدعواهم لا ادعى رجال أموال قوم و دعاءهم، ولكن البينة..... الخ“ (فتح الباری ۲۸۳/۵ طبع المنقذ) اور ابن حجر نے حدیث کی سند کو صریحاً رد کیا ہے۔

(۱) لسان العرب، المصباح الممیر مادۃ ”عجل“، دیکھئے اصطلاح ”تاخیر“۔

## تجیل ۳-۵

ضد اَنَاة (وقار، انتظار) پسندیدہ ہے، رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "وَعَجَلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ" (۱) (اور میں تو تیرے پاس اے میرے پروردگار! اس لئے جلدی چلا آیا کہ تو خوش ہو جائے گا) تو وہ "عجلت" اسرعت کے معنی میں ہے (۲)۔

اجمالی حکم:

۳- تجیل کئی مقامات میں مشروع ہے، وہ کبھی تو واجب ہوتی ہے جیسے گناہ سے توبہ کرنے میں عجلت کرنا اور کبھی مندوب ہوتی ہے جیسے رمضان میں افطار میں جلدی کرنا، اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسے کفارات میں تجیل کرنا، اور کبھی مکروہ یا خلاف اولیٰ ہوتی ہے جیسے حول (سال) سے پہلے زکاۃ نکالنے میں جلدی کرنا۔

اور غیر مشروع میں بعض باطل ہوتی ہیں جیسے وقت سے پہلے ہی نماز ادا کرنا۔

## تجیل کی اقسام

اول: وجوب سبب کے وقت عمل میں تجیل

الف- گناہ سے توبہ کرنے میں تجیل:

۴- گناہ کے معا بعد مکلف پر فی الفور توبہ واجب ہوتی ہے، اس پر کتاب و سنت کی نصوص اور اجماع امت دلالت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ الشُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ" (۳) (توبہ جس کا قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے وہ توبہ جس انہیں

(۱) سورہ طہ ۸۳۔

(۲) لسان العرب، المصباح المیر، مادہ "سرع"، المفروق فی اللغة لابی ہلال اسکری ص ۱۹۸۔

(۳) سورہ نساء ۱۷۔

لوگوں کی ہے جو بری حرکت مادی سے کر بیٹھتے ہیں اور پھر قریب ہی (وقت میں) توبہ کر لیتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ" (۱) (یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب انہیں کوئی خطرہ شیطانی لاحق ہوتا ہے تو وہ یاد (الہی) میں لگ جاتے ہیں جس سے یکا یک انہیں سو جھا جاتی ہے) اور قرطبی وغیرہ نے تجیل توبہ کے وجوب نیز اس کے علی الفور ہونے پر اجماع نقل کیا ہے (۲)۔

ب- میت کی تجہیز میں تجیل:

۵- اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب موت کا یقین ہو جائے تو میت کی تجہیز میں جلدی کرنا مندوب ہوگا، اس لئے کہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب طلحہ بن براءؓ کی عیادت کی تو فرمایا: "إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَّثَ فِيهِ الْمَوْتُ، فَأَذْنُوْنِي بِهِ، وَعَجَلُوْا، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِحَيْفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تَحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانِيْ أَهْلُهُ" (۳) (مجھے تو یہی لگ رہا ہے کہ طلحہ کی موت ہو چکی ہے تو تم لوگ مجھے اس کی اطلاع دو اور جلدی کرو، اس لئے کہ مسلمان کے مردہ جسم کو اس کے گھروالوں کے درمیان روکنا نہیں چاہئے) اور

(۱) سورہ اعراف ۲۰۱۔

(۲) جامعہ الصغریٰ ۶۸/۱، الفواکیر الدوائی ۸۹/۱، تفسیر القرطبی ۵/۱۸، ۱۹، طبع دارالکتب المصریہ، احیاء علوم الدین ۳۷۷، طبع مطبعۃ الاستقامۃ بالقاہرہ، دیل القائلین ۸/۷۸ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۳) حدیث "إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَّثَ فِيهِ الْمَوْتُ....." کی روایت ابو داؤد (۵۱۳۳) تحقیق عزت عید دھاس نے کی ہے اور بغوی نے اس کو غیر متواتر اردیا ہے جیسا کہ مختصر المستدری (۳۷۳) طبع دار احیاء السنۃ النبویہ میں ہے اور یہ اس کے بعض رویوں کے مجہول ہونے کی وجہ سے ہے۔

## تجیل ۶-۸

کیا ہے، اور یہاں ٹال منول سے مراد یہ ہے کہ جس کی ادائیگی کا استحقاق ہو چکا ہو اس میں بلاعذر تاخیر کی جائے (۱)۔

و- اجیر کی اجرت دینے میں تجیل:

۷- نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: "أعطوا الأجیر أجره قبل أن یعف عرقه" (۲) (پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدور کو اس کی مزدوری دے دو)۔

اور پسینہ سوکھنے سے پہلے اس کو دے دینے کا حکم عمل سے فراغت کے بعد جلدی کرنے کے وجوب کا کنایہ ہے اگرچہ پسینہ نہ آیا ہو یا آیا ہو اور سوکھ گیا ہو، اور یہ اس لئے کہ اس کی اجرت اس کے جسم کی مزدوری ہے، اور اس نے اپنی منفعت میں غفلت کر دی ہے، لہذا جب اس میں جلدی کی ہے تو وہ تجیل (اجرت) کا مستحق ہے، اور تاجروں کا حال یہ ہے کہ جب وہ مال خوالہ کر دیتے ہیں تو خواگی کے وقت دشمن پر قبضہ کرتے ہیں تو مزدور زیا دہ حق دار اور اولی ہوگا، کیونکہ یہ اس کے سامان کی قیمت نہیں اس کی جان کی قیمت ہے، لہذا قدرت کے باوجود اس میں ٹال منول کرنا حرام ہوگا (۳)۔

ھ- کنواری کی شادی کرنے میں تجیل:

۸- بعض علماء نے بالغ ہو جانے کی صورت میں باکرہ کا نکاح کر دینے میں غفلت کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، اس لئے کہ حدیث

(۱) فتح الباری ۳/۶۵۲ طبع ریسرچ ادارۃ الجوت بالسعودیہ، تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی ۵۳۵/۳ طبع المکتبۃ المستقیمہ۔

(۲) حدیث: "أعطوا الأجیر أجره....." کی روایت ابن ماجہ (۲/۸۱۷) طبع المحلی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کی ہے اور مناوی نے فیض القدیر میں اس کو حسن قرار دیا ہے (۱/۵۶۳ طبع المکتبۃ التجاریہ)۔

(۳) فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۱/۵۶۲ طبع المکتبۃ التجاریہ لکھنؤ مصر۔

وجوب تجیل سے پھیرنے والی چیز روح کے لئے احتیاط ہے، اس لئے کہ اس میں بیہوشی وغیرہ کا احتمال ہے اور حدیث میں ہے: "أسرعوا بالجنائزۃ، فإن تک صالحۃ فخیر تقدمونها إلیہ، وإن یک سوی ذلک فشر تضعونه عن رقابکم" (۱) (جنازہ میں جلدی کرو، تو اگر جنازہ صالح ہے تو خیر کی طرف اس کو بڑھا رہے ہو اور اگر اس کے علاوہ ہے تو اپنی گردنوں سے برائی اتار رہے ہو)۔

اور جو دفعۃً یا ڈوب کر مر جائے اس کے سلسلہ میں تاخیر کرنا مستحب ہے (۲)۔

ج- دین کی ادائیگی میں تجیل:

۶- استحقاق کے وقت دین کے پورا کرنے میں تجیل واجب ہوتی ہے، اور قدرت رکھنے والے پر اس میں ٹال منول حرام ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مطل الغنی ظلم فإن اتبع أحدکم علی ملیء فلیتبع" (۳) (مال دار کی ٹال منول ظلم ہے تو اگر تم میں سے کسی کو مال دار کے پیچھے لگایا جائے تو اسے لگ جانا چاہئے) یعنی اگر خوشحال کا محال بنایا جائے تو اسے حوالہ قبول کر لینا چاہئے۔

ابن حجر "الفتح" میں کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ وہ ظلم میں سے ہے اور اس کا اطلاق ٹال منول سے نفرت دلانے میں مبالغہ کے لئے

(۱) حدیث: "أسرعوا بالجنائزۃ فإن تک صالحۃ....." کی روایت بخاری (الفتح ۳/۱۸۳ طبع المستقیمہ) اور مسلم (۳/۶۵۲ طبع المحلی) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۱/۵۷۲، الفواکیر الدوائی ۱/۳۳۰، معنی المحتاج ۱/۳۳۲، شرح روض الطالب ۱/۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، کشاف القیاح ۲/۸۳۔

(۳) حدیث: "مطل الغنی ظلم، فإذا أتبع....." کی روایت بخاری (الفتح ۳/۶۶۲ طبع المستقیمہ) نے کی ہے۔



## تجیل ۹-۱۰

اور تجیل اس وقت مسنون ہوگی جب سورج ڈوب جانے اور اس میں شک نہ ہونے کا تحقق ہو جائے، اس لئے کہ جب اس کو غروب میں شک ہو تو بالاتفاق اس پر افطار حرام ہوگا اور حنفیہ نے غلبہ ظن سے افطار میں تجیل کی اجازت دی ہے (۱)۔

ز- منی سے کوچ کرنے میں حاجی کی تجیل:

۱۰- حاجی کے لئے رمی کے ایام میں سے دوسرے دن جلدی کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى“ (۲) (جو شخص (ان) دو دنوں میں جلدی کرے اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں، اور جو تاخیر کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (یہ) اس کے لئے ہے جو ڈرتا رہتا ہے)، اور اس لئے کہ حضرت عبدالرحمن بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایام منی ثلاث، فمن تعجل في يومين فلا إثم عليه ومن تأخر فلا إثم عليه“ (۳) (منی کے ایام تین ہیں، تو جو دو دن میں تجیل کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جو تاخیر کر جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں) اور جمہور (مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) کے نزدیک اس کے جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ حاجی غروب سے پہلے منی سے نکل جائے تو اس سے تیسرے دن کی رمی ساکت ہو جائے گی، اور اگر غروب شمس تک نہ نکلا تو منی میں رات گزارا اور تیسرے دن رمی کرنا اس پر لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ ”یوم“ دن

ہے: ”یا علی: ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا أتت والجنابة إذا حضرت والأیم إذا وجدت لها كفوا“ (۱) (اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو: نماز میں جب وقت ہو جائے، جنازہ میں جب وہ آجائے، اور غیر شادی شدہ لڑکی میں جب اس کا کفول جائے) علماء نے اس کو غلت کی مذمت نیز اس کے شیطان کی جانب سے ہونے سے مستثنیٰ کیا ہے (۲)۔

و- رمضان میں افطار میں تجیل:

۹- اس پر فقہاء متفق ہیں کہ افطار میں تجیل سنت ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر“ (۳) (لوگ براہِ خیر کے ساتھ رہیں گے جب تک وہ افطار میں غلت کریں گے) اور اس لئے کہ حضرت ابو ذر کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لا تزال أمتي بخير ما عجلوا الفطر، وأخروا السحور“ (۴) (میری امت براہِ خیر کے ساتھ رہے گی جب تک وہ افطار میں غلت اور سحری میں تاخیر کرے گی)۔

(۱) حدیث: ”یا علی، ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا أتت، والجنابة إذا حضرت، والأیم إذا وجدت لها كفوا“ کی روایت ترمذی (۳۷۸/۳ طبع الحلی) نے کی ہے اور ملا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور میں اس کی سند کو متصل نہیں سمجھتا اور ابن حجر نے اس کے راویوں میں سے ایک کو مجہول قرار دیا ہے جیسا کہ تخصیص الخیر (۱۸۶/۳ طبع شركة المطبوعات تعزیر) میں ہے۔  
(۲) الفواکر الدوائی ۱/۳۳۰۔

(۳) حدیث: ”لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳۸۸ طبع المستقیم) اور مسلم (۷۷۱/۲ طبع الحلی) نے حضرت سہل بن سعد سے کی ہے۔

(۴) حدیث: ”لا تزال أمتي بخير ما عجلوا الفطر وأخروا السحور“ کی روایت احمد (۱۷۲/۵ طبع المیزان) نے حضرت سہل بن سعد سے کی ہے دشمنی کہتے ہیں اس کے ایک راوی سلیمان بن ابی عثمان ہیں، ابو حاتم کہتے ہیں وہ مجہول ہیں۔

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۲/۱۱۳، مواہب الجلیل ۲/۳۹۷، مفتی المحتاج ۱/۳۳۳، کشاف القناع ۲/۳۳۱۔

(۲) سورة بقرہ ۲۰۳۔

(۳) حدیث: ”ایام منی ثلاث، فمن تعجل في يومين.....“ کی روایت ابو داؤد (۳۸۶/۲ تحقیق عزت عید دھاس) اور حاکم (۱/۲۶۳ طبع دائرة المعارف العشمانیہ) نے کی ہے حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔



## تجیل ۱۳

قراردیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

ب۔ سال سے پہلے زکاۃ نکالنے میں تجیل:

۱۳۔ جمہور فقہاء فی الجملہ سال سے پہلے زکاۃ نکالنے میں تجیل کرنے کے جواز کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ حدیث ہے: ”ان العباس رضي الله عنه سأل النبي ﷺ في تعجيل صدقته قبل أن تحل، فرخص له في ذلك“<sup>(۲)</sup> (حضرت عباسؓ نے نبی کریم ﷺ سے وقت آنے سے پہلے اپنے صدقہ میں تجیل کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ان کو اس کی رخصت دی) اور اس لئے بھی کہ وہ ایک مالی حق ہے جس میں آسانی کے لئے ایک مدت مقرر دی گئی ہے، لہذا دین کی طرح اس مدت سے پہلے ہی اس کی تجیل جائز ہوگی۔

اور اس لئے کہ زکاۃ بقول شافعیہ دو سببوں سے واجب ہے یعنی نصاب اور سال، لہذا ان میں سے ایک پر اس کو مقدم کرنا جائز ہوگا جس طرح کفارہ یحیٰ بن کو حائث ہونے پر مقدم کرنا جائز ہے۔

اور شافعیہ میں سے ابن المنذر اور ابن خزیمہ اور مالکیہ میں سے شہب نے اس سے روکا ہے فرمایا: اپنے وقت سے پہلے نمازی کی طرح کفایت نہیں کرے گی، اور انہوں نے اس کی روایت امام مالک سے کی ہے، اسی طرح ابن وہب نے بھی روایت کی ہے،

(۱) ابن ماجہ ۱/۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱



## تجیل ۱۴

قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ پہلے سال کی زکاۃ کے علاوہ کا سال منعقد نہیں ہوا ہے، اور انعقاد سال سے پہلے تجیل ناجائز ہے، جیسے کہ عینی زکاۃ میں نصاب مکمل ہونے سے پہلے تجیل کرنا۔

مالکیہ نے قول معتمد کے مطابق سال سے پہلے ایک مہینہ سے زیادہ کی تجیل کی اجازت نہیں دی ہے، اور ایک مہینہ کی تجیل بھی ان کے یہاں مکروہ ہے۔

اور مسئلہ میں کچھ تفصیلات ہیں جن کو ”زکاۃ“ کی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

### ج۔ کناروں میں تجیل:

قسم کے کنارہ کی حث (قسم توڑنے) سے پہلے ہی تجیل:

۱۴ - جمہور فقہاء (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ یمین کی تجیل کے جواز کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کی روایت ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، إِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكْفَر عَنْ يَمِينِكَ، ثُمَّ أَنْتَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عبدالرحمن! جب تم کسی چیز پر قسم کھاؤ اور اس کے علاوہ کو اس سے بہتر دیکھو تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو، پھر اس چیز کے پاس جاؤ جو بہتر ہے)۔

اور شافعیہ نے کفارہ کے اعمال میں سے روزہ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے اور حث سے پہلے روزہ کے ذریعہ کفارہ ادا کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ وہ ایک بدنی عبادت ہے، لہذا نماز اور رمضان

ابن یونس کہتے ہیں: یہی اقرب ہے اور اس کے علاوہ استحسان ہے۔ اور حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ اختلاف سے نکلنے کے لئے اس کا ترک کرنا افضل ہوگا۔

اور کتنی مدت کی زکاۃ پیشگی نکالنا جائز ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

چنانچہ حنفیہ نے سبب وجوب یعنی نامی نصاب کی ملکیت کی وجہ سے کئی سالوں کی زکاۃ پیشگی نکالنے کو جائز قرار دیا ہے، اور حنابلہ نے حدیث میں آئی ہوئی مدت پر اکتفا کرتے ہوئے صرف دو سالوں کی زکاۃ پیشگی نکالنے کو جائز قرار دیا ہے، کیونکہ حضرت علیؓ کی روایت ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَعَجَّلَ مِنَ الْعَبَّاسِ صَدَقَةَ سَنَتَيْنِ“ (۱) (نبی کریم ص نے حضرت عباسؓ سے دو سالوں کا صدقہ پہلے لے لیا) اور اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”أَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا“ (۲) (جہاں تک عباس کا تعلق ہے تو (ان کا) صدقہ میرے ذمہ ہے اور اس کے ساتھ اسی کے مثل بھی ہے) اور اس لئے کہ ابو داؤد کی روایت ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَسَلَّفَ مِنَ الْعَبَّاسِ صَدَقَةَ عَامَيْنِ“ (۳) (نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس سے دو سالوں کا صدقہ قرض لے لیا)، اور شافعیہ کے یہاں بھی ایک قول یہی ہے جس کو اسنوی وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے اور نص کی طرف اس کی نسبت کی ہے۔

اور شافعیہ ایک سال سے زیادہ کی زکاۃ پیشگی نکالنے کو ناجائز

(۱) حضرت علیؓ کی حدیث کی روایت مسلم (۶۷۷/۲ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَسَلَّفَ مِنَ الْعَبَّاسِ صَدَقَةَ عَامَيْنِ“ کی تخریج پہلے گذر چکی ہے۔

(۳) حاشیہ ابن ماجہ ۲/۲، جامعہ الدوسقی ۱/۳۳۱، ۵۰۲، سواہب الجلیل ۳۶۰/۲، شرح روض الطالب ۱/۳۶۱، معنی المحتاج ۱/۳۶۱، جامعہ الحرمین ۲۹۶/۲، کشاف القناع ۲/۲۶۵۔

(۱) حدیث: ”يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ: إِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكْفَر عَنْ يَمِينِكَ، ثُمَّ أَنْتَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ“ کی روایت بخاری (فتح ۱۱/۶۰۸ طبع المستقر) اور مسلم (۳۴۳/۳ طبع مجلس) نے کی ہے۔

## تجیل ۱۵-۱۷

کے روزہ ہی کی طرح بغیر ضرورت اس کے وقت وجوب پر اس کو مقدم کرنا جائز نہیں ہوگا، اور اس لئے بھی کہ اس سے کفارہ ادا کرنا تمام مالی اعمال کفارہ سے عاجزی کے وقت ہوتا ہے، اور عاجزی تو وجوب کے بعد ہی محقق ہوتی ہے، حنا بلہ کے یہاں بھی ایک روایت یہی ہے۔

اور حنفیہ حث (حادث ہونے) سے پہلے کفارہ یمین کی تجیل کے عدم جواز کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ کفارہ جرم کی پردہ پوشی کے لئے ہوتا ہے، اور حث سے پہلے کوئی جرم ہوا نہیں (۱)۔

۱۵- پھر تجیل کے جواز کے تالکین کا اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں افضل کون ہے: حث سے پہلے کفارہ ادا کرنا یا بعد میں؟

چنانچہ مالکیہ، شافعیہ، ایک روایت میں امام احمد اور ابن ابی موسیٰ اس طرف گئے ہیں کہ اختلاف سے نکلنے کے لئے اس کو حث سے مؤخر رکھنا افضل ہے، حنا بلہ میں سے مرداوی نے اسی کی تصویب کی ہے، اور امام احمد کے مذہب کے صحیح قول کے مطابق دوسری روایت یہ ہے کہ حث سے پہلے اور بعد میں کفارہ ادا کرنا فضیلت میں برابر ہے، اور یہ روزہ کے علاوہ میں ہوگا، فقراء کے لئے نفع میں عجلت کرنے کے مقصد سے (۲)۔

## کفارہ ظہار کی تجیل:

۱۶- ”عود“ (لوٹنے) سے پہلے کفارہ ظہار کی تجیل کے جواز کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ حنفیہ اور حنا بلہ اس کا سبب

پائے جانے کی وجہ سے اس کی تجیل کے جواز کی طرف گئے ہیں، اور یہ مال سے پہلے نصاب پورا ہونے کے بعد زکاۃ کی تجیل کی طرح ہے، اور مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ ”عود“ سے پہلے کفارہ کنایت نہیں کرے گا، اور شافعیہ ”عود“ سے پہلے کفارہ ظہار کی تجیل کے جواز کی طرف گئے ہیں، اور یہ مال کے ذریعہ کفارہ کی ادائیگی یعنی غلام آزاد کرنے اور کھانا کھلانے میں ہوگا، روزے کے ذریعہ کفارہ کی ادائیگی میں نہیں، اور ان کے نزدیک ”عود“ سے مراد ظہار کرنے والے کو طلاق پر قدرت کے ساتھ عورت سے اتنی مدت تک روکے رکھنا ہے جس میں ظہار کرنے والے کے لئے اس کو طلاق دینا ممکن ہو، اور کفارہ ظہار میں تجیل کی صورت یہ ہے کہ اپنی مطلقہ رجعیہ سے ظہار کرے، پھر کفارہ دے پھر اس سے رجوع کرے۔

اور ان کے یہاں دوسری شکلیں بھی ہیں اور حنفیہ کے یہاں ”عود“ سے مراد وطی کا پختہ ارادہ کرنا ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک بقول ابن رشد عود و عصمت کا دوام چاہنے کے ساتھ وطی کا ارادہ کرنا ہے (۱)۔

## کفارہ قتل کی تجیل:

۱۷- زخم کے بعد جان نکلنے سے پہلے کفارہ قتل کی تجیل جائز ہے اور یہ اس کی طرف سے کنایت کرے گا، اور یہ اس کے سبب کے مقدم ہونے کی وجہ سے ہے جیسے کہ حول سے پہلے زکاۃ نکالنے میں تجیل (جائز ہے)۔

اور شافعیہ نے روزہ کے ذریعہ کفارہ کی تجیل کا استثناء کیا ہے، اس لئے کہ وہ ایک بدنی عبادت ہے، لہذا نماز اور رمضان کے روزہ (۱) شرح العنایہ علی الہدایہ بہامش فتح القدیر ۹۴، مواہب الجلیل ۱۲۳، الدرر السنی ۶۲/۳، مغنی المحتاج ۵۶/۳، کشاف القناع ۵۳/۵، شرح روض الطالب ۲۳/۶۔

(۱) الہدایہ اور اس کی شرح کچھ تصرف کے ساتھ (۲/۳ طبع اول بلاق)۔  
(۲) حاشیہ ابن ماجہ ۶۰/۳ اور اس کے بعد کے صفحات، مواہب الجلیل ۲۷۵/۳، حاشیہ الدرر السنی ۱۳۳/۲، شرح روض الطالب ۲۳/۵، کشاف القناع ۲۳/۶ اور اس کے بعد کے صفحات، الانصاف ۱۱/۳ اور اس کے بعد کے صفحات۔

کی طرح بغیر ضرورت وقت وجوب پر اس کو مقدم کرنا ناجائز ہوگا (۱)۔

د- دین مؤجل (مؤخر مالی مطالبہ) کی ادائیگی میں تجیل:

۱۸- اس میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حلول اجل (ادائیگی کا وقت آنے) سے پہلے دین مؤجل کا ادا کرنا واجب نہیں ہوتا، لیکن اگر اس سے پہلے ادا کر دے تو صحیح ہوگا اور مدیون کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا، اور یہ اس لئے کہ اجل (مؤخر مدت) مدیون کا حق ہے، لہذا اسے اس کے ساقط کرنے کا حق ہوگا اور دائن (صاحب دین) کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا (۲)۔

ھ- معاملہ واضح ہونے سے پہلے فیصلہ میں تجیل:

۱۹- حضرت ابوموسیٰ اشعرئیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: قاضی کو اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا چاہئے جب تک اس کے لئے حق اس طرح واضح نہ ہو جائے جیسے رات دن سے واضح ہو جاتی ہے، اور ان کی یہ بات حضرت عمرؓ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا۔ اور یہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”یا ابن عباس! لا تشہد إلا علی امریضیء لک کضیاء ہلہ الشمس“ (۳)

(اے ابن عباس! تم صرف ایسے ہی معاملہ کی کوئی دو جو تمہارے

(۱) بدائع الصنائع ۱۰۹/۵، شرح روض الطالب ۲۳۶/۳، کشاف القناع ۳۸۹/۵۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۱۷۱/۵، ۱۸۲/۵، مواہب الجلیل ۵۱۶/۳، مغنی المحتاج ۱۱۶/۳، المغنی لابن قدامہ ۳۳۹/۳۔

(۳) حدیث: ”یا ابن عباس! لا تشہد إلا علی امریضیء لک کضیاء ہلہ الشمس“ کی روایت ابن عدی نے ’الکافی‘ (۲۲۱۳/۶ طبع دار الفکر) میں اور حاکم (۳/۸ طبع دائرة المعارف العثمانیہ) نے حضرت ابن عباسؓ سے کی ہے اور ذہبی نے اس کے ایک راوی کے ضعف کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

لئے اس طرح روشن ہو جیسے سورج روشن ہے) اور ولایت قضاء (قضاء کی ذمہ داری) ولایت شہادت (شہادت کی ذمہ داری) سے بڑھ کر ہے، اس لئے کہ فیصلہ خود سے لازم کرنے والی چیز ہے، اور شہادت خود سے لازم کرنے والی چیز نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے ساتھ فیصلہ نہ شامل ہو جائے، تو جب کوادہ پر اس کی پابندی لگائی گئی تو قاضی پر تو وہ بدرجہ اولیٰ ہوگی۔

الصدر الشہید ”ادب القاضی“ کی شرح میں کہتے ہیں: یہ اس معاملہ میں ہوگا جس میں نص موجود ہو، جس معاملہ میں نص موجود نہ ہو اس میں ایسا نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس میں وہ اجتہاد سے فیصلہ کرے گا اور اجتہاد دلیل قطعی نہیں ہے، لہذا اس کے لئے اجتہاد کے ذریعہ حق اس طرح واضح نہیں ہوگا جیسے رات دن سے واضح ہوتی ہے (۱)۔



(۱) روح المعانی ۱۱/۵۶، القوانین الفکھیہ ۲۳۹/۳، شرح ادب القاضی للصدر الشہید ۱۷۱/۵ اور اس کے بعد کے صفحات۔



تفصیل ”اذان“ کی اصطلاح میں ہے۔

ب- ایک ہی مسجد میں جماعت کا تعدد:

۴- حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ اس طرف گئے ہیں کہ جب محلہ کا امام نماز پڑھ چکے پھر دوسری جماعت آجائے تو قول اصح کے مطابق مسجد میں جماعت قائم کرنا مکروہ ہوگا، الا یہ کہ وہ راستہ کی مسجد ہو اور اس کا کوئی نہ امام ہو اور نہ مؤذن تو اس وقت اس میں (دوسری) جماعت قائم کرنا مکروہ نہیں ہوگا (۱)، ان حضرات کا استدلال اس روایت سے ہے جو حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرہ نے اپنے والد سے کی ہے: ”ان رسول اللہ ﷺ خرج من بیتہ لیصلح بین الأنصار فرجع وقد صلی فی المسجد بجماعة، فدخل منزل بعض أهله فجمع أهله فصلى بهم جماعة“ (۲) (نبی کریم ﷺ اپنے گھر سے انصار کے درمیان صلح کرانے کے لئے نکلے، اور آپ اس حال میں لوٹے کہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی جا چکی تھی تو آپ اپنی بعض ازواج کے گھر میں داخل ہوئے اور ان کو جمع کیا اور ان کو جماعت سے نماز پڑھائی)، ان حضرات نے فرمایا کہ اگر مسجد میں جماعت کی تکرار مکروہ نہ ہوتی تو آپ ﷺ اسی میں نماز پڑھتے۔

اسی طرح ان حضرات نے حضرت انسؓ کے ایک اثر سے بھی استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی جماعت جب مسجد میں چھوٹ جاتی تھی تو وہ مسجد میں منفرداً نماز

(۱) ابن ماجہ ۱/۲۶۵، ۳۷۱، روضۃ الطالین ۱/۹۶، مواہب الجلیل ۸۵/۲۔

(۲) حدیث: ”ان رسول اللہ ﷺ خرج من بیتہ لیصلح بین الأنصار.....“ کی روایت طبرانی نے کی ہے جیسا کہ مجمع الزوائد (۲/۵۲۲ طبع القدسی) میں ہے، اور ذہبی نے ”المیزان“ (۳/۱۳۰ طبع الحلبي) میں اس کے ایک راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اسے منکر قرار دیا ہے۔

## تعدد

تعریف:

۱- لغت میں تعدد کثرت کو کہتے ہیں، اور یہ عدد یعنی اکائیوں سے مرکب کیت سے ماخوذ ہے، لہذا تعدد اس کے ساتھ خاص ہے جو ایک سے زیادہ ہو، اس لئے کہ واحد میں تعدد نہیں ہوتا (۱)۔ اور اصطلاحی معنی لغوی معنی سے باہر نہیں ہے۔

شرعی حکم:

۲- تعدد کا حکم اس کے متعلق کے مختلف ہونے سے بدل جاتا ہے، چنانچہ وہ کچھ حالات میں جائز اور چند دوسرے حالات میں ناجائز ہوتا ہے۔

الف- مؤذنون کا تعدد:

۳- ایک ہی مسجد کے کئی مؤذن ہوں یہ جائز ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں متعدد مؤذن ہوا کرتے تھے، اور شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ یہ مستحب ہے، اور وہ سے زیادہ ہونا جائز ہے، اور مستحب یہ ہے کہ چار سے زیادہ نہ ہوں، اور روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے چار مؤذن تھے اور اگر حاجت زیادہ کی متقاضی ہو تو جائز ہوگا (۲)۔

(۱) محیط المحیط، لسان العرب مادۃ ”عد“۔

(۲) مواہب الجلیل ۱/۵۲، روضۃ الطالین ۱/۲۰۶، المغنی ۱/۲۲۹۔

اس کے لئے اسی طرح مستحب ہے جیسا کہ اس وقت ہوتا جب لوگوں کی گزرگاہ میں مسجد ہوتی۔  
تفصیل ”جماعت“ یا ”صلاة جماعت“ کی اصطلاحات میں ہے۔

### ج- جمعہ کا تعدد:

۵- جمہور فقہاء کے نزدیک ایک شہر میں دو جمعے کو قائم کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ مسجد کی تنگی جیسی کوئی ضرورت ہو، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء نے ایک جمعہ کے علاوہ قائم نہیں فرمایا (۱)۔

اور حنفیہ کے نزدیک ایک ہی شہر میں جمعہ کا تعدد مطلقاً جائز ہے، خواہ وہاں ضرورت ہو یا نہ ہو، شہر کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی دریا حائل ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ وارد ہونے والا اثر: ”لا جمعة إلا في مصر جامع“ (۲) (سوائے مصر جامع کے کہیں جمعہ نہیں ہے) مطلق ہے اور شہر میں ہونے کے علاوہ کوئی شرط نہیں لگائی ہے (دیکھئے: ”صلاة الجمعة“۔)

### د- روزہ کے کنارہ کا تعدد:

۶- فقہاء کے درمیان اس شخص پر کفارہ واجب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے جو رمضان کے کسی دن کا روزہ جماع سے فاسد کر دے، اور اس بارے میں بھی کہ ایک دن میں جماع کے مکرر ہونے سے اس میں تعدد نہیں ہوتا ہے، اسی طرح اس صورت میں

پڑھتے تھے، ان حضرات کا کہنا ہے کہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تکرار تقلیل جماعت کا سبب بنے گی، اس لئے کہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ان کی جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ جلدی کریں گے اور جماعت کثیر ہو جائے گی۔

اور حنابلہ کہتے ہیں: مسجد میں جماعت کا اعادہ مکروہ نہیں ہے (۱)، ان کا استدلال نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے عموم سے ہے: ”صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بخمس وعشرين درجة“ (۲) (جماعت کی نماز انفرادی نماز سے پچیس درجہ افضل ہے)، نیز حضرت ابوسعیدؓ کی حدیث سے ہے: ”جاء رجل وقد صلى الرسول ﷺ فقال: ايكم يتجو علي ههنا؟ فقام رجل فصلى معه“ (۳) (ایک شخص اس حال میں آیا کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ چکے تھے تو آپ نے فرمایا: اس پر کون تجارت کرے گا) (یعنی اس کا ثواب کون بڑھائے گا) چنانچہ ایک شخص کھڑا ہوا اور ان کے ساتھ نماز پڑھی) اور ایک روایت میں آتا ہے: ”فلما صليا قال: “وهذان جماعة“ (۴) (جب دونوں نے نماز پڑھ لی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں ایک جماعت ہیں)، نیز اس لئے بھی کہ وہ جماعت پر قادر ہے، لہذا جماعت کرنا

(۱) المغنی ۲/۱۸۰۔

(۲) حدیث: ”صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بخمس وعشرين درجة“ کی روایت بخاری (۲/۱۳۱ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”ايكم يتجو علي ههنا؟ فقام رجل فصلى معه“ کی روایت بیہقی (۳/۶۹ طبع دارالمعرفة) اور ترمذی (۱/۲۲۷ طبع عیسیٰ الجلیلی) نے کی ہے الفاظ ترمذی کے ہیں مؤخر ملایا یہ حدیث حسن ہے۔

(۴) حدیث: ”فلما صليا قال: “وهذان جماعة“ کی روایت بیہقی (۳/۶۹ طبع دارالمعرفة) نے ”انذان لما فوقهما جماعة“ (یا اس سے زیادہ جماعت ہیں) کے الفاظ سے کی ہے بیہقی فرماتے ہیں: اس کی روایت ایک جماعت نے اس طرح علیہ یعنی ربیع بن بدر سے کی ہے اور وہ ضعیف ہیں، واللہ اعلم، اور یہ ایک دوسرے ضعیف طریق سے بھی مروی ہے۔

(۱) کنی الطالب ۱/۲۳۸، شرح الررکانی ۳/۵۲، المغنی ۲/۳۳۳، ۳۳۵۔

(۲) حدیث: ”لا جمعة إلا في مصر“ کی روایت عبد الرزاق (۳/۱۶۷ طبع المکتب الاسلامی) اور بیہقی (۳/۱۷۹ طبع دارالمعرفة) نے کی ہے اور ابن حجر نے ”المعجم“ (۲/۵۳ طبع لاثریہ) میں، اور الزیلعی نے نصب الراية (۲/۱۵۵ طبع مجلس العلمی) میں اس کی تصحیف کی ہے۔

## تعدد ۷-۹

و- صفتہ (عقد بیع) میں تعدد:

۸- سفر و سخت کنندہ کے تعدد، خریدار کے تعدد، ثمن کی تفصیل اور معتقد علیہ (جس مال کی بیع کی جارہی ہے) کے مختلف ہونے سے صفتہ (عقد بیع) کا تعدد ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اگر ایک عقد میں دو سے زیادہ سامانوں کو جمع کرے تو جائز ہوگا اور مثلی میں ثمن تقسیم کر دی جائے گی، اور دو کے درمیان مشترک سامان میں اجزاء کے اعتبار سے تقسیم کی جائے گی اور ان دونوں کے علاوہ دوسری متقوم چیزوں میں قیمت کا اعتبار کر کے روؤں پر تقسیم کی جائے گی، تو اگر دونوں میں سے ایک میں ابتداء عقد باطل ہو جائے تو دوسرے میں صحیح ہوگا، بایں طور کہ ان دونوں سامانوں میں سے ایک عقد کے لائق ہو اور دوسرا سامان عقد بیع کے لائق نہ ہو (۱)۔

(دیکھئے: ”عقد“ اور ”تفریق الصفتہ“)

ز- رہن یا مرہن کا تعدد:

۹- اگر دین کی کسی مقدار کے بدلہ اپنے دو گھر رہن رکھے، اور دین کے دو گھروں میں سے ایک کے حصہ کے بقدر دین ادا کر دے تو جب تک باقی دین ادا نہ کر دے اسے واپس نہیں لے گا، اس لئے کہ رہن کل دین کے بدلہ مجبوس ہے، اسی طرح (اس وقت بھی ہوگا) جب ایک سامان دو آدمیوں کے پاس اپنے اوپر دونوں کے دین کے بدلہ میں رہن رکھے اور دونوں میں سے ایک کا دین ادا کر دے، اس لئے کہ کل سامان دونوں دانوں کے پاس رہن ہے اور رہن کی نسبت ایک ہی عقد میں پورے سامان کی طرف کی گئی ہے (۲)۔

کفارہ کے متعدد ہونے پر ان کا اتفاق ہے جب پہلے کا کفارہ ادا کرنے کے بعد اس کی جانب سے جماع کے ذریعہ روزہ کو فاسد کرنا پایا جائے۔

اور اس صورت میں ان کا اختلاف ہے جب پہلے کا کفارہ ادا کرنے سے پہلے چند ایام (کے روزے) جماع سے فاسد کر دے، چنانچہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کفارہ کے تعدد کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ ہر دن (کا روزہ) مستقل عبادت ہے اور اس کی طرف سے روزہ کو فاسد کرنا مکرر ہے، لہذا یہ دوحج کی طرح ہو گیا (۱)۔

اور حنفیہ کے نزدیک اس کے لئے ایک کفارہ کافی ہے، مسلک حنفی کا قول معتمد یہی ہے اور بعض حنفیہ نے اس کو مختار قرار دیا ہے کہ یہ جماع کے علاوہ کے ذریعہ فاسد کرنے سے خاص ہے، رہا جماع کے ذریعہ فاسد کرنا تو اس میں جنایت بڑی ہونے کی وجہ سے کفارہ میں تعدد ہوگا (۲) (دیکھئے: کفارہ)۔

ح- احرام میں ممنوع کے ارتکاب کے تعدد کی وجہ سے فدیہ کا تعدد:

۷- جب حالت احرام میں ایسی کئی جنایات کا ارتکاب کرے جن میں سے ہر ایک موجب فدیہ ہو، تو جنایت اگر شکار کرنا ہو تو ان میں سے ہر ایک میں اس کی جزاء ہوگی، خواہ ان کو ایک ساتھ کیا ہو یا الگ الگ، پہلے کا کفارہ دے چکا ہو یا نہیں، اس کے بارے میں فقہاء کے درمیان اتفاق ہے (۳) اور اس کے علاوہ میں اختلاف اور تفصیل ہے جس کے لئے ”فدیہ“ اور ”احرام“ کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۱) اسنی الطالب ۱/ ۲۵، کشاف القناع ۲/ ۳۶، الزیلعی ۲/ ۲۰۸۔

(۲) ابن ماجہ ۱۱۰/ ۲، بدائع الصنائع ۲/ ۱۰۱۔

(۳) اسنی الطالب ۱/ ۵۲۳، المغنی ۳/ ۹۶، یہاں امام احمد کا ایک قول مذکور ہے۔

= (کئی کفاروں کا باہم ہونا) کا بھی ہے۔

(۱) اسنی الطالب ۲/ ۳۲، ۳۳، ابن ماجہ ۳/ ۱۰۳۔

(۲) اسنی الطالب ۲/ ۱۷، الہدایہ ۳/ ۱۰۳۔



ح- جائداد میں حق شفعہ رکھنے والوں کا تعدد:

۱۰- فقہاء کا شفعہ کے حکم میں اس صورت میں اختلاف ہے جب ایک جماعت اس کی مستحق ہو، چنانچہ شافعیہ کہتے ہیں کہ وہ سب حصوں کے بقدر لیں گے، اس لئے کہ حق شفعہ ملک کے مرافق (فوائد) میں سے ہے، لہذا ملکیت ہی کے بقدر حصہ متعین ہوگا (۱)۔

اور حنفیہ کے نزدیک ان کے عدد و رؤوس (افر او کی تعداد) پر تقسیم کیا جائے گا (۲)، یہ شافعیہ کا بھی ایک قول ہے، اس لئے کہ وہ سب سب استحقاق میں برابر ہیں، لہذا استحقاق میں بھی برابر ہوں گے، (دیکھئے: ”شفعہ“)

ط- وصیتوں کا تعدد:

۱۱- جب اللہ کے حقوق سے متعلق کچھ وصیتیں کی ہوں تو ان میں فرائض کو مقدم رکھا جائے گا، خواہ وصیت کرنے والے نے ان کو مقدم رکھا ہو یا مؤخر، اس لئے کہ فرض نفل سے زیادہ اہم ہے، اور اگر سب مساوی ہوں اور وصیت کرنے والے نے بعض کو بعض پر ان چیزوں میں مقدم رکھا ہو جس میں ترتیب مفید ہوتی ہے تو جس کو وصیت کرنے والے نے مقدم رکھا ہو اسی سے ابتداء کی جائے گی، (دیکھئے: ”وصیت“)

ی- بیویوں کا تعدد:

۱۲- بیویوں کا چار تک تعدد مشروع ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد قرآنی میں اس کی اجازت ہے: ”فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَثُلَّةً وَرُبْعًا ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْلَمُوْا فَاِوْحِدُوْهُ“

(۱) التعلیوٰی ۳۸/۳۔

(۲) الہدایہ ۲۵/۳۔

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ“ (۱) (تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں، ان سے نکاح کر لو دو سے، خواہ تین تین سے، خواہ چار چار سے لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کر دیا جو کنیز تمہاری ملک میں ہو)، اور تعدد ازدواج کی مشروعیت، اس کی شرائط اور بیویوں کے درمیان عدل واجب ہونے کی تفصیل کے متعلق ”نکاح“، ”قسم“ اور ”نفقہ“ کی طرف رجوع کیا جائے۔

ک- اولیاء نکاح کا تعدد:

۱۳- جب عورت کے اولیاء قریب کے درجہ میں برابر ہوں جیسے بھائی اور چچا تو ان میں بڑے اور افضل کو مقدم کرنا مندوب ہے، اور اگر سب دلچسپی دکھائیں اور بڑے و افضل کو مقدم نہ کریں تو ان کے درمیان قریب اندازی ہوگی، اور اگر قریب اندازی سے پہلے ہی ان میں سے کوئی عورت کی اجازت سے شادی کرادے، یا جس کا قریب نکلا تھا اس کے علاوہ کوئی اور شادی کرادے تو صحیح ہوگی (۲)، اس لئے کہ اس کا صدور اہل کی جانب سے محل میں ہوا ہے، یہ شافعیہ کی رائے ہے، اور موضوع کی تفصیل اور فقہاء کی آراء کے لئے ”نکاح“ اور ”ولی“ کی اصطلاح کی طرف رجوع کیا جائے۔

ل- طلاق کا تعدد:

۱۴- آزاد شوہر اپنی آزاد بیوی پر تین طلاق کا مالک ہے، ان کے بعد بیوی اس سے بینونت کبری (مغلظہ) کے طور پر بائن ہو جائے گی اور اس کے لئے حلال نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اس کے علاوہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے جو اس سے دخول کرے، پھر اسے طلاق دے یا مرجائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ“ (طلاق)

(۱) سورہ نساء ۳۔

(۲) اسنی المطالب ۳۱/۳۔

تائید کی ہے کہ ان میں سے ہر لفظ شتم پر اس کی الگ تعزیر ہوگی، اس لئے کہ حقوق العباد میں مدخل نہیں ہوتا، اسی طرح اس وقت ہوگا جب ایک لفظ سے کسی پوری جماعت کو گالی دے (۱)۔  
(دیکھئے: اصطلاح ”تعزیر“)

س- ایک ہی شہر میں قاضیوں کا تعدد:

۱۷- امام کے لئے ایک شہر میں دو اور اس سے زیادہ قاضیوں کا متعین کرنا جائز ہے، الا یہ کہ یہ شرط لگا دے کہ وہ لوگ ایک ہی مقدمہ میں باہمی اتفاق رائے سے فیصلہ کریں (تو متعدد قاضی مقرر کرنا درست نہ ہوگا)، کیونکہ اجتہادی مسائل میں ان میں اختلاف ہوگا (۲) (دیکھئے: ”قضاء“)

ع- ائمہ کا تعدد:

جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے ایک ہی زمانہ میں دو اور اس سے زیادہ ائمہ (خلفاء) کا مقرر کرنا جائز نہیں ہوگا، اگرچہ ان کی سلطنتیں دور دور ہوں (۳)۔  
دیکھئے: ”امامت عظمیٰ“۔

تو دوسری بار ہے (۲) ”فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ“ (۱) (پھر اگر کوئی اپنی عورت کو طلاق دے دی دے تو وہ عورت اس کے لئے اس کے بعد جائز نہ رہے گی یہاں تک کہ وہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے پھر اگر وہ (بھی) اسے طلاق دے دے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ پھر مل جائیں، بشرطیکہ دونوں گمان غالب رکھتے ہوں کہ اللہ کے ضابطوں کو قائم رکھیں گے)۔

اور اس میں تفصیل اور اختلاف ہے جس کی طرف ”طلاق“ کی اصطلاح میں رجوع کیا جائے۔

م- مجنی علیہ (جس پر جنایت ہوئی ہے) یا جانی (جنایت کرنے والا) کا تعدد:

۱۵- جب کوئی جماعت ایک شخص کو قتل کرے تو بطور قصاص سب کو قتل کیا جائے گا (اگرچہ تعداد میں ان کے لگائے ہوئے زخموں میں کمی بیشی ہو) بشرطیکہ ہر زخم جان لینے میں مؤثر ہو، اور اگر کسی جماعت کو ایک شخص قتل کر دے تو اسے بھی قصاص میں قتل کر دیا جائے گا، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے (۲)۔

تفصیل ”قصاص“ اور ”جنایت“ کی اصطلاح میں ہے۔

ن- الفاظ کے تعدد سے تعزیر کا تعدد:

۱۶- جو شخص تعزیر واجب کرنے والے متعدد الفاظ سے کسی شخص کو گالی دے تو بعض حنفیہ نے فتویٰ دیا ہے اور ابن عابدین نے اس کی

(۱) ابن عابدین ۱۸۶/۳۔

(۲) قلیوبی ۲۸۸/۳، حاشیہ الدسوقی ۳۳۳، یہ مسائل عدلیہ کے طریقہ کار (عدالتی پروسیجر) سے متعلق ہیں جن میں زمانہ کی تبدیلی سے تغیر ہو گیا ہے (کمینی)۔

(۳) روحۃ الطالین ۱۰/۷، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۹، حاشیہ الدسوقی ۳۳۳۔

(۱) سورہ بقرہ ۲۲۹، ۲۳۰۔

(۲) مواہب الجلیل ۲۳۱/۱، اسنی الطالب ۷۳/۱، حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ۳۲۰/۲۔

اموال پر تعدی:

غصب کرنا، ضائع کرنا، اور چوری اور غبن کے ذریعہ تعدی کرنا:

۳- جو دوسروں کے مال پر تعدی کرے اور اس کو غصب کرے، یا ایسے مال کو تلف کر دے جس کے تلف کرنے کی شرعا اس کو اجازت نہیں تھی یا چوری کر لے یا اچک لے تو اس پر دو احکام مرتب ہوں گے:

ایک اثر وی یعنی گناہ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ" (۱) (اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ)، اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسِهِ" (۲) (کسی مسلمان شخص کا مال اس کی ولی رضا مندی کے بغیر حلال نہیں ہے)۔

دوسرا دنیوی حکم: یعنی اس پر ضمان واجب ہونے کے ساتھ ساتھ حد یا تعزیر، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: "عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تَوَدَّيْهِ" (۳) (جو کچھ ہاتھ نے لیا وہ اس کے ذمہ ہوگا یہاں تک کہ اس کو ادا کر دے) اور اس لئے کہ حضرت عبداللہ

(۱) سورہ بقرہ ۱۸۸۔

(۲) حدیث: "لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسِهِ" کی روایت دارقطنی (۲۶۳ طبع دارالحکامین) نے ابوزہرہ نقاشی سے کی ہے اور اس کی سند میں کلام ہے ابن حجر نے التلخیص میں اس کو تقویہ دینے والے کچھ شواہد نقل کئے ہیں (التلخیص ۳۶۳، ۳۷۷ طبع شرکت المطابع النعیمیہ)۔

(۳) حدیث: "عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تَوَدَّيْهِ" کی روایت ابوداؤد (۳/۸۲۲ تحقیق عزت عبید دھاس) نے حضرت سمرہ بن جندب سے کی ہے اور ابن حجر نے صحن کے حضرت سمرہ سے سماع میں اختلاف کی وجہ سے "التلخیص" میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے (التلخیص ۵۳/۳ طبع شرکت المطابع النعیمیہ)۔

## تعدی

تعریف:

۱- لغت میں تعدی ظلم کو کہتے ہیں، اور اس کی اصل حد، مقدار اور حق کو تجاوز کرنا ہے، کہا جاتا ہے: "تَعْلِيلُ الْحَقِّ وَاعْتِمَالُهُ وَعَدْوَتُهُ" (۱) کہ یعنی میں حق سے تجاوز کر گیا۔

اور فقہاء کے ذریعہ اس لفظ کا استعمال اس کے لغوی معنی سے باہر نہیں ہے، چنانچہ اس کا استعمال: غیر کے حق پر زیادتی کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے، اور حکم کے دوسرے محل کی طرف منتقل ہونے پر بھی، جیسے علت کی تعدی اور حرمت میں تعدی وغیرہ۔

شرعی حکم:

۲- گزر چکا ہے کہ تعدی کے دو اطلاقات (استعمالات) ہیں، کبھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے دوسرے پر زیادتی کرنا مراد لیا جاتا ہے، اور اس بحث میں اس کی تفصیل آئے گی، اور کبھی اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے حکم کا دوسری طرف منتقل ہو جانا مراد لیا جاتا ہے۔ جہاں تک پہلے اطلاق کے اعتبار سے تعدی کا تعلق ہے تو وہ اپنی تمام اقسام سمیت حرام ہے اور تعدی کے مخصوص احکام ہیں: جیسے جان اور اطراف (اعضاء) میں قصاص اور عوض دلانا، قید کرنا اور اس جیسی چیزیں جیسا کہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

(۱) اللسان، المصباح، المغرب۔



## تعدی ۴

گیا ہے اسے چاہئے کہ دوسرے کی امانت (کالحق) ادا کر دے اور ودیعت میں مودع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی) پر کوئی ضمان نہیں ہے، اس لئے کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”من أودع ودیعة فلا ضمان علیہ“ (۱) (جس کے پاس کوئی ودیعت رکھی جائے اس پر کوئی ضمان نہیں ہوگا) اور اس لئے بھی کہ مستودع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے) مالک ودیعت کے لئے ودیعت کی حفاظت کرتا ہے، اور اگر اسے ضامن قرار دیا جائے تو لوگ ودیعت قبول کرنے سے رک جائیں گے، اور یہ مضر ہے، اس لئے کہ اس کی سخت حاجت ہوتی ہے۔

اور دو حالتوں میں ودیعت رکھنے والا ضامن ہوگا:

اول: جب ودیعت کی حفاظت میں کوتاہی کرے، اس لئے کہ کوتاہی کرنے والا اس چیز کے ترک کرنے کی وجہ سے ودیعت کی ہلاکت کا سبب بن رہا ہے جو ودیعت کی حفاظت کے متعلق اس پر واجب تھی۔

دوم: ودیعت رکھنے والا ودیعت پر تعدی کرے، اس لئے کہ تعدی کرنے والا دوسرے کے مال کو تلف کرنے والا ہے، لہذا اس کا اسی طرح ضامن ہوگا جیسے ایداع (ودیعت کا معاملہ) کے بغیر تلف کرنا تو ضامن ہوتا۔

اور تعدی کی صورتوں میں سے اس سے نفع اٹھانا بھی ہے مثلاً ودیعت رکھے ہوئے جانور پر اس جانور کے نفع کے بغیر سوار ہو یا ودیعت رکھے ہوئے کپڑے کو پہنے اور پرانا کر دے، اور تعدی کی صورتوں میں

بن سائب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا سامان کھلو اڑیا سنجیدگی سے نہ لے اور جو اپنے بھائی کا عصا بھی لے وہ اس کو واپس کر دے (۱)، چنانچہ تعدی کرنے والے پر مقصود یہ سامان کو لوٹنا اس صورت میں واجب ہوگا جب وہ سامان بعینہ اس کے ہاتھ میں موجود ہو، اور اگر اس کے قبضہ میں ہوتے ہوئے ہلاک ہو جائے، یا سامان پر تعدی کرے اور غصب کے بغیر ہی اسے تلف کر دے تو اگر وہ مثلی ہو تو اس کے مثل کا لوٹنا واجب ہوگا، اور اگر اس کا مثل دستیاب نہ ہو یا سامان مثلی نہ ہو تو اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی (۲)۔

اور یہی حکم اس باغی کا ہے جو زمانہ جنگ کے علاوہ میں بغاوت کرے، کہ وہ ان اموال کا ضامن ہوگا جن کو اس نے تلف کیا ہے یا لے لیا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے اصطلاح: ”غصب“، ”إتلاف“، ”ضمان“، ”سرقة“، ”اختلاس“ اور ”بغاة“۔

## عقود میں تعدی:

### اول: ودیعت میں تعدی:

۴- ودیعت میں اصل یہ ہے کہ وہ امانت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي أُؤْتِمِنَ أَمَانَتَهُ“ (۳) (اور تم سے کوئی کسی پر اعتبار رکھتا ہے تو جس کا اعتبار کیا

(۱) حدیث: ”لا یاخذن أحدکم مناع أخیه لا عبا أو جادا.....“ کی روایت ابو داؤد (۲۷۳/۵) تحقیق عزت عبید دھاس (اور رندی (۲۶۳/۴ طبع الحلی) نے کی ہے اور رندی نے اس کو ضامن قرار دیا ہے۔

(۲) ابن ماجہ ۵/۱۱۳، ۱۱۶، حاشیہ الدسوقی ۳/۳۳۳، التواین المعیہ ۵/۳۳۵، معنی المحتاج ۲/۲۷۷، ۲۸۲، کشاف القناع ۲/۷۸، ۷۹۔

(۳) سورہ بقرہ ۲۸۳۔

(۱) حدیث: ”من أودع ودیعة فلا ضمان علیہ“ کی روایت ابن ماجہ (۲/۸۰۲ طبع الحلی) نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے کی ہے اور ابن حجر المذنب (۳/۷۷ طبع شرکت المطابع المکیہ) میں فرماتے ہیں: اس میں شی بن صباح ہے جو متروک ہے اور جو کچھ پہنچنے کے ذکر کیا ہے اس کے مطابق ابن ابیہ نے ان کی متابعت کی ہے۔

## تعدی ۵-۸

میں اس کا (ودیعت رکھے جانے سے) انکار کر دینا بھی ہے (۱)۔

دوم: رہن میں تعدی:

۵- رہن میں تعدی راہن کی طرف سے ہوگی یا مرتہن کی طرف سے ہوگی۔

الف- راہن کی تعدی:

۶- جب راہن (رہن رکھنے والا) رہن پر تعدی کرے اور اس کو تلف کر دے یا اس کے کسی جزء کو تلف کر دے تو جو کچھ اس نے تلف کیا ہے اس کی قیمت ادا کرنے کا اس کو حکم دیا جائے گا تاکہ دین کی ادائیگی کی مدت آنے تک وہ (قیمت) رہن ہو جائے۔

راہن کے وہ تصرفات جو رہن رکھے ہوئے سامان کی ملکیت منتقل کر دیتے ہیں جیسے فروختگی اور ہبہ تو وہ مرتہن (جس کے دین کے سلسلے میں رہن رکھا گیا ہے) کی اجازت یا دین کی ادائیگی پر موقوف ہوں گے (۲)۔

ب- مرتہن کی تعدی:

۷- حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ رہن اگر خود سے ہلاک ہو جائے تو وہ دین کے بدلہ مضمون ہو کر ہلاک ہوگا، اسی طرح اس وقت ہوگا اگر اسے مرتہن ہلاک کر دے، اس لئے کہ اگر اس نے مالک کی اجازت کے بغیر ایک متقوم (قیمت والی) مملوکہ چیز کو ہلاک کر دیا ہوتا تو اس

کے مثل یا قیمت کا ضامن ہوتا جیسا کہ اس وقت ہوتا جب کسی اجنبی نے اس کو ہلاک کیا ہوتا، اور یہ مثل یا قیمت ہلاک شدہ مال کی جگہ پر رہن ہو جائے گی۔

اور مالکیہ نے جن کو غائب کیا جاسکتا ہے، یعنی جن کو چھپلا ممکن ہے جیسے بعض منقولات اور جن کو غائب نہیں کیا جاسکتا ہے، جیسے جائیداد، کشتی اور حیوان کے درمیان فرق کیا ہے، چنانچہ انہوں نے دوسرے میں نہیں بلکہ پہلے میں دو شرطوں کے ساتھ ضمان واجب کیا ہے:

اول: یہ کہ وہ اس کے قبضہ میں ہونہ کہ کسی امین کے ہاتھ میں۔  
دوم: یہ کہ مرتہن کے پاس ایسا بینہ نہ ہو جو کو اسی دے کہ مرتہن کی طرف سے کسی سبب یا کوتاہی کے بغیر رہن رکھا ہو مال تلف یا ضائع ہوا ہے (۱)۔

شافعیہ اور حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ رہن مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے اور اگر اس کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہوگا الا یہ کہ اس پر تعدی کرے یا اس کی حفاظت میں کوتاہی کرے۔

اس تفصیل کے مطابق فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ مرتہن رہن پر تعدی کرنے یا اس کی حفاظت میں کوتاہی کرنے سے اس کا ضامن ہوگا۔

سوم: عاریت میں تعدی:

۸- اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ مستعیر (عاریت لینے والا) کی طرف سے تعدی اور کوتاہی ہونے پر عاریت کا ضمان ہوگا، اس لئے کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

(۱) بدائع الصنائع ۵۹/۸، ۵۷/۸، ابن ماجہ ۳۲۶/۵، الدسوقی ۳/۳۱۹ اور اس کے بعد کے صفحات،  
(۲) ابن ماجہ ۳۲۷/۵، ۳۲۸، الدسوقی ۳/۳۲۲، القوائین المصنوعہ ۳/۹۶ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۱) ابن ماجہ ۳۲۷/۵، ۳۲۸، الدسوقی ۳/۳۱۹ اور اس کے بعد کے صفحات،  
معنی الحجج ۳/۷۹ اور اس کے بعد کے صفحات، کشاف القناع ۳/۱۶۶ اور اس کے بعد کے صفحات۔  
(۲) ابن ماجہ ۳۲۷/۵، ۳۲۸، الدسوقی ۳/۳۲۲، القوائین المصنوعہ ۳/۹۶ اور اس کے بعد کے صفحات۔  
۳۲۹، روضۃ الطالبین ۳/۷۲، ۷۳، ۷۴، کشاف القناع ۳/۳۳۶۔

## تعدی ۹

فرمایا: ”علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ“ (۱) (ہاتھ جو کچھ لے وہ اس کے ذمہ ہوگا یہاں تک کہ اس کو ادا کر دے)۔

رہی وہ صورت جب وہ تعدی اور تفریط کے بغیر بلاک ہو جائے تو اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

چنانچہ حنفیہ اور مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ عاریت اگر اس کی جانب سے تعدی اور کوتاہی کے بغیر بلاک ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”لیس علی المستعیر غیر المغل ضمان“ (۲) (خیانت نہ کرنے والے مستعیر پر ضمان نہیں ہے) اور اس لئے بھی کہ اس نے عاریت پر اس کے مالک کی اجازت سے قبضہ کیا ہے، لہذا وہ ودیعت کی طرح ہی امانت ہوگی، یہ حضرت حسن، نجفی، شعی، عمر بن عبد العزیز، ثوری، اوزاعی اور ابن شبرمہ کا قول ہے۔

اور مالکیہ نے مستعیر کو ضامن قرار دینے میں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ عاریت کے بلاک ہونے کا سبب ظاہر نہ ہو اور وہ ان چیزوں میں سے ہو جن کو غائب کیا جاسکتا ہے، چنانچہ اگر اس کے سبب کے بغیر اس کے تلف یا ضائع ہونے پر بینہ قائم ہو جائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہوگا۔

اور شافعیہ اور حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ عاریت مطلقاً قائل ضمان ہے، مستعیر تعدی کرے یا نہ کرے، اس لئے کہ حضرت سمرہ کی حدیث ہے: ”علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ“ (۳) (ہاتھ نے

جو کچھ لیا ہے وہ اس کے اوپر ہوگا یہاں تک کہ اس کو ادا کر دے) اور حضرت صفوان سے مروی ہے: ”انہ صلی اللہ علیہ وسلم استعار منہ یوم حنین أدراعا، فقال: أغصبا یا محمد؟ قال: بل عاریة مضمونة“ (۱) (آنحضرت ﷺ نے خنین کے دن ان سے کچھ زرہیں عاریت پر لیں، تو انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ! کیا غصب کے طور پر لے رہے ہیں ہنرمایا: نہیں بلکہ مضمون عاریت کے طور پر)، یہی قول حضرت عطاء، اسحاق اور مالکیہ میں سے اہلب کا ہے، اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے (۲)۔

چہارم: وکالت میں تعدی:

۹ - فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ وکیل امین ہوتا ہے، اور بغیر کوتاہی اور تعدی کے اس کے ہاتھ میں جو کچھ تلف ہو جائے اس میں اس پر ضمان نہیں ہوگا، اس لئے کہ ”ید“ (قبضہ) اور تصرف میں وہ مالک کا نائب ہے، تو اس کے ہاتھ میں بلاک مالک کے ہاتھ میں بلاک کی طرح ہے، لہذا وہ مودع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی) کی طرح ہو گیا۔

اور اس لئے بھی کہ وکالت عقد رفاق و معونت (مہربانی و مدد کرنے کا عقد) ہے اور ضمان اس کے منافی اور اس سے نفرت دلانے والا ہے، اور اگر وکیل تعدی کرے تو وہ ضامن ہوگا (۳)۔ تفصیل کے

(۱) حدیث: ”بل عاریة مضمونة“ کی روایت احمد (۳۰۱/۳) طبع المصنف نے کی ہے اور ابن حزم نے الحاکمی (۱۷۳/۹) طبع المصنف نے کی ہے اس کو صریحاً رد کیا ہے۔

(۲) ابن حبان ۵۰۳، جامعہ الدوسقی ۳۶۳/۳، القوانين المغنیہ ۲/۵۸، مغنی المحتاج ۲/۲۶۷، کشاف القناع ۲/۷۰، المغنی ۲/۳۳۰۔

(۳) ابن حبان ۵۰۹، فتح القدیر ۷/۵۲، ۵۳، القوانين المغنیہ ۲/۳۳۳، مغنی المحتاج ۲/۲۳۰، روضة الطالبین ۲/۳۲۵، کشاف القناع

(۱) حدیث: ”علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ“ کی تخریج فقرہ نمبر ۳ میں گذر چکی ہے۔

(۲) حدیث: ”لیس علی المستعیر غیر المغل ضمان“ کی روایت دارقطنی (۳۱/۳) طبع دار الحاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کی ہے اور اس کی سند میں دو ضعیف روایوں کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(۳) حدیث: ”علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ“ کی روایت فقرہ نمبر ۳ پر گذر چکی ہے۔





”اسراف“ کی اصطلاح میں گزر چکی ہے۔

وہم: جنگوں میں تعدی:

۱۷- مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگوں میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنا واجب ہے، چنانچہ ان لوگوں سے قتال کرنا جائز نہیں ہوگا جن کو دعوت نہ پہنچی ہو یہاں تک کہ ہم ان کو اسلام کی دعوت دیں، اس اختلاف اور تفصیل کے ساتھ جس کو ”دعوت“ کی اصطلاح میں دیکھا جاسکتا ہے۔

بچوں، پاگلوں، عورتوں، بہت بوڑھے شخص، راہب، معذور، اور اندھے میں سے جو تھپتھپانہ اٹھائے ہوں جنگوں میں اس کو قتل کرنا علماء کے درمیان کسی اختلاف کے بغیر ناجائز ہے، الا یہ کہ وہ قتال میں شریک ہوں یا جنگ میں وہ صاحب رائے، صاحب تدبیر و حیلہ ہوں یا کسی بھی طریقہ سے کفار کی اعانت کریں، اسی طرح قیدیوں پر زیادتی کرنا ناجائز ہے بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک واجب ہے۔

تفصیل کے لئے ”جہاد“، ”جزیہ“ اور ”اسری“ کی اصطلاحات دیکھی جاسکتی ہیں۔

دوسرے اطلاق بمعنی انتقال کے اعتبار سے تعدی:

الف- علت کی تعدی:

علت: وہ وصف ہے جس کے پائے جانے کی صورت میں مصلحت حاصل کرنے کے لئے حکم مشروع ہوا ہو (۱)۔

۱۸- اور علت یا تو متعدی ہوتی ہے یا قاصرہ ہوتی ہے جس کو ”ما قصہ“ کہا جاتا ہے۔

متعدی: وہ علت ہے جس کا وجود اصل اور فروعات (دونوں) میں ثابت ہو، یعنی محل نص سے غیر نص کی طرف تجاوز کر جائے جیسے علت اسکار (نشہ پیدا کرنے کی علت)۔

اور قاصرہ وہ علت ہے جو اصل کے محل سے تجاوز نہ کرے جیسے

(۱) فوائج الرحموت، شرح مسلم الشبوت ۲/۲۶۰۔

ہشتم: آبرو پر تعدی:

۱۵- آبرو پر تعدی کرنا حرام ہے، اس لئے کہ آبرو کو عیب سے محفوظ رکھنا واجب ہے، اسلام نے عزت پر تعدی کرنے والے کے خون کو مباح قرار دیا ہے، اس لئے کہ عزت و آبرو کی حفاظت مقاصد شریعت میں سے ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”من قتل دون اھلہ فھو شہید“ (۱) (جو اپنے اہل و عیال کے دفاع میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے) اس حدیث شریف سے استدلال اس طرح ہے کہ جب آپ نے اس کو شہید قرار دیا تو معلوم ہوا کہ اس کو قتل کرنے اور لڑنے کا حق ہے اور آبرو کا دفاع کرنا واجب ہے، اس لئے کہ اس کو مباح کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، اس میں اس کی بیوی کی شرمگاہ وغیرہ براہ ہے، اور شرمگاہ کی جانب سے دفاع ہی کی طرح اس کے مقدمات جیسے بوسہ وغیرہ کی طرف سے دفاع کرنا بھی ہے (۲)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”صیال“۔

نہم- باغیوں کی تعدی:

۱۶- جب باغیوں میں شرائط پائی جائیں تو وہ جس جان یا مال کا اتنا ف کریں گے اس پر غور کیا جائے گا: اگر قتال کے درمیان ہوا ہو تو کوئی ضمان نہیں ہوگا، اور اگر غیر قتال میں ہوا ہو تو ان کو جان و مال کا ضامن بنایا جائے گا، یہ وہ مقدار ہے جس پر جمہور علماء ہیں (۳)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”بغاة“۔

(۱) حدیث: ”من قتل دون اھلہ فھو شہید“ کی روایت ترمذی (۳۰/۳) طبع المجلد نے کی ہے اور ملا حسن صحیح ہے۔

(۲) معنی المحتاج ۳/۱۹۳، ۱۹۵۔

(۳) معنی المحتاج ۳/۱۲۵، کشاف القناع ۶/۱۶۵۔

## تعدی ۱۹-۲۰

طواف کے پہلے تین شوطوں (چکروں) میں مشرکین پر بہادری اور طاقت کا اظہار کرنے کے لئے رمل کرنا۔

اس بات پر اہل اصول کا اتفاق ہے کہ متعدی علت سے تغلیل صحیح ہے، اس لئے کہ قیاس اسی علت سے مکمل ہوتا ہے جو فرع کی طرف متعدی ہو، تاکہ وہ فرع اصل سے لاحق ہو جائے (۱)۔

اور علل قاصرہ سے تغلیل کرنے میں اہل اصول کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل کا محل اصولی ضمیمہ ہے۔

ب- سرایت کر جانے سے تعدی:

۱۹- اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زمین یا ملکیت میں یا ایسی غیر آباد زمین میں جس کی اس نے حد بندی کر رکھی ہو یا کسی ایسی جگہ جس سے نفع اٹھانے کا اسے استحقاق ہے، آگ روشن کرے اور کچھ چنگاریاں اس کے پڑوسی کے گھر کی طرف اڑ جائیں اور اسے جلا دیں تو آگ بھڑکانا اگر ایسے طریقہ پر رہا ہو جس میں عام طور پر آگ دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل نہیں ہوتی تو وہ ضامن نہیں ہوگا ورنہ اپنی تعدی کی وجہ سے ضامن ہوگا، خواہ آگ جلا نا اس حال میں ہو کہ ہوا شدید ہو یا ایسے مادوں کے استعمال سے ہو جس سے آگ پھیل جاتی ہے یا کوئی اور چیز ہو (۲)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”ضمان“ اور ”احراق“۔

تعدی کے اثرات:

۲۰- یہ گزر چکا ہے کہ تعدی مال، جان، جان سے کم درجہ اعضاء اور

آپ و پر ہوتی ہے اور تعدی کی تمام قسموں کے کچھ اثرات ہوتے ہیں

(۱) المستملی ۲/۳۵، ارشاد المول رص ۲۰۸، ۲۰۹، جمع الجوامع بحامیۃ البنانی ۲۳۱/۲، فواتح الرحموت ۲/۲۸۶۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۵۹، مواہب الجلیل ۶/۳۲۱، روضۃ الطالبین

۲۸۵/۵، کشاف القناع ۲/۳۶۷، مجمع المصنعات رص ۱۶۱۔

جن کو ذیل میں ہم مختصر بیان کر رہے ہیں:

(۱) ضمان: ضمان اس میں ہوتا ہے جو غصب، ارتلاف اور اس

کے علاوہ سے مال کے ساتھ مخصوص ہو، یا اس میں ہوتا ہے جو تمام

قسموں سمیت قتل سے مخصوص ہو جبکہ قتل عمد میں کسی مال پر صلح کر لی

جائے یا اولیاء میں سے کوئی قصاص معاف کر دے، اور اسی کے مثل

جان سے کم درجہ کے اعضاء پر جنایت میں ہوتا ہے۔

تفصیل کے لئے ہر ایک کو اس کے باب میں دیکھا جائے۔

(۲) قصاص: قصاص قتل عمد (دانشہ قتل) میں ہوتا ہے یا ایسے

عضو کو کاٹ ڈالنے یا تلف کر دینے میں جس میں قصاص ہو، اور اسے

”قتل“ اور ”قصاص“ کی اصطلاحات میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۳) حد: یہ چوری، زنا، قذف اور اس جیسے جرائم میں تعدی

کے اثرات میں سے ایک اثر ہے اور اس کو ”حد“ کی اصطلاح میں

دیکھا جاسکتا ہے۔

(۴) تعزیر: یہ امام کا ایک حق ہے جس کے ذریعہ وہ جرم کرنے

والوں کو سزا دیتا ہے، اور تعزیر جس (قید کرنے)، کوڑا لگانے یا ایسی چیز

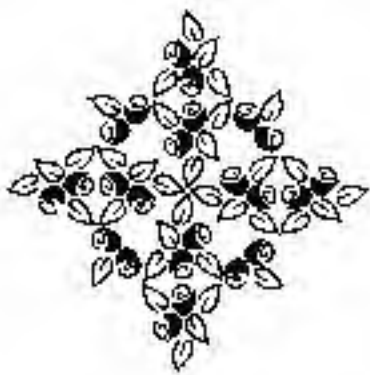
کے ذریعہ ہوتا ہے جس کو حاکم مناسب سمجھے، دیکھئے: اصطلاح

”تعزیر“۔

(۵) میراث سے رکاوٹ: جیسے وارث کا اپنے مورث کو قتل

کر دینا، عمد اور غیر عمد میں فقہاء کے درمیان کچھ اختلاف کے ساتھ۔

دیکھئے: اصطلاح ”ارث“۔





## تعدیل ۱-۴

شرعی حکم:

الف- گواہوں کی تعدیل:

۳- شافعیہ، حنابلہ، مالکیہ، امام ابو یوسف اور امام محمد اس طرف گئے ہیں کہ قاضی کو جب گواہوں کی عدالت کا علم نہ ہو تو وہ ان کی تعدیل طلب کرے، خواہ فریق طعن کرے یا نہ کرے اور تعدیل کے بغیر اس کے لئے ان کی کوئی قبول کرنا جائز نہیں ہے (۱)۔

اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حاکم ایسے مسلمان گواہ کی کوئی قبول کرے گا جو بہ ظاہر عادل ہو اور گواہوں کی حالت کے بارے میں اس وقت تک سوال نہیں کرے گا جب تک فریق مخالف طعن نہ کرے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”المسلمون عدول بعضہم علی بعض، إلا محلودا فی فریۃ“ (۲) (مسلمان ایک دوسرے کے خلاف (کوئی میں) عادل ہیں، سوائے اس کے جس پر بہتان میں حد لگی ہو)۔

اور اس سے حدود اور قصاص کے گواہ مستثنیٰ ہیں، چنانچہ امام ابو حنیفہ کے یہاں حدود و قصاص کے گواہوں میں استقصاء (گواہوں کی عدالت کی پوری تحقیق کر لینا) لازم ہوگا، اس لئے کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جایا کرتی ہیں (۳)۔

گواہوں اور حدیث کے راویوں کی تعدیل میں کچھ تفصیل اور اختلاف ہے جسے ”تزکیہ“ میں دیکھا جائے۔

ب- نماز میں ارکان کی تعدیل:

۴- نماز میں تعدیل ارکان کے وجوب پر، اس میں یعنی رکوع، سجود

(۱) روئے الطائین ۱۱/۱۶۶، ۱۶۷، معین لکھنؤ ص ۱۰۵، ابن ماجہ ص ۲۷۳، ۲۷۴، ۳۷۸، ۳۷۹، کشاف القناع ۱/۳۳۸۔

(۲) حدیث ”المسلمون عدول بعضہم علی بعض.....“ کی روایت ابن ابی شیبہ (۱/۲۷۹ طبع دار التقریب ممبئی) نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کی ہے۔

(۳) فتح القدیر ۱/۵۷۵، ابن ماجہ ص ۲۷۳، ۲۷۴، معین لکھنؤ ص ۱۰۵۔

## تعدیل

تعریف:

۱- تعدیل کے لغت میں دو معانی ہیں:

الف- برابر کرنا اور سیدھا کرنا، کہا جاتا ہے: ”عدل الحکم والشیء تعدیلاً“ اس نے فیصلہ یا معاملہ درست کیا، ”والمیزان“ ترازو کو برابر کیا ”فاعتدل“ (تو وہ برابر ہو گئی)۔

ب- تزکیہ- کہا جاتا ہے: ”عدل الشاہد أو الراوی تعدیلاً“ (۱) اس نے گواہ یا راوی کی فہمت عدالت کی طرف کی اور اس کو عدالت سے متصف کیا۔

اور شرعی اصطلاح میں اس کا معنی اس کے لغوی معنی سے باہر نہیں ہے۔

متعلقہ الفاظ:

تجرح:

۲- لغت میں تجرح جرح کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”جرح الشاہد“ جب تم نے شاہد میں ایسی چیز ظاہر کر دی ہو جس سے اس کی شہادت رو ہو جاتی ہے۔

اور اصطلاحی معنی اس سے مختلف نہیں ہے (۲)۔

(۱) لسان العرب، تاج العروس، المصباح المیر مادہ ”عدل“، روئے الطائین ص ۱۸۳، فتح القدیر ۱/۲۱۰۔

(۲) تاج العروس مادہ ”جرح“، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر ۱/۲۶۱۔

## تعدیل ۵-۶

ایک حصہ اور دوشمٹ کو ایک حصہ مانا جائے گا، اور تفصیل ”قسمت“ کی اصطلاح میں دیکھی جائے۔

و- مناسک میں جزاء صید کے دم میں تعدیل:

۶- جمہور فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ مثلی شکار (جس شکار کئے گئے حیوان کا مثل پالتو حیوانات میں موجود ہو) کی جزا اختیار اور برابری پر ہوگی اور اس میں مثل سے مثل کی قیمت یا شکار کی قیمت کی طرف عدول کرنا جائز ہوگا، اس میں فقہاء کا کچھ اختلاف بھی ہے جس کے لئے اس کے محل کی طرف رجوع کیا جائے۔

ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ“ (۱) (اے ایمان والو! شکار کو موت مارو جبکہ تم حالت احرام میں ہو) غیر مثلی شکار میں اس کی قیمت نلہ کی شکل میں صدقہ کرے یا ہر ”مد“ کے بدلہ ایک دن روزہ رکھے (۲)۔

رہے کسی واجب کے ترک یا کسی ممنوع کے ارتکاب سے واجب ہونے والے باقی دم تو اس میں تعدیل کے جواز کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے اور اس کی تفصیل ”احرام“ میں ہے۔

اور دو جہدوں کے درمیان جلوس میں طمانیت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد کھڑے ہونے میں اطمینان کے بارے میں فقہاء متفق ہیں، لہذا حنفیہ اپنی اصطلاح کے مطابق تعدیل ارکان کو فرض نہیں بلکہ واجب کہتے ہیں، اس معنی میں کہ عدا واجب کے ترک پر گنہگار ہوگا اور نماز صحیح ہونے کے باوجود گناہ کو ختم کرنے کے لئے اس کا اعادہ واجب ہوگا، فرض (کے ترک) میں ایسا نہیں ہوگا (نماز کسی طرح درست نہیں ہوگی)۔

اور جمہور کا کہنا ہے کہ مذکورہ چیزوں میں تعدیل اس معنی میں واجب ہے کہ وہ فرض اور رکوع ہے جس کے عدا یا سہو ترک سے نماز باطل ہو جائے گی (۱)۔

مسئلہ کی دلیل اپنی نماز صحیح طور پر نہ پڑھنے والے کی مشہور حدیث ہے (۲)۔

ج- برابری کے ذریعہ تقسیم:

۵- اس کا مطلب ہے کہ مشترک سامان کو اجزاء کی تعداد سے نہیں (بلکہ) قیمت کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے مثلاً ایسی زمین جس کے اجزاء کی قیمت اگانے کی قوت یا پانی سے قرب کے اعتبار سے یا بعض حصوں کے دریا کے ذریعہ پہنچنے جانے اور بعض کے اونٹ سے پانی لا کر پہنچنے یا کسی اور اعتبار سے مختلف ہو۔

مثلاً اس زمین کا ایک تہائی حصہ قیمت میں اس کے دو تہائی کے برابر ہو تو اسے تعدیل کی تقسیم کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا، قیمت کے ذریعہ برابری کو اجزاء میں برابری سے ملحق کرتے ہوئے ثلث کو

(۱) مراقی الفلاح بحوالہ الطحاوی (۱۳۵، ۱۳۶)، مواہب الجلیل ۱/ ۱۲۵، مغنی المحتاج ۱/ ۱۶۳ اور اس کے بعد کے صفحات، المغنی ۱/ ۵۰۸۔

(۲) حدیث: ”المسیرۃ صلاۃ.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳۹۳ طبع السنۃ) اور مسلم (۱/ ۳۰۳ طبع الجلیلی) نے کی ہے۔

(۱) سورہ مائدہ/ ۹۵۔

(۲) ابن ماجہ ۲/ ۲۱۵، ۲۱۶، التوابعین ۳، مغنی المحتاج ۱/ ۵۲۹، المغنی ۳/ ۵۱۹۔

## تعذیب ۱-۴

ہوتی ہے۔

تعذیب من وجہ تعزیر سے عام ہے، اس لئے کہ تعزیر صرف کسی شرعی حق کے بدلہ میں ہوتی ہے، اس کے برخلاف تعذیب کبھی ظلماً و عدواناً بھی ہوتی ہے۔

اور جس سے تعزیر کی جاتی ہے اس کے اعتبار سے تعزیر تعذیب سے زیادہ عام ہے۔

## تعذیب

تعریف:

۱- تعذیب: عذاب کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”عذبه تعذیباً“: جب اس کو منع کرے اور معاملہ سے روک دے، ابن فارس کہتے ہیں: عذاب کی اصل ضرب لگانا ہے، پھر اس سے ہر سختی کے لئے استعارہ کیا جانے لگا، اسی سے کہا جاتا ہے: ”عذب تعذیباً“، اور عذاب: سزا اور عقوبت کے معنی میں آسم ہے (۱)، اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ“ (۲) (تو اس سے دوہری سزا دی جائے گی)۔

اصطلاحی معنی لغوی معنی سے الگ نہیں ہے۔

متعلقہ الفاظ:

الف- تعزیر:

۲- ”تعزیر“ العزr سے روکنے اور معاملہ پر مجبور کرنے کے معنی میں تفعیل کے وزن پر ہے (۳)، اور اس کی اصل نصرت اور تقویم ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس سے ”حد“ سے کم درجہ کی سزا مراد ہے، ہر وہ جرم جس میں شرعاً کوئی حد متعین نہ ہو اس میں تعزیر واجب ہے۔

(۱) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱/ ۱۹۲، لسان العرب، المصباح للمیر مادہ

”عذب“، معجم نقائیس للعلیہ لابن فارس ۳/ ۲۶۰۔

(۲) سورۃ احزاب ۳۰۔

(۳) القاموس، المصباح مادہ ”عزr“۔

ب- تنادیب:

۳- تنادیب: آذب کا مصدر ہے (تشدید کے ساتھ) اور ثلاثی باب ضرب سے ”أوب“ ہے، کہا جاتا ہے: ”أدبته أدباً“، یعنی میں نے اس کو نفس کی ریاضت اور محاسن اخلاق کی تعلیم دی، اور مبالغہ اور تکثیر کے طور پر کہا جاتا ہے: ”أدبته تنادیباً“، یعنی اس کی بد عملی پر میں نے اس کو سزا دی، اس لئے کہ تنادیب ادب کی حقیقت کی طرف بلانے والا ایک سبب ہے (۱)۔

تعذیب و تنادیب کے درمیان فہست عموم خصوص من وجہ کی ہے، یہ دونوں تعزیر میں جمع ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ اس میں تعذیب اور تنادیب دونوں ہیں۔

تعذیب شرعی طور پر ممنوع تعذیب میں تنادیب سے جدا ہو جاتی ہے، اس لئے کہ وہ تعذیب ہے، تنادیب نہیں ہے، اور تنادیب بغیر مارے قول اور نصیحت کے ذریعہ تنادیب کرنے میں تعذیب سے جدا ہو جاتی ہے، اس لئے کہ وہ تنادیب ہے اور اس پر تعذیب کا اطلاق نہیں ہوگا۔

ج- تمثیل:

۴- تمثیل ”مثّل“ کا مصدر ہے، اور اس کی ثلاثی اصل ”مثّل“،

(۱) لسان العرب الحیط، المصباح للمیر مادہ ”أوب“۔



## تعذیب ۵-۷

(تکلیف دینے) سے اطمینان نہیں ہے، رہا جان سے متعلق (قصاص) تو تعذیب سے امتراز کے لئے حنا بلہ امام یا اس کے نائب کی موجودگی کو شرط قرار دیتے ہیں (۱)۔

### تعذیب کی قسمیں:

۶- تعذیب کی دو قسمیں ہیں:

- اول: انسان کی تعذیب، دوم: حیوان کی تعذیب۔
- اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: مشروع اور غیر مشروع، تو قسمیں چار ہوں گی یعنی:
- (۱) انسان کی مشروع تعذیب۔
- (۲) انسان کی غیر مشروع تعذیب۔
- (۳) حیوان کی مشروع تعذیب۔
- (۴) حیوان کی غیر مشروع تعذیب۔

۷- رعی قسم اول: تو وہ ایسی تعذیب ہے جس کا شارع نے فرضیت کے طور پر حکم دیا ہو، جیسے حدود، قصاص اور تمام اقسام کی تعزیرات یا انتخاب کے طور پر جیسے اولاد کی تادیب، یا بااحت کے طور پر جیسے معالجہ میں اس صورت میں داغنا جب وہ بطور علاج متعین ہو گیا ہو، اس لئے کہ وہ مباح ہے، اور جب تداوی کے طور پر ضرورت نہ ہو تو حرام ہے، اس لئے کہ وہ آگ سے عذاب دینا ہے اور آگ سے صرف آگ کا خالق ہی عذاب دے گا (۲)۔

دشمنوں پر آگ پھینکنا مشروع ہے اگرچہ اس سے ان کی تعذیب ہو جائے اور یہ اس وقت ہے جب جائے بغیر ان کو پکڑنا

ہے، کہا جاتا ہے: ”مَثَلٌ بِالْقَتِيلِ“ جب تم نے بہ طور سزا مقتول کے ناک کان کاٹ دیئے ہوں اور اس پر تمہارے کئے ہوئے فعل کے آثار ظاہر ہو جائیں، اور تشدید مبالغہ کے طور پر ہے اور اسم ”غرفة“ کے وزن پر ”مَثَلَةٌ“ ہے، اور میم کے زیر اور ثاء کے پیش سے ”مَثَلَةٌ“ کے معنی سزا کے ہیں (۱)۔

تعذیب اور تمثیل کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے تو تعذیب تمثیل سے عام ہے اور ہر تمثیل تعذیب ہے، اور ہر تعذیب تمثیل (مثلاً کرنا) نہیں ہے، اور اس میں زندہ اور مردہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ میت کو بھی ان چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جس سے زندہ کو ہوتی ہے۔

### شرعی حکم:

۵- حالات اور اسباب کے اختلاف سے تعذیب کا حکم مختلف ہو جاتا ہے اور تعذیب کے بعض دوائی کا تعلق عذاب دینے والے کے قصد و ارادہ سے ہے، خواہ تعذیب براہ راست ہو یا براہ راست نہ ہو۔

شریعت میں اصلاً تعذیب ممنوع ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”إِنَّ اللَّهَ يَعَذِّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يَعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا“ (۲) (اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں)۔

جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جان سے کم درجہ کے اعضاء میں قصاص کی ذمہ داری سنبھالنے والا امام ہے اور اولیاء کو اس کا حق نہیں ہے، اس لئے کہ ان سے (قصاص میں) تجاوز کر جانے یا تعذیب

(۱) البدائع ۴/۲۲۲، نہایۃ المحتاج ۴/۳۸۶، الدرر النوری ۳/۵۹۳، البحر الرائق ۳/۳۳۹۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۶/۳۸۸، المغنی لابن قدامة ۱/۷۶، منیل الاوطار ۸/۲۱۲، ۱۵، نہایۃ المحتاج ۸/۳۰۔

(۱) المصباح الحامی، المعرب فی ترتیب المعرب، شہد بلاء اسماء واللغات، المعجم فی اللغة مادة ”مثل“، معجم لفظہ السنن ۲/۸۷۳۔

(۲) حدیث: ”إِنَّ اللَّهَ يَعَذِّبُ الْمُعَذِّبِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ کی روایت مسلم (۳/۲۰۱ طبع الحلی) نے حضرت ہشام بن حکیم بن جریر سے کی ہے۔

## تعذیب ۸

کے وصف سے مقید ہے، اور کیت، کیفیت اور محل کے اعتبار سے اس کا محل ضرب معتاد میں ہے، چنانچہ اگرچہ دیا اعضاء تناسل پر مارا ہو تو بغیر کسی اختلاف کے ضمان ہوگا، خواہ ایک ہی کوڑا مارا ہو، اس لئے کہ یہ تلف کرنا ہے (۱)۔

انسان کی مشروع تعذیب میں سے بچیوں کے کان میں سوراخ کرنا بھی ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بغیر کسی تکلیف کے صحابہ اس کو کیا کرتے تھے۔

### مہتمم کی تعذیب:

۸ - فقہاء نے چوری وغیرہ کے مہتمم کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے: یا تو مہتمم صلاح میں معروف ہوگا تو بالاتفاق اس کو سزا دینا ناجائز ہوگا۔

یا مہتمم مجہول الحال ہوگا، نہ نیکی سے معروف ہوگا نہ بدی سے تو اس کو حال منکشف ہونے تک قید کر دیا جائے گا، اور یہ جمہور فقہاء کے نزدیک ہے، اور اکثر ائمہ کے یہاں اس کی صراحت کی گئی ہے کہ اس کو قاضی اور حاکم قید کرے گا، اس لئے کہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور احمد نے بنہر بن حکیم عن ابی عن جدہ کی سند سے روایت کی ہے: "ان النبی ﷺ حبس فی تہمة" (۲) (نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو تہمت میں قید کر دیا)۔

یا مہتمم شخص مجبور چوری، رہزنی اور قتل وغیرہ میں معروف ہوگا تو اس کو قید کرنا اور مارنا جائز ہوگا، جیسا کہ حدیث ہے: "امر النبی ﷺ الزبیر رضی اللہ عنہ بتعذیب المتہم الذی

ممکن نہ ہو، اس لئے کہ صحابہ اور تابعین نے اپنے غزوات میں ایسا کیا ہے، جہاں تک ان پر قدرت پالینے کے بعد ان کو آگ سے عذاب دینے کا تعلق ہے تو وہ ناجائز ہے، اس لئے کہ حضرت حمزہ سلمیٰ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ میں ان کو امیر بنایا اور ان سے فرمایا: "ان وجلتم فلانا فاحرقوه بالنار" (اگر تم فلاں کو پانا تو اسے آگ سے جلاؤ انا)، چنانچہ میں رخ پھیر کر چل دیا تو آپ نے مجھے پکارا اور میں آپ کے پاس لوٹ آیا، تو آپ نے فرمایا: "ان وجلتم فلانا فاقتلوه، ولا تحرقوه، فانه لا یعذب بالنار الا رب النار" (۱) (اگر تم فلاں کو پانا تو اسے قتل کر ڈالنا اور اسے مت جلاؤ، اس لئے کہ آگ سے صرف آگ کا رب عذاب دے گا) اور اس کی تفصیل اصطلاح "احراق، فقرہ نمبر ۳۱" میں ہے۔

مشروع تعذیب میں باپ یا ماں کا تادیب کے طور پر اپنی اولاد کو مارنا ہے، اسی طرح وصی کا یا باپ کی اجازت سے معلم کا تعلیم کے لئے مارنا بھی شامل ہے، "اقتضیٰ" میں ذکر کیا گیا ہے کہ: اسے (باپ کو) قرآن، ادب اور علم سیکھنے پر اپنے بچہ کو مجبور کرنے کا حق ہے، اس لئے کہ والدین پر یہ فرض ہے اور اسے ان چیزوں میں یتیم کو مارنے کا اختیار ہے جس میں وہ اپنے بچہ کو مار سکتا ہے، اور تعلیم کے بارے میں ماں باپ کی ہی طرح ہے برخلاف تادیب کے، اس لئے کہ اگر ماں کے بطور تادیب مارنے سے لڑکا مرجائے تو اس پر ضمان ہوگا۔

قابل ذکر چیزوں میں یہ بھی ہے کہ تادیب کی ضرب سلامتی

(۱) حدیث: "ان وجلتم فلانا فاحرقوه بالنار" کی روایت ابو داؤد (۳/۱۲۳ تحقیق عزت ہیدد ماس) نے کی ہے اور ابن حجر نے (المختار ۹/۱۳ طبع المستقیم) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) ابن ماجہ ۵/۳۶۳۔

(۲) حدیث: "حبس النبی ﷺ فی تہمة" کی روایت ترمذی (۳/۲۸ طبع المکتب) نے کی ہے ملاحظہ فرمائیے حدیث حسن ہے۔

## تغذیب ۹

جائے گا (۱)۔

۹- دوسری قسم: یعنی انسان کی غیر مشروع تغذیب تو اس میں قیدیوں کی تغذیب بھی ہے، چنانچہ فقہاء نے ان کی تغذیب کے عدم جواز کا ذکر کیا ہے، اس لئے کہ اسلام قیدیوں کے ساتھ نرمی کرنے اور انہیں کھانا کھلانے کی دعوت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا“ (۲) (اور کھانا کھلاتے رہتے ہیں، مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو اللہ کی محبت سے)، اور حدیث شریف میں ہے: ”لَا تَجْمَعُوا عَلَيْهِم حَرَّ الشَّمْسِ وَحَرَّ السَّلَاحِ، فَيَلْوَهُمْ حَتَّى يَبْرُدُوا“ (۳) (ان پر سورج اور ہتھیار کی گرمی اکٹھا نہ کرو، ان کو دو پہر میں خوب سیراب کرو یہاں تک کہ وہ ٹھنڈے ہو جائیں)، یہ کلام بنو قریظہ کے قیدیوں کے متعلق ہے جب کہ وہ دھوپ میں تھے (۴)۔

اور جب بھاگ جانے کا ڈر ہو تو تغذیب کے بغیر قیدی کو محبوس کر دینا صحیح ہوگا اور جب امید ہو کہ دشمن کے بھید بتا دے گا تو اس کو دھمکانا اور بقدر ضرورت تغذیب کرنا اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جائز ہوگا، اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زبیر بن العوام کو اس شخص کی تغذیب کا حکم دیا جس نے اس مال کی خبر چھپائی تھی جس پر آپ نے ان سے معاہدہ کیا تھا،

(۱) المصنوع ۱۹۵/۲۳، ۵۱/۲۳، ۷۰، ابن ماجہ ۱۹۵/۳، المدونہ ۶/۲۹۳،  
السنن ۳/۳۵۳، الترغیب ۱۰۶/۸، ۱۰۷، المرقع الحکمیہ ۱۰۰، ۱۰۳،  
جامعہ البیہری ۳۳/۷۳، نہایۃ المحتاج ۱۵/۷۱۔

(۲) سورہ انسان ۸۔

(۳) حدیث: ”لَا تَجْمَعُوا عَلَيْهِم حَرَّ الشَّمْسِ وَحَرَّ السَّلَاحِ“ کی روایت واقدی نے کتاب المغازی (۲/۵۱۳) میں نقل کردہ مؤسسۃ الاصلیٰ میں کی ہے۔

(۴) شرح السیر الکبیر ۱۰۲/۳، فتح الباری ۵۵۵/۱، متاج وراکلیل بہامش  
مواہب الجلیل ۳۳/۵۳، النووی شرح صحیح مسلم ۸۳/۷۱۔

غیب مالہ حتیٰ اقر بہ“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو اس مہم کی تغذیب کا حکم دیا تھا جس نے ان کا مال غائب کر دیا تھا یہاں تک کہ اس نے اقرار کر لیا)، ابن تیمیہ کہتے ہیں: ”مجھے امر میں سے کسی کے اس بات کے قائل ہونے کا علم نہیں ہے کہ ان تمام دعوؤں میں مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی اور قید کرنے یا اس کے علاوہ کسی اور چیز کے بغیر اسے چھوڑ دیا جائے گا، بحیر می کہتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ دونوں شقوں میں یعنی خواہ اس کے اقرار کرنے کے لئے مارے یا بچ بولنے کے لئے ضرب حرام ہوگی، اس کے برخلاف جو کہا گیا ہے کہ بچ بلوانے کے لئے اسے مارنا جائز ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اس کو بجائے قاضی کے حاکم مارے گا یا دونوں یا اس کا مارنا جائز نہیں ہے؟ اس کے بارے میں ان کا اختلاف ہے اور تین اقوال ہیں:

پہلا قول: یہ ہے کہ اس کو حاکم اور قاضی مارے گا، یہ امام مالک اور امام احمد کے اصحاب کی ایک جماعت کا قول ہے جن میں شہب بن عبد العزیز بھی ہیں، اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قید کر کے اور ضرب لگا کے اس کی جانچ کی جائے گی اور کپڑے اتار کر کوڑے لگائے جائیں گے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ اس کو حاکم مارے گا، قاضی نہیں، یہ امام احمد اور امام شافعی کے بعض اصحاب کا قول ہے۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے گا اور مارا نہیں جائے گا، یہ اصمغ کا قول ہے، پھر ایک جماعت جس میں عمر بن عبد العزیز، مطرف اور ابن الماشون بھی ہیں، کا کہنا ہے کہ اسے موت تک قید رکھا

(۱) حدیث: ”أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ الزَّبِيرَ بِتَغْلِيبِ الْمُهْجَمِ الْمَدِي غَيْبَ مَالِهِ“  
کو ابن ماجہ نے اپنے حاشیہ (۱۹۵/۳) میں نقل کیا ہے اور ہمارے  
سامنے حدیث کی جو کتابیں ہیں ان میں ہم نے اس کو نہیں پایا۔



## تغذیب ۱۰

آپ ﷺ نے اس شخص سے کہا: ”این کنز حیٰ بن اخطب؟ فقال: یا محمد! انفلتته النفقات والحروب فقال: المال كثير والمسألة أقرب، وقال للزبير: ذونک هذا، فمسسه الزبير بشيء من العذاب، فدلّهم علی المال“ (۱) (حیٰ ابن اخطب کا خزانہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: اے محمد! مصارف اور جنگوں نے اس کو ختم کر دیا تو آپ نے فرمایا: یہ مال زیادہ ہے، اور سوال بہت قریب کا ہے، اور حضرت زبیرؓ سے فرمایا: اسے لے جاؤ، چنانچہ حضرت زبیرؓ نے اسے تغذیب کا کچھ مزا چکھایا اور اس نے ان کو مال کی خبر دے دی)۔

لیکن جب وہ مسلمانوں کے قیدیوں کی تغذیب کرتے ہوں تو ان کے ساتھ جیسے کوتاہی والا معاملہ کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ“ (۲) (اور اگر تم لوگ بدلہ لینا چاہو تو انہیں اتنا ہی دکھ پہنچاؤ جتنا وہ تمہیں پہنچایا گیا ہے)، اور اللہ تعالیٰ ہی کا فرمان ہے: ”وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنْ اِغْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاِغْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اِغْتَدٰی عَلَیْكُمْ“ (۳) (اور حرمتیں معاوضہ کی چیزیں ہیں تو جو کوئی تم پر زیادتی کرے، تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے)۔

علامہ باجی فرماتے ہیں: قیدی کو مثلہ نہیں کیا جائے گا الا یہ کہ انہوں نے مسلمانوں کا مثلہ کیا ہو۔

ابن حبیب کہتے ہیں: قیدی کا قتل اس کی گردن مار کر ہوگا، اس

کے ساتھ مثلہ اور کھلو اڑ نہیں کیا جائے گا، امام مالک سے پوچھا گیا: کیا اس کی کمر میں ضرب لگائی جائے گی؟ فرمایا: اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَضْرِبَ الرِّقَابَ“ (۱) ((تو ان کی) گردنیں مار چلو)، کھیل کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے (۲)۔

۱۰۔ رعٰی تیسری قسم: یعنی حیوان کی مشروع تغذیب تو فقہاء نے اس کی کچھ مثالیں بیان کی ہیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

الف۔ زکاۃ اور جزیہ کے مویشیوں کو داغ کر تغذیب دینا، چنانچہ فقہاء اس کے جواز کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ زکاۃ اور جزیہ کے مویشیوں کے ساتھ صحابہ کا ایسا کرنا مروی ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں: علامت کے لئے جانوروں کے داغے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بغیر نکیر کے صحابہ ایسا کرتے تھے (۳)۔

ب۔ زندہ مچھلی کو آگ میں ڈالنا کہ وہ بھن جائے، مالکیہ اس کو جائز کہتے ہیں، اور امام احمد بن حنبل اس طرف گئے ہیں کہ یہ عمل مکروہ ہے، اور اس کے باوجود وہ اس کے کھانے کے جواز کی رائے رکھتے ہیں، یہ نڈی کے زندہ بھوننے کے برخلاف ہے، اس لئے کہ وہ بغیر کراہت اس کو جائز سمجھتے ہیں، اس لئے کہ منقول ہے کہ صحابہ نے بغیر نکیر کے ایسا کیا ہے (۴)۔

ج۔ اسی جائز تغذیب میں سے حیوان کا اسی مقدار میں مارنا بھی ہے جس سے تعلیم اور سدھارنے کا عمل ہو جائے، اور مارنے

(۱) سورہ محمد ۳۲۔

(۲) شرح السیر الکبیر ۱۰۲۹، فتح الباری ۱/۵۵۵، التاج ولؤلؤ ۳/۵۳۳۔

(۳) حاشیہ ابن عابدین ۸/۳۸۸، طبع المجلد ۱، ۱۹۶۶، المغنی لابن قدامہ ۳/۵۷۳، نیل الاوطار ۸/۹۰، ۹۲۔

(۴) المغنی ۱۱/۳۱، التحرشی ۱/۹۳، طبع دار صادر بیروت، حاشیہ ابن عابدین ۸/۳۵۳، نہایۃ المحتاج ۱/۱۳۲۔

(۱) حدیث: ”أمر بعلمیج من کهم خیر المال“ کو ابن عابدین نے اپنے حاشیہ میں بیان کیا ہے (۱۹۵/۳) اور ہمارے پاس حدیث کی جو کتابیں ہیں ان میں ہمیں یہ حدیث نہیں ملی۔

(۲) سورہ نحل ۱۲۶۔

(۳) سورہ بقرہ ۱۹۳۔

## تعذیب ۱۱-۱۲، تعریض ۱-۲

والے سے اس (ضرب) میں مناصہ کیا جائے گا جو قدر حاجت سے بڑھ جائے، جیسا کہ ”البحر الرائق“ میں ہے (۱)۔

۱۱- رعی چوتھی قسم یعنی حیوان کی غیر مشرور تعذیب:

تو اس میں سے کھانے پینے سے روک کر حیوان کی تعذیب کرنا ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”دخلت امرأة النار في هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تأكل من خشاش الأرض“ (۲) (ایک عورت ایک بلی کے سلسلہ میں جہنم میں گئی جس کو اس نے باندھ رکھا تھا تو اس نے اس کو نہ تو کھلایا اور نہ اسے زمین کے کیڑے مکوڑے کھانے کے لئے چھوڑا)۔

اسی میں سے ذی روح کو تیر اندازی کا نشانہ بنانا بھی ہے (۳)۔ اسی میں سے مذبوح جانور کا سر کاٹنا اور اس کی کھال نکالنا بھی ہے قبل اس کے کہ وہ ٹھنڈا پڑ جائے اور تر پنا بند کر دے (۴)۔

### بحث کے مقامات:

۱۲- فقہاء تعذیب کا ذکر مختلف مقامات پر کرتے ہیں جن میں چند ایک کا ذکر بحث کے درمیان گزر چکا ہے، اور اسی میں جنایات، تعزیرات، تادیب، تذکیہ، اسر، سیاست شرعیہ اور جہاد (سیر) بھی ہے۔

## تعریض

### تعریف:

۱- تعریض لغت میں صراحت کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے: ”عروض لقفلان و بفلان“ جب عام بات کہے اور فلاں کو مراد لے۔ اور اسی میں سے ہے: ”المعارض في الكلام“ (بات چیت میں توریہ)، کہا جاتا ہے: ”إن في المعارض لمنلوحة عن الكذب“ (۱) (توریہ میں جھوٹ بولنے سے بچاؤ ہے)۔ اور اصطلاح میں تعریض وہ ہے جس سے سننے والا بات کرنے والے کا مقصد صراحت کے بغیر سمجھ لے (۲)۔

### متعلقہ الفاظ:

### الف- کنایہ:

۲- کنایہ کا مطلب ہے: لازم کا ذکر کرنا اور ملزم کو مراد لینا، کنایہ اور تعریض کے درمیان فرق یہ ہے کہ تعریض کلام میں ایسی دلالت کو شامل کر دینا ہے جس کا ذکر نہ ہو، جیسے محتاج کا کہنا: میں آپ کے پاس آپ سے سلام کے لئے حاضر ہوا ہوں، چنانچہ لفظ سے سلام مراد ہے اور سیاق سے طلب حاجت مراد ہے (۳)۔

(۱) ابن ماجہ ۵/۲۳۔

(۲) حدیث: ”دخلت امرأة النار في هرة.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۳۵۶/۱ طبع انتقادی) نے کی ہے نیز دیکھئے نیل الاوطار ۷/۱۳۳۔

(۳) نیل الاوطار ۸/۲۳۹۔

(۴) ابن ماجہ ۵/۱۸۸۔

(۱) مختار الصحاح مادہ ”عرض“۔

(۲) تعریضات البحر جانی۔

(۳) حاشیہ الطحاوی ۲/۲۲۹، شرح الترغاتی ۳/۱۶۷، المعرب مادہ ”عرض“۔

### تعریض ۳-۵

ب-توریہ:

۳- توریہ یہ ہے کہ کسی لفظ کو بول کر اس کے ظاہری (زور کی) معنی کے بجائے دوسرے اور والا معنی مراد لو جس کو وہ لفظ شامل ہو لیکن وہ معنی خلاف ظاہر ہو<sup>(۱)</sup>، اور اس کے اور تعریض کے درمیان فرق یہ ہے کہ توریہ کا فائدہ لفظ سے مقصود ہوتا ہے، لہذا وہ اس تعریض سے خاص ہے جس کی مراد بھی سیاق اور قرآن سے یا لفظ سے مفہوم ہوتی ہے، لہذا وہ توریہ سے عام ہے۔

شرعی حکم:

اپنے موضوع کے اعتبار سے تعریض کا حکم حسب ذیل انداز میں مختلف ہوتا ہے:

اول: پیغام نکاح میں تعریض:

۴- غیر کی منکوحہ اور طلاق رجعی کی معتدہ کو تعریضاً پیغام نکاح دینے کی حرمت میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ طلاق رجعی کی عدت گزارنے والی عورت بھی منکوحہ کے حکم میں ہے، اسی طرح فقہاء ایسی عورت کو تعریضاً پیغام نکاح دینے کی حرمت پر بھی متفق ہیں جسے کسی شخص نے نکاح کا پیغام دے رکھا ہو اور اس کا پیغام نکاح دینا معلوم ہو، اور نہ تو مخاطب (پیغام نکاح دینے والا) نے اس دوسرے شخص کو اجازت دی ہو، نہ اس عورت سے اعراض کیا ہو<sup>(۲)</sup>، اس لئے کہ حدیث ہے: ”لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خُطْبَةِ آخِيهِ، حَتَّى يَتَرَكَ الْمُخَاطَبُ قَبْلَهُ أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْمُخَاطَبُ“<sup>(۳)</sup>

(۱) المصباح الممیر۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۶۱۹/۲، روضۃ الطالبین ۷/۳۰۳، ۳۱، المغنی ۱/۶۵۸،

جامعۃ الدوسقی ۲۱۹/۲، شرح روض الطالب ۵/۳، شرح الترقائی ۳/۱۶۷۔

(۳) حدیث: ”لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خُطْبَةِ آخِيهِ حَتَّى يَتَرَكَ“

(آدمی اپنے بھائی کے پیغام کے اوپر پیغام نہ دے، یہاں تک کہ پیغام دینے والا اس سے پہلے ہی چھوڑ دے یا پیغام دینے والا اس کو اجازت دے دے) دیکھئے: اصطلاح ”خطبہ“۔

دوم: غیر رجعی معتدہ سے پیغام نکاح کی تعریض کرنا:

۵- جمہور فقہاء معتدہ وفات سے پیغام نکاح کی تعریض کرنے کے جواز کی طرف گئے ہیں اور اس کے بارے میں ہم کسی اختلاف سے واقف نہیں ہیں، سوائے شافعیہ کے ایک قول کے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر معتدہ وفات حمل سے ہو تو اسے تعریضاً پیغام نکاح دینا درست نہیں ہے، کیونکہ اس بات کا خطرہ ہے کہ حمل کو ساقط نہ کرالے، یہ ان کے یہاں ضعیف قول ہے<sup>(۱)</sup> اور جمہور کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہے: ”وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خُطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ“<sup>(۲)</sup> (اور تم پر کوئی گناہ اس میں نہیں کہ تم ان (زیر عدت) عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں کوئی بات اشارۃً کہو یا (یہ ارادہ) اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھو)۔ اس لئے کہ بقول جمہور مفسرین یہ آیت عدت وفات کے متعلق وارد ہوئی ہے۔

اور طلاق بائن یا فسخ نکاح کی عدت گزارنے والی سے تعریض کے جواز میں ان کا اختلاف ہے، چنانچہ مالکیہ، قول انہر میں شافعیہ، اور ایک قول میں حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ اقراء (حیض رطہر) یا مہینوں سے عدت گزارنے والی بائن سے تعریض کرنا آیت کے عموم کی وجہ سے، نیز شوہر کا اختیار اس کے اوپر سے ساقط ہو جانے کے

= الخاطب.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۱۸۸/۹ طبع استغیہ) اور مسلم

(۳/۱۰۲) نے حضرت ابن عمرؓ سے کی ہے اور الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۱) سابقہ مراجع۔

(۲) سورہ بقرہ ۵/۲۳۔



## تعریض ۶-۷

پیغام نکاح کی تعریض کرنے کے الفاظ:

۶- تعریض ہر وہ لفظ ہے جس میں پیغام نکاح کا بھی احتمال ہو اور کسی اور معنی کا بھی احتمال ہو، لیکن فقہاء بہ طور مثال اس کے لئے کچھ الفاظ ذکر کرتے ہیں جیسے تم خوبصورت ہو، تمہارے جیسا کون پائے گا؟ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خیر لے آیا ہے اور تم میں کچھ لوگ رغبت رکھنے والے ہیں وغیرہ (۱)۔

سوم: قذف کی تعریض کرنا:

۷- قذف کی تعریض کرنے سے حد واجب ہونے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ امام مالک اس طرف گئے ہیں کہ جب باپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص قذف کی تعریض کرے تو اگر قرآن کے ذریعہ اس کی تعریض سے قذف سمجھ میں آتا ہو تو اس پر حد واجب ہوگی، مثلاً دونوں کے درمیان جنگڑے کے موقع پر وہ الفاظ کہے گئے اور اس میں نظم و نثر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اگر باپ اپنی اولاد سے تعریض کرے تو تہمت سے اس کے دور ہونے کی وجہ سے اس کو حد نہیں لگائی جائے گی (۲)۔

اور امام احمد کے دو اقوال میں سے ایک یہی ہے، اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے بعض صحابہ سے ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا جس نے دوسرے سے کہا: نہ میں زانی ہوں نہ میری ماں زنا کار ہے، تو صحابہ نے کہا، اس نے اپنے ماں باپ کی مدح کی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس نے اپنے ساتھی کی تعریض کی ہے اور اس کو حد کے کوڑے لگوائے (۳)۔

سبب حایل ہے، اور شافعیہ کے یہاں قول اظہر میں اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ بائینہ بیہوش صغریٰ یا کبریٰ (مغلطہ) سے ہو یا فسخ سے یا لعان یا رضاعت کی بنیاد پر علاحدگی سے ہو (۱)۔ یہی امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے (۲)۔

شافعیہ کا غیر اظہر قول اور امام احمد کے دو اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ طلاق رجعی سے بائن ہونے والی عورت کو تعریضاً پیغام نکاح دینا حایل نہیں ہے، اس لئے کہ ختم ہونے والی عدت کے صاحب (جس کی عدت گزر رہی ہے) کو اس سے نیا نکاح کرنے کا حق ہے، لہذا یہ طلاق رجعی کی مدت گزارنے والی کی طرح ہے (۳)۔

حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ طلاق کی دونوں انواع کی معتدہ کو تعریضاً پیغام نکاح دینا طلاق دینے والے کی دشمنی کا سبب ہونے کی وجہ سے حایل نہیں ہے، اور ابن عابدین نے ”الفتح“ سے طلاق کی معتدہ سے تعریض کرنے کی مطلق حرمت پر فقہاء حنفیہ کا اجماع نقل کیا ہے (۴) اور ان کے نزدیک نکاح فاسد اور ”وطی بالشبہ“ کی معتدہ سے تعریض کرنا جائز ہے۔

اور عدت گزارنے والی عورت کو پیغام نکاح کی تعریض کا جواز معتدہ کے گھر سے باہر نکلنے کے جواز سے جڑا ہوا ہے، چنانچہ جس کے لئے عدت کے گھر سے نکلنے کا جواز ہے اس سے پیغام نکاح کی تعریض بھی جائز ہے اور جس کے لئے گھر سے نکلنا جائز نہیں حنفیہ کے یہاں اس سے پیغام نکاح کی تعریض بھی جائز نہیں ہے (۵)۔

(۱) نہایۃ المحتاج ۶/۲۰۳، قلیوبی ۳/۲۱۳، ۲۱۴، روضۃ الطالبین ۷/۳۰۷

(۲) المغنی ۶/۶۰۸، حاشیۃ الدرر النوری ۲/۲۱۹۔

(۳) المغنی ۶/۶۱۸، روضۃ الطالبین ۷/۳۱۰، ۳۱۱۔

(۴) حاشیۃ ابن عابدین ۲/۲۱۹۔

(۵) سابقہ مراجع۔

(۱) نہایۃ المحتاج ۶/۲۰۳، حاشیۃ الدرر النوری ۲/۱۱۹، المغنی ۶/۶۰۸۔

(۲) شرح الترغیب ۸/۸۷۔

(۳) المغنی ۸/۲۲۲۔

## تعریض ۸-۹

مشرک ہیں اور ان کے کسی بھی شخص کا خون کتے کے خون کی طرح ہے (۱)، آپ ان سے ان کے باپ کے قتل کی تعریض کر رہے تھے۔

پہنچم: خالص حد کا اقرار کرنے والے سے رجوع کرنے کی تعریض کرنا:

۹- شافعیہ اپنے صحیح قول میں اس طرف گئے ہیں کہ قاضی کے لئے اس سے رجوع کی تعریض کرنا جائز ہے جیسے کہ چوری میں اس سے کہہ: شاید تم نے غیر حرز (غیر محفوظ) سے لیا ہوگا، اور زنا میں کہہ: شاید تم نے مفاخذت (ران سے لطف اندوزی) کی ہے یا چھوا ہے، اور شراب نوشی میں کہہ: شاید تم نہیں جانتے تھے کہ جو کچھ تم نے پیا ہے وہ نشہ آور ہے (۲)، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے جس نے آپ کے پاس چوری کا اقرار کیا تھا، فرمایا تھا: ”ما اخالک سرقۃ“ (۳) (میرا خیال تو نہیں ہے کہ تم نے چوری کی ہوگی) اور آپ نے دو یا تین مرتبہ اس کو دہرایا، اور حضرت ماعز سے فرمایا: ”لعلک قبلت، او غمزت او نظرت“ (۴) (شاید تم نے بوسہ لیا تھا یا چھوئی تھی یا دیکھا تھا)۔

ان کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ اس سے رجوع کی تعریض

اور حنفیہ کے نزدیک قذف کی تعریض بھی قذف ہے، جیسے اس کا کہنا: میں زانی نہیں ہوں اور میری ماں زنا کار نہیں ہے لیکن اس کو حد نہیں لگائی جائے گی، اس لئے کہ حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے بلکہ اسے تعزیر کی جائے گی، اس لئے کہ معنی یہ ہیں کہ بلکہ تم زانی ہو (۱)۔

اور شافعیہ کے نزدیک قذف کی تعریض کرنا جیسے اس کا کہنا: ”اے حایل کی اولاد! رہا میں تو زانی نہیں ہوں، میری ماں زانی نہیں ہے“ تو یہ سب قذف نہیں ہیں اگرچہ قذف کی نیت کرے، اس لئے کہ نیت اسی وقت مؤثر ہوتی ہے جب لفظ میں نیت کئے ہوئے معنی کا احتمال ہو، اور یہاں لفظ میں نہ دلالت ہے نہ احتمال، اور اس سے جو سمجھا جا رہا ہے اس کی بنیاد پر اُن احوال ہیں، یہی قول اصح ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ قذف سمجھے جانے اور تکلیف ہونے کی وجہ سے وہ قذف کا کنایہ ہے، تو اگر زنا کی طرف منسوب کرنے کا ارادہ کرے تو قذف ہوگا ورنہ نہیں۔

اور اس میں غضب اور غیر غضب کی حالت برابر ہے (۲) اور امام احمد کے دو اقوال میں سے بھی ایک یہی ہے۔

چہارم: مسلمان سے اس کافر کے قتل کی تعریض کرنا جو اسے طلب کرنے آیا ہو:

۸- مسلمان سے اس شخص کے قتل کی تعریض کرنا جائز ہے جو اس کو دارالکفر واپس لے جانے کی خاطر طلب کرنے کے لئے آیا ہو (۳)، اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو جندلؓ سے اس وقت فرمایا جب وہ اپنے والد کو لوٹا دیئے گئے کہ اے ابو جندل! صبر کرو، اس لئے کہ وہ تو

(۱) حاشیہ ابن ماجہ ۱۹۱/۳۔

(۲) روضۃ الطالبین ۳۱۲۔

(۳) مغنی المحتاج ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶۔

(۱) حضرت عمرؓ کے قول: ”اصبر ابنا جندل.....“ کی روایت احمد (۳۲۵/۲) طبع المیزان (اور تہذیبی نے اپنی سنن (۲۲۷/۸) طبع دار المعارف ایشیائی) میں حضرت مسور بن مخرمہ زہری اور مروان بن حکم سے کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(۲) مغنی المحتاج ۱۷۶/۳۔

(۳) حدیث: ”ما اخالک سرقۃ“ کی روایت ابو داؤد (۵۳۳/۳)، تحقیق عزت عبید دھاس نے حضرت ابوامیرہ بخرونی سے کی ہے اور اس کی سند میں جہالت ہے (انہیں لا بن حجر ۶۶۳ طبع شرکت المطابع الفقیہ)۔

(۴) حدیث: ”لعلک قبلت“ کی روایت بخاری (فتح ۱۳۵/۱۲ طبع المستطیع) نے حضرت ابن عباسؓ سے کی ہے۔

## تعریض ۱۰، تعریف ۱

اسی طرح نہیں کرے گا جیسے کہ صراحت نہیں کرے گا۔

اور ایک قول یہ ہے اگر وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اسے رجوع کا حق ہے تو اس کی تعریض کرے گا اور اگر جانتا ہو تو تعریض نہیں کرے گا (۱)۔

حنفیہ اور امام احمد حضرت ماعز کی حدیث کی وجہ سے اس طرف گئے ہیں کہ تعریض مستحب ہے، اور اس کی تفصیل حدود میں ہے (۲)۔

## تعریف

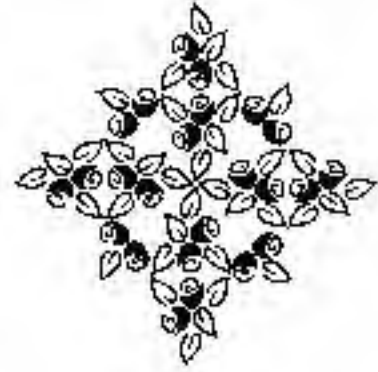
### تعریف:

۱- تعریف: عَرَفَ کا مصدر ہے، اس کے معانی ہیں: خبر دینا، توضیح کرنا، (جس کا مقابل تجھیل ہے) گم شدہ کا اعلان کرنا، اور تطہیب (عطر لگانا) بھی ہے، یہ ”عَرَفَ“ یعنی خوشبو سے ماخوذ ہے (۱) جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ (۲) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق فرماتے ہیں: ”وَيَدْخُلُهُمُ الْجَنَّةُ عَرَفَها لَهُمْ“ (۳) (اور انہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں (خوب) پہچان کر اے گا) (ابن عباس نے بجائے معلوم کرانے کے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں) یعنی ان کے لئے اسے خوشبو دار کر دیا ہے، اور تعریف کے معنی عرفات میں قیوف کے بھی ہیں، اور اس سے اس کو بھی مراد لیا جاتا ہے جس کو بعض لوگ عرفہ کے دن اپنے شہروں میں کرتے ہیں، یعنی حاجیوں سے تشبہ اختیار کرتے ہوئے جمع ہونا اور دعا کرنا اور اس سے ہدی کے ساتھ حاجیوں کا عرفات جانا بھی مراد لیا جاتا ہے، تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ ہدی ہے (۴)۔

جہاں تک اصطلاحی معنی کا تعلق ہے تو مختلف علوم میں تعریف

### بحث کے مقامات:

۱۰- تعریض کا ذکر فقہاء مندرجہ ذیل ابواب میں کرتے ہیں: کتاب النکاح اور عدت میں، اور حدود کے متعلق قذف اور اقرار سے رجوع میں، ہد نہ میں، اور ایمان سے متعلق صرف قضاء میں۔



(۱) مختار الصحاح، لسان العرب، الحیط مادہ ”عرف“۔

(۲) تفسیر القرطبی، ۱۶/۲۳۱۔

(۳) سورہ محمد، ۶۔

(۴) لسان العرب، الحیط، مختار الصحاح، الصحاح فی اللغة والعلوم مادہ ”عرف“،

دستور العلماء، ۱/۳۱۵۔

(۱) مفتی المصباح، ۱۷۶۔

(۲) المفتی، ۸/۲۱۲، حاشیہ ابن ماجہ، ۳/۱۳۵۔



## تعریف ۲-۶

کے متعدد اطلاقات (استعمالات) ہیں۔

الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى“ (بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو ہم کھلی ہوئی نشانیوں اور ہدایت میں سے مازل کر چکے ہیں) یعنی اس کے ذکر سے سکوت کرتے ہیں، لہذا تعریف اخفاء اور کتمان کا مقابل ہے (۱)۔

شرعی حکم:

تعریف کا حکم معرف (جس کی تعریف کی جارہی ہے) کے اختلاف سے بدل جاتا ہے:

اول: شہروں میں تعریف:

۶- یہ عرفہ کے دن آدمی کا دعا اور ذکر کے لئے اپنے شہر کی مسجد کا قصد کرنا ہے، تو شہروں میں تعریف کرنا یہی ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ صحابہ میں سے اس کو حضرت ابن عباس اور حضرت عمرو بن حریث نے اور اہل بصرہ اور اہل مدینہ کی ایک جماعت نے کیا ہے، اور امام احمد نے اس کی رخصت دی ہے اگرچہ اس کے باوجود وہ اسے مستحب نہیں قرار دیتے، ان کا مشہور قول یہی ہے، اور کوفہ میں اور مدینہ میں کی ایک جماعت جیسے ابراہیم نخعی، امام ابو حنیفہ اور امام مالک وغیرہ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے، اور جس نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اس نے کہا ہے کہ وہ بدعات میں سے ہے، لہذا لفظی اور معنوی طور پر عموم میں مندرج ہے، اور جس نے اس کی رخصت دی ہے اس نے کہا کہ اس کو حضرت ابن عباس نے بصرہ میں اس وقت کیا تھا جب وہ حضرت علیؓ کے نائب تھے اور ان پر نکیر نہیں کی گئی، اور جو کام خلفاء راشدین کے زمانہ میں بغیر نکیر کے کیا جائے وہ بدعت نہیں ہوگا۔

الف- اصولیین کے نزدیک:

۲- وہ خصائص اور تمیزات بیان کر کے مفہوم کلی کی تحدید کرنا ہے، اور کامل تعریف وہ ہے جو جامع اور مانع ہونے کے اعتبار سے پوری طرح معرف سے مساوی ہو، اور اصولیوں کے یہاں حد اور تعریف ایک معنی میں ہیں، یعنی وہ جو جامع اور مانع ہو، خواہ ذاتیات کے ذریعہ یا عرضیات کے ذریعہ (۱)۔

ب- فقہاء کے نزدیک:

۳- ہم تعریف سے متعلق فقہاء کی کسی خاص تعریف سے واقف نہیں ہو سکے اور فقہی جزئیات سے مستفاد ہونے والی چیز یہ ہے کہ ان کا اس لفظ کا استعمال کرنا لغوی معنوں سے باہر نہیں ہے لیکن مطلق ہونے کی صورت میں وہ اصولیین کے اصطلاحی معنی مراد لیتے ہیں۔

متعلقہ الفاظ:

الف- اعلان

۴- اعلان کتمان (چھپانے) کی ضد ہے، اور تعریف اس اعتبار سے عام ہے کہ وہ کبھی سری ہوتی ہے اور کبھی علانیہ ہوتی ہے (۲)۔

ب- کتمان یا اخفاء:

۵- کتمان: کسی معنی سے سکوت کرنا یا شی کا اخفاء کرنا اور اس کو چھپانا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُفٍ“ (۱) اور آیت سورۃ

(۱) مختار الصحاح مادة ”خفی“، ”کتم“، الفروق فی اللغة ص ۲۸، اور آیت سورۃ بقرہ ۱۵۹ کی ہے۔

(۱) الصحاح فی اللغة والعلوم ”عرف“، لہذا جوری علی السلام ص ۷۲۔

(۲) الفروق فی اللغة ص ۲۸۱۔

## تعریف ۷-۸

سوم: دعویٰ میں تعریف:

۸- فقہاء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس شیء پر دعویٰ ہو اس کی اور مدعا علیہ کی اس معنی میں تعریف کہ دونوں معلوم ہوں، دعویٰ سننے کے لئے شرط ہے، لہذا اس چیز کا ذکر کرنا ضروری ہے جو ان دونوں کو مبین کرے اور ان دونوں کی تعریف کرے، اس لئے کہ دعویٰ کا فائدہ دلیل قائم کر کے لازم کرنا ہے اور مجہول میں الزام غیر متحقق ہے (۱)۔

اور ان سب میں کچھ اختلاف اور تفصیل ہے جس کا ذکر اس کے محل ”دعویٰ“ کی اصطلاح میں ہے۔



لیکن اس پر جو اضافہ کیا جاتا ہے یعنی مسجدوں میں دعا کے ذریعہ آواز کو بہت بلند کرنا اور مختلف قسم کی تقاریر اور باطل اشعار، وہ اس دن اور اس دن کے علاوہ میں بھی مکروہ ہیں، مروفی کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ کو کہتے ہوئے سنا: اپنی دعا کو آہستہ کرنا چاہئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُتْ بِهَا“ (۱) (اور آپ نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھئے اور نہ بالکل چپکے چپکے پڑھئے)۔

فرمایا: یہ دعا سے متعلق ہے، کہتے ہیں: ”اور میں نے ابو عبد اللہ کو کہتے ہوئے سنا:“ آپ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ لوگ دعا میں اپنی آوازیں بلند کریں (۲)۔

دوم: لفظ کی تعریف (تشمیر):

۷- ائمہ ثلاثہ اس طرف گئے ہیں اور شافعیہ میں سے امام الحرمین اور غزالی کے یہاں بھی صحیح یہی ہے کہ لفظ کی تعریف (تشمیر) ضروری ہے، خواہ اس کے مالک بننے کا ارادہ ہو یا اس کے مالک کے لئے اس کی حفاظت کرنے کا ارادہ ہو، اور اس میں شافعیہ کے یہاں ایک اور نقطہ نظر بھی ہے اور ان کے اکثر فقہاء نے اسی کو قطعی قرار دیا ہے، وہ یہ ہے کہ اس کی تعریف (تشمیر) اس صورت میں واجب نہیں ہے جب ہمیشہ اس کی حفاظت کا قصد ہو فرماتے ہیں کہ تعریف تو مملکت (مالک بننے) کی شرط پوری کرنے کے لئے واجب ہوتی ہے (۳)۔ اور تعریف کی کیفیت، اس کی مدت اور محل کے بیان کے لئے ”لفظ“ کی اصطلاح کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۱) سورہ اسراء ۱۱۰۔

(۲) اقتضاء الصراط المستقیم ۲/۳۸۸ طبع بول، سنن الحرمین ۵/۷۱، المغنی والشرح الکبیر ۲/۲۵۹ طبع دار الکتاب العربی، بیروت۔

(۳) ابن ماجہ ۱۱۳۳، لوطاب ۶/۳۷۳، روضة الطالبین ۵/۳۰۹، المغنی ۵/۶۹۳۔

(۱) فتح القدیر ۷/۱۳۸، ۱۳۹، ۱۵۰، ۱۵۱، لوطاب ۶/۲۳۳، روضة الطالبین ۱۲/۸، ۹، المغنی ۹/۸۵۔

## تعزیر ۱-۵

طور پر متعین وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے جیسے سزا کی حد یا بندہ کے حق کے لئے جیسے حد قذف واجب ہو۔

### ب- قصاص:

۳- قصاص لغت میں: نشان قدم کو تلاش کرنا ہے، اور اصطلاحی طور پر وہ یہ ہے کہ جرم کرنے والے کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے جیسا اس نے کیا تھا۔

### ج- کفارہ:

۴- کفارہ لغت میں: تکفیر یعنی مٹانے سے ماخوذ ہے، اور کفارہ گناہ کو مٹانے کے لئے شریعت کی جانب سے متعین بدلہ ہے (۱)۔

۵- تعزیر حد، قصاص اور کفارہ سے کئی وجوہ سے مختلف ہے، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

الف۔ حدود اور قصاص میں جب قاضی کے نزدیک شرعی طور پر ان کا موجب جرم ثابت ہو جائے تو اس پر حالات کے مطابق حد یا قصاص کا حکم لگانا واجب ہے، اور سزا میں اس کو کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ کسی زیادتی یا کمی کے بغیر وہ شرعی طور پر منصوص سزا کی تطبیق کرے گا، اور جب قصاص معاف کر دیا جائے تو قصاص کا فیصلہ نہیں کرے گا، اور اس صورت میں اس کو تعزیر کا اختیار ہوگا اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ حد کے برخلاف قصاص امر اوکا حق ہے۔

اور تعزیر میں شرعی سزائوں میں سے اس کو اختیار کرے گا جو مناسب حال ہو، لہذا جن لوگوں کو تعزیر کا اختیار ہے ان پر زیادہ بہتر سزا کو منتخب کرنے کے لئے اجتہاد کرنا واجب ہوگا، اس لئے کہ لوگوں کے مراتب کے مختلف ہونے نیز گناہوں کے مختلف ہونے سے

(۱) التعریفات للجر جانی، بدائع الصنائع ۳/۳۳، حاشیہ ابن ماجہ ۲/۵۷۸۔

## تعزیر

### تعریف:

۱- لغت میں "تعزیر" عَزَرَ کا مصدر "العزْر" سے ماخوذ ہے جس کا معنی روکنا اور روکنا ہے، کہا جاتا ہے: "عَزَرَ أَخَاهُ" یعنی اس نے اپنے بھائی کی مدد کی، اس لئے کہ اس نے اس کے دشمن کو اذیت دینے سے روک دیا، اور کہا جاتا ہے: "عَزَرْتَهُ" میں نے اس کی توقیر کی، اور میں نے اس کی تادیب کی دونوں معانی میں آتا ہے، لہذا وہ اسماء اضداد میں سے ہے، اور سزا کو تعزیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ سزا کی نشان یہ ہے کہ وہ مجرم کو دفع کرتی ہے اور جرائم کے ارتکاب یا دوبارہ جرم کرنے سے روک دیتی ہے۔

اور اصطلاح میں وہ شرعی طور پر غیر متعین ایسی سزا ہے جو اللہ تعالیٰ یا کسی آدمی کے حق کے لئے عام طور سے ہر اس معصیت میں واجب ہوتی ہے جس میں کوئی حد یا کفارہ نہ ہو (۱)۔

### متعلقہ الفاظ:

#### الف- حد:

۲- حد لغت میں: منع (روکنا) کو کہتے ہیں، اور اصطلاحی طور پر یہ شرعی

(۱) الوسوط للسرحدی ۳/۳۶۹، فتح القدیر ۷/۱۱۹، طبع المیمیہ، کشاف القناع ۲/۲۳، طبع المطبعة المشرقیہ بالقاهرة، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۲۳، مطبعة السعادیہ، نہایت المحتاج ۲/۲۷، قلیوبی ۲/۲۵، قلیوبی کہتے ہیں: یہ ضابطہ تعلیمی ہے، چنانچہ کبھی تعزیر شروع ہوتی ہے جب کہ کوئی معصیت نہیں ہوتی ہے جیسے بچہ اور کافر کی تادیب اور جیسے اس شخص کی تادیب جو ایسے آلہ ہوسے کمالی کرے جس میں کوئی معصیت نہ ہو۔



## تعزیر ۵

ہے، چنانچہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک تعزیر میں بھی حکم اسی طرح ہے، شافعیہ کے نزدیک تعزیر موجب ضمان ہوگی۔

شافعیہ نے اس پر حضرت عمرؓ کے عمل سے استدلال کیا ہے جبکہ انہوں نے ایک خاتون کو دھمکایا وہ بہت ڈر گئی اور خوف رحم (پچھوانی) میں پہنچ گیا، چنانچہ اس کے لڑکے میں حرکت ہوئی وہ نکل گئی اور اسے دروازہ شروع ہو گیا، اور اس نے ایک جنین (لڑکے) کو ساقط کر دیا اور حضرت عمرؓ کے پاس یہ معاملہ لایا گیا، تو آپ نے مہاجرین کو بلا بھیجا اور ان سے عورت کا واقعہ بیان کیا اور پوچھا: ”آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ ان لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہماری رائے میں آپ پر کچھ نہیں ہوگا، آپ تو معلم اور تادیب کرنے والے ہیں، جماعت میں حضرت علیؓ بھی تھے اور حضرت علیؓ خاموش تھے پوچھا! اے ابو الحسن: آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: اگر ان لوگوں نے ہوئے نفس میں آپ سے خوش کلامی کی ہے تو گنہ گار ہوئے، اور اگر یہ ان کی اجتہادی رائے ہے تو انہوں نے غلطی کی ہے، اے امیر المؤمنین! میری رائے میں تو آپ پر دیت ہے: فرمایا: تم نے سچ کہا، جاؤ اور اسے اپنی قوم پر تقسیم کر دو (۱)۔

جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ آخر میں دیت کون برداشت کرے گا تو ایک قول یہ ہے کہ وہ ولی امر کے عاقلہ پر ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ بیت المال سے ادا کی جائے گی (۲)۔

۵۔ حدود شہادت سے دفع ہو جاتی ہیں، اس کے برخلاف تعزیر شبہ کے باوجود ثابت ہو جاتی ہے (۳)۔

(۱) حضرت عمرؓ کے اثر کی روایت بخاری (۱۲۳/۶ طبع دار الفکر العارفیہ)

نے حضرت حسن بصریؒ کے طریق سے حضرت عمرؓ کے قصہ سے کی ہے۔

(۲) ابن ماجہ بن ۱۸۳۳، واقعات المغنی ۶۰، حاشیہ الشریذالی علی ہاشم درر الحکام ۲/ ۹۵، ۹۴، ۹۵، سبل السلام ۲/ ۵۳، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲۲۶۔

(۳) کشاہ ابن کیم مع حاشیہ الحموی ۱/ ۱۶۳۔

تعزیری سزا بدل جاتی ہے (۱)۔

ب۔ اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے واجب حد کے قائم کرنے میں اس صورت میں نہ معافی ہوگی نہ سفارش، نہ ہی ساقط کرنا جبکہ معاملہ حاکم کے پاس پہنچ جائے اور بینہ سے ثابت ہو جائے، اسی طرح اس صورت میں قصاص کے اندر بھی ہوگا جب صاحب حق اس کو معاف نہ کرے اور تعزیر جب حقوق اللہ میں سے ہو تو اس کا قائم کرنا واجب ہوگا، اور اگر کوئی مصلحت ہو یا مجرم اس کے بغیر ہی باز آ جائے تو اس میں معافی اور سفارش جائز ہوگی، اور جب وہ فرد کا حق ہو تو اسے معاف کرنے یا کسی اور چیز سے اس کے ترک کرنے کا اختیار ہوگا اور یہ دعویٰ پر موقوف ہوگا، اور جب صاحب حق مطالبہ کرے تو ولی امر کو نہ معاف کرنے کا اختیار ہوگا، نہ سفارش کرنے کا، نہ اسقاط کا (۲)۔

ج۔ جمہور کے نزدیک حدود اور قصاص کا اثبات خاص شرائط کے ساتھ صرف بینہ یا اعتراف سے ثابت ہوگا، مثال کے طور پر اس میں مجبی علیہ (مظلوم) کے اقوال کو شہاد کی طرح نہیں لیا جائے گا، اور نہ سماع پر مبنی شہادت (سنی سنائی بات پر کوئی) قبول ہوگی، نہ (مدعی کی) قسم اور عورتوں کی کوئی معتبر ہوگی، اس کے برخلاف تعزیر ان تمام چیزوں سے بھی ثابت ہوگی اور اس کے علاوہ سے بھی (۳)۔

د۔ اس میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس کو امام حد لگائے اور وہ اس سے مرجائے تو اس کا خون ہدر (رایگاں) ہوگا، اس لئے کہ امام حد قائم کرنے پر مامور ہے، اور مامور کا فعل سلامتی کی شرط سے مقید نہیں ہوتا، رعای تعزیر تو اس میں ان کا اختلاف

(۱) سبل السلام ۲/ ۵۳ طبع مصنفی النجفی، ابن ماجہ بن ۱۸۳۳ طبع بلاق۔

(۲) سبل السلام ۲/ ۵۳، حاشیہ الشریذالی علی درر الحکام ۲/ ۹۵، ۹۴، ۹۵ طبع المطبعۃ العزیز، ابن ماجہ بن ۱۸۳۳، واقعات المغنی ۶۰، الفتاویٰ الہندیہ ۲/ ۱۶۷۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ ۲/ ۱۶۷۔

## تعزیر ۶-۷

سے ہیں، زبیلی نے اس کو اپنے اس قول سے بیان کیا ہے: تعزیر تاؤ دیب کے لئے ہوتی ہے اور اسی کے مثل ماوردی اور ابن فرحون کی یہ صراحت ہے کہ تعزیر صلاح چاہنے اور زجر کرنے کی تاؤ دیب ہے (۱)۔

فقہاء کہتے ہیں: غیر متعین مدت کی قید کی حد تو بہ اور مجرم کے حال کی درستگی ہے (۲)۔

اور فقہاء نے فرمایا: تعزیر تطہیر (مجرم کو پاک کرنے) کے لئے مشروع ہوتی ہے، اس لئے کہ یہ مجرم کی اصلاح کا ایک طریقہ ہے (۳) اور فرماتے ہیں کہ غیر متعین زواجر کی حاجت حدودی کی طرح دفع فساد کے لئے ہوتی ہے (۴)۔

اور تعزیر عذاب دینے، آدمیت کو بے وقعت کرنے یا اِتلاف کے لئے نہیں ہوتی، جہاں پر کہ یہ ضروری نہ ہو، اس کے متعلق الزبیلی کہتے ہیں: تعزیر تاؤ دیب کے لئے ہوتی ہے، اور اِتلاف جائز نہیں ہے، اور تعزیر کرنا سلامتی کی شرط سے مقید ہے، ابن فرحون کہتے ہیں: تعزیر میں وہی سزا دینا جائز ہے جس کے انجام پر عموماً اطمینان ہو (کہ مجرم ہلاک نہیں ہوگا) ورنہ ناجائز ہے۔ بہوتی کہتے ہیں: جس پر تعزیر واجب ہے اس کے کسی حصہ کا کٹنا یا اس کو زخمی کرنا ناجائز ہے، اس لئے کہ شریعت میں ایسی کوئی چیز کسی ایسی ہستی کے حوالہ سے وارد نہیں ہوتی ہے جس کی اقتداء کی جائے، اور اس لئے کہ واجب تو ادب ہے اور ادب اِتلاف سے نہیں ہوتا (۵)، اور ہر ایسی ضرب جو اِتلاف کا

وحدود اگر اترار سے ثابت ہوں تو ان میں رجوع کرنا جائز ہے، رعنی تعزیر تو اس میں رجوع اثر انداز نہیں ہوگا۔  
ز۔ صغیر پر حد واجب نہیں ہوتی، اور اس کی تعزیر کرنا جائز ہے۔  
ح۔ تعزیر کے برخلاف بعض فقہاء کے نزدیک حد کبھی کبھی تقادم (پرانی ہونے) سے ساقط ہو جاتی ہے (۱)۔

### شرعی حکم:

۶- جمہور فقہاء کے نزدیک تعزیر میں اصل یہ ہے کہ وہ ہر ایسی معصیت میں مشروع ہے جس میں کوئی حد یا کفارہ نہ ہو۔  
اور اس کا حکم اس کے حال اور اس کے فاعل کے حال کے مختلف ہونے سے بدل جاتا ہے (۲)۔

### تعزیر کے مشروع ہونے کی حکمت:

۷- تعزیر مجرم کو باز رکھنے، اس کی توبیح اور اصلاح و تہذیب کے لئے مشروع ہے، الزبیلی فرماتے ہیں: تعزیر کا مقصد زجر کرنا ہے، اور تعزیرات کو ”غیر متعین زواجر“ کہا جاتا ہے (۳)۔  
اور زجر کے معنی ہیں: مجرم کو دوبارہ جرم کرنے سے منع کرنا اور دوسرے کو اس کے ارتکاب سے روکنا اور واجبات ترک کرنے سے روکنا: جیسے نماز ترک کرنا اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا (۴)۔

رعنی اصلاح اور تہذیب تو یہ دونوں تعزیر کے مقاصد میں

(۱) الزبیلی ۳/۲۱۱، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲/۲۲۳، القنبر ۱/۳۶۶۔

(۲) ابن ماجہ ۳/۸۷۔

(۳) ابن ماجہ ۳/۱۸۳، السدی ۷/۵۹۹۔

(۴) الزبیلی ۳/۲۱۰، ابن ماجہ ۳/۱۸۲، کشاف القناع ۳/۷۳، ۷۴، ۷۵، الجسہ لابن تیمیہ ۳/۹۵۔

(۵) الزبیلی ۳/۲۱۱، تہقیر لولکام ۲/۳۶۹، کشاف القناع ۳/۷۳، طبع المطبعہ المشرقیہ بالقہرہ، المغنی ۱/۳۳۸۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ۳/۱۷۷۔

(۲) الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲/۲۳۶۔

(۳) الزبیلی ۳/۲۱۰۔

(۴) تہقیر لولکام ۲/۳۶۶، ۳۶۸، ۳۷۰، نہایہ الحاج ۷/۷۳، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲/۳۳۳، کشاف القناع ۳/۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶۔

## تعزیر ۸

شخص کو اپنی چھری تیز کر لیا چاہئے اور اپنے ذبیحہ کو راحت دینا چاہئے) اور اس حدیث میں قتل میں احسان (خوبی اور عمدگی سے کرنے) اور اللہ تعالیٰ نے چوپایوں میں سے جن کا ذبح کرنا حلال قرار دیا ہے ان کو راحت پہنچانے کا حکم ہے، تو آدمی میں بدرجہ اولیٰ احسان ہوگا (۱)۔

وہ معاصی جن میں تعزیر مشروع ہے:

۸ - معصیت: حرام کو کرنا اور فرض کو ترک کرنا ہے، اس میں سزا کا دنیوی یا آخری ہونا برابر ہے۔

اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ واجب کا ترک کرنا یا حرام کا کرنا ایسی معصیت ہے جس میں اس صورت میں تعزیر ہوگی جب وہاں کوئی مقرر حد نہ ہو (۲)۔

اور ان کے یہاں واجب چھوڑنے کی مثال ہے: زکاۃ (کی ادائیگی) ترک کر دینا اور دین کی ادائیگی اس پر قادر ہونے کے باوجود نہ کرنا، امانت کا ادا نہ کرنا، غصب کئے ہوئے سامان کا نہ لوٹانا، فروخت کنندہ کا وہ بات چھپایا جس کی وضاحت ضروری تھی جیسے کہ بیع میں کسی مخفی عیب وغیرہ کو چھپالے، اور گواہ، مفتی اور حاکم کی واجب چھوڑنے پر تعزیر ہوگی (۳)۔

اور حرام کے کرنے کی مثال ہے: ایسی چیز چھانا جس میں مثلاً

(۱) الترمذی ۲۱۰/۳، السنن ۵۵۸، ۵۵۹، ابن ماجہ ۱۸۲/۳، ۱۸۷، فضول الاستریشی ۲۱/۳، تہذیب الاحکام ۳۰، تہذیب الاحکام ۳۶۶/۲، نہایت المحتاج ۷/۲، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۲۳، کشاف القناع ۳/۲، ۷، ۶، ۷، الحسب لابن تیمیہ ۳۹۷، المغنی ۱۰/۳۳۸۔

(۲) تہذیب الاحکام ۳۶۶/۲، ۳۶۷، معین الاحکام ۱۸۹، کشاف القناع ۳/۷، ۵، سیاست الشریعہ لابن تیمیہ ۵۵، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۱۰۔

(۳) تہذیب الاحکام ۳۶۶/۲، معین الاحکام ۱۸۹، طبع بولاق، کشاف القناع ۳/۷، ۵، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲۱۰۔

سبب ہو جائے ممنوع ہوگی، خواہ یہ احتمال ضرب کے آلہ سے پیدا ہو رہا ہو یا خود مجرم کی حالت سے یا محل ضرب (مارنے کی جگہ) سے، اور اسی پر تفریع کرتے ہوئے فقہاء نے ان مقامات پر ضرب لگانے سے منع کر دیا ہے جن میں ضرب لگانا کبھی کبھی ایسا فساد کا سبب بن جاتا ہے، اسی لئے رائج یہ ہے کہ چہرہ، شرمگاہ، پیٹ اور سینہ پر ضرب لگانا ممنوع ہے (۱)۔

اور گذشتہ بنیاد پر جمہور فقہاء نے تعزیر میں چہرہ پر مارنے، واڑھی موڑنے اور چہرہ پر کالک پوتنے کو ممنوع قرار دیا ہے، اگرچہ جھوٹی گواہی میں بعض اس کے قائل ہیں۔ استریشی کہتے ہیں: تھپڑ مار کر تعزیر مباح نہیں ہے، اس لئے کہ حقیر سمجھنے کی یہ اعلیٰ شکل ہے، اور فرمایا: جھوٹی گواہی میں چہرہ سیاہ کر دینا بالاجماع یعنی حنفیہ کے درمیان، ممنوع ہے (۲)۔ بہوتی کہتے ہیں: واڑھی موڑ کر تعزیر حرام ہے، اس لئے کہ اس میں مثلہ (چہرہ بگاڑنا) ہے، اور اسی طرح چہرہ کو سیاہ کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور قتل سے تعزیر کی جو حضرات رائے رکھتے ہیں ان کے نزدیک اس کے آلہ میں یہ شرط ہے کہ وہ تیز ہو، اس کا حال یہ ہو کہ اس طرح سہولت سے قتل کر دیتا ہو کہ قتل کا اس سے تخلف نہ ہوتا ہو، اور یہ کہ وہ کند نہ ہو، کند آلہ سے قتل کرنا مثلہ کرنا ہے، اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "إن الله عز وجل كتب الإحسان على كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة، وليحد أحدكم شفرته، وليروح ذبيحته" (۳) (اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان واجب کیا ہے، لہذا جب قتل کرو تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، اور تم میں سے ہر

(۱) فضول الاستریشی فی تعزیر ۲۱، ۲۲۔

(۲) فضول الاستریشی فی تعزیر ۳۰۔

(۳) حدیث: "إن الله كتب الإحسان على كل شيء....." کی روایت مسلم (۱۵۳۸/۳ طبع المکتب) نے حضرت شہاد بن موسیٰ سے کی ہے۔



## تعزیر ۹

فقہاء کا ایک گروہ تعزیر کو ناجائز کہتا ہے، کیونکہ انسان مندوب کو کرنے اور مکروہ کو ترک کرنے کا مکلف نہیں ہے اور مکلف ہوئے بغیر تعزیر نہیں ہو سکتی، اور ایک گروہ نے حضرت عمرؓ کے فعل کو سند بنا کر اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو تعزیر کی جس نے ذبح کرنے کے لئے بکری کو پہلو کے بل لٹایا اور اسی حال میں اپنی چھری تیز کرنے لگا، اور یہ فعل صرف مکروہ ہی ہے اور مندوب چھوڑنے والے کا بھی یہی حکم ہوگا۔

قلیوبی کہتے ہیں: کبھی تعزیر مشروع ہوتی ہے حالانکہ کوئی معصیت نہیں ہوتی، جیسے کسی بچہ یا کافر کی تادیب اور جیسے اس شخص کی تعزیر جو ایسے آلہ لہو سے کمائی کرے جس میں کوئی معصیت نہ ہو (۱)۔

تعزیر کا حد، قصاص یا کنارہ کے ساتھ جمع ہونا:

۹۔ کبھی کبھی تعزیر حد کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے، چنانچہ حنفیہ غیر مخصن زانی کی جائز و طہی کو حد زانی میں سے نہیں سمجھتے، ان کے نزدیک اس کی حد سو کوڑے ہیں کوئی اور چیز نہیں ہے، لیکن کوڑے لگنے کے بعد وہ اس کی شہر بدری کو جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ تعزیر کے طور پر ہے (۲) اور شراب پینے والے کو زبانی تعزیر کرنا اس پر شراب نوشی کی حد قائم کرنے کے بعد جائز ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: ”ان النبی ﷺ أمر بتبکیت شارب الخمر بعد الضرب“ (۳)

(۱) معین الحکام ۱۸۹/۱، فتح القدیر ۱۱۷/۳، تہذیب الاحکام ۳۶۶/۲، ۳۶۷، مواہب الجلیل ۳۲۰/۶، نہایت المحتاج ۱۷۳/۷، ۱۷۴، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲۱۰، کشاف القناع ۵/۳، مسیاریہ الشریعہ لابن تیمیہ ۵۵، الاحکام السلطانیہ لابی یوسف ۲۳۳، المستعمی للحرالی ۱/۵۶، ۵۷، الاحکام فی اصول الاحکام ۱۶۰/۱، العلوی ۲۰۵/۳۔

(۲) معین الحکام ۱۸۲/۱، بدایہ المجتہد ۳۶۳/۲، ۳۶۵، طبع الجمالیہ۔

(۳) حدیث: ”أمر نبي الله ﷺ بتبکیت شارب الخمر بعد الضرب“ کی روایت

نساب یا حرز (حفاظت) کی شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے، اجنبیہ کا بوسہ لینا، اس سے خلوت اختیار کرنا، بازاروں میں دھوکہ دھڑی کرنا، سود کا معاملہ کرنا اور جھوٹی شہادت دینا (۱)۔

اور کبھی فعل فی ذاتہ مباح ہوتا ہے، لیکن وہ کسی مفسدہ کا سبب ہوتا ہے، اس کا حکم بہت سے فقہاء خاص طور سے مالکیہ کے یہاں یہ ہے کہ وہ ”سد ذرائع“ کے قاعدہ پر بنا رکھ کر حرام ہوگا، اس بنیاد پر اس طرح کے فعل کے ارتکاب میں تعزیر ہوگی جب تک کہ اس میں کوئی متعین سزا نہ ہو۔

جو کچھ بیان کیا گیا وہ واجب اور حرام کے متعلق ہے، رہا مندوب اور مکروہ کے متعلق تو بعض اصولیین کے نزدیک مندوب مامور بہ ہے اور اس کا کرنا مطلوب ہے، اور مکروہ ممنوع ہے اور اس کا ترک مطلوب ہے، اور مندوب کو واجب سے یہ بات ممیز کرتی ہے کہ مندوب کے تارک سے مذمت ساقط ہو جاتی ہے، لیکن واجب کے تارک سے مذمت لاحق ہو جاتی ہے اور مکروہ کو حرام سے یہ بات ممیز کرتی ہے کہ مذمت مکروہ کے مرتکب سے ساقط ہو جاتی ہے، لیکن حرام کے مرتکب پر ثابت ہو جاتی ہے، اس بنیاد پر مندوب کا تارک اور مکروہ کا فاعل عاصی نہیں ہے، اس لئے کہ عصیان ذم کا نام ہے، اور مذمت ان دونوں سے ساقط ہے، لیکن یہ حضرات مندوب چھوڑنے والے یا مکروہ کرنے والے کو مخالفت کرنے والا اور غیر مطیع سمجھتے ہیں۔

اور کچھ دوسرے حضرات کے نزدیک مندوب امر کے تحت اور مکروہ نہی کے تحت داخل نہیں ہے، تو مندوب کے کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور مکروہ سے اعراض کی ترغیب دی گئی ہے، ان کے یہاں مندوب کے تارک اور مکروہ کے عامل کو عاصی نہیں سمجھا جائے گا، اور مندوب کے تارک اور مکروہ کے عامل کی تعزیر میں اختلاف ہے، تو

(۱) تہذیب الاحکام ۳۶۷/۲۔

## تعزیر ۹

(نبی کریم ﷺ نے ضرب کے بعد شراب پینے والے کی تہکیت (لامت کرنے) کا حکم دیا)۔

اور تہکیت (لامت کرنا) زبانی تعزیر ہے، اس کے قائل لوگوں میں حنفیہ اور مالکیہ ہیں (۱)۔

مالکیہ کہتے ہیں: عدا زخمی کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اس کی تادیب کی جائے گی، اس طرح تعزیر کبھی عدا و ادون انفس (جان سے کم) پر زیادتی کرنے میں قصاص کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے، اور امام شافعی بدن کی مادون انفس والی جنایات میں قصاص کے ساتھ تعزیر کے اکٹھا ہو جانے کو جائز قرار دیتے ہیں، اور وہ بھی حد کے ساتھ تعزیر کے جمع ہو جانے کے جواز کے قائل ہیں، مثلاً سزا میں اضافہ کرنے کے لئے دن کے ایک حصہ میں چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اسے اس کی گردن میں لٹکا دینا، امام احمد اسی کے قائل ہیں، اس لئے کہ حضرت فضالہ بن عبید کی روایت ہے: ”قطع ید سارق، ثم امر بها فعلق فی عنقه“ (۲) (رسول اللہ ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ کاٹا پھر اس کے بارے میں حکم دیا، چنانچہ اسے اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا) اور یہ حضرت علیؓ نے کیا، اور مثلاً شراب نوشی کی حد میں چالیس (کوڑوں) پر اضافہ کرنا، اس لئے کہ امام شافعی کے یہاں حد شرب چالیس (کوڑے) ہیں (۳)۔

اور تعزیر کبھی کبھی کفارہ کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے، چنانچہ بعض معاصی میں تادیب کے ساتھ کفارہ ہے، جیسے احرام کی حالت میں اور رمضان کے دن میں جماع کرنا، اور جس بیوی سے ظہار کیا ہو، کفارہ سے پہلے اس سے طلاق کرنا جبکہ ان تمام میں فعل عمد ہو۔

اور حنفیہ کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک یمن غموس (جان بوجھ کر جھوٹی قسم) میں بھی تعزیر کا قول ہے، اس لئے کہ یمن غموس میں کفارہ نہیں ہے اور اس میں تعزیر ہے، اور امام مالک کے نزدیک اس قتل میں جس میں قصاص نہ ہو جیسے وہ قتل جس میں قصاص معاف کر دیا گیا ہو، قائل پر دیت واجب ہوگی، اور اس کے لئے کفارہ مستحب ہوگا، اور اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے، اور ایک سال قید رکھا جائے گا، یہ تعزیر ہے جو کفارہ کے ساتھ جمع ہوگئی ہے (۱)۔

اور بعض حضرات قتل شبہ عمد میں کفارہ کے ساتھ تعزیر واجب ہونے کے قائل ہیں، اس لئے کہ یہ خطا میں کفارہ کے مرتبہ میں اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور فعل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ اس جان کا بدل ہے جو جنایت سے فوت ہوگئی ہے، اور خود فعل حرام یعنی قتل شبہ عمد کی جنایت میں کوئی کفارہ نہیں ہے، اس پر انہوں نے اس بات سے استدلال کیا ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے پر کچھ تلف کئے بغیر جنایت کرے تو وہ تعزیر کا مستحق ہوتا ہے اور اس جنایت میں کوئی کفارہ نہیں ہوتا، برخلاف اس صورت کے جب بغیر کسی حرام جنایت کے ایصال کر دے تو کفارہ ہوگا، تعزیر نہ ہوگی، اور شبہ عمد میں کفارہ روزہ اور احرام میں جماع کرنے والے کے کفارہ کی طرح ہے (۲)۔

= ابو داؤد (۳۶۳۰، ۶۳۱۰ تحقیق عزت عبید دماس) نے کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(۱) معین لؤکام ۸۹، تہرۃ لؤکام لابن فرعون ۳۶۶/۲، سواہب الجلیل ۲۳۷/۶۔

(۲) حضرت فضالہ بن عبید کی حدیث: ”أن الرسول ﷺ قطع ید سارق“ کی روایت نسائی (۹۲/۸) اکبریہ البخاریہ نے کی ہے اور اس کے بعد نسائی نے کہہ دیا جہاں ارطاة ضعیف ہیں، ان سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

(۳) نہایہ المحتاج ۷/۴۳، ۷/۴۳، المغنی لابن قدامہ ۱۰/۲۶۶، ۲۶۷۔

(۱) تہرۃ لؤکام ۳۶۶/۲، ۲۳۷، نہایہ المحتاج ۷/۴۳، ۷/۴۳، جوہر لاکلیل ۲۷۲/۲۔

(۲) کشاف القناع ۴/۴۳، ۴۳۔

## تعزیر ۱۰

تعزیر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور بندہ کا حق ہے:

۱۰- تعزیر منقسم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے حق اور بندہ کے حق میں اور پہلے (اللہ کے حق سے) سے عام طور پر وہ مراد ہوا کرتا ہے جس سے کسی کے ساتھ اختصاص کے بغیر عام لوگوں کا نفع متعلق ہو اور جس کے ذریعہ لوگوں سے عام ضرر کو دور کیا جائے اور یہاں پر تعزیر حق اللہ میں سے ہے، اس لئے کہ ملک کو فساد سے خالی کرنا واجب اور شروع ہے، اور اس میں امت سے ضرر دور کرنا اور عام نفع کو بروئے کار لانا ہے، اور دوسرے (بندوں کا حق) سے مراد وہ ہے جس سے افراد میں سے کسی کی خاص مصلحت متعلق ہو۔

اور تعزیر کبھی خالص اللہ کا حق ہوتی ہے، جیسے نماز چھوڑنے والے اور بغیر کسی عذر کے رمضان میں دانستہ روزہ توڑنے والے کی تعزیر اور اس شخص کی تعزیر جو شراب نوشی کی مجلس میں حاضر ہو۔ اور کبھی تعزیر اللہ کے حق اور فرد کے حق دونوں کے لئے ہوتی ہے، لیکن اس میں اللہ کا حق غالب ہوتا ہے جیسے دوسرے کی بیوی کا بوسہ لینا اور اس سے معاف نہ کرنا۔

اور کبھی فرد کے حق کو غلبہ ہوتا ہے جیسے گالی گلوچ اور ٹوٹ پڑنے میں، اور ایسے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں جن میں تعزیر صرف فرد کے حق کے لئے ہوتی ہے، جیسے کہ بچہ کسی شخص کو گالی دے، اس لئے کہ وہ حقوق اللہ کا مکلف نہیں ہے، لہذا اس کی تعزیر محض گالی کھانے والے کے حق کے لئے باقی رہے گی (۱)۔

اور تعزیر کی دونوں قسموں میں تفریق کی اہمیت چند امور میں ظاہر ہوتی ہے:

(۱) شرح طوابع الانوار للسندی علی الدر المختار ۷/۶۳۶، ۶۳۷، (مخطوط) المقبول التمام عشر فیما یوجب التعزیر وما لا یوجب وغیر ذلک، للاستروشنی ۵، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲۲۵، الاحکام السلطانیہ لابن علقمہ ۲۶۵۔

ایک یہ کہ وہ تعزیر جو فرد کے حق کے طور پر واجب ہو یا اس میں اس کا حق غالب ہو (یہ دعویٰ پر موقوف ہوتی ہے) اس میں جب صاحب حق تعزیر کا مطالبہ کرے تو اس کی بات ماننا ضروری ہے، اور قاضی کو اسے ساقط کرنے کا حق نہیں ہے اور ولی امر کی طرف سے اس میں معافی اور سفارش جائز نہیں ہے، رعوی وہ تعزیر جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے تو اس میں ولی امر کی طرف سے معافی جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی مصلحت ہو تو سفارش (جائز ہے) یا تعزیر کے بغیر عی مجرم کا جرم سے رک جانا پایا جائے، اور نبی کریم ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد منقول ہے (۱): ”اشفعوا توأجروا ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ما یشاء“ (۲) (تم سفارش کرو اجر پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے گا فیصلہ کرے گا)۔

اور تعزیر کے سلسلہ میں اختلاف ہو گیا ہے کہ آیا وہ حاکم پر واجب ہے یا نہیں؟ چنانچہ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام احمد جن چیزوں میں تعزیر مشروع ہے، ان میں اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ واجب نہیں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا: میں ایک خاتون سے ملا اور وہ مجھے سے کم درجہ کا اس سے گناہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (۳)

(۱) حدیث: ”اشفعوا توأجروا.....“ کی روایت بخاری (فتح ۲۹۹، طبع الشریعہ) اور مسلم (۲۰۲۶/۳، طبع المجلد) نے کی ہے۔  
(۲) حاشیہ ابن ماجہ ۱۹۲، المقبول التمام عشر فی التعزیر ص ۳، الماوردی ص ۲۲۵۔

(۳) حدیث: ”عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أن رجلاً أصاب من امرأة قبله، فأتى رسول الله ﷺ فذكر له، فأنزلت عليه (و أقم الصلاة طوفی البهار وزلفا من الليل، إن الحسنات يملهن السيئات ذلک ذکری للذاکرین) قال الرجل: ألی هذه؟ قال: لمن عمل بها من أممی“ حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے بیان کیا تو آپ



## تعزیر ۱۱

کرنے والے سے درگزر کر دو، اور اس بات کو بھی سند بناتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے ایک فیصلہ کے سلسلہ میں (جو آپ نے حضرت زبیر کے حق میں کیا تھا اور اسے ناپسند تھا) کہا: وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں تو آپ غصہ ہو گئے اور یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے اس کی تعزیر کی ہو (۱)۔

اور دوسرے حضرات جن میں حنا بلہ بھی ہیں، فرماتے ہیں کہ تعزیر میں سے جو منصوص علیہ ہیں جیسے مشترکہ لونڈی سے وطی کرنا تو اس میں امتثال امر واجب ہے، رہیں وہ تعزیرات جن میں کوئی نص وارد نہیں ہے تو وہ اس صورت میں واجب ہوں گی جب ان میں کوئی مصلحت ہو یا بجرم تعزیر کے بغیر باز نہ آئے تو وہ حدی کی طرح واجب ہوں گی، رہی وہ صورت جب معلوم ہو کہ بجرم تعزیر کے بغیر ہی باز آجائے گا تو تعزیر واجب نہیں ہوگی، اور امام کے لئے اس میں معافی جائز ہوگی بشرطیکہ اس میں کوئی مصلحت ہو، اور وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں سے ہو، برخلاف اس کے جو فراہ کے حق میں سے ہو (۲)۔

تعزیر ایک تفویض کردہ سزا ہے:

تفویض کا مطلب اور اس کے احکام:

۱۱- مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ تعزیر حاکم کی رائے کی طرف تفویض کردہ سزا ہے، حنفیہ کے یہاں بھی یہی رائج ہے اور تعزیر میں پائی جانے والی یہ تفویض ہی اس کے اور اس حد کے درمیان اختلاف کی سب سے اہم وجہ ہے جو کہ شارع کی طرف سے

”اصلیت معنا“ (کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟) اس نے کہا: جی ہاں، تو آپ نے اس پر اس آیت کی تلاوت فرمائی: ”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَتِ يُكْثِرْنَ السَّيِّئَاتِ“ (۱) (اور آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں، بیشک نیکیاں منادی قبی ہیں بدیوں کو)، اور انصاریوں سے متعلق آپ ﷺ کے اس ارشاد سے بھی استدلال کرتے ہیں: ”اقبلوا من محسنهم، وتجاوزوا عن مسيئهم“ (۲) (ان کے بھائی کرنے والے سے قبول کر لو اور برائی

= پر یا بہت نازل ہوئی: (اور قائم کرو نماز کو دونوں طرف دن کے اور رات کے کچھ حصوں میں البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو اور یہ ایک نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے)، آدمی نے کہا: کیا یہ میرے لئے ہے فرمایا: میری امت میں سے جو بھی اس پر عمل کرے اس کے لئے ہے (کی روایت بخاری (الفتح ۸/۳۵۵ طبع استیعاب) اور مسلم (۳/۲۱۵، ۲۱۶ طبع المحلی) نے کی ہے اور مسلم (۳/۲۱۷ طبع المحلی) نے حضرت انسؓ سے اس کی روایت کی ہے فرماتے ہیں: ”جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله أصبت حدا، فأقمه علي، قال: وحضرت الصلاة فصلی مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما قضی الصلاة قال: يا رسول الله، إني أصبت حدا فأقمه لي كتاب الله، قال: هل حضرت الصلاة معنا؟ قال: نعم، قال: قد غفر لك“ (ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے حد لازم ہونے والا کام کر لیا ہے لہذا آپ مجھ پر اسے قائم کر دیں فرماتے ہیں: اور نماز کا وقت ہو گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب نماز پڑھ لی تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے حد لازم ہونے والا کام کر لیا ہے لہذا میرے اوپر اللہ کا فریضہ قائم کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ نماز میں موجود تھے؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں معاف کر دیا گیا)۔

(۱) سورہ ہود ۱۱۳۔

(۲) حدیث: ”اقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسيئهم“ کی روایت بخاری (الفتح ۸/۱۳۱ طبع استیعاب) اور مسلم (۳/۲۱۷ طبع المحلی) نے حضرت انس بن مالکؓ سے کی ہے۔

(۱) حدیث: ”أن رجلا قال للرسول ﷺ في حكم...“ کی روایت بخاری (الفتح ۸/۲۵۳ طبع استیعاب) اور مسلم (۳/۱۸۲ طبع المحلی) نے کی ہے۔

(۲) ابن ماجہ ۱۹۲/۳، و احکام اسلامیہ للماوردی ۲۲۵۔

## تعزیر ۱۱

متعین ایک سزا ہے اور تعزیر کی سزا متعین کرنے میں حاکم پر جرم اور مجرم کے حال کی رعایت ضروری ہے، جرم کی حالت کی رعایت کرنے کے بارے میں فقہاء کی بہت سی صراحتیں ہیں، اسی میں سے استریشنی کا یہ قول ہے کہ تاقضی کو اس کے سبب پر غور کرنا چاہئے تو اگر وہ اس چیز کی جنس سے ہو جس سے حد واجب ہوتی ہے اور کسی مافع اور عارض کی وجہ سے واجب نہ ہوئی تو آخری درجہ کی تعزیر یعنی انتہائی سخت تعزیر کرے گا، اور اگر اس چیز کی جنس سے ہو جس میں حد واجب نہیں ہوتی تو آخری درجہ کی تعزیر نہیں کرے گا، لیکن امام کی رائے کی طرف تفویض کر دی جائے گی (۱)، رہا مجرم کے حال کی رعایت کرنا تو زیلعی فرماتے ہیں کہ تعزیر کی تعیین میں وہ مجرموں کے حالات پر غور کرے گا، اس لئے کہ لوگوں میں سے کچھ معمولی (سزا) سے ہی باز آ جاتے ہیں، اور کچھ صرف زیادہ (سزا) سے باز آتے ہیں، ابن عابدین کہتے ہیں: تعزیر اشخاص کے اختلاف سے مختلف ہو جاتی ہے، لہذا تعیین کے بغیر مقصود حاصل ہو جانے پر اس کو متعین کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں، لہذا وہ تاقضی کی رائے کی طرف مفوض ہوگی، جس قدر اس کے اندر مصلحت سمجھے گا اسی کے بقدر قائم کرے گا (۲)۔

سندھی کہتے ہیں: کم از کم تعزیر مجرم کے بارے میں امام کے اجتہاد کے مطابق اسی کے بقدر ہوگی جس کے بارے میں معلوم ہو کہ مجرم اس سے باز آ جائے گا، اس لئے کہ تعزیر سے جرم مراد ہے اور زجر حاصل کرنے میں لوگوں کے حالات مختلف ہیں، ان میں سے کچھ کو کم مار سے ہی زجر حاصل ہو جاتا ہے، اور اسی سے اس میں تبدیلی آ جاتی ہے اور کسی کو زیادہ ضرب سے بھی زجر حاصل نہیں ہوتا (۳)، امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ تعزیر مضروب (مارے جانے والے) کی

(۱) فصول الاستریشنی ص ۱۳۔

(۲) ابن عابدین ۳/۱۸۳۔

(۳) مطالع النوار للسندی ۷/۶۰۵، الاستریشنی ص ۱۸۔

قوت برداشت کے اعتبار سے مختلف ہو جائے گی۔ اور بعض حنفیہ نے کہا ہے کہ تعزیر کو تاقضی کے حوالہ نہیں کیا جائے گا، تاقضیوں کے حالات مختلف ہونے کے سبب وہ اس کو تاقضی کے سپرد نہ کرنے کے قائل ہیں، طرسوسی نے ”شرح منظومۃ الکنز“ میں یہی بات کہی ہے، اور اس رائے کی تائید ان حضرات نے اس بات سے کی ہے کہ تعزیر کو تاقضی کی رائے پر تفویض کر دینے سے مراد مطلقاً اس کی رائے کی طرف تفویض کرنا نہیں ہے بلکہ مقصود تاقضی مجتہد ہے، اور سندھی نے بیان کیا ہے کہ عدم تفویض حنفیہ کے یہاں ضعیف رائے ہے (۱)۔

اور ابو بکر طرسوسی ”اخبار الخلفاء المتتبعین“ میں کہتے ہیں کہ وہ لوگ مجرم کے درجہ اور جرم کی مقدار کا لحاظ (تعزیر میں) کرتے تھے، چنانچہ مجرموں میں سے بعض کو مارا جائے گا، بعض کو قید کیا جائے گا، بعض کو محفلوں کے اندر اپنے قدموں کے بل کھڑا کر دیا جائے گا، بعض کا عمامہ اتار دیا جائے گا، اور ان میں سے بعض کا کمر بند (پٹکا) کھول دیا جائے گا۔

اور مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ تعزیر مقادیر اجناس اور اوصاف کے اعتبار سے جرائم کے چھوٹے اور بڑے ہونے کی بنا پر مختلف ہوگی، اسی طرح خود مجرم کے حال کے اعتبار سے اور کہنے والے، جس کے بارے میں کہا گیا اور قول (جو بات کہی گئی) کے اعتبار سے بھی تعزیر مختلف ہو جائے گی اور وہ امام کے اجتہاد کے حوالہ ہوگی۔

قرآنی کہتے ہیں: تعزیر زمان اور مکان کے بدلنے سے بدل جاتی ہے، اس کی تطبیق کرتے ہوئے ابن فرحون کہتے ہیں کہ بعض اوقات کسی شہر کی تعزیر کسی دوسرے شہر میں اعزاز ہوتی ہے، جیسے

(۱) السندی ۷/۶۰۳، ۶۰۵۔

## تعزیر ۱۲-۱۳

جسمانی سزائیں:

الف- قتل کے ذریعہ تعزیر:

۱۳- اصل یہ ہے کہ تعزیر کے ذریعہ قتل تک نہیں پہنچا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے: "وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ" (۱) (اور جس جان کو اللہ نے محفوظ کر رکھا ہے اسے قتل مت کرو بجز حق (شرعی) کے) اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِأَحَدٍ ثَلَاثٍ: الثَّيْبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِلدِّينِ الْمَفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ" (۲) (کسی مسلمان شخص کا قتل صرف تین چیزوں میں سے کسی ایک سے حلال ہوتا ہے: بھنسنے والی، جان کے بدلہ جان اور اپنے دین کو ترک کرنے والا، جماعت سے علاحدگی اختیار کرنے والا) اور بعض فقہاء معین جہنم میں کچھ مخصوص شرائط کے ساتھ تعزیری طور پر قتل کے جواز کی طرف گئے ہیں، اسی میں مسلمان جاسوس کا قتل کرنا ہے جبکہ وہ مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے اور قتل کے ذریعہ اس کی تعزیر کے جواز کی طرف امام مالک، نیز امام احمد کے بعض اصحاب گئے ہیں اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور حنابلہ میں سے ابو یعلیٰ نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔

اور امام احمد نے اس میں توقف اختیار کیا ہے اور اسی میں سے کتاب و سنت کے مخالف، بدعات کے داعی جیسے جہمیہ کا قتل کرنا ہے، امام مالک کے بہت سے اصحاب اور امام احمد کے اصحاب کی ایک جماعت اسی طرف (قتل جائز ہونے کی طرف) گئی ہے، اور امام

طیلسان (۱) (ایک مخصوص چادر) کا کاٹنا شام میں تعزیر نہیں بلکہ اعزاز ہے، اور اہل اندلس کے یہاں سر کھولنا ذلت نہیں ہے جبکہ وہ مصر اور عراق میں ذلت ہے فرمایا: اس میں خود شخص کا بھی لحاظ کیا جائے گا، اس لئے کہ مثلاً شام میں مالکیہ وغیرہ میں سے جن کی عادت طیلسان کی ہے اور وہ اس کے عادی ہیں، اس کا کاٹنا ان کے یہاں تعزیر سمجھا جاتا ہے۔

تو جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ فعل کے تعزیر کا محل ہونے کے باوجود معاملہ زمان و مکان اور اشخاص کے اختلاف تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ اختلاف کبھی خود فعل کو غیر معاقب علیہ (جس پر سزا نہ ہو) کر دیتا ہے، بلکہ کبھی وہ اعزاز ہوتا ہے (۲)۔

تعزیر کی سزائیں جائز اقسام:

۱۲- تعزیر کے میدان میں مختلف سزائوں کا واقع کرنا جائز ہے، ہر حال میں حاکم ان میں سے اسی کو منتخب کرے گا جس کو مناسب اور تعزیر کے مقاصد پورا کرنے والی سمجھے گا۔

اور یہ سزائیں کبھی بدن پر قائم کی جاتی ہیں اور کبھی آزادی کو مقید کرنے والی ہوتی ہیں اور کبھی مال کو لاحق ہوتی ہیں، اور ذیل میں اس اجمال کا بیان ہے۔

(۱) الطیلسان "باریک و بھنی سے مشابہ ایک ہز چادر ہے جسے سوڈھوں پر ڈال لیا جاتا ہے یا اس کے ایک حصہ کو عمامہ پر لپیٹ لیا جاتا ہے پھر سوڈھوں پر اسے لٹکا دیا جاتا ہے اس کو صرف بڑے لوگ اور قاضی حضرات ہی پہنتے ہیں اور اس کو اتار لینا یا اس کے بغیر چلنا فروتنی اور ذلت ظاہر کرنے کی علامت تھی، (المصباح، المجمع المفصل بآساء الملابس عند العرب، للمستشرق دوزی ص ۲۲۹)۔

(۲) جو کچھ گذر چکا ہے اس کے لئے ملاحظہ ہو: فصول الاسترواقی ص ۱۳، ۲۰، ابن عابدین ص ۱۸۳، السندی ص ۶۰۳، ۶۰۵، تہذیب الامم ص ۳۶۶، ۳۶۷، نہایت المحتاج ص ۷۴، ۷۵، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۲۳، السیاسة الشرعیہ ص ۵۳، الحسبہ ص ۳۸۔

(۱) سورة النعام ۱۵۱۔

(۲) حدیث: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِأَحَدٍ ثَلَاثٍ....." کی روایت بخاری (الفتح ۲۰۱/۲ طبع المستقیم) اور مسلم (۳/۱۳۰۲، ۱۳۰۳ طبع المجلد)، نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے کی ہے۔



## تعزیر ۱۴

ابو حنیفہ نے جرائم بار بار ہونے کی صورت میں اس وقت قتل کے ذریعہ تعزیر کی اجازت دی ہے جب اس جنس کا جرم موجب قتل ہوتا ہو جیسے اس شخص کو قتل کیا جائے گا جس سے لواطت یا قتل بالمشغل (بھاری چیز سے قتل) بار بار سرزد ہو (۱)۔

اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں: (۲) اس بات پر استدلال کہ مفسد کا شر جب اس کے قتل کے بغیر ختم نہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا، اس روایت سے کیا جاتا ہے جو مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عرفہؓ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”من اتاكم وأمرکم جميع علی رجل واحد یريد أن یشق عصاکم، أو یفرق جماعتکم فاقتلوه“ (۳) (جو تمہارے پاس اس حال میں آئے کہ تمہارا معاملہ ایک شخص پر متحد ہو، یہ چاہتے ہوئے کہ وہ تمہارے اندر پھوٹ ڈالے یا تمہاری جماعت میں تفرق ڈالے تو اسے مار ڈالو)۔

## ب۔ کوڑے لگا کر تعزیر:

۱۴۔ تعزیر میں کوڑے لگانا مشروع ہے، اور اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ”لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا فی حد من حدود اللہ تعالیٰ“ (۴) (کسی کو سوائے حدود اللہ

(۱) احکام القرآن للجصاص ۶۱/۱، ابن عابدین ۳/۱۸۳، ۱۸۵، القرطبی ۶/۱۵۱، ۱۵۲، تبصرة للحکام ۱۹۳، ۲۰۶، المہرب ۲/۶۸، ۲۰۶، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲۱۲، ۲۱۳، کشاف القناع ۳/۷۲، ۷۳، ۷۶۔

(۲) ایضاً لشرعیہ لابن تیمیہ ص ۹۹۔

(۳) حدیث: ”من اتاکم وأمرکم جميع علی رجل واحد.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۳۸۰ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۴) حدیث: ”لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط.....“ کی روایت بخاری (فتح ۶/۱۲۷ طبع المکتبہ) اور مسلم (۳/۳۳۳ طبع مجلس) نے حضرت ابو بردہ انصاریؓ سے کی ہے۔

میں سے کسی حد کے دس کوڑوں سے زیادہ نہیں مارا جائے گا)۔ اور اس حریمہ (۱) (مسروقہ بکری) میں جسے اس کی چہرہ لگا ہوں سے لے لیا جائے اس کی دگنی قیمت کا تاوان ہوگا اور جبرتناک ضرب ہوگی، یہی حکم کھجور کی چوری کا ہے جو اس کے پگھوں سے کی جائے، اس لئے کہ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: ”سئل رسول اللہ ﷺ عن التمر المعلق، فقال: من أصاب منه بقیہ من ذي حاجة غیر متخذ خبنة فلا شیء علیہ، ومن خرج بشيء منه فعلیہ غرامة مثلیہ والعقوبة، ومن سرق منه شیئا بعد أن یؤویہ الجربین فبلغ ثمن المجن فعلیہ القطع“ (نبی کریم ﷺ سے لگی ہوئی کھجور کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: حاجت مندوں میں سے جو شخص اپنے منہ سے استعمال کر لے اور دامن میں چھپا کر نہ لے جائے تو اس کی کوئی سزا نہیں ہے، اور جو شخص اس میں سے کچھ لے کر نکلے گا اس پر دو مثل تاوان اور سزا ہوگی، اور جو شخص اس کی بوریوں وغیرہ سے چوری کر لے جائے اور اس کی قیمت ڈال تک پہنچتی ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا)، اس کی روایت نسائی اور ابو داؤد نے کی ہے، اور ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں: ”سمعت رجلا من مزینة یسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحریمۃ التي توجد فی مراتعہا، قال: فیہا ثمنہا مرتین وضرب نکال، وما أخذ من عطنه ففیہ القطع إذا بلغ ما یؤخذ من ذلك ثمن المجن، قال: یا رسول اللہ! فالشمار وما أخذ منها فی اکمامہا؟ قال: من أخذ بقمہ ولم یتخذ خبنة فلیس علیہ شیء، ومن احتمل فعلیہ ثمنہ مرتین

(۱) حریمہ وہ بکری ہے جس کو اپنے باڑہ میں لوٹنے سے پہلے پہاڑ میں رات ہو جائے اور چوڑی ہو جائے۔

## تعزیر ۱۵

تعزیر میں کوڑے لگانے کی مقدار:

۱۵ - حنفیہ کے یہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تعزیر حد تک نہیں پہنچے گی، اس لئے کہ حدیث ہے: ”من بلغ حداً فی غیر حد فہو من المعتدین“<sup>(۱)</sup> (جو غیر حد میں حد تک پہنچ جائے وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہے) اور تعزیر میں کوڑے لگانے کی آخری حد کے بارے میں حنفیہ میں اختلاف ہے۔

چنانچہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اخذ کر کے، کیونکہ انہوں نے حدیث میں حد کے لفظ کو غلاموں کی حد کی طرف پھیرا ہے، اور وہ چالیس ہے، یہ رائے رکھتے ہیں کہ قذف اور شراب نوشی کے انتالیس کوڑوں پر اضافہ نہیں کرے گا اور پہلے امام ابو یوسف بھی اسی کے قائل تھے، پھر اس سے احرار (آزاد لوگوں) کی کم سے کم حدوں کی طرف پھر گئے اور وہ اسی کوڑے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ حدیث میں حد کو نکرہ استعمال کیا گیا ہے اور چالیس کوڑے قذف اور شراب نوشی میں حنفیہ کے نزدیک غلاموں کی کامل حد ہے، لہذا تعزیر اس سے کم ہوگی، اور امام ابو یوسف نے اس کا اعتبار کیا ہے کہ انسان میں اصل آزادی ہے اور غلام کی حد آزادی کی حد سے نصف ہے، لہذا وہ کامل حد نہیں ہے، اور مطلق اسم ہر باب میں کامل کی طرف راجع ہوتا ہے<sup>(۲)</sup>۔

اور کوڑوں کی تعداد میں امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں: ایک: یہ کہ تعزیر ۷۹ کوڑوں تک پہنچے گی اور یہ ان سے ہشام کی روایت ہے اور اسی کو امام زفر نے اختیار کیا ہے، اور یہی عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کا قول ہے اور قیاس (کا تقاضا) یہی ہے، اس لئے کہ وہ

و ضرب نکال، وما أخذ من أجرانہ ففیہ القطع، إذا بلغ ما یؤخذ من ذلک ثمن المجن“ (میں نے مزینہ کے ایک شخص کو اس حریہ (مسروقہ بکری) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے سنا جس کو اس کی چہرہ اگاہ سے لے لیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں اس کی دگنی قیمت ہوگی اور عبرتناک ضرب ہوگی، اور جس کو اس کے بارے سے لیا جائے اس میں اس صورت میں ہاتھ کاٹا جائے گا جب لئے گئے جانور کی قیمت وصال کی قیمت تک پہنچ رہی ہو، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھل اور جو کچھ اس میں سے شگوفوں کے ساتھ لیا جائے اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: جو اپنے منہ سے استعمال کر لے اور دامن میں چھپا کر نہ لے جائے تو اس پر کچھ نہ ہوگا اور جو لالہ جائے تو اس پر دگنی قیمت اور عبرتناک سزا ہوگی اور جو اس کے کلیوں سے لے گا اس میں اس صورت میں ہاتھ کاٹنے کی سزا ہوگی جب لئے ہوئے مال کی قیمت وصال کی قیمت تک پہنچ رہی ہو)، اس کی روایت احمد اور نسائی نے کی ہے، اور ابن ماجہ کی اس کے ہم معنی روایت ہے، اور نسائی نے اس کے آخر میں اضافہ کیا ہے: ”و ما لم یبلغ ثمن المجن ففیہ غرامة مثلیہ، و جلدات نکال“<sup>(۱)</sup> (اور جو وصال کی قیمت تک نہ پہنچے تو اس میں اس کے دو مثل کا تاوان اور سزائے کوڑے ہوں گے)۔

اور تعزیر کے بارے میں خلفاء راشدین اور ان کے بعد کے حکام اسی سزا پر چلے ہیں اور ان پر کسی نے تکمیر نہیں کی ہے<sup>(۲)</sup>۔

(۱) حدیث: ”عبداللہ بن عمرو: من أصاب بفسخ.....“ کی روایت ابو داؤد (۳۳۵/۳۳۶ تحقیق عزت عید دھاس) اور نسائی (۸۵/۸۵ طبع المکتبۃ التجاریہ) نے کی ہے اور الفاظ ابو داؤد کے ہیں نیل لاوطار ۳۰۰/۳۰۱ طبع دار النیل۔

(۲) المغنی ۳۲۸/۱۰، تہذیبۃ لکھنؤ ۲۰۰/۲، الجسہ ۳۹۔

(۱) حدیث: ”من بلغ حداً فی غیر حد.....“ کی روایت بیہقی نے اسنن (۳۲۷/۳۲۷ طبع دائرة المعارف العثمانیہ) میں حضرت نعمان بن بشیرؓ سے کی ہے وافر ملایہ محفوظ یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔

(۲) الکاسانی ۶۳۔

## تعزیر ۱۵

تو یہ اجماع ہوا، اسی طرح انہوں نے صبیح بن عسل کو حد سے زیادہ ضرب لگائی<sup>(۱)</sup> اور احمد نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس نجاشی لایا گیا اس حال میں کہ اس نے رمضان میں شراب پی تھی تو آپ نے اس کو اسی کوڑے حد لگائی اور بیس کوڑے رمضان میں روزہ توڑنے پر لگائے۔

اسی طرح روایت ہے کہ حضرت ابن عباس نے ابولاً سود کو بصرہ کی قضاء میں اپنا نائب بنایا اور ان کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے گھر میں سامان اکٹھا کر لیا تھا اور اسے نکال نہیں تھا تو اس کو پچیس کوڑے مارے اور چھوڑ دیا<sup>(۲)</sup> اور حضرت ابو بردہؓ کی حدیث: ”لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا في حد من حدود الله“<sup>(۳)</sup> (کسی کو سوائے اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے دس کوڑوں سے زیادہ نہیں مارے جائیں گے) کے بارے میں یہ حضرات کہتے ہیں: یہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے لئے محدود تھا، اس لئے کہ ان کے جرم کرنے والے کے لئے یہ مقدار کافی تھی اور اس کی تاویل یہ کی ہے کہ ”کسی حد“ سے مراد اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے کوئی حق ہے اگرچہ ان معاصی میں سے نہ ہو جن کی حدود متعین کی گئی ہیں، اس لئے کہ معاصی سب کی سب اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ہیں<sup>(۴)</sup>۔

اور شافعیہ کے نزدیک تعزیر اگر کوڑے لگانے سے ہو تو جس پر تعزیر واقع ہو رہی ہے اس کی کم از کم حد سے اس کا کم ہونا ضروری

حد نہیں ہے، لہذا حدیث: ”من بلغ حدا في غير حد.....“<sup>(۱)</sup> (جو غیر حد میں حد تک پہنچ جائے.....) میں جس کی ممانعت سے سکوت کیا گیا ہے وہ اس کے افراد میں سے ہوگی۔

دوسری روایت: جو کہ امام ابو یوسف سے ظاہر امر وایہ ہے، یہ ہے کہ تعزیر ۵۷ کوڑوں سے تجاوز نہیں کرے گی اور اس کی روایت حضرت عمرؓ کے اثر کے طور پر کی گئی ہے، اسی طرح حضرت علیؓ سے بھی روایت ہے، اور ان دونوں حضرات نے فرمایا: تعزیر میں ۵۷ (کوڑے) ہوں گے اور پانچ کی کمی میں امام ابو یوسف نے ان حضرات کے قول کو اختیار کیا اور ان کے عمل کو حد و کی کم از کم مقدار قرار دیا<sup>(۲)</sup>۔

اور مالکیہ کے یہاں مازری کہتے ہیں کہ اہل مذہب میں سے کسی کے نزدیک سزا کی تحدید کا کوئی راستہ نہیں ہے، فرمایا: امام مالک کا مذہب سزاؤں میں حد سے زیادہ سزاؤں کی اجازت دیتا ہے، اور اہلب سے منقول ہے کہ مشہور یہ ہے کہ کبھی حد پر اضافہ کیا جائے گا<sup>(۳)</sup> اس بنیاد پر مالکیہ کے یہاں رائج یہ ہے کہ امام کو مصلحت کی رعایت کے ساتھ جس میں ہوائے نفس کا شائبہ نہ ہو حد پر تعزیر کے اضافہ کا اختیار ہے۔

اور جن چیزوں سے مالکیہ نے استدلال کیا ہے ان میں معن بن زیاد کے سلسلہ میں حضرت عمر کا عمل ہے جبکہ اس نے حضرت عمر کی جھوٹی تحریر تیار کی تھی، اور اس کے ذریعہ بیت المال کے ذمہ دار سے مال لے لیا تھا تو آپ نے اس کو سو کوڑے لگوائے، پھر سولگوائے پھر تیسری بار پھر لگوائے اور صحابہ میں سے کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی

(۱) حدیث: ”من بلغ حدا في غير حد.....“ کی تخریج کذا رکھی ہے۔

(۲) الاستریشی، ص ۱۶، الکاسانی ۷/۶۳، المجموعہ ۲/۵۳۳، الباب للمیدانی ۶۵/۳۔

(۳) تبصرة للحکام ۲/۲۰۳۔

(۱) یہ مشکل چیزوں اور سوالات سے فوجیوں پر سختی کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان پر ضرب لگائی اور بھرہ کی طرف جلا وطن کر دیا۔

(۲) تبصرة للحکام ۲/۲۰۳، المغنی ۱۰/۳۳۸، فتح القدیر ۵/۱۱۵، ۱۱۶۔

(۳) حدیث: ”لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا في حد.....“ کی تخریج کذا رکھی ہے۔

(۴) تبصرة للحکام ۲/۲۰۵۔



## تعزیر ۱۵

چالیس غلام کی حد ہے اور اس قول کو اختیار کر کے کہ شراب کی حد چالیس کوڑے ہے، آزاد میں اتالیس کوڑوں سے اور غلام میں انیس کوڑوں سے تجاوز نہیں کریں گے۔

اور امام احمد کے مسلک کی صراحت ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں پر اضافہ نہیں کریں گے، اس لئے کہ اثر ہے: "لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا في حد....." (سوائے کسی حد کے کسی کو دس سے زیادہ کوڑے نہیں لگائے جائیں گے)، سوائے ان آثار کے جو اس حدیث کی تخصیص میں وارد ہوئے ہیں جیسے اپنی بیوی کی باندی سے بیوی کی اجازت سے وطی کرنا اور مشترکہ باندی سے وطی کرنا جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: امام احمد اور خرقی کے کلام میں اس کا احتمال ہے کہ تعزیر ہر جرم میں اس کی جنس میں مشروع حد تک نہیں پہنچے گی، اور غیر جنس کی حد سے اس کا بڑھ جانا جائز ہوگا، اور امام احمد سے اس پر دلالت کرنے والی روایت نقل کی گئی ہے، اور ان کا استدلال اس روایت سے ہے جو اپنی بیوی کی باندی سے بیوی کی اجازت سے وطی کرنے کے متعلق حضرت نعمان بن بشیرؓ سے ہے کہ "اے سو کوڑے مارے جائیں گے" اور یہ تعزیر ہے، اس لئے کہ شخص کے لئے اس جرم کی سزا سنگ سار کرنا ہے، اور اس روایت سے ہے جو حضرت سعید بن المسیب نے حضرت عمرؓ سے اس شخص کے متعلق نقل کی ہے جس نے اپنے اور دوسرے شخص کے درمیان مشترک باندی سے وطی کی تھی کہ "سوائے ایک کوڑے کے اسے حد کے کوڑے لگائے جائیں گے" اور امام احمد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ابن تیمیہ اور ابن القیم نے ایک چوتھی رائے کا اضافہ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ تعزیر مصلحت اور جرم کی مقدار کے اعتبار سے ہوگی، لہذا اولیٰ امر اس کے بارے میں اجتہاد کرے گا، البتہ جس میں کوئی متعین حد ہو

ہے، لہذا غلام میں بیس سے اور آزاد میں چالیس سے کم ہوگی اور ان کے نزدیک یہ حد شراب ہے، اور ایک قول دونوں (آزاد، غلام) میں اس کے چالیس سے کم ہونے کا ہے، اس لئے کہ حدیث ہے: "من بلغ حدا في غير حد فهو من المعتدين" (۱) (جو غیر حد میں حد تک پہنچ جائے وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہے) اور ان کے یہاں زیادہ صحیح قول کے مطابق مذکورہ (حد) سے کم ہونے میں تمام جرائم برآمد ہوں گے، اور ایک قول ہر جرم کو اسی کے مناسب اس حد پر قیاس کرنے کا ہے جو اس میں یا اس کی جنس میں ہو، چنانچہ مثال کے طور پر زنا کے مقدمات کی تعزیر زنا کی حد سے (اگرچہ وہ حد قذف سے بڑھ جائے) اور گالی دینے کی تعزیر حد قذف سے (اگرچہ وہ حد شراب سے بڑھ جائے) کم رکھی جائے گی اور شافعی کے مسلک کا ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابو بردہ کی حدیث: "لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا في حد من حدود الله" (سوائے حدود اللہ میں سے کسی حد کے دس کوڑوں سے زیادہ نہیں لگائے جائیں گے) کو اختیار کرتے ہوئے تعزیر کے اکثر کوڑوں کو دس سے نہیں بڑھایا جائے گا، اس لئے کہ امام شافعی کا قول مشہور ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مسلک ہے (۲) اور یہ حدیث صحیح ہے (۳)۔

اور حنابلہ کے یہاں تعزیر کے کوڑے کی مقدار کے متعلق امام احمد سے روایات مختلف ہیں، چنانچہ روایت ہے کہ حد تک نہیں پہنچے گی، اس روایت کو خرقی نے بیان کیا ہے اور اس کے مقتضیٰ کا مقصود یہ ہے کہ تعزیر کو مشروع حد کی ادنیٰ مقدار تک نہیں لے جائیں گے، لہذا تعزیر کو چالیس تک نہیں لیا جائے گا، اس لئے کہ شراب اور قذف میں

(۱) حدیث: "من بلغ حدا في غير حد فهو من المعتدين" کی تخریج کذا رکھی ہے۔

(۲) حدیث: "لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا في حد....." کی تخریج کذا رکھی ہے۔

(۳) نہایۃ المحتاج ۷/ ۵۵، المہذب ۲/ ۲۸، مغنی المحتاج ۴/ ۱۳۔

## تعزیر ۱۶

رکھتی ہے کہ تعزیری کوڑے کی کم سے کم مقدار کا معاملہ حاکم کے حوالہ ہے، جتنے کوڑوں کے بارے میں یہ سمجھتا ہو کہ زجر کے لئے کافی ہیں اتنے ہی لگائے گا۔

اور ”الخلاصہ“ میں فرماتے ہیں: ایک سے لے کر انتالیس تک کی تعزیر کا اختیار تقاضی کے پاس ہے اور اسی کے قریب قریب ابن قدامہ کی صراحت ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: اقل تعزیر متعین نہیں ہے۔

لہذا اس کے متعلق امام یا حاکم کے اجتہاد کی طرف جس کو وہ مناسب سمجھے اور آدمی کا حال جس کا متقاضی ہو، رجوع کیا جائے گا (۱)۔

### ج- قید کر کے تعزیر:

۱۶- قید کرنا قرآن و سنت اور اجماع سے مشروع ہے: جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةُ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا“ (۲) (اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں، ان پر چار (آدمی) اپنے میں سے کواہ کر لو، سو اگر وہ کوای دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں کے اندر بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے، یا اللہ ان کے

اس میں تعزیر اس متعین حد تک نہیں جائے گی، چنانچہ مثلاً نساب سے کم کی چوری پر تعزیر ہاتھ کاٹنے تک نہیں جائے گی، ان دونوں حضرات نے فرمایا: یہ سب سے زیادہ معتدل قول ہے، اور حدیث میں اس پر دلالت ہے جیسا کہ اس شخص کے متعلق بجائے حد یعنی رجم کے سو کوڑے لگانے سے متعلق گذر چکا ہے جس کی بیوی نے اپنی باندی اس کے لئے حلال کر دی تھی، اسی طرح حضرت علی اور حضرت عمرؓ نے اس مرد اور عورت کو جن کو ایک ہی لحاف میں پایا تھا سو سو کوڑے لگائے، اور اس شخص کے بارے میں جس نے بیت المال کی مہر کی نقل بنائی تھی، حضرت عمرؓ نے کئی مرتبہ میں تین سو کوڑے لگانے کا حکم دیا اور بدعت کی وجہ سے صبیح بن عسل کو لاتعداد ضرب کثیر لگائی (۱)۔

اور حنابلہ کے مسلک کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ تعزیریں کوڑوں سے نہیں بڑھے گی، اور ایسے بھی ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ وہ کم از کم حدود سے نہیں بڑھے گی اور اس کے بھی قائل ہیں کہ کسی جرم میں تعزیر اس کی حد کی مقدار تک نہیں پہنچے گی، اور یہاں ایسے بھی حضرات ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ تعزیر ان میں سے کسی چیز کی پابند نہیں ہے، اور جن چیزوں میں کوئی متعین حد نہیں ہے اس میں تعزیر مصلحت اور جرم کی مقدار کے اعتبار سے ہوگی، اور ان کے یہاں رائج تحدید ہے، خواہ وہ کوڑوں سے ہو یا کم سے کم والی حد سے کم ہو یا جنس جرم کی مقررہ حد سے کم ہو۔

اور جو کچھ ذکر کیا گیا وہ تعزیر کی اہل حد سے متعلق ہے، رہی ادنیٰ حد تو قدوری فرماتے ہیں: یہ تین کوڑے ہیں، کیونکہ یہ کم سے کم عدد ہے جس میں زجر ہو سکتا ہے، لیکن حنفیہ کی غالب اکثریت یہ رائے

(۱) کوڑے لگا کر تعزیر کرنے سے متعلق عمومی طور سے مراجعت کی جائے: الکاسانی ۶۳/۷، السنن ۳۶/۲۳، السنن ۵۹۹/۷، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، الجوزی ۲/۵۳، اللباب للمیدانی ۶۵/۳، فتح القدیر ۵/۱۱۵، ۱۱۶، الریاض والعلی ۳/۲۱۰، الاستریشی ۱۶/۱، تہذیب لکھنؤ ۲/۲۰۰، ۲۰۳، نہایت المحتاج ۷/۱۵۵، المہذب ۲/۲۲۸، کشاف القناع ۳/۷۳، ۷۴، المیامہ الشریعہ ۷/۴۸، ۴۹، ۵۳، ۵۵، ۵۶، المہذب ۷/۳۹، الطرق الحکمیہ ۷/۱۰۶، المغنی ۱۰/۳۳۷، ۳۳۸۔

(۲) سورہ نساء ۱۵۔

(۱) الحنفیہ فی الاسلام ۷/۳۹، المیامہ الشریعہ ۷/۵۳، الطرق الحکمیہ ۷/۱۰۶۔

## تعزیر ۱۷

لئے کوئی (اور) راہ نکال دے)، نیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ”إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْمَانُهُمْ وَأُزْلِفَهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ“ (۱) (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں ان کی سزا بس یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں، یا وہ ملک سے نکال دیئے جائیں)۔

چنانچہ زیلعی فرماتے ہیں کہ ”نفی“ (دور کرنے) سے یہاں جس (قید کرنا) مراد ہے۔

اور جہاں تک سنت سے شروع ہونے کا تعلق ہے تو ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں خون کی تہمت (قتل کرنے کی تہمت) میں کچھ لوگوں کو قید کر دیا اور ضرب لگانے اور جیل کا حکم دیا، اور آپ نے اس شخص کے متعلق جس نے دوسرے کے لئے ایک آدمی کو روک لیا تھا یہاں تک کہ اس نے اسے قتل کر دیا، فرمایا: ”اقْتُلُوا الْقَاتِلَ، وَاصْبِرُوا الصَّابِرَ“ (۲) (قاتل کو قتل کر دو اور روکنے والے کو روک لو)، اور ”اصْبِرُوا الصَّابِرَ“ (روکنے والے کو روک لو) کی عبارت کی تفسیر موت تک اس کو قید کرنے سے کی گئی ہے، اس لئے کہ اس نے مقتول کو روک کر اسے موت کے لئے مجبوس کر لیا تھا۔

رہا اجماع سے شروع ہونا تو صحابہؓ اور ان کے بعد کے لوگوں کا جس کے ذریعہ سزا دینے پر اجماع ہے، اور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ قید

(۱) سورہ مائدہ ۳۳۔

(۲) حدیث: ”اقْتُلُوا الْقَاتِلَ وَاصْبِرُوا الصَّابِرَ“ کی روایت بخاری (۵۱/۸) طبع دار الفکر المعارف الشیخ نے اسماعیل بن اسیر سے مرسل کی ہے اور اس سے پہلے اس سے متعارب الفاظ سے اس کو نقل کیا ہے لیکن انہوں نے بوران سے پہلے دارقطنی (۳۰۰ طبع دار الحکامین) نے ارسال کو راجح قرار دیا ہے۔

کرنا تعزیر میں سزا کے طور پر مناسب ہے، اور اس بارے میں آنے والی چیزوں میں سے چند یہ ہیں: حضرت عمرؓ نے عطیہ کو جو کرنے پر قید کر دیا تھا، اور صبیح کو ذاریات (بکھیرنے والی ہوائیں)، مرسلات (چلتی ہوائیں)، نازعات (گھسیٹ لانے والے)، اور اس جیسی چیزوں سے متعلق سوال کرنے پر قید کر دیا تھا، اور حضرت عثمانؓ نے ضابی بن الحارث کو قید کر دیا تھا اور وہ بنی تمیم کے چوروں اور گھات لگا کر قتل کرنے والے لوگوں میں سے تھا، اور حضرت علی بن ابی طالب نے کوفہ میں قید کیا، اور حضرت عبداللہ بن الزبیر نے مکہ میں قید کیا اور محمد بن الحنفیہ نے جب ان کی بیعت سے انکار کیا تو انہیں دارم میں قید کر دیا (۱)۔

### تعزیر میں قید کرنے کی مدت:

۱۷- اصل یہ ہے کہ شخص، جرم اور زمان و مکان کی رعایت کے ساتھ مدت جس کی تحدید حاکم کرے گا۔

اور ان زیلعی نے یہ کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قید کی کوئی متعین مدت نہیں ہے۔

ماوردی کہتے ہیں: تعزیر کے طور پر قید کرنا مجرم اور جرم کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے، چنانچہ مجرموں میں سے بعض کو ایک دن قید کیا جائے گا اور بعض کو اس سے زیادہ غیر متعین مدت تک قید کیا جائے گا۔

لیکن شافعیہ میں سے شربنی نے بیان کیا ہے کہ جس کی شرط ایک سال سے (اس کا) کم ہونا ہے جیسا کہ امام شافعی نے ”لام“

(۱) اقصیہ الرسول ﷺ ابی عبداللہ محمد بن فرج لماکی القرطبی ص ۵، ۶، تہذیبہ الکام ۲/۳۷۳، الریاضی ۳/۲۰۷، ۱۷۹، ابن عابدین ۳/۲۶۶، فتح القدیر ۶/۵۷۵، المغنی ۱۰/۳۱۳، ۳۱۴، ۳۲۸، مسیلة الشریعہ ص ۵۲، کشاف القناع ص ۴۷، ماوردی ص ۲۲۳۔



## تعزیر ۱۸-۱۹

میں صراحت کی ہے اور اکثر اصحاب نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔  
اور حنا بلہ نے مدت کی تحدید کو مطلق رکھا ہے (۱)۔

د- شہر بدر کر کے تعزیر:

جلا وطنی کے ذریعہ تعزیر کی مشروعیت:

۱۸- جلا وطنی کے ذریعہ تعزیر فقہاء کے درمیان کسی اختلاف کے بغیر مشروع ہے اور اس کی مشروعیت کی دلیل کتاب و سنت اور اجماع ہے۔

جہاں تک کتاب کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "أَوْ يَنْفُوا مِنْ الْأَرْضِ" (۲) اسی وجہ سے وہ حدود میں ایک مشروع سزا ہے۔

اور جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو نبی کریم ﷺ نے بطور تعزیر محنتوں کی جلا وطنی کا فیصلہ فرمایا، کیونکہ آپ نے ان کو مدینہ سے شہر بدر کر دیا تھا (۳)۔

(۱) فتح القدیر ۱/ ۳۷۵، التلخیص ۳/ ۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱/ ۳، ۲۰۸، ابن ماجہ ۳۶/ ۳، الفتاویٰ الہندیہ ۲/ ۱۸۸، التاج والکلیل ۵/ ۳۸، المدونہ ۱۳/ ۵۳، ۵۵، تبصرة للحکام ۳/ ۳۷۳، نہایت المحتاج ۷/ ۷۵، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲/ ۲۲۳، مغنی المحتاج ۴/ ۱۹۲، کشاف القناع ۲/ ۷۲، ۷۵، المغنی ۱۰/ ۳۱۳، ۳۱۴۔

(۲) سورہ مائدہ ۳۳۔

(۳) ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک محنت لایا گیا جس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگا رکھی تھی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ما بال ہذا؟ فقبل: یا رسول اللہ، ینشبہ بالنساء، فاعلمو بہ فلفی الی السبع" (اس کا کیا معاملہ ہے کہا گیا: یا رسول اللہ! یہ عورتوں سے مشابہت اختیار کر رہا ہے تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا اور اس کو تنقیح کی طرف جلا وطن کر دیا گیا) اس کی روایت ابوداؤد (۵/ ۲۲۳ تحقیق عزت ہیددہاس) نے کی ہے اور منذری نے اس کے ایک راوی کی جہالت کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے (مختصر سنن ابی داؤد ۷/ ۲۳۰، معجم کردہ دار المعرفہ)۔

اور جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو حضرت عمرؓ نے نصر بن حجاج کو عورتوں کے اس کے ذریعہ فتنہ میں مبتلا ہو جانے کے سبب شہر بدر کر دیا، اور صحابہ میں سے کسی نے ان پر نکیر نہیں کی (۱)۔

اور جلا وطنی کا مسافت قصر سے زیادہ ہونا جائز ہے، اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے نصر بن حجاج کو مدینہ سے بصرہ جلا وطن کیا اور حضرت عثمانؓ نے مصر جلا وطن کیا اور حضرت علیؓ نے بصرہ جلا وطن کیا، اور یہ شرط ہے کہ جلا وطنی کسی متعین شہر کے لئے ہو، چنانچہ محکوم علیہ (جس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا) کو بالکل ہی نہیں چھوڑ دیا جائے گا، اور اس کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ اپنی جلا وطنی کے لئے متعین شہر کے علاوہ کو منتخب کرے، اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ مجرم کی جلا وطنی خود اپنے شہر کے لئے ہو (۲)۔

اور شافعیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ مجرم کے شہر اور جس شہر کی طرف اسے جلا وطن کیا گیا ہے، دونوں کے درمیان ایک دن ایک رات سے کم مسافت نہ ہو (۳) اور ابن ابی لیلیٰ یہ رائے رکھتے ہیں کہ مجرم نے جس شہر میں جرم کا ارتکاب کیا ہے اس کو اس کے علاوہ کسی اور شہر کی طرف اس طرح جلا وطن کیا جائے گا کہ جس شہر کی طرف جلا وطن کیا گیا ہے اس کے اور جرم کے شہر کے درمیان مسافت سفر سے کم ہو (۴)۔

جلا وطنی کی مدت:

۱۹- امام ابوحنیفہؒ زما میں جلا وطنی کو حد نہیں مانتے بلکہ اس کو تعزیر میں سے مانتے ہیں، اور اس پر یہ بات نکلتی ہے کہ وہ مدت کے اعتبار سے

(۱) المسوط للسرہنی ۵/ ۲۵۹، التلخیص ۳/ ۷۲۔

(۲) حاشیہ البیہری ۳/ ۱۳۵۔

(۳) الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲/ ۲۱۲۔

(۴) المسوط للسرہنی ۵/ ۲۵۹۔

## تعزیر ۲۰

ھ- مال کے ذریعہ تعزیر:

مال کے ذریعہ تعزیر کی مشروعیت:

۲۰- امام ابوحنیفہ کے مسلک میں اصل یہ ہے کہ مال لے کر تعزیر جائز نہیں ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد اس کی اجازت نہیں دیتے<sup>(۱)</sup> بلکہ امام محمد نے اپنی کتابوں میں سے کسی میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے<sup>(۲)</sup> کہ امام ابو یوسف تو ان سے روایت ہے کہ اگر مصلحت کی رعایت کی جائے تو مجرم سے مال لے کر تعزیر کرنا جائز ہے<sup>(۳)</sup>۔  
شبراہی کہتے ہیں: قول جدید کے مطابق مال لے کر تعزیر جائز نہیں ہے یعنی امام شافعی کے جدید مسلک میں مال لے کر تعزیر کرنا جائز نہیں ہے<sup>(۴)</sup> اور قدیم مسلک میں جائز ہے۔

رہا مشہور قول میں امام مالک کا مسلک تو ابن فرحون کہتے ہیں: مالکیہ مال لے کر تعزیر کے قائل ہیں<sup>(۵)</sup>۔

اور انہوں نے کچھ مخصوص مقامات کا ذکر کیا ہے جن میں مالی تعزیر ہوگی، ان کی عبارت ہے: امام مالک سے غیر خالص دودھ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اسے بہا دیا جائے گا؟ فرمایا: نہیں، لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں اس کو صدقہ کر دے جب ملاوٹ اسی نے کی ہو، اور غیر خالص زعفران اور مشک کے بارے میں بھی اسی کے مثل بات فرمائی، خواہ کم ہو یا زیادہ اور ابن القاسم نے زیادہ مقدار کے بارے میں ان کی مخالفت کی ہے اور فرمایا: مشک اور زعفران اس چیز کے نرخ پر بیچ دیئے جائیں گے جس کی اس میں

اس کے ایک سال سے زائد ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں<sup>(۱)</sup>۔

اور امام مالک کے نزدیک تعزیر میں جلا وطنی کا ایک سال سے زیادہ ہونا جائز ہے، باوجودیکہ زمانہ میں جلا وطنی ان کے نزدیک حد میں شامل ہے، اس لئے کہ وہ حدیث: ”من بلغ حدا فی غیر حد فهو من المعتدین“ (جو غیر حد میں حد تک پہنچے وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہے) کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں، اور مالکیہ کے نزدیک رائج یہ ہے کہ ہوائے نفس کے شائبہ کے بغیر مصلحت کی رعایت کرنے کے ساتھ امام کو اختیار ہے کہ تعزیر میں ”حد“ سے اضافہ کر دے<sup>(۲)</sup>۔

اور بعض فقہاء شافعیہ اور حنبلیہ کی بھی یہی رائے ہے، شافعیہ اور حنبلیہ میں سے بعض دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ تعزیر میں جلا وطنی کی مدت کا ایک سال تک پہنچنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ وہ زنا کے جرم میں جلا وطنی کو حد مانتے ہیں، اور چونکہ اس میں مدت ایک سال ہے، لہذا ان کے یہاں تعزیر میں یہ جائز نہیں ہوگا کہ جلا وطنی ایک سال تک پہنچے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”من بلغ حدا فی غیر حد فهو من المعتدین“<sup>(۳)</sup> (جو غیر حد میں حد تک پہنچے وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہے)۔

اس کی تفصیل نئی (جلا وطنی) میں ہے۔

(۱) معین لکھامہ ص ۱۸۲، بدلیۃ الجہد ۲/ ۳۶۳، ۳۵۵۔

(۲) تبصرة لکھامہ ص ۲۰۳، المشرع ص ۵۰۳۔

(۳) جلاوطنی سے متعلق عام طور سے مراجعت کی جائے المشرع ص ۵۵۹، الزیلعی ص ۱۷۳، معین لکھامہ ص ۱۸۲، بدلیۃ الجہد ۲/ ۳۸۱، ۳۶۳، ۳۶۵، تبصرة لکھامہ ص ۲۰۳، اقصیۃ الرسول ص ۵، نہایت المحتاج ص ۷۷، ۷۳، ۷۵، المہذب ص ۲۲۸، جامعہ البحر ص ۱۵۳، شرح الخطیب علی ہامہ الماوردی ص ۲۱۲، کشاف القناع ص ۷۳، ۷۴، ۷۶، المغنی ص ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳

## تعزیر ۲۱

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے اس فقر کو جانے کا حکم دینا جس کو انہوں نے لوگوں سے چھپے رہنے کے مقصد سے تعمیر کر لیا تھا، اور اس حکم کا نفاذ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کیا تھا<sup>(۱)</sup>۔

### تعزیر بالمال کے اقسام:

تعزیر بالمال مال کو روک لینے یا تلف کر دینے یا اس کی شکل تبدیل کر دینے یا غیر کو اس کا مالک بنا دینے سے ہوتی ہے۔

### الف- مال کو اس کے مالک سے روک دینا:

۲۱- وہ یہ ہے کہ تافضی مجرم کے مال میں سے کچھ کو زجر کے طور پر کچھ دن تک کے لئے لے لے، پھر جب اس کی توبہ ظاہر ہو جائے تو اسے واپس کر دے، اور اس کا مطلب اسے بیت المال کے لئے لینا نہیں ہے، اس لئے کہ کسی شخص کے مال کو کسی ایسے شرعی سبب کے بغیر لینا جائز نہیں ہے جو اس کا متقاضی ہو<sup>(۲)</sup> اور اس کی تشریح ابو یحییٰ خوارزمی نے بھی اسی طرح کی ہے اور اس کی نظیر باغیوں کے گھوڑوں اور ہتھیاروں میں کیا جانے والا عمل ہے، اس لئے کہ انہیں ایک مدت تک روک رکھا جاتا ہے اور جب وہ توبہ کر لیتے ہیں تو ان کو واپس کر دیا جاتا ہے، اور امام ظہیر الدین تہرناشی خوارزمی نے اس رائے کی تصویب کی ہے۔

یعنی وہ صورت جب اس کی توبہ سے مایوسی ہو جائے تو حاکم کو اختیار ہوگا کہ اس مال کو جس میں مصلحت دیکھے اس میں صرف کرے<sup>(۳)</sup>۔

ملاوٹ کی ہے اور ملاوٹ کرنے والے کی تادیب کے لئے قیمت کو صدقہ کر دیا جائے گا، اور ابن القطان نے گھٹیا بنے ہوئے لافوں کے بارے میں جانے دینے کا فتویٰ دیا ہے، اور ابن عتاب نے اس کو نکلے نکلے کر کے اور پھاڑ کر صدقہ کر دینے کا فتویٰ دیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

اور حنابلہ کے نزدیک مال لے کر یا اسے تلف کر کے تعزیر کرنا حرام ہے، اس لئے کہ جس کی اقتداء ہو سکتی ہے ان سے اس کے سلسلے میں شریعت میں کوئی چیز نہیں آئی ہے۔

اور ابن تیمیہ اور ابن القیم نے مخالفت کی اور فرمایا: تلف کر دینے اور لے لینے دونوں اعتبار سے تعزیر بالمال جائز ہے<sup>(۲)</sup>۔ ان دونوں حضرات نے اس کے لئے رسول اکرم ﷺ کے فیصلوں سے استدلال کیا ہے، جیسے حرم مدینہ میں شکار کرنے والے شخص کے سلب (مذبوحہ جانور کی کھال، پائے اور آنتیں) کو اس کو پکڑنے والے شخص کے لئے آپ کا مباح کر دینا، اور آپ کا شراب کے مشکوں کو توڑنے اور اس کے برتنوں کو چاک کرنے کا حکم دینا، اور آپ کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو مصفر سے رنگے ہوئے دونوں کپڑوں کے جلا ڈالنے کا حکم دینا، اور جو غیر حرز (غیر محفوظ) سے چوری کرے اور پھل اور کھجور کے شگوفہ میں سے ایسی چیز چوری کرے جس میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے، اور گرم شدہ کو چھپائے اس پر آپ کا تاوان دگنا کر دینا۔

اور انہیں میں خلفاء راشدین کے بھی فیصلے ہیں، جیسے حضرت عمر اور حضرت علیؓ کا اس گھر کو جلا ڈالنے کا حکم دینا جس میں شراب پیچی جارہی تھی اور مانع زکاۃ کا نصف مال لے لیا، اور حضرت عمرؓ کا

(۱) السنۃ ۷/۶۰۳، ۸/۶۰۵، ۹/۶۰۵، ۱۰/۶۰۵، ۱۱/۶۰۵، ۱۲/۶۰۵، ۱۳/۶۰۵۔

(۲) فصول الاستروشنی ص ۷، ۸، البرازیہ ۲/۳۵۷۔

(۳) السنۃ ۷/۶۰۳، ۸/۶۰۵، ۹/۶۰۵، ۱۰/۶۰۵، ۱۱/۶۰۵، ۱۲/۶۰۵۔

(۱) تبصرة القام ص ۶۸، الطرق الحکمیہ ص ۲۵۰۔

(۲) کشاف القناع ص ۷۳، ۷۴، ۷۵، شرح المنتقى علی ہدیہ ص ۱۱۰، الحسبہ ص ۳۰،

الحکام السلطانیہ لا بی بی ص ۲۹۵۔



## تقریر ۲۲

ب- اِتلاف:

۲۲- ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اعیان اور صفات میں سے جو منکر (بدائی کی چیزیں) ہوں ان کے محل کو ان کی تہجیت میں تلف کر دینا جائز ہے، چنانچہ بتوں کی تصویریں منکر ہیں، لہذا اس کی اصل کا تلف کرنا جائز ہوگا اور اکثر فقہاء کے نزدیک آلات لہو کا تلف کرنا جائز ہے، امام مالک نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام احمد سے دور و لیتوں میں مشہور روایت یہی ہے، اور اسی قبیل سے شراب کے ظروف بھی ہیں، ان کا توڑنا اور جلا دینا جائز ہے، اور جس جگہ شراب پیٹی جاری ہو اس کا جلا دینا جائز ہے، اور اس کے لئے شراب کی دکان جلائے سے متعلق حضرت عمرؓ کے فعل سے نیز جس بہتی میں شراب پیٹی جاری تھی اس کے جلائے کے بارے میں حضرت علیؓ کے فیصلہ سے استدلال کیا جاتا ہے، اور اس لئے بھی کہ فروخت کی جگہ ظروف کی طرح ہے، فرمایا: امام احمد اور امام مالک وغیرہ کے مذہب میں قول مشہور یہی ہے (۱)، اسی قبیل سے حضرت عمر کا فروخت کے لئے پانی کی ملاوٹ کئے ہوئے دودھ کا بہا دینا ہے، اور اسی میں سے وہ بھی ہے جس کی بعض فقہاء رائے رکھتے ہیں یعنی مصنوعات میں غیر خالص کو تلف کر دینے جانے کا جواز جیسے گھٹیا بنائی والے کپڑوں میں ان کو پھاڑ کر اور جلا کر، اور نبی کریم ﷺ کے حکم سے عبد اللہ بن عمر کا اپنے معصر سے رنگے ہوئے کپڑوں کو جلا ڈالنا (۲)۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں: جس محل کے ذریعہ معصیت انجام پائی ہو اس کے اس اِتلاف کی نظیر جسم کے اس محل کا اِتلاف ہے جس سے معصیت واقع ہوئی ہو، جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا اور یہ اِتلاف ہر حالت

میں واجب نہیں ہے، چنانچہ جب محل میں کوئی مفسدہ نہ ہو تو اس کا باقی رکھنا اپنے لئے یا اس کو صدقہ کرتے ہوئے جائز ہوگا، اسی بنا پر علماء کی ایک جماعت نے فتویٰ دیا ہے کہ ملاوٹ کئے ہوئے نلہ کو صدقہ کر دیا جائے گا اور اس میں اس کا اِتلاف ہو جائے گا۔

اور ایک فریق نے اِتلاف کو مکروہ قرار دیا ہے، وہ اس کو صدقہ کرنے کے قائل ہیں، اور ابن القاسم کی روایت میں امام مالک بھی انہیں میں ہیں اور یہی مسلک کی مشہور روایت ہے اور امام مالک نے ملاوٹ کیا ہوا دودھ صدقہ کر دینے کو مستحسن قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کو مجرم سے تلف کر دینے سے مجرم کی سزا ہے اور مسکینوں کو دینے سے ان کا نفع ہے، اور امام مالک اس صورت میں زعفران اور مشک کے بارے میں اپنے دودھ والے قول ہی کے مثل کے قائل ہیں جب مجرم نے ان میں ملاوٹ کی ہو، اور ابن القاسم ان مالوں کے قلیل میں اسی کے قائل ہیں، اس لئے کہ ان قیمتی مالوں کے کثیر میں ملاوٹ کردہ کو صدقہ کر دینے سے مالکوں کے مال عظیم کا ضیاع ہو جائے گا، لہذا ان جیسے حالات میں ان کی تعزیر دوسری سزاؤں سے ہوگی اور بعض کے نزدیک امام مالک کا مذہب قلیل و کثیر میں برابری کا ہے۔

اور شہب نے امام مالک سے مالی سزاؤں کی ممانعت کی روایت کی ہے اور مسلک کے فقہاء میں سے مطرف اور ابن المداشون میں سے ہر ایک نے اس روایت کو اختیار کیا ہے، اور ان دونوں کے نزدیک جو ملاوٹ کرے یا وزن کم کر دے، اس کو ضرب، قید اور بازار سے نکال کر سزا دی جائے گی، اور جس روٹی اور دودھ یا مشک اور زعفران میں ملاوٹ کی گئی ہو اسے نہ بکھیرا جائے گا نہ چھینا جائے گا (۱)۔

(۱) الحسبہ ص ۱۳۳، الطرق الحکمیہ ص ۲۲۱، تبصرة الوکا م ۲/۲۰۲، ۲۰۳۔

(۲) حدیث: "تحریق عبد اللہ بن عمر لثوبہ المعصفر" کی روایت مسلم (۳/۱۶۳ طبع اعلیٰ) نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کی ہے۔

(۱) الحسبہ ص ۱۳۳، الطرق الحکمیہ ص ۲۲۱، ۲۲۲، تبصرة الوکا م ۲/۲۰۲، ۲۰۳۔

## تعزیر ۲۳-۲۵

ج-تغیر (تبدیلی کر دینا):

۲۳- تبدیلی کر کے تعزیر کرنے کی صورتوں میں سے نبی کریم ﷺ کی مسلمانوں کے درمیان جائز سانچوں جیسے دراہم و دینار کے توڑنے سے ممانعت ہے، الا یہ کہ ان سے کوئی حرج ہو، چنانچہ اگر ایسا ہو تو ان کو توڑ دیا جائے گا (۱) اور اس تصویر کے سلسلہ میں جو آپ ﷺ کے گھر میں تھی (۲) اور اس پر وہ کے سلسلہ میں جس میں تصاویر تھیں (۳) رسول اللہ ﷺ کا عمل، کیونکہ آپ ﷺ نے تصویر کا سر کاٹ دیا اور وہ درخت کی طرح ہو گئی، اور پر وہ کو کاٹ کر دو ڈال دیئے جانے والے ٹیکے کی صورت میں بدل لیا جنہیں روند اجاتا ہے۔ اور اسی میں سے لہو کے آلات کو نکلے نکلے کرنا اور بنائی ہوئی تصاویر کا تبدیل کر دینا بھی ہے۔

و-تملیک (مالک بنا دینا):

۲۴- تملیک کے ذریعہ تعزیر کی صورتوں میں سے اس شخص کے بارے میں جس نے درخت میں لٹکے ہوئے پھل کو اسے کھلیں میں لے جانے سے پہلے چر لیا تھا، سزا کے کوڑے لگانے اور جو کچھ لیا تھا اس کا دگنا تاوان دینے (۴) اور اس شخص کے متعلق جس نے باڑے

(۱) حدیث: ”لہی السی نزلت عن کسر.....“ کی روایت خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ (۳۶۶/۳ طبع اسعادہ) میں حضرت علقمہ بن عبد اللہ المرثی سے کی ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔

(۲) حدیث: ”قطع رأس السمغال فصار كالشجرة“ کی روایت ابو داؤد (۳۸۸/۳ تحقیق عزت عبیدہ طاس) اور ترمذی (۱۱۵/۵ طبع المجلد) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) حدیث: ”قطع السور إلى وسادین من بلدین یوطان.....“ کی روایت احمد (۳۰۸/۲ طبع المصنف) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اور اس کی روایت ترمذی (۱۱۵/۵ طبع المجلد) نے بھی کی اور فرمایا یہ حسن صحیح ہے۔

(۴) حدیث: ”قضاء الرسول ﷺ فیمن سرق من الغنم المعلق.....“ کی تخریج کذا رکھی ہے۔

میں جانے سے پہلے مویشی چرائے تھے، سزا کے کوڑے لگانے اور دگنا تاوان دینے کا نبی کریم ﷺ کا فیصلہ ہے (۳) نیز گم شدہ کو چھپا دینے والے پر تاوان دگنا کر دینے کا حضرت عمرؓ کا فیصلہ ہے، علماء کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے، ان میں امام احمد وغیرہ ہیں، اور اسی میں سے حضرت عمرؓ کا اعرابی کی اس اونٹنی کا تاوان دگنا کر دینا ہے جس کو بھوکے غلاموں نے لے لیا تھا، کیونکہ آپ نے ان کے آقا پر تاوان دگنا کر دیا تھا (۲) اور قطع ید کو ختم کر دیا تھا۔

تعزیر کی دوسری قسمیں:

جو گزر چکی ہیں ان کے علاوہ تعزیر کی کچھ دوسری قسمیں بھی ہیں، ان میں مجرد علام (مطلع کرنا) مجلس قضاء میں حاضر کرنا، ڈانٹنا اور ترک تعلق (بایکٹ کرنا) بھی ہے۔

الف- مجرد علام (صرف آگاہ کرنا):

۲۵- علام کی صورت یہ ہے کہ قاضی مجرم سے کہے: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایسا کیا یا قاضی مجرم کے پاس یہی کہنے کے لئے اپنا معتمد شخص بھیجے۔

اور بعض نے علام کے ذریعہ تعزیر میں یہ قید لگائی کہ وہ ترش روئی سے دیکھنے کے ساتھ ہو (۳)۔

(۱) حدیث: ”قضاء الرسول ﷺ فیمن سرق من الماشية قبل.....“ کی تخریج کذا رکھی ہے۔

(۲) تعزیر بالمال کے لئے عمومی طور پر مراجعت کی جائے: الریاضی ۳/۲۰۸، السندی ۷/۶۰۳، ۶۰۵، ابن ماجہ ۳/۱۸۳، فصول الاستروشنی رص ۷، فتاویٰ البرازیہ ۳/۵۲، نہایہ المحتاج شرح المنهاج ۷/۱۷۳، لمبہ رص ۳۰، ۳۲، ۳۵، ۳۶، ۳۷، الطرق الحکمیہ ۷/۲۵۸، کشاف الفتاویٰ ۳/۷۵، شرح المنتقى علی ہامہ رص ۱۱۰۔

(۳) الکاسانی ۷/۶۳، الریاضی ۳/۲۰۸، الجوہرہ ۲/۲۵۳، الفتاویٰ البندیہ ۲/۱۸۸، درر الخکام ۲/۷۵۔

## تعزیر ۲۶-۲۷

ب۔ مجلس قضاء میں حاضر کرنا:

۲۶- کاسانی کہتے ہیں کہ تعزیر کی یہ قسم علام، قاضی کے دروازے کے پاس جانے اور مواہبت (مخاطب کرنے) سے ہوتی ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ علام، قاضی کے دروازے کے لئے کھینچنے اور مجرم کی طرف جس چیز کی نسبت کی جارہی ہے اس کا مقدمہ قائم کر کے ہوتی ہے۔

اور اس سزا اور مجرم علام میں فرق یہ ہے کہ اس سزا میں علام پر اضافہ کرتے ہوئے مجرم کو قاضی کے پاس پکڑ کر لایا جاتا ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ قاضی مواہبت اس سے مخاطب ہو، اور کمال ابن الہمام کی ذکر کردہ تفصیل پر بنیاد رکھتے ہوئے یہ تعزیر مجرم کی طرف جو کچھ منسوب کیا جا رہا ہے اس میں خصومت کرنے میں علام مجرم سے جدا ہو جاتی ہے۔

اور ان دونوں قسموں کو یا ایک قسم کو قاضی زیادہ تر اس کے زاجر ہونے کی شکل میں اس وقت اختیار کرتا ہے جب مجرم نے جرم کا ارتکاب ابتدائے لغزش کے طور پر یا مادی طور پر کیا ہو بشرطیکہ جرم سنگین نہ ہو (۱)۔

ج۔ توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ):

توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) کی مشروعیت:

۲۷- توبیخ کے ذریعہ تعزیر کرنا باتفاق فقہاء مشروع ہے، چنانچہ حضرت ابو ذرؓ نے روایت کی ہے کہ انہوں نے آدمی کو برا بھلا کہا اور اس کی ماں سے اس کو عار دلایا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”یا

(۱) علام اور حاضر کرنے کے متعلق عمومی طور پر رجوع کریں: اکاسانی ۷/۶۳، الرضی ۳۸/۲۰۸، المجموعہ ۲/۵۳، درر الحکام ۲/۵۷، فتح القدیر ۵/۱۱۳، ابن عابدین ۳۳/۱۸۳، ۱۸۴، ۱۹۷، الشدک ۷/۶۳، الفتاویٰ الہندیہ ۲/۱۸۸، قاضی خاں ۲/۳۹۳، ۳۹۴۔

أباذر، أعيرته بأمه!! إنك امرؤ فیک جاهلیة“ (۱) (۱) اے ابو ذر! کیا تم نے اس کو اس کی ماں سے عار دلانی؟ تم ایسے شخص ہو جس میں جاہلیت پائی جاتی ہے) اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (۲) ”لی الواجد یحل عرضه و عقوبته“ (۳) (مال رکھنے والے کی مال منول اس کی عزت اور سزا کو حلال کر دیتی ہے)، اور آبرو لینے کی تشریح یہ کی جاتی ہے کہ مثلاً اس سے کہا جائے: اے ظالم! اے تجاوز کرنے والے! اور یہ تعزیر بالقول کی ایک قسم ہے، اور ابن فرحون کی ”تبصرة الحکام“ میں آیا ہے کہ قول سے تعزیر کی دلیل وہ حدیث ہے جو ”سنن ابی داؤد“ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اضربوه“ (اس کو مارو)، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: تو ہم میں اپنے ہاتھ سے مارنے والے بھی تھے، جوتے سے مارنے والے بھی تھے، اور اپنے کپڑے سے مارنے والے بھی تھے اور انہیں کی سند سے ایک روایت میں ہے: پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”بکسوه“ (اس کو جھڑکو) تو وہ حضرات یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئے: تم اللہ سے نہیں ڈرے، اللہ کا خوف نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ سے حیا نہیں آتی اور یہ سرزنش تعزیر بالقول میں سے ہے (۴)۔

(۱) حدیث: ”یا أباذر، أعيرته بأمه؟.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۸/۸۳، طبع استغیہ) نے کی ہے۔  
(۲) لی الواجد یحل عرضه و عقوبته“ کی روایت احمد (۳/۲۲۲، طبع المیزان) نے کی ہے اور ابن حجر (الفتح ۵/۶۳، طبع استغیہ) میں کہتے ہیں اس کی سند حسن ہے۔

(۳) حدیث: ”بکسوه“ اور آخر میں فرمایا: ”ولکن قولوا: اللهم اغفر له، اللهم ارحمه“ (اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم فرما) کی روایت ابو داؤد (۳/۶۳۰، ۶۳۱، تحقیق عزت عبید دھاس) نے کی ہے اور اس کی سند



## تعزیر ۲۸-۳۰

میں گالی ہو (۱)۔

و- ترک تعلق (بایکاٹ):

۲۹- ترک تعلق کا مطلب مجرم کا بایکاٹ کرنا اور اس سے تعلق رکھنے یا کسی بھی قسم یا کسی بھی طریقہ کا معاملہ کرنے سے منع کرنا ہے۔

اس کے مشروع ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ”وَالَّذِينَ تَخَافُونَ نُشُوزَهُمْ فَعُظُوهُمْ وَاهْجُرُوهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ وَاصْبِرُوا لَهُمْ“ (۲) (اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم ان کی سرکشی کا علم رکھتے ہو تو انہیں نصیحت کرو، اور انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو اور انہیں مارو)۔

اور نبی کریم ﷺ نے اپنے ان تین صحابہ سے ترک تعلق کر لیا تھا جو غزوہ تبوک میں آپ سے پیچھے رہ گئے تھے، اور حضرت عمرؓ نے جب صبیح کو بصرہ جا وطن کیا تو ان کو بایکاٹ کی سزا دی، اور حکم دیا کہ کوئی ان کی ہم نشینی نہ اختیار کرے، اور یہ ان کی طرف سے بایکاٹ کے ذریعہ سزا تھی (۳)۔

وہ جرائم جن میں تعزیر مشروع ہے:

۳۰- جن جرائم میں تعزیر مشروع ہے کبھی وہ اسی قبیل سے ہوتے ہیں جس کی جنس میں حد یا قصاص میں سے کوئی متعین سزا مشروع ہوتی

(۱) توبخ کے لئے رجوع کریمہ الکاسانی ۷/۶۳، الریاضی ۳/۲۰۸، دررلحکام ۲/۵۵۲، اللباب للمیدانی ۳/۶۵، السندی ۷/۶۰۳، فصول الاستریشی ۲/۱۳، الانقرویہ ۱/۵۸۸، الہندیہ ۲/۱۸۸، تہرۃ لحکام ۲/۲۰۰، نہایۃ المحتاج ۷/۱۷۳، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲/۲۲۳، کشاف القناع ۲/۷۳، المشرع الکبیر ۳/۵۸۸، الحبہ ۲/۳۸، سیاست الشریعہ ۲/۵۳۔

(۲) سورہ نساء ۳۴۔

(۳) ترک تعلق سے متعلق رجوع کیجئے: الجامع را حکام القرآن للقرطبی ۸/۲۸۱، ۲۸۸، اقصیۃ الرسول ۲/۵، الحبہ ۲/۳۰، سیاست الشریعہ ۲/۵۳۔

اور حضرت عمرؓ نے جھڑک کر تعزیر کی تھی، چنانچہ ان سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک لشکر بھیجا، تو انہیں مال غنیمت حاصل ہوا، اور جب وہ لوٹے تو انہوں نے ریشم اور دیباچ پہن لیا، تو جب حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا تو چہرہ کا رنگ بدل گیا اور ان سے اعراض کیا، تو ان لوگوں نے کہا: آپ نے ہم لوگوں سے منہ موڑ لیا؟ تو آپ نے فرمایا: جہنمیوں کے کپڑے اتا رو، تو انہوں نے جو ریشم اور دیباچ پہن رکھا تھا اسے اتا رویا۔ اس میں ان سے اعراض کر کے ان کی تعزیر بھی ہے، اور اس میں ان کی سزا بھی ہے (۱)۔

توبخ کی کیفیت:

۲۸- توبخ کبھی قاضی کے مجرم سے اعراض کرنے یا اس کی طرف ترش روئی سے دیکھنے سے ہوتی ہے، اور کبھی مجرم کو مجلس قضاء سے اٹھا دینے سے ہوتی ہے اور کبھی سخت بات کے ذریعہ ہوتی ہے، اور کبھی زجر کرنے والی باتوں اور انتہائی توہین سے اس شرط کے ساتھ ہوتی ہے کہ اس میں قذف نہ ہو، اور بعض نے اس سے بھی روکا ہے جس

= صحیح ہے ورنہ حد کے الفاظ مثل الاوطار میں یہ ہیں ”حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ”اَللّٰہِی نَبِیُّہُ یُوجِلُّ لَدُنَّہُ، فَقَالَ: اضربوہ فقال ابوہریرہ: فَمِمَّا الضَّارِبُ بَدَہُ، وَ الضَّارِبُ بَعْلَہُ، وَ الضَّارِبُ بَوَّہُ، فَلَمَّا الصَّوْفُ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اَخْرَاکَ اللّٰہُ قَالَ: لَا تَقُولُوْا هٰکِذَا، لَا تَعْبُوا عَلَیْہِ النَّبِیَّانَ“ (نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو مارو، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: تو ہم میں سے کچھ اپنے ہاتھ، کچھ اپنے جوتے اور کچھ اپنے کپڑوں سے مارنے والے تھے، پھر جب وہ لوگ تو بعض لوگوں نے کہا: اللہ تمہیں رسوا کرے آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کہو، اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو) کی روایت احمد اور بخاری اور ابوداؤد نے کی ہے (مثل الاوطار ۷/۱۳۶) نیز رجوع کریمہ تہرۃ لحکام ۲/۲۰۰، کشاف القناع ۲/۷۳، المشرع الکبیر ۳/۵۸۸، الفتاویٰ ۱/۱۷۷، مغنی المحتاج ۲/۱۹۲۔

(۱) فصول الاستریشی ۲/۱۳، الکاسانی ۷/۶۳۔

## تعزیر ۳۱-۳۵

چنانچہ ان شرائط میں سے اگر کسی شرط کی کمی ہو تو قصاص ممنوع ہوگا اور اس میں تعزیر ہوگی۔  
اور اس سلسلہ میں کچھ اختلاف اور تفصیل ہے جس کو ”قتل“ اور ”قتصاص“ کی اصطلاحات میں دیکھا جائے۔

### قتل شبہ عمد (دائستہ قتل کے مشابہ):

۳۳- بہوتی ”المبدع“ سے نقل کر کے فرماتے ہیں: قتل شبہ عمد میں وجوب تعزیر کا قول بھی اختیار کیا جاتا ہے، اس لئے کہ کفارہ تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور مجرمانہ عمل کے لئے نہیں ہے، بلکہ فوت ہونے والی جان کا بدلہ ہے، رہا خود فعل حرام جو کہ جرم ہے تو اس میں کوئی کفارہ نہیں ہے۔

۳۴- اور حنفیہ کے یہاں ثابت شدہ اصولوں میں سے یہ ہے کہ ان کے یہاں قتل کے جن واقعات میں قصاص نہیں ہے، جیسے قتل بالمشکل (بھاری چیز سے قتل) یعنی بڑے پتھریا بھاری لکڑی جیسی چیز سے قتل کرنا ان میں امام اگر مصلحت سمجھے تو قتل تک پہنچ جانے والی سزاؤں کے ذریعہ تعزیر کرنا اس صورت میں جائز ہوگا جب اس کا بار بار ارتکاب ہو، اور اسی اصل کی بنا پر حنفیہ قتل کے ذریعہ اس شخص کی تعزیر کے قائل ہیں جس کی جانب سے گلا گھونٹنا، ڈبونا اور بلند جگہ سے پھینک دینا بار بار پایا جاتا ہو جبکہ قتل کے بغیر اس کا فساد نہ رکے (۱)۔

### مادون النفس (جان سے کم) پر زیادتی:

۳۵- جب مادون النفس پر جنایت دائستہ ہو تو قصاص کے لئے جنایت علی النفس کی شرطوں کے علاوہ مماثلت (برابری) اور برابری

ہے، لیکن اس سزا کی تنفیذ اس کی تنفیذ کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے نہیں ہو پاتی اور کچھ وہ بھی ہیں جن میں متعین سزا ہے لیکن اس سزا کی تنفیذ کسی مانع کی وجہ سے اس پر نہیں ہو پاتی جیسے کسی ایسے شبہ کا پایا جانا جو حد دفع کرنے کا مستوجب ہو، یا صاحب حق کا اپنا مطالبہ معاف کر دینا۔

اور کبھی تعزیری جرائم مذکورہ جرائم کے علاوہ ہوتے ہیں اور اس میں اصلاً تعزیری ہوتی ہے، اور اس میں وہ جرائم داخل ہوتے ہیں جو سابقہ صورتوں میں داخل نہیں ہوتے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

وہ جرائم جن میں حدود کے بدلہ میں تعزیر شروع ہوتی ہے: نفس اور مادون النفس پر زیادتی کرنے کے جرائم:

۳۱- اس موضوع میں نفس پر زیادتی کرنے کے جرائم کے متعلق بحث یعنی جس سے جان نکل جاتی ہے، اور مادون النفس پر زیادتی کے جرائم سے متعلق بحث، یعنی جو بدن پر جان نکل جانے کا سبب بنے بغیر واقع ہوتے ہیں، دونوں داخل ہیں۔

### قتل کے جرائم (نفس پر جنایت)

#### قتل عمد (دائستہ قتل):

۳۲- قتل عمد وہ زیادتی ہے جس کا تقاضا قصاص ہے، اور اس کے لئے چند شرائط کا پورا ہونا شرط ہے، ان میں سب سے اہم ہے: قاتل کا اس کو اس طرح محض عمداً (دائستہ) قتل کرنا کہ اس میں کوئی شبہ نہ ہو، اور اس کا مختار ہونا اور بلا واسطہ قتل کرنا اور مقتول کا قاتل کا جزء (فرع) نہ ہونا، مقتول کا مطلقاً معصوم الدم ہونا، اس کے علاوہ قصاص کے لئے یہ بھی واجب ہے کہ ولی دم (جس ولی کو مطالبہ خون کا اختیار ہے) کی طرف سے اس کا مطالبہ ہو (۱)۔

(۱) الکاسانی ۷/۲۳۳، ابن ماجہ ۳/۱۸۴، ۱۸۵، کشاف القناع ۳/۷۳، ۷۴،

امیانہ الشریعہ ص ۵۵۔

(۱) الکاسانی ۷/۲۳۳۔

## تعزیر ۳۶

زخم چھوڑے۔

اور امام مالک سے مروی ہے کہ اس سلسلہ میں کوڑے مارنا تھپڑ مارنے کی طرح ہے، اس میں تادیب ہوگی، ابن عرفہ نے شہب سے بھی اسی کو نقل کیا ہے۔  
اور ابن القیم اور بعض حنابلہ تھپڑ اور کوڑے لگانے میں قصاص کی رائے رکھتے ہیں (۱)۔

وہ زنا جس میں حد نہ ہو، اور زنا کے مقدمات:

۳۶- زنا میں اس کے ثبوت کی شرعی شرائط جب پوری ہو رہی ہوں تو اس میں حد زنا ہوگی، اور جب کسی شبہ کے پائے جانے کی وجہ سے (۲) یا ثبوت حد کی شرعی شرائط میں سے کسی شرط کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے متعین حد کی تعفیذ نہ ہو پائے تو یہ فعل ایسا جرم ہو جائے گا جس میں یا جس کی جنس میں حکم شروع تو ہے لیکن تنفیذ نہیں ہو پائی ہے، اور ہر وہ جرم جس میں حد اور قصاص نہ ہو اس میں تعزیر ہوتی ہے۔

اسی پر بناء رکھتے ہوئے جب وہاں حد کو دفع کرنے والا کوئی شبہ

سے قصاص لینے کا ممکن ہونا بھی شرط ہے (۱)۔

اور مالکیہ مادون انفس پر عمدہ جنایت میں بھی اس صورت میں تعزیر کی رائے رکھتے ہیں جب قصاص سا قتل ہو جائے یا کسی سبب یا دوسری وجہ سے ممتنع ہو جائے تو حالات کے اعتبار سے جرم میں دیت یا اُرش کے ساتھ یا اس کے بغیر تعزیر ہوگی، اور اس کی مثال یہ ہے کہ جنایت مازک ہڈی پر ہو، اس لئے کہ مازک (اہم) ہڈیوں میں ان کے یہاں قصاص نہیں ہوتا جیسے ریراھ، ران، گردن کی ہڈی، اور اسی طرح منقلہ (وہ زخم جس میں ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہو)، ماسومہ (دماغ تک پہنچنے والا زخم) اور جائفہ (جوف تک پہنچنے والا زخم) کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے، اس لئے کہ ان میں قصاص ممکن نہیں ہے (۲) اور یہ ہر اس عضو کے بارے میں بھی (کہا جاتا ہے) جس کے جسم میں قائم رہنے اور خوبصورتی باقی رہنے کے باوجود جنایت سے اس کی اصل منفعت ختم ہوگئی ہو، چنانچہ جب آنکھ پر ضرب لگائی ہو جس سے اس کی روشنی چلی گئی ہو اور خوبصورتی باقی رہ گئی ہو تو اس میں قصاص نہیں ہوگا، اسی طرح جب (کسی کے مارنے سے) ہاتھ لٹخ ہو جائے اور جسم سے علاحدہ نہ ہو تو اس میں اور ان جیسے جرائم میں مجرم سے عقل (یعنی دیت) لینے کے ساتھ ہی اس کی تعزیر بھی کی جائے گی (۳)۔

اور زیادتی جب جسم میں کوئی اثر نہ چھوڑے تو اکثر فقہاء کے نزدیک اس میں تعزیر ہوگی نہ کہ قصاص، اور بعض مالکیہ کے نزدیک کوڑے مارنے میں قصاص ہوگا اگرچہ (جسم میں) کوئی زخم (اور سر میں) کوئی پھشن نہ پیدا کرے، باوجودیکہ تھپڑ لگانے اور ڈنڈا مارنے میں ان کے یہاں قصاص نہیں ہوگا، الا یہ کہ اپنے پیچھے جسم یا سر میں

(۱) الکاسانی ۷/۲۹۹، معین المکام ص ۷۷، مواہب الجلیل ۶/۲۳، کشاف القناع ۲/۲۳، اعلام الموقعین ۲/۲۳۔

(۲) شہب سے حد کو دفع کر دینے کی بنیاد یہ حدیث ہے: "درؤوا الحدود بالشبهات، فان كان له مخرج فخلوا سبيله، فان الإمام أن يخطيء في العضو خير من أن يخطيء في العقوبة" (شہبہات سے حد کو دفع کرو، اور اگر اس کے لئے نکلنے کی کوئی گنجائش ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو، اس لئے کہ امام کا سفاکی میں غلطی کر جانا سزا میں غلطی کر جانے سے بہتر ہے)۔ جمہور نے شہبہ کے اثبات میں اسی حدیث کو لیا ہے۔

اور حدیث مذکور کو زندی نے اس کے قریب بہتر یہ الفاظ سے نقل کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ اس کی روایت سو قونا بھی کی گئی ہے اور وقف ہی اصح ہے اور فرمایا: ایک سے زیادہ صحابہ کرام سے منقول ہے کہ وہ اسی طرح کی رائے رکھتے تھے (نیل الاوطار ۷/۱۱۰، ۱۱۱)۔

(۱) تبصرة لوكا على هامش فتح اعلیٰ لما لک ۳/۶۶، ۳۶۷، مواہب الجلیل ۶/۲۳۔

(۲) مواہب الجلیل ۶/۲۳، التاج والاکلیل علی ہدے، البدونہ ۶/۱۱۳۔

(۳) مواہب الجلیل ۶/۲۳، ۲۳۹۔



## تعزیر ۳۷

کرے تو بالاجماع حد نہیں ہوگی، اور جمہور کے نزدیک اس پر تعزیر لازم ہوگی۔

اور اس سلسلہ میں تعزیر کے مستوجب انفعال میں سے ہر وہ فعل ہے جو جماع سے کم درجہ کا ہو، جیسے شرمگاہ کے علاوہ میں وطی کرنا، اور اس میں مسلمان، کافر اور مخصن و غیر مخصن برابر ہوں گے، اور اسی میں سے عورت سے جماع کے علاوہ کسی بھی حرام فعل کا ارتکاب کرنا ہے، جیسے احتیہ سے معانقتہ کرنا یا اس کا بوسہ لینا۔

اور قاتل تعزیر انفعال میں سے دوسرے کے لئے ستر کھولنا، عورتوں کو دھوکہ دینا، اور قیادت یعنی مردوں اور عورتوں کو زنا کرنے کے لئے یا مردوں اور مردوں کو لو طاطت کے لئے جمع کرنا ہے (۱)۔

وہ قذف جس میں حد نہیں ہوتی اور برا بھلا کہنا:

۳۷- تہمت لگانے والے پر حد قذف کی شرائط کے بغیر حد نہیں لگائی جاتی، چنانچہ جب ان میں سے کوئی نہ پائی جائے یا ناقص ہو تو مجرم پر حد نہیں لگائی جائے گی، اور جس پر تہمت لگائی گئی ہے اس کے مطالبہ پر اس کی تعزیر کی جائے گی، اس لئے کہ اس نے ایک ایسی معصیت کا ارتکاب کیا ہے جس میں حد نہیں ہے۔

اور اس قذف کی شرائط میں سے جس میں حد ہے مقذوف

ہو، خواہ شبہ فعل کا ہو (۱) کیا ملک کا ہو یا عقید کا ہو تو حد کی تعمید نہیں ہوگی، لیکن مجرم کی تعزیر کی جائے گی، اس لئے کہ اس نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جس میں متعین سزا نہیں ہے۔

اور شبہ کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ جو ثابت کے مشابہ ہو اور ثابت نہ ہو، یا شبہ مباح کرنے والی چیز کا حکم یا حقیقت نہ پائے جانے کے باوجود صورت مباح کرنے والی چیز کے پائے جانے کا نام ہے اور اس کی تفصیل ”اشتباہ“ میں ہے۔

اور جس عورت سے زنا کیا گیا اگر وہ مردہ ہو تو اس عمل میں تعزیر ہوگی، اس لئے کہ اسے زنا نہیں مانا جائے گا، کیونکہ جس عورت سے زنا کیا جا رہا ہے اس کی حیات حد میں شرط ہے۔

اور یہ فعل جب کسی مرد کی جانب سے نہ ہو تو حد نہیں قائم کی جائے گی، بلکہ تعزیر ہوگی، اور اسی میں سے مساحقہ (عورتوں کا باہم ہم جنسی کرنا) بھی ہے۔

اور جب فعل عورت کی سامنے والی شرمگاہ میں نہ ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک حد جاری نہ ہوگی، لیکن اس میں تعزیر ہوگی، اور اسی میں یہ بھی ہے کہ فعل دبر (پچھلی شرمگاہ) میں ہو، اور یہی امام شافعی کا بھی ایک قول ہے، اور ہر حال میں قتل کا قول حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے، اور شافعیہ کا دوسرا قول بھی یہی ہے اور شافعیہ کا مسلک مختار یہ ہے کہ یہ زنا ہے اور اس میں حد ہوگی۔

اور ایک جماعت کا قول ہے کہ لو طاطت زنا ہے اور اس میں حد زنا ہوگی، ان میں امام مالک بھی ہیں، اور امام شافعی کے یہاں بھی یہی قول مشہور ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کے تلمیذ امام ابو یوسف کی رائے ہے اور امام احمد سے روایات مختلف ہیں، چنانچہ ان سے یہ بھی روایت ہے کہ اس میں حد زنا ہوگی، اور یہ فعل جب فاعل اپنی بیوی کے ساتھ

(۱) زنا اور اس کے تعلقات کے سلسلہ میں تعزیر کے متعلق رجوع کریں: السرخسی ۵/۷۹، ۷۹، ۷۹، ۸۵، ۸۸، ۲۲۳/۳۶، الکاسانی ۷/۳۳، ۳۵، فتح القدیر ۳۲/۱۳۲، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵،

## تعزیر ۳۷

اور یہی حکم اس وقت ہوگا جب اس کو ایسی چیز کا الزام لگائے جس کو زنا نہیں سمجھا جاتا ہے جیسے دوسرے پر منکث (بھڑے پن) کا الزام لگائے۔

اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسی طرح اس شخص کی بھی تعزیر کی جائے گی جو دوسرے پر الزام لگائے کہ وہ قوم لوط کا عمل کرتا ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ فعل حد زنا کا موجب نہیں ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد اس میں حد کے قائل ہیں، اس وجہ سے اس میں تعزیر نہیں ہوگی، بلکہ ان حضرات کے نزدیک اس میں حد قذف ہوگی، اور اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ لواطت زنا ہے یا نہیں؟

تو جو حضرات کہتے ہیں کہ لواطت زنا ہے انہوں نے اس کی تہمت لگانے میں حد قذف مقرر کی ہے، اور جو اس کے علاوہ کے قائل ہیں انہوں نے اس کی تہمت لگانے پر تعزیر مقرر کی ہے، اور جو شخص کسی پر کسی شرط یا اجل سے مقید تہمت لگائے تو اس کی تعزیر کی جائے گی اور حد نہیں لگائی جائے گی۔

اور جب قول تہمت نہ ہو بلکہ صرف گالی گلوچ ہو تو وہ ایسا گناہ ہوگا جن میں حد نہیں ہوگی اور اس میں تعزیر ہوگی، اور اسی میں سے اس کا اے نصرانی! اے زندیق! یا اے کافر! اس وقت کہنا ہے جبکہ وہ مسلمان ہو، اور اسی طرح جو دوسرے سے کہے: اے منکث! اے منافق! جب تک کہ کُجی علیہ (جس پر جنایت کی جارہی ہے) اس سے متصف نہ ہو، اسی طرح اے سود خور! اے شراب پینے والے! اے خائن! اے چور! جیسی چیزوں میں اس کی تعزیر کی جائے گی، اور یہ سب اس شرط کے ساتھ ہے کہ کُجی علیہ کی طرف جس چیز کی فہمت کی جارہی ہے اس سے وہ معروف نہ ہو، اسی طرح جو دوسرے سے گالی کے طور پر کہے: اے احمق! اے گندے! اے بے وقوف! اے ظالم!

(جس پر تہمت لگائی گئی) کا مخصن (۱) ہونا بھی ہے، چنانچہ جب وہ ایسا نہ ہو تو قاذف پر حد نہیں ہوگی لیکن اس کی تعزیر کی جائے گی، اسی میں سے یہ ہے کہ کسی مجنون یا نابالغ پر زنا کی تہمت لگائے یا ایسی مسلمان عورت پر جو زنا کر چکی تھی یا ایسے مسلمان پر جو زنا کر چکا تھا، یا ایسی عورت پر جس کے ساتھ کچھ ایسے بچے ہوں جن کا کوئی باپ معروف نہ ہو، اور آخر کی تین صورتوں میں یہ عفت (پاکدامنی) نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اور انہیں میں سے مقدوف (جس پر تہمت لگائی گئی ہے) کا معلوم ہونا بھی ہے، چنانچہ اگر ایسا نہ ہو تو حد نہیں بلکہ تعزیر ہوگی، اس لئے کہ یہ فعل ایسی معصیت ہے جس میں کوئی حد نہیں ہے، اور اسی کی بنیاد پر جس نے دوسرے کے جد (دادا سانا) پر جد کی وضاحت کے بغیر یا اسی طرح بھائی پر زنا کی تہمت لگائی ہو اور اس کے ایک سے زیادہ بھائی ہوں تو اس کی تعزیر کی جائے گی اور حد نہیں لگائی جائے گی۔

اور غیر صریح (لفظ) سے قذف میں حد نہیں ہوگی، اور اس میں سے کناہ یا تعریض سے قذف کرنا ہے، چنانچہ حنفیہ کے یہاں اس میں حد نہیں بلکہ تعزیر ہوگی، اور شافعیہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے، اور امام مالک تعریض یا کناہ سے قذف کرنے میں حد کی رائے رکھتے ہیں۔

اور جن حضرات نے حد سے منع کیا ہے وہ تعزیر کے قائل ہیں، اس لئے کہ یہ فعل ایسا جرم ہے جس میں حد نہیں ہے، اور اس صورت میں کوئی حد نہ ہوگی جب ایسے الفاظ سے الزام لگائے جو صراحتاً زنا کا معنی نہ ادا کریں جیسے اس کا کہنا: اے فاجر! بلکہ اس کی تعزیر ہوگی۔

(۱) جمہور کے نزدیک قذف میں احسان کی شرائط میں: عقل، بلوغ، حریت، (آزادی) اسلام اور زنا سے پاکدامن ہونا ہے۔ (الکاسانی ص ۷۹، المغنی ص ۲۰۲)۔

## تعزیر ۳۸-۴۰

وہ رہزنی جس میں حد نہیں ہے:

۳۹- رہزنی حدود کے دوسرے جرائم کی طرح ہے، اس میں حد ہونے کے لئے کچھ معین شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے، ورنہ حد قائم نہیں کی جائے گی، اور مجرم نے جب بھی کسی ایسی معصیت کا ارتکاب کیا ہو جس میں حد نہیں ہوتی ہے تو اس کی تعزیر کی جاتی ہے۔

اور شرائط میں یہ ہے کہ جرم کرنے والا بالغ اور مرد ہو اور مجنی علیہ (جس کے خلاف جرم کیا گیا) مسلمان یا ذمی ہو اور مال پر اس کا قبضہ صحیح ہو اور رہزنوں میں ان لوگوں میں سے کسی کا کوئی ذورحم حرم (قرہی رشتہ دار) نہ ہو جن پر رہزنی کی گئی ہے، اور جس (مال) میں رہزنی کی گئی ہے وہ مال منقوم، معصوم اور مملوک ہو، رہزن کی نہ اس میں ملکیت ہو، نہ ملکیت کا شبہ ہو، محفوظ اور نصاب کے بقدر ہو اور رہزنی شہر کے علاوہ میں ہو۔

اس کی تفصیل ”حراہ“ میں ہے۔

وہ جرائم جو اصلاً تعزیر کے موجب ہیں:

بعض وہ جرائم جو افراد پر واقع ہوتے ہیں:

جھوٹی گواہی:

۴۰- سترآن کریم میں قول زور (جھوٹی بات) کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں حرام قرار دیا گیا ہے: ”وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ“ (۱) اور بچے رہو جھوٹی بات سے۔

اور اس حدیث سے بھی جھوٹی گواہی اور جھوٹی بات کی حرمت ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہوں میں سے بھی سب سے بڑا شمار کیا ہے (۲)، اور جب بھی

(۱) سورہ حج ۳۰۔

(۲) حدیث: ”أَنَّ الرِّسُولَ ﷺ عَدَّ قَوْلَ الزُّوْرِ.....“ کی روایت

اسے کانے! جبکہ وہ تندرست ہو، اسے اپنا بیج! جبکہ وہ تندرست ہو۔

اور عمومی طور پر جو دوسرے کو برا بھلا کہے تو گالی کیسی ہی ہو اس کی تعزیر کی جائے گی، اس لئے کہ یہ معصیت ہے۔

اور تعزیر ثابت کرنے والے فعل کی تحدید میں عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا، چنانچہ مجنی علیہ کی طرف منسوب کیا جانے والا فعل جب ان چیزوں میں سے نہ ہو جس کی وجہ سے عرف میں عار، اذیت، اور عیب لاحق ہوتا ہو تو کہنے والے کو کوئی سزا نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہاں جرم ہے ہی نہیں (۱)۔

وہ چوری جس میں حد نہیں ہے:

۳۸- چوری جب اپنی شرعی شرائط پوری کرے تو وہ حدود کے جرائم میں سے ہوگی اور ان میں سب سے اہم شرط پوشیدہ ہونا اور چوری کی ہوئی چیز کا مال ہونا، غیر چور کی ملکیت ہونا، حرز میں ہونا، نصاب کے بقدر ہونا ہے، چنانچہ حد کی شرائط میں سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو حد نہیں قائم کی جائے گی لیکن چور کی تعزیر کی جائے گی، اس لئے کہ اس نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جس میں کوئی متعین حد نہیں ہے، اور اس کی تفصیل ”سرت“ کی اصطلاح میں ہے۔

(۱) تذف اور اس گالی کے سلسلہ میں جس میں تعزیر ہوتی ہے رجوع کیا جائے: المسرخص ۱۹، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۳، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱،



## تعزیر ۴۱-۴۴

اس میں کوئی متعین سزا نہ ہو تو اس میں تعزیر ہوگی (۱)۔

اس طرح کے جرائم میں سے جانور کی دم کاٹ لینا ہے، چنانچہ فقہاء حنفیہ نے ذکر کیا ہے کہ موجب تعزیر چیزوں میں سے وہ بھی ہے جس کا ذکر ابن رستم نے گھوڑے کی دم کاٹ لینے والے کے بارے میں کیا ہے (۱)۔

### ناحق شکایت:

۴۱- صاحب ”تبصرة الاحکام“ نے بیان کیا ہے کہ جو ناحق شکایت لائے اس کی تاویب ہوگی، اور بہوتی کہتے ہیں کہ جب مدعی کا اس کے دعویٰ میں جھوٹ ظاہر ہو جائے جس سے وہ مدعا علیہ کو اذیت دے رہا ہو، تو جھوٹ اور مدعا علیہ کو اذیت دینے کی وجہ سے اس کی تعزیر کی جائے گی (۲)۔

غیر موذی جانور کو مار ڈالنا یا اس کو ضرر پہنچانا:

۴۲- نبی کریم ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں جانور کو تکلیف دینے کی ممانعت فرمائی ہے: ”إن امرأة دخلت النار في هرة حبستها، فلا هي أطعمتها وسقتها، ولا هي تركتها تاكل من خشاش (۳) الأرض“ (۴) (ایک عورت اس بلی کے سلسلہ میں جہنم میں داخل ہوگئی جس کو اس نے بند کر رکھا تھا، چنانچہ نہ تو اس نے اس کو کھلایا پلایا، نہ ہی زمین کے کیڑوں مکوڑوں کے کھانے کے لئے چھوڑا) تو یہ فعل معصیت ہے اور اس میں کوئی حد متعین نہ ہو تو قاتل کی تعزیر کی جائے گی۔

مصلحت عامہ کو ضرر پہنچانے والے جرائم:

۴۳- مصلحت عامہ کو ضرر پہنچانے والے کچھ ایسے جرائم پائے جاتے ہیں جن میں متعین سزائیں نہیں ہیں اور ان میں تعزیر ہے۔

انہیں جرائم میں مسلمانوں کے خلاف دشمن کے حق میں جاسوسی کرنا ہے، چنانچہ ایسا کرنا ممنوع ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ولا تجسسوا“ (۵) (اور بھید نہ سولو کسی کا)، اور اللہ تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے: ”لا تتدخلوا غلوی وعلوکم اولیاء تلقون“

= بخاری (فتح ۲۶۱/۵ طبع استغیہ) اور مسلم (۱/۹ طبع المکلی) نے حضرت ابو بکرؓ سے کی ہے۔

(۱) السنن ۱/۱۶، ۱۳۵، ۱۳۶، الخراج ۷/۷۰، مختصر القدوری ۷/۱۲۶، المجموعہ ۲/۳۳۸، الملباب ۳/۱۳۸، الفتاویٰ الامعدیہ ۱/۱۶۶۔

(۲) کشاف القناع ۶/۷۶، تبصرة الاحکام ۲/۳۷۰۔

(۳) الخشاش (خیزیر کے ساتھ کھجرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑے)، اور خ کے فتح کے ساتھ بھی آتا ہے (الخمار)۔

(۴) حدیث: ”دخلت امرأة فی النار فی الدار.....“ کی روایت بخاری (فتح ۲۶۱/۶) ۳۵۶/۶ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۲۱۱۰ طبع المکلی) نے حضرت ابو بکرؓ سے کی ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۲/۱۶۹۔

(۲) سورہ نور ۷/۲۷۔

(۳) الفتاویٰ الامعدیہ ۱/۷۰، ۷۱، ۷۲۔

(۴) سورہ حجرات ۱۲/۱۲۔

## تعزیر ۳۵-۳۷

مازمین کا اپنی حدود سے تجاوز کرنا اور کوتاہی کرنا:  
یہ ایسی معصیت ہے جس میں کوئی متعین سزا نہیں ہے، اور اس  
کی چند صورتیں ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

### الف- قاضی کا نا انصافی کرنا:

۳۶- جب قاضی فیصلہ میں دانستہ نا انصافی کرے تو اس کی تعزیر کی  
جائے گی، معزول کر دیا جائے گا اور اس کے مال میں اس کو ضامن  
قرار دیا جائے گا، اس لئے کہ جس معاملہ میں اس نے نا انصافی کی ہے  
اس میں وہ قاضی نہیں ہے بلکہ وہ ناحق بر باد کرنا ہے، لہذا اس کے مال  
میں ضمان واجب کرنے کے سلسلہ میں وہ دوسروں کی طرح ہوگا، اور  
جب غلطی سے نا انصافی کرے تو اس پر اس کے فیصلہ سے تاوان نہیں  
ہوگا، اس لئے کہ وہ ”معصوم عن الخطا“ (۱) (غلطیوں سے مبرا)  
نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ  
جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ“ (۲) (تمہارے اوپر اس کا کوئی گناہ نہیں  
جو تم سے بھول چوک ہو جائے)۔

ب- عمل ترک کر دینا یا عہد واجب کی ادائیگی سے رک جانا:  
۳۷- سہر ایسا عمل جس سے عام ذمہ داریوں کو معطل کر دینے یا ان کا  
نظم ختم کر دینے کی صورت پیدا ہو جاتی ہو تو وہ مستوجب تعزیر جرم  
ہے، اور اس کا مقصد خوبی سے کام چلنے کو یقینی بنانا ہے، تاکہ حکومت  
مکمل طریقہ سے اپنے فرائض انجام دیتی رہے، اس بنا پر ہر اس شخص  
کی تعزیر کی جائے گی جو اپنا کام چھوڑ دے، یا کام جاری رہنے میں  
دشواری پیدا کر کے یا اس کے نظم میں خلل ڈالنے کا قصد کرتے ہوئے

إِلَيْهِمْ بِالْمُودَّةِ“ (۱) (تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ  
بنالیا کہ ان سے محبت کا اظہار کرنے لگو)۔  
اور چونکہ ان جرائم میں متعین سزا نہیں ہے، لہذا اس میں تعزیر  
ہوگی (۲)۔

اس کی تفصیل ”تجسس“ میں ہے۔

### رشوت:

۳۵- ستر آن کے مطابق رشوت حرام اور جرم ہے، اس لئے کہ  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّخْتِ“ (۳)  
(جھوٹ کے بڑے سننے والے ہیں، حرام کے بڑے کھانے والے  
ہیں) یہ آیت یہود کے سلسلہ میں ہے جو حرام کمائی یعنی رشوت کھاتے  
تھے، اور یہ سنت کے ذریعہ بھی حرام کر دہ ہے، اس لئے کہ حدیث ہے:  
”لَعَنَ اللَّهُ الْوَالِشِي وَالْمُوتَشِي وَالْوَالِشِي“ (۴) (اللہ تعالیٰ نے  
رشوت لینے والے، دینے والے اور رشوت کا دلال بننے والے پر  
لعنت فرمائی ہے)، اور چونکہ اس جرم میں کوئی متعین سزا نہیں ہے لہذا  
اس میں تعزیر ہوگی (۵)۔

(۱) سورہ ممتحنہ / ۱۔

(۲) الخراج / ص ۱۱، تہذیب الفقہ / ۲ / ۱۳۸، ۲۰۶، مساند الشریعہ / ص ۵۳،  
الجبہ / ص ۳۰، کشاف القناع / ۶ / ۷۶۔

(۳) سورہ مائدہ / ۴۲۔

(۴) حدیث: ”لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْوَالِشِي وَالْمُوتَشِي.....“ کی روایت  
ترمذی (۶۱۳ / ۳)، تلمیسی (اور حاکم (۱۰۲ / ۳)، طبع دائرة المعارف  
العثمانیہ) نے حضرت ابوہریرہؓ سے کی ہے، اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے  
اور وہابی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۵) مساند الشریعہ / ص ۱۹، ۲۰، ۳۰، اور رائج رشوت دینے اور لینے والے کے  
درمیان واسطہ بننے والے کو کہتے ہیں، اور رشوت کے سلسلہ میں ”جامع  
المفصولین / ۱ / ۱۸، ۱۷“ کی طرف بھی رجوع کریں۔

(۱) جامع المفصولین / ۱ / ۱۶، ۱۷، الذی الدریعلی ہمد، السرخسی / ۸۰۔

(۲) سورہ احزاب / ۵۔

## تعزیر ۴۸-۵۲

سے انکار کرے تو قید کر دیا جائے گا اور بات مان لینے تک اس پر بار بار ضرب لگائی جائے گی (۱)۔

کھوٹے اور جعلی سکوں کی نقل کرنا:

۵۰- ان سکوں کی نقل تیار کرنا جو رائج ہیں، اور خراب نقدی سے تبادلہ کرنے اور پھیلانے پر اعانت کرنا ایسا جرم ہے جس پر تعزیر ہوگی، چنانچہ ”عدۃ ارباب الفتویٰ“ میں اس شخص کے بارے میں جو جعلی سکے ریال، سونے اور روپیہ کی شکل میں بناتا ہے، اور اس شخص کے بارے میں جو ان کھوٹے سکوں کو پھیلاتا اور رائج کرتا ہے آیا ہے کہ دونوں کی تعزیر کی جائے گی (۲)۔

ترزیر (جعل سازی):

۵۱- اس جرم میں تعزیر ہوگی، چنانچہ روایت ہے کہ معنی بن زیاد نے بیت المال کی مہر کے نقش کے مطابق مہر بنائی اور کچھ مال لے لیا تو حضرت عمرؓ نے اس کو سو کوڑے لگائے اور قید کر دیا، پھر دوسرے سو کوڑے لگائے، پھر تیسرے سو کوڑے لگائے اور اس کو جلا وطن کر دیا اور تعزیر کے موجبات میں سے جعلی خطوط اور دستاویزات کا لکھنا بھی ہے (۳)۔

لازم کردہ قیمت سے زیادہ پرفروخت کرنا:

۵۲- کبھی حالات کا تقاضا اشیاء ضروریہ میں بھاؤ مقرر کرنے کا ہو جاتا ہے، تو اگر ایسا ہو جائے تو مقرر کردہ بھاؤ سے زیادہ پرفروخت کرنے سے تعزیر ہوگی، اسی میں سے بچنے سے رک جانا بھی ہے، چنانچہ اس

اپنی ذمہ داری کے کسی کام سے رک جائے اور عمومی طور سے ہر اس شخص کی تعزیر کی جائے گی جو اپنے عہدے میں سرکشی کرے، یا اپنے افسران کے ساتھ طاقت یا شدت کا معاملہ کرے اور اپنا کام چھوڑ دے، اور اسی میں سے کسی سول یا فوجی اہل کار کا اپنے عہدہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرے پر زیادتی کرنا ہے (۱)۔

حکومت کے کارندوں کا مقابلہ کرنا اور ان پر زیادتی کرنا:

۴۸- عام کارندوں اور عام خدمت پر مامور لوگوں پر زیادتی کرنا تعزیر کا مستحق بنادیتا ہے، اور اسی سلسلہ میں فقہاء نے جو مثالیں بیان کی ہیں ان میں علماء اور حکومت کے کارکنان کی نامناسب اہانت کرنا بھی ہے، خواہ یہ اشارہ سے ہو یا قول سے یا کسی اور چیز سے، اور کسی فوجی پر دست درازی کرنا یا اس کے کپڑے پھاڑ دینا، اسے بدابھلا کہنا اس میں تعزیر ہوگی، اور تلف ہونے والی چیز کا ضمان دینا ہوگا، اور اسی میں عدالت کی اہانت بھی ہے اور یہی معاملہ نشست کے جرائم کا بھی ہے، چنانچہ ان میں تافضی کو تعزیر کا اختیار ہے، اور اگر معاف کر دے تو بہتر ہوگا (۲)۔

قیدیوں کا فرار ہونا اور مجرموں کا چھپانا:

۴۹- اسی میں وہ بھی ہے جو محارب (ڈاکو) چور یا ان جیسے لوگوں کو پناہ دے جس پر اللہ تعالیٰ یا کسی آدمی کا کوئی حق ہو، اور اس حق کے وصول کئے جانے سے مانع ہو، چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کے جرم میں شریک ہے، اس کی تعزیر ہوگی، اس سے اس کو حاضر کرنے یا اس کی جگہ کی اطلاع دینے کا مطالبہ کیا جائے گا، اور اگر ایسا کرنے

(۱) مسیابہ الشریعہ ص ۳۰ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۲) عدۃ ارباب الفتویٰ ص ۸۱، ۸۲، الفتاویٰ لا معدیہ ۱/ ۱۵۷، ۱۵۸۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ ۲/ ۱۹۰، المغنی ۱۰/ ۳۳۸۔

(۱) الفتاویٰ لا معدیہ ۱/ ۱۶۷، ۱۶۸۔

(۲) الفتاویٰ لا معدیہ ۱/ ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، الفتاویٰ لا نفرویہ ۱/ ۱۵۷، عدۃ

ارباب الفتویٰ ص ۷۷، واقعات المصنفین ص ۵۹۔



## تعزیر ۵۳-۵۷

تعزیر کا ساقط ہو جانا:

۵۵- تعزیری سزا متعدد اسباب سے ساقط ہو جاتی ہے، اس میں مجرم کی موت، اس کو معاف کر دینا اور اس کا توبہ کر لینا بھی ہے۔

الف- موت سے تعزیر کا سقوط:

۵۶- سزا جب جسمانی ہو یا آزادی کو محدود کرنے والی ہو تو مجرم کی موت اس کو بدابستہ ساقط کر دے گی، اس لئے کہ سزا اس کی ذات سے متعلق ہے، اس میں ترک تعلق، توبہ، قید کرنا اور مارنا ہے۔

اور اگر سزا مجرم کی ذات سے متعلق نہ ہو بلکہ اس کے مال پر لاگو کی گئی ہو جیسے تاوان اور ترقی، تو فیصلہ کے بعد مجرم کی موت اس کو ساقط نہیں کرے گی، اس لئے کہ مال پر اس کو نافذ کرنا ممکن ہے، اور فیصلہ کی وجہ سے وہ ذمہ میں دین ہو جائے گا، اور اس کے تابع ہو کر وہ محکوم علیہ (جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے) مجرم کے ترک سے متعلق ہو جائے گا۔

ب- معافی سے تعزیر کا سقوط:

۵۷- اس صورت میں تعزیر معاف کرنا جائز ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ہو، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "تَجَافُوا عَنْ عِقَابِ ذَوِي الْمَرْوَةِ، إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ" (۱) (اللہ کی طے کردہ حدود کے علاوہ دیگر امور میں اہل شرافت و مروت کے ساتھ درگزر کا معاملہ کیا کرو)، نیز آپ کا ارشاد ہے:

= ۱۸۹/۲، ۱۹۰، عدة ارباب الفتاویٰ ص ۸۰، ۸۱۔

(۱) حدیث: "تَجَافُوا عَنْ عِقَابِ ذَوِي الْمَرْوَةِ....." کی روایت طبرانی نے "المعجم الصغیر" میں حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں اس کی سند میں محمد بن کثیر بن مروان فہری ہیں جو ضعیف ہیں، (مجمع الزوائد ۲۸۲/۶ طبع القدی)۔

میں واجب کا حکم ہوگا اور واجب کے ترک کرنے پر سزا ہوگی، اور اسی میں سے بھاؤ میں من مانی کرنے کے مقصد سے اشیاء ضروریہ کی ذخیرہ اندوزی کرنا بھی ہے (۱)، اس لئے کہ حدیث ہے: "لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِي" (۲) (ذخیرہ اندوزی صرف خطا کار ہی کرے گا)۔

ناپ تول کے پیا نوں میں دھوکہ دینا:

۵۳- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ، وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ" (۳) (تم لوگ پورا ناپا کرو اور نقصان پہنچانے والے نہ بنو اور صحیح ترازو سے تولاد کرو) اور حدیث میں ہے: "مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" (۴) (جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں)، اس بنا پر ناپ تول میں دھوکا دینا معصیت ہے اور اس میں کوئی متعین حد نہیں ہے، لہذا اس میں تعزیر ہوگی۔

مشتبہ افراد:

۵۴- کبھی کبھی تعزیر کسی معین فعل کے ارتکاب سے نہیں بلکہ مجرم کی سنگین حالت کے پیش نظر ہوتی ہے، اور بعض فقہاء اس شخص کی تعزیر کے قائل ہیں جس پر چوری کی تہمت ہو اگرچہ اس نے نئی چوری نہ کی ہو، اور جو جان کے خلاف جرائم جیسے قتل کرنے، مارنے اور زخمی کرنے سے معروف یا متہم ہو (۵)۔

(۱) الفتاویٰ لا نفرویہ ۱۵۹، الحبیۃ فی الاسلام ص ۲۳، ۲۸۔

(۲) حدیث: "لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِي" کی روایت احمد (۳۵۳ طبع المبدیہ) اور مسلم (۱۲۲ طبع المجلد) نے حضرت سعید بن عبد اللہ عدوی سے کی ہے اور مسلم کے الفاظ ہیں: "مَنْ احْتَكِرَ فُهِمَ خَاطِي" (جو ذخیرہ اندوزی کرے وہ خطا کار ہے)۔

(۳) سورہ شعراء ۱۸۱، ۱۸۳۔

(۴) حدیث: "مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" کی روایت مسلم (۹۹ طبع المجلد) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔

(۵) السرخسی ۳۶۲، حاشیہ الشریذالی علی الدرر ۲، ۸۱، الفتاویٰ المبدیہ

## تعزیر ۵۷

تو اس میں حکم ماننا واجب ہوگا اور ان کے نزدیک یہاں معافی جائز نہیں ہوگی بلکہ حد کی مفید ممتنع ہونے کی وجہ سے تعزیر واجب ہوگی۔

اور بعض کہتے ہیں کہ معافی اس شخص کے لئے ہوتی ہے جس سے چوک اور لغزش ہو جائے، نیز اہل شرف اور پاک دامن لوگوں میں ہوتی ہے، اس بنیاد پر معافی میں مجرم کی شخصیت کا اعتبار ہوگا۔

اور تعزیر جب کسی آدمی کے حق کے لئے ہو تو ایک قول اسی طرح ہے کہ ولی امر کے لئے اس کو چھوڑ دینا اور معاف کرنا جائز ہوگا، حتیٰ کہ صاحب حق مطالبہ کرے تب بھی اس سلسلہ میں اس کا حال اس تعزیر کی طرح ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ قصاص کی طرح ہی صاحب حق کے مطالبہ کے وقت اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہوگا، چنانچہ یہاں ولی امر کو معافی یا اس جیسی چیز سے اس کے ترک کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، اکثر فقہاء کی یہی رائے ہے۔

حاکم جب مصلحت عامہ سے تعلق رکھنے والی چیز میں تعزیر سے معافی دے دے اور تعزیر سے کسی آدمی کا حق متعلق ہو جیسے گالی دینا تو آدمی کا حق ساقط نہیں ہوگا بلکہ حاکم کے لئے اس شخص کا حق وصول کرنا ضروری ہوگا، اس لئے کہ قول راجح کے مطابق امام کفر کی جانب سے معافی کا حق نہیں ہے۔

آدمی جب اپنے حق سے معافی دے دے تو اس کا معاف کرنا جائز ہوگا لیکن اس سے حکومت کا حق متاثر نہیں ہوگا، ماموری نے اس سلسلہ میں دو حالتوں کے درمیان فرق کیا ہے:

الف۔ جب آدمی ترفع (معاملہ عدالت وغیرہ میں لے جانے) سے پہلے ہی معاف کر دے تو حاکم کو تعزیر یا معافی کے درمیان اختیار ہوگا۔

ب۔ اور جب معاملہ عدالت میں لے جانے کے بعد معافی پائی جائے تو حکومت کے حق کی طرف سے سزا دینے کے سلسلہ میں دو

”اقبلوا ذوی الہینات عثرائہم“ (۱) (سوائے حدود کے ذی وجاہت لوگوں کی لغزشیں معاف کر دو)، اور انصاریوں کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے: ”اقبلوا من محسنہم، وتجاوزوا عن مسینہم“ (۲) (ان کے بھلائی کرنے والے سے قبول کر لو اور برائی کرنے والے سے درگزر کر دو)، نیز جس نے آپ سے کہا تھا: میں نے ایک خاتون سے ملاقات کی اور وہ مجھ سے کم درجہ کا اس سے گناہ کیا، اس سے آپ کا ارشاد: ”أصلیت معنا“ (۳) (کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟)، اس نے جواب ہاں سے دیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تلاوت فرمائی: ”إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ“ (۴) (بیشک نیکیاں منادیاتی ہیں بدیوں کو)، لہذا امام کو معافی کا اختیار ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ تعزیر جب اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہو تو معاف کرنا جائز نہیں ہے، جیسے نماز چھوڑنے والے سے متعلق، اور اصطخری اپنے رسالہ میں کہتے ہیں: جو شخص صحابہ میں سے کسی پر طعن کرے اس کی تادیب کرنا سلطان پر واجب ہے اور اس کو اس کے معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور بعض کہتے ہیں: تعزیر میں سے جو منصوص علیہ ہیں جیسے اپنی بیوی کی باندی یا مشترک باندی سے وطی کرنا

(۱) حدیث: ”اقبلوا ذوی الہینات عثرائہم إلا الحدود.....“ کی روایت احمد (۱۸۱/۱ طبع المصنف) نے حضرت مالک سے کی ہے۔

عبداللہ کہتے ہیں: ابن عدی نے اس کو باب واصل بن عبد الرحمن الرکاشی میں بیان کیا ہے اور کسی علت کا ذکر نہیں کیا ہے، حافظ کہتے ہیں: واصل یعنی ابو حرہ ضعیف ہیں، اور ابن جریر کی سند میں ابو بکر بن مافع ہیں اور ابو زرعہ نے اس حدیث میں ان کے ضعف کی صراحت کی ہے (مثل الاوطار ۱۳۳/۷، ۱۳۳/۷)۔

(۲) حدیث: ”اقبلوا من محسنہم وتجاوزوا عن مسینہم.....“ کی تخریج فقرہ نمبر ۱۰ پر گذر چکی ہے۔

(۳) حدیث: ”أصلیت معنا“ کی تخریج فقرہ نمبر ۱۰ پر گذر چکی ہے۔

(۴) سورہ ہود ۱۱۳۔

## تعزیر ۵۸

اقوال ہیں:

اول: ابو عبد اللہ زبیری کے قول میں معافی سے اسقاط ہو جائے گا اور اس میں تعزیر کرنے کا اختیار حاکم کو نہیں ہوگا، اس لئے کہ حد قذف زیادہ سخت ہوتی ہے، اور معاف کرنے سے اس کا حکم ساقط ہو جاتا ہے تو حکومت کے حق کے لئے تعزیر کا حکم بدرجہ اولیٰ ساقط ہو جائے گا۔

دوم: دوسرے قول جو زیادہ قوی ہے، وہ یہ ہے کہ صاحب حق کے معاف کرنے کے باوجود حاکم کو تعزیر کا اختیار ہے، خواہ اس کے یہاں مقدمہ آچکا ہو یا نہ آیا ہو حد قذف میں معافی کے برخلاف دونوں صورتوں میں، اس لئے کہ سدحاکرنا حقوق عامہ میں سے ہے (۱)۔

توبہ سے تعزیر کا سقوط:

۵۸- تعزیر میں توبہ کے اثر کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے: چنانچہ حنفیہ، مالکیہ اور بعض شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک توبہ سے سزا ساقط نہیں ہوگی، اس لئے کہ توبہ گناہ کا کفارہ ہے، اور ان حضرات کے یہاں اس کی علت یہ ہے کہ محاربہ (ڈاک زنی) کو چھوڑ کر دوسرے جرائم کی سزائوں کے بارے میں وارد دلائل عام ہیں، ان میں نائب اور غیر نائب کے حکم میں فرق نہیں کیا گیا ہے، اس کے علاوہ سزا ساقط کرنے میں توبہ کو مؤثر بنانا سزا سے فزاعلیٰ اختیار کرنے کے لئے ہر ایک کو توبہ کا دعویٰ کرنے کا حق دے دے گا۔

اور دوسرے فریق کے نزدیک جن میں شافعیہ اور حنابلہ بھی ہیں، محاربہ کی حد پر قیاس کر کے (محرم پر) قدرت سے پہلے کی توبہ سزا

(۱) معافی سے متعلق مراجعت فرمائیں: فصول الاسترشیٰ، ص ۳، ابن ماجہ ص ۱۸۸، مؤاہب الجلیل ص ۲۶، تبصرة الاحکام ص ۶۹، آسنی المطالب ص ۶۲، ۶۳، نہایۃ المحتاج ص ۵۷، ۵۸، لماوردی ص ۲۵، کشاف القناع ص ۷۳، المغنی ص ۹۱، الاحکام السلطانیہ لابن علی ص ۲۶۶۔

کو ساقط کر دے گی، ان حضرات کی دلیل صحیحین میں وارد حضرت انسؓ کی یہ روایت ہے: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا تو ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حد کا مستحق ہو گیا ہوں، لہذا آپ اسے مجھ پر نافذ کر دیں، آپ نے اس سے حد کے بارے میں سوال نہیں کیا اور نماز کا وقت ہو گیا، اور اس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب نبی کریم ﷺ نے نماز پوری کر لی تو وہ آدمی آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی بات دہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”الیس قد صلیت معنا؟“ (کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے؟) اس نے کہا: ہاں (پڑھی ہے)، فرمایا: ”فإن الله عز وجل قد غفر لك ذنبك“ (تو اللہ تعالیٰ نے تمہارا گناہ معاف کر دیا)، اس حدیث میں دلیل ہے کہ مجرم نے جب توبہ کر لی تو اس کی مغفرت کر دی گئی، اس کے علاوہ جب ضرر اور تعدی کی شدت کے باوجود محاربہ میں توبہ جائز ہے تو اس سے کم میں توبہ بدرجہ اولیٰ درست ہوگی۔

یہ حضرات توبہ کے ذریعہ سقوط کو ان جرائم تک محدود رکھتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے حق پر زیادتی ہو برخلاف ان کے جو افراد سے متعلق ہو۔

ابن تیمیہ اور ابن القیمہ فرماتے ہیں کہ توبہ تعزیر اور غیر تعزیر میں سزا کو دور کر دے گی، جیسا کہ محاربہ (ڈاک زنی) میں اسے دور کر دیتی ہے، بلکہ محاربہ کے مقابلہ میں دوسرے جرائم میں بدرجہ اولیٰ توبہ سزا کو دور کر دے گی، اس لئے کہ محاربہ کا ضرر زیادہ شدید ہے، اور جو لوگ توبہ کے بعد سرے سے سزا نافذ کرنے کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کے درمیان اور ان حضرات کے مسلک کے درمیان جو فرماتے ہیں کہ سزا ساقط کرنے میں توبہ کا قطعاً کوئی اثر نہیں ہوتا، اس کو ایک درمیانی مسلک سمجھا جاتا ہے اور اس رائے پر یہ بات مترتب ہوتی کہ وہ تعزیر جو



## تعزیت ۱-۲

# تعزیت

اللہ کے حق کے لئے واجب ہوتی ہے وہ توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے، الا یہ کہ جرم کرنے والا اپنے کو پاک کرنے کے لئے خود مرزا کو اختیار کرے لہذا توبہ اس شرط کے ساتھ تعزیر ساقط کر دیتی ہے کہ مجرم اس کے نفاذ کا مطالبہ نہ کرے اور یہ مصلحت عامہ کے حقوق کی نسبت سے ہے، اور اس کے تائیدین نے اس بات سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی توبہ کو گزشتہ کی معافی کا سبب قرار دیا ہے (۱)۔

### تعریف:

۱- لغت میں تعزیت ”عزّی“ کا مصدر ہے، جب کوئی مصیبت زدہ کو صبر دلانے اور اس کی غم خواری کرے۔

اور اصطلاحی معنی لغوی معنی سے باہر نہیں ہے، اور شریعتی کہتے ہیں: یہ صبر کا حکم دینے، اس پر اجر کے وعدہ کے ذریعہ ابھارنے، گناہ سے ڈرانے، نیز میت کے لئے مغفرت کی اور مصیبت زدہ کے لئے مصیبت کی تلافی کی دعا کرنے کا نام ہے (۱)۔

### شرعی حکم:

۲- جس کو مصیبت لاحق ہوگئی ہو اس سے تعزیت کے مستحب ہونے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے (۲) اور اس کی مشروعیت میں اصل یہ حدیث ہے: ”من عزّی مصابا فله مثل أجره“ (۳) (جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے گا اس کو اسی کے ثواب کے مثل ثواب ملے گا) نیز یہ حدیث ہے: ”ما من مؤمن یعزّی أخاه

ان حضرات کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہے: ”قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ“ (۲) (آپ کہہ دیجئے (ان) کافروں سے کہ اگر یہ لوگ باز آ جائیں گے تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے، انہیں معاف کر دیا جائے گا) نیز سنت بھی اس پر اسی طرح دلالت کرتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے: ”التائب من الذنب كمن لا ذنب له“ (۳) (گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس سے کوئی گناہ نہ ہوا ہو)۔

(۱) تعزیر میں توبہ سے متعلق مراجعت کریں: الکاسانی ۷/۹۶، الاستریشی ۳/۳، سواہب الجلیل ۱/۱۶۶، ۱۷۳، التاج للکلیل علی ہامہ، بدیۃ المجتہد ۲/۸۲، حاشیۃ الربوئی علی شرح الررکانی ۸/۱۵۲، ۱۵۳، اکسی الطالب ۳/۱۵۵، ۱۵۶، نہایت المحتاج ۶/۸، المغنی ۱۰/۱۶۱، ۱۷۳، اعلام الموقعین ۲/۱۹۸، ۱۹۹۔

(۲) سورۃ انفال ۳۸۔

(۳) حدیث: ”التائب من الذنب كمن لا ذنب له.....“ کی روایت ابن ماجہ (۲/۱۳۲۰ طبع الحلبي) نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کی ہے اور شولہ کی وجہ سے ابن حجر نے اس کو حسن قرار دیا ہے جیسا کہ حواوی کی ”المنهاج“ (ص ۱۵۲ طبع النجفی) میں ہے۔

(۱) اکسی الطالب ۱/۳۳۳، مغنی المحتاج ۱/۳۵۵، حاشیۃ الدسوقی ۱/۳۱۹،

حاشیۃ ابن عابدین ۱/۶۰۳۔

(۲) سابقہ مراجع نیز المغنی لابن قدامہ ۲/۵۳۳۔

(۳) حدیث: ”من عزّی مصابا فله مثل أجره“ کی روایت ترمذی (۳/۳۷۶) طبع الحلبي نے حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً کی ہے اور ابن حجر نے ”المنهاج“ (۳/۱۳۸) طبع شرکت المطابع الفنیہ میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

### تعزیت ۳-۵

بمصيبة إلا كساه الله من حلال الكرامة يوم القيامة“ (۱)  
(جو بھی مسلمان اپنے بھائی کی کسی مصیبت پر اس سے تعزیت کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اعزاز کے جوڑے میں سے پہنائے گا)۔

تعزیت کی کیفیت اور تعزیت کس کے لئے ہوگی:

۳- مصیبت زدہ بڑوں، چھوٹوں، مردوں اور عورتوں کی تعزیت کی جائے گی، سوائے اس بچہ کے جو عقل نہ رکھتا ہو اور سوائے عورتوں میں سے نوجوان عورت کے کہ فتنہ کے خوف سے اس سے صرف عورتیں اور اس کے محارم ہی تعزیت کریں گے، اور ابن عابدین نے ”شرح المنیہ“ سے نقل کیا ہے کہ مردوں اور ان عورتوں سے تعزیت کرنا مستحب ہے جو فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں، درودیر کہتے ہیں: میت کے گھر والوں کی تعزیت مستحب ہے سوائے اس عورت کے جس سے فتنہ کا خوف ہو (۲)۔

تعزیت کی مدت:

۴- جمہور فقہاء کے نزدیک تعزیت کی مدت تین دن ہے، انہوں نے اس کے لئے شارع (نبی کریم ﷺ) کے اس ارشاد میں صرف تین دن تک سوگ کی اجازت دینے سے استدلال کیا ہے: ”لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث، إلا على زوج: أربعة أشهر وعشراً“ (۳) (اللہ اور

(۱) حدیث: ”ما من مؤمن يعزي أخاه بمصيبة إلا كساه الله...“ کی روایت خطیب نے اپنی تاریخ (۷/۳۹۷ طبع مطبعة اسعادہ) میں کی ہے اور اس کی سند میں جہالت ہے۔

(۲) معنی المحتاج ۱/ ۵۳، ۵۵، المغنی ۲/ ۵۳۳، ۵۳۵، حاشیہ الدسوقی ۱/ ۱۹، ۶۰۳، حاشیہ ابن عابدین ۱/ ۶۰۳، ۶۰۴۔

(۳) حدیث: ”لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر...“ کی روایت بخاری (التلخیص ۶/ ۱۳۶ طبع المنقبة) نے حضرت اُم حبیبہؓ سے کی ہے۔

آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے سوائے شوہر پر چار مہینہ دس دن سوگ کرنے کے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے) اور اس کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ تعزیت سے مصیبت زدہ کے دل کا سکون مقصود ہوتا ہے اور زیادہ تر تین دن کے بعد سکون قلب ہو جاتا ہے، لہذا تعزیت کر کے اس کا غم تازہ نہیں کیا جائے گا، الا یہ کہ جس سے تعزیت کی جارہی ہے یا جو تعزیت کر رہا ہے ان دونوں میں سے کوئی غیر موجود ہو اور تین دن کے بعد ہی آئے تو اس کی تعزیت تین دن کے بعد کی جائے گی۔

اور امام الحرمین نے ایک قول نقل کیا ہے اور وہ بعض حنابلہ کا بھی قول ہے کہ تعزیت کی کوئی مدت نہیں ہے بلکہ تین دن کے بعد بھی باقی رہے گی، اس لئے کہ تعزیت کا مقصد تو دعا، صبر پر آمادہ کرنا اور بے صبری سے روکنا ہے، اور یہ بات زیادہ زمانہ گزرنے کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

تعزیت کا وقت:

۵- جمہور فقہاء کے نزدیک تعزیت میں افضل یہ ہے کہ وہ مدفن کے بعد ہو، اس لئے کہ مدفن سے پہلے میت کے گھر والے اس کی تجہیز میں مشغول رہتے ہیں، اور اس لئے بھی کہ اس کے دفن کے بعد اس کی جدائی کی وجہ سے وحشت زیادہ ہوتی ہے، تو یہ وقت تعزیت کے لئے زیادہ اچھا ہے۔

اور جمہور شافعیہ کہتے ہیں کہ الا یہ کہ میت کے گھر والوں سے مدفن سے پہلے ہی بے صبری کی شدت کا اظہار ہو تو ان کی تعزیت میں جلدی کی جائے گی تاکہ ان کی بے صبری دور ہو جائے یا بلکی ہو جائے۔

## تعزیت ۶-۷

اور امام ثوری سے منقول ہے کہ تدفین کے بعد تعزیت کرنا

مکروہ ہے (۱)۔

تعزیت کے الفاظ:

۷- ابن قدامہ کہتے ہیں: تعزیت کے بارے میں ہمیں کسی متعین

چیز کا علم نہیں ہے، سوائے اس روایت کے جو امام احمد سے ہے،

فرماتے ہیں: روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کی تعزیت

کی اور فرمایا: ”رحمک اللہ و آجروک“ (۱) (اللہ تم پر رحم کرے

اور تمہیں اجر دے)، اور امام احمد نے (اپنے تلامذہ میں سے ایک)

ابوطالب سے تعزیت کی، اور مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور

فرمایا: اللہ تمہارے ثواب کو بڑھادے اور تمہاری بہترین تعزیت

کرے۔ اور ہمارے بعض اصحاب کہتے ہیں کہ جب کسی مسلمان سے

مسلمان میت کے بارے میں تعزیت کرے تو کہے: اللہ تمہارے اجر کو

بڑھادے، تمہاری اچھی تعزیت کرے اور تمہارے میت پر رحم فرمائے۔

اور بعض اہل علم نے یہ مستحب قرار دیا ہے کہ وہی کہے جس کی

روایت جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ نے کی ہے، فرماتے ہیں: ”لما

توفي رسول الله ﷺ وجاءت التعزية، سمعوا قائلًا

يقول: إن في الله عزاء من كل مصيبة وخلفا من كل

هالك، ودركا من كل مافات، فبالله فثقوا، وإياه

فارجوا، فإن المصاب من حرم الثواب“ (۲) (جب رسول

اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور تعزیت کا وقت آیا تو لوگوں نے ایک

کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا: اللہ کی ذات میں ہر مصیبت کے

لئے تسلی ہے، اور ہر ہلاک ہونے والے کا بدلہ ہے اور ہر چھوٹ

جانے والی چیز کی تلافی ہے، تو تم لوگ اللہ ہی پر بھروسہ کرو، اسی

تک نشست کو طول دینا ہے (۳)۔

(۱) امام احمد سے منقول اثر کی روایت ابو داؤد نے مسائل الامام احمد (ص ۱۳۸،

۱۳۹ء) میں کی ہے۔

(۲) اثر: ”لما توفي رسول الله ﷺ وجاءت التعزية.....“ کی روایت

۲۱۶/۱ء) میں کی ہے اور

دیکھئے: المغنی ۲/۵۳۳۔

تعزیت کی جگہ:

۶- فقہاء نے تعزیت کے لئے مسجد میں بیٹھنے کو مکروہ قرار دیا ہے،

اور شافعیہ و حنابلہ نے تعزیت کے لئے اس طور پر بیٹھنے کو مکروہ قرار دیا

ہے کہ میت کے گھر والے کسی جگہ اکٹھے ہو جائیں تاکہ لوگ ان کے

پاس تعزیت کے لئے آئیں، اس لئے کہ یہ نئی چیز ہے اور بدعت

ہے، نیز اس لئے کہ وہ غم کو تازہ کرتی ہے، اور حنفیہ نے گھر کے دروازہ

پر تعزیت کے لئے بیٹھنے کی کراہت پر اس صورت میں ان کی موافقت

کی ہے جب کسی ممنوع کے ارتکاب پر مشتمل ہو جیسے میت کے گھر

والوں کی طرف سے بستر بچھانا اور کھانا ہونا۔

اور طحاوی نے ”شرح السید“ سے نقل کیا ہے کہ کسی ممنوع کے

ارتکاب کے بغیر تعزیت کے لئے تین دن تک بیٹھنے میں کوئی حرج

نہیں ہے (۲)۔

اور مالکیہ کے نزدیک تعزیت کا مصیبت زدہ کے گھر میں ہونا

افضل ہے (۳)۔

اور بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ مکروہ تو میت کے گھر والوں کے پاس

رات گزارنا اور جو ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کا ان کے پاس

بیٹھنا، یا تعزیت کرنے والے کا تعزیت کی مقدار سے بہت زیادہ دیر

تک نشست کو طول دینا ہے (۴)۔

(۱) المجموع ۵/۳۰۶۔

(۲) الطحاوی علی سرائی الخلاص ص ۳۳۹۔

(۳) الدسوقي ۱/۳۱۹۔

(۴) کشاف القناع ۲/۱۶۰۔



## تعزیت ۸-۹

سے امید وابستہ کرو، اس لئے کہ مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم ہے۔

مشغولیت میں مشغولیت، نیز اہل جاہلیت سے تشبہ ہے، اس لئے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ الجلیؓ کی روایت ہے کہ ہم لوگ میت کے گھر والوں کے پاس اکٹھا ہونے اور اس کے دفن ہونے کے بعد کھانا تیار کرنے کو نوحہ میں شمار کرتے تھے“ (۱)۔

کیا مسلمان سے کافر کی تعزیت یا اس کے برعکس کرے گا؟  
۸- امام شافعی اور اپنی ایک روایت میں امام ابو حنیفہ اس طرف گئے ہیں کہ مسلمان سے کافر کی اور اس کے برعکس تعزیت کرے گا، اور کافر سے مراد غیر حربی ہے۔

اور امام مالک اس طرف گئے ہیں کہ مسلمان سے کافر کی تعزیت نہیں کرے گا۔

اور حنابلہ میں سے ابن قدامہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان سے کافر کی تعزیت کرے تو کہے: اللہ تمہارا ثواب بڑھا دے اور تمہیں اچھا صبر دے (۱)۔



میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرنا:

۹- میت کے گھر والوں کے پڑوسیوں کے لئے ان کے واسطے کھانا تیار کرنا مسنون ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اصنعوا لأهل جعفر طعاما، فإنه قد جاءهم ما يشغلهم“ (۲) (جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو، اس لئے کہ ان کے پاس ان کو مشغول کر دینے والی چیز آگئی ہے)۔

اور یہ مکروہ ہے کہ میت کے گھر والے لوگوں کے لئے کھانا تیار کریں، اس لئے کہ اس میں ان کی مصیبت پر اضافہ اور ان کی

(۱) حضرت جریر بن عبد اللہ کی روایت: ”كما لعن الاجتماع إلى أهل الميت...“ کی روایت احمد (۲/۲۰۳ طبع المیزان) نے کی ہے اور نووی نے المجموع (۵/۳۲۰ طبع المیزان) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔  
نیز دیکھئے: ابن عابدین ۱/۶۰۳، مغنی المحتاج ۱/۳۶۸، المغنی لابن قدامہ ۲/۵۵۰۔

(۱) مغنی المحتاج ۱/۳۵۵، ابن عابدین ۱/۶۰۳، المغنی ۱/۵۳۲، ۵۳۵، جامعہ الدیوبی ۱/۲۱۹۔  
(۲) حدیث: ”اصنعوا لأهل جعفر طعاما...“ کی روایت ترمذی (۳/۳۱۳ طبع المکتب) نے حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ سے کی ہے اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

## تَعَشِير

اورنجی بن ابی کثیر کہتے ہیں: قرآن مصاحف میں مجرد (تمام علامات سے خالی) تھا تو سب سے پہلے انہوں نے باء، تاء اور ثاء کے نقطوں کی ایجاد کی اور فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ اس کے لئے نور ہے، پھر آیت کے خاتمہ پر نقطے ایجاد کئے، پھر آغاز اور اختتام کی ایجاد کی (۱)۔

### تَعَشِير کا حکم:

۳- ابو عمرو دانی نے اپنی کتاب ”البيان“ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مصاحف میں تعشیر کو ناپسند کیا اور وہ اسے منادیتے تھے، اور حضرت مجاہدؓ سے منقول ہے کہ وہ مصاحف میں تعشیر اور عطر ناپسند کرتے تھے۔

اور حنفیہ کہتے ہیں کہ مصحف کو آراستہ کرنا، اس کی تعشیر کرنا اور نقطہ لگانا، یعنی اعراب ظاہر کرنا جائز ہے اور اس سے بڑی سہولت حاصل ہو جاتی ہے، خاص طور سے جمیوں کے لئے، لہذا وہ مستحسن ہوگا، اس بنیاد پر سورتوں کے نام، آیات کی تعداد اور وقف وغیرہ کی علامات لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ یہ سب بدعت حسنہ ہیں، ان حضرات نے فرمایا: حضرت ابن مسعودؓ سے جو یہ روایت ہے کہ ”قرآن کو مجرد (علامات سے خالی) کر دو“ یہ ان کے زمانہ میں تھا، اور کتنی ہی چیزیں زمان و مکان کے بدلنے سے بدل جاتی ہیں (۲)۔

اور مالکیہ کے یہاں یہ ہے کہ یہ سوائے روشنائی کے، سرخ رنگ اور دوسرے رنگوں سے مکروہ ہے، شہب کہتے ہیں: ہم نے امام مالک سے سنا جب ان سے سرخ اور غیر سرخ رنگوں سے مصحف میں عشور لگانے کے بارے میں پوچھا گیا تھا تو انہوں نے اس کو مکروہ قرار دیا اور فرمایا:

(۱) تفسیر القرطبی ۶/۶۳، الاقان ۲/۱۷۱۔

(۲) البرہان فی علوم القرآن ۱/۲۵۰، ۲۵۱، البیان فی آداب حملۃ القرآن ۳۸ طبع البانی المجلدی۔

### تعریف:

۱- لغت میں تعشیر ”عَشَرَ“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”عَشَرَ القوم وعشرهم“: جب ان کے مالوں کا عشر لیا ہو اور ”عَشَار“ وہ شخص ہے جو عشر وصول کرتا ہے، ”وقد عَشَرْتُ الناقة“: اونٹنی عشر، یعنی حاملہ ہوگئی جبکہ اس کے دس مہینہ پورے ہو گئے ہوں۔

اور اصطلاح میں اس کا معنی اس کے لغوی معنی کی طرح ہے، اور اصطلاح میں اس کا استعمال قرآن مجید میں عواشر (دہا) لگانے کے معنی میں بھی ہوتا ہے اور عاشرہ (دہا) ہر دس آیات کے اختتام پر مصحف کا دائرہ ہے (۱) اور عاشرہ وہ آیت بھی ہے جس پر دس کا عدد پورا ہوتا ہے۔

اور عشر لینے کے معنی میں ”تعشیر“ کے احکام جاننے کے لئے ”عشر“ کی اصطلاح کی طرف رجوع کیا جائے۔

### مصحف میں تعشیر (دہا لگانے) کی تاریخ:

۲- ابن عطیہ کہتے ہیں: بعض تواریخ میں میرے سامنے یہ بات گزری ہے کہ اس کا حکم مامون عباسی نے دیا، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ تاج نے کیا، اور قتادہ کہتے ہیں: انہوں نے شروعات کی تو نقطے لگائے، پھر تھمیس (پانچ کائنات) کی پھر تعشیر (دس کائنات) کی۔

(۱) القاسوس، مختار الصحاح، لسان العرب، مفردات غریب القرآن للراغب البغوی ۵/۵۱۶۔

## تعصیب، تعقیب، تعلم، تعلیٰ ۱-۲

روشنائی سے مصحف کی نقیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (۱)۔

### تعلیٰ

تعریف:

۱- لغت میں تعلیٰ کے کئی معانی ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ وہ علو یعنی بلندی سے ماخوذ ہے۔ علو کل شیء و علوہ و علوہ: ہر چیز کا سب سے بلند حصہ۔ علا الشیء علوا فہو علی: چیز بلند ہوگئی، اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے: ”فاذا هو بتعلیٰ عنی“ (اچانک ہی وہ مجھ سے بڑھنے لگا یعنی مجھ پر بلند ہونے لگا) اور ”تعلیٰ“: یعنی بلند ہوا اور ”تعلیٰ“ یعنی آہستگی سے بلند ہوا (۱)۔  
اصطلاحی معنی لغوی معنی سے باہر نہیں ہے، اس لئے کہ فقہاء کے یہاں اس سے ایک عمارت پر دوسری عمارت کو بلند کرنا مراد لیا جاتا ہے۔

حق تعلیٰ کے احکام:

۲- حق تعلیٰ: کو یا تو اس کا مالک خود اپنے لئے استعمال کرے گا یا اس کو دوسرے سے بیچے گا۔

اپنے لئے استعمال کرنے کے بارے میں مجملہ ”الاحکام العدلیہ“ دفعہ (۱۱۹۸) میں صراحت ہے کہ ہر ایک کو اپنی مملوک دیوار پر ”تعلیٰ“ کا نیز جو چاہے اس پر بنانے کا حق ہوگا، اور جب تک کھلا ہوا نقصان نہ ہو اس کے پڑوسی کو روکنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

### تعصیب

دیکھئے: ”عصبہ“۔

### تعقیب

دیکھئے: ”موالاتہ“ اور ”تتابع“۔

### تعلم

دیکھئے: ”تعلیم“۔

(۱) المغرب فی ترتیب المغرب، لسان العرب۔

(۱) المقریطی، ۱۳، طبع دارالکتب۔



## تعلیٰ ۲

اور اتنی ہی اس دفعہ کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے اس گمان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ وہ اس پر ہوا اور دھوپ بند کر دے گی جیسا کہ حامد یہ میں اس کا فتویٰ ہے، اس لئے کہ یہ ضرر فاحش نہیں ہے، اور ”الانقرویہ“ میں ہے: اسے اپنی دیوار پر پہلے سے بڑھ کر بنانے کا اختیار ہے اور اس کے پڑوسی کو روکنے کا اختیار نہیں ہوگا، اگرچہ وہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائے (۱)۔

رہا اس کو فروخت کرنا تو جمہور (مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ) مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق اس کے جواز کی طرف گئے ہیں:

مالکیہ نے اس کی اجازت اس وقت دی ہے جب بیع کی مبین مقدار ہو جیسے زمین یا عمارت سے متصل محل کے اوپر فضاء کے محل میں سے دس گز (کا بیچنا) اس طور پر کہ ایک شخص کی عمارت سے خالی ایک زمین ہو جس پر تعمیر کرنے کا ارادہ ہو یا اس کے پاس کوئی عمارت ہو جس کے اوپر تعمیر کا ارادہ ہو، اور اس سے ایک شخص اس کے خلاء کی ایک متعین مقدار خریدے جو اس عمارت کے اوپر ہوگا جس کے بنانے کا اس نے ارادہ کیا ہے، تو جب اس عمارت کی صفت بیان کر دے جس کو نیچے یا اوپر بنانے کا ارادہ ہے تو ضرر کی کمی کی وجہ سے (خرید فروخت) جائز ہوگی، اس لئے کہ نیچے والے کی خواہش ہوگی کہ بالا خانہ ہلکا ہو اور بالا خانہ والے کی خواہش ہوگی کہ نیچا حصہ مضبوط ہو، اور اوپر کی تعمیر کے مالک کو تعمیر کے علاوہ (دوسری چیزوں میں) اپنی عمارت کے علو سے نفع اٹھانے کا اختیار ہوگا، اس لئے کہ وہ اس تمام فضاء کا مالک ہے جو نیچلی عمارت کے اوپر ہے، اور نیچے والے کو اوپر کی عمارت کے علو سے تعمیر یا غیر تعمیر کے ذریعہ انتفاع کا حق نہیں ہوگا۔

اور شافعیہ نے اس صورت میں اس کی اجازت دی ہے جب حق تعمیر یا علو کی بیع ہو، اس طور پر کہ اس سے کہا ہو: میں نے تم سے حق

تعمیر یا تعمیر کے لئے علو متعین قیمت پر بیچ دیا، اس صورت کے برخلاف جب اس سے علو بیچے اور اس پر تعمیر نہ کرنے کی شرط لگا دے یا اس پر تعمیر کرنے کا (نفی یا اثبات) ذکر ہی نہ کرے، لیکن خریدار کو تعمیر کے علاوہ قیام وغیرہ کے ذریعہ انتفاع کا اختیار ہوگا جیسا کہ ماوردی کی پیروی کرتے ہوئے سبکی نے صراحت کی ہے۔

اور حنبلیہ نے علو کی خریداری جائز قرار دی ہے، خواہ ابھی وہ مکان تعمیر ہی نہ ہوا ہو جس کا علو خرید ا ہو، بشرطیکہ اوپر کی اور نیچے حصہ کا وصف بیان کر دے تاکہ دونوں معلوم ہو جائیں، تاکہ خریدار تعمیر کرے یا اس کے اوپر اس بنیاد یا لکڑی کو رکھے جس کی صفت بیان کی جا چکی تھی، اور یہ اس وجہ سے صحیح ہے کہ علو بائع کی ملکیت ہے، لہذا اس کے لئے اس کا بیچنا اور اس کا معاوضہ لینا ٹھہرنے ہی کی طرح جائز ہوگا (۱)۔

حنفیہ کے نزدیک حق علو کی بیع جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نہ وہ مال ہے اور نہ مال سے متعلق حق ہے، بلکہ وہ ہوا (یعنی خلاء) سے متعلق حق ہے اور فضاء ایسا مال نہیں ہے جس کی بیع کی جائے، اس لئے کہ مال وہ ہے جس پر قبضہ کرنا اور احراز (ذخیرہ کرنا) ممکن ہو، اور اس کی صورت یہ ہے کہ نیچا حصہ کسی آدمی کا ہو اور اوپر کی کسی دوسرے کا ہو اور دونوں گرجائیں یا تنہا علو گرجائے، اور علو کا مالک علو بیچے تو جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ اس وقت حق تعلیٰ کے علاوہ کوئی چیز بیع نہیں ہے۔

اسی بنا پر اگر انہدام سے پہلے علو بیچے تو جائز ہوگا، اور اگر قبضہ سے پہلے گرجائے تو قبضہ سے پہلے فروخت کر دہ مال ہلاک ہو جانے کی وجہ سے بیع باطل ہو جائے گی اور وہ انہدام کے بعد حق تعلیٰ کا بیچنا ہے اور وہ مال نہیں ہے، چنانچہ اگر علو نیچے والے کا ہو اور کہے: میں

(۱) جوہر الاکلیل ۶/۲، المشرح الکبیر وجامعہ الدسوقی علیہ ۳/۳، شرح الررکانی علی مختصر فلیل ۵/۲۲، اسنی الطالب شرح روض الطالب ۲/۵۵، جامعہ الجمل علی شرح المصحح ۳/۶۳، مطالب مولیٰ اسی ۳/۵۰، منشورات المکتب الاسلامی دمشق۔

(۱) شرح مجملۃ الاحکام العدلیہ ۳/۱۶۷ طبع مصر۔

### تعلیٰ ۳-۴

گر ادے تو سغل والے پر اس کے سغل کی تعمیر لازم کر دی جائے گی، کیونکہ اس نے صاحب علو کے ایسے حق کو فوت کر دیا ہے جو ملک سے ملحق ہے تو اس کا معاملہ اسی طرح ہوگا جیسے اس نے اس کی کسی ملک کو فوت کر دیا ہوتا۔

پھر جب سغل والا اپنے سغل کی تعمیر کرے اور علو والے سے اپنے علو کی تعمیر کا مطالبہ کرے تو اسے تعمیر پر مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ سغل والے کا علو میں حق ہے، اور اگر علو اس کے عمل کے بغیر منہدم ہو گیا ہو تو تعدی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا جیسے کہ تعدی کے بغیر سغل منہدم ہو جاتا، اور سغل کی چھت سغل والے کی ہوگی (۱)۔

۴- مالک یہ کہتے ہیں کہ سغل (نیچے کی منزل) اگر کمزور ہو جائے اور گرنے کے قریب ہو جائے، اور اس کی وجہ سے صاحب سغل کے علاوہ دوسرے کی عمارت جو سغل کے اوپر ہے، اس کے گرنے کا اندیشہ ہو تو صاحب سغل کے خلاف اپنے سغل کی تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اور اگر انکار کرے تو اس کے خلاف سغل کو ایسے شخص سے بیچنے کا فیصلہ کیا جائے گا جو اس کی تعمیر کرے، اور اگر بالا خانہ ٹحلی منزل پر گر جائے اور اسے گرا دے تو سغل کے مالک کو تعمیر کرنے یا تعمیر کرنے والے کے ہاتھ بیچنے پر مجبور کیا جائے گا، تاکہ علو کا مالک اس پر اپنے علو کی تعمیر کر لے اور سغل والے پر اوپری حصہ کو معلق کرنا یعنی اس کو کٹڑی وغیرہ پر رکھنا ضروری ہوگا، تاکہ سغل کی تعمیر کرے اور اس پر اپنے سغل کو چھپانے والی چھت ضروری ہوگی، اس لئے کہ سغل کو گھر کی چھت اسی کی وجہ سے کہا جاتا ہے، اسی لئے تنازعہ کے وقت اس کا فیصلہ صاحب سغل کے لئے کیا جاتا ہے، رہی اس کے اوپر کی فرش تو وہ بالا خانہ والے کی ہوگی۔

نے اس نچلے حصہ کا علو تم سے اتنے میں بیچا تو صحیح ہوگا، اور نچلے حصہ کی چھت نیچے والے کی ہوگی اور خریدار کو اس پر قیام کا حق ہوگا، یہاں تک کہ اگر علو منہدم ہو جائے تو اسے اس پر پہلے جیسے دوسرے علو کی تعمیر کا اختیار ہوگا، اس لئے کہ سغل مسقف (چھت دار) عمارت کا نام ہے، لہذا سغل کی سطح سغل کی چھت ہوگی (۱)۔

منہدم ہونے اور تعمیر کرنے میں علو اور سفل کے احکام:

۳- حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ سغل جب اس کے مالک کے عمل کے بغیر خود سے منہدم ہو جائے تو تعدی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو تعمیر پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اور اگر اس نے اس کو گرایا ہو تو اسے اس کی تعمیر پر مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ اس نے بالا خانہ والے پر تعدی کی ہے اور وہ علو پر ٹھہرنا ہے (یعنی اس کے ٹھہرنے کے حق کو نقصان پہنچایا ہے)، اور علو والے کو اختیار ہے کہ سغل کی تعمیر کرے، پھر اگر صاحب سفل کی اجازت سے یا قاضی کی اجازت سے تعمیر کی ہو تو جو کچھ خرچ کیا ہے اس کا مطالبہ صاحب علو سے کرے ورنہ جس دن اسے تعمیر کیا ہے اس کی عمارت کی قیمت کا مطالبہ کرے۔

جب صاحب علو سفل کی تعمیر کرے گا تو اس کو اختیار ہوگا کہ صاحب سفل کو سکونت اختیار کرنے سے روک دے یہاں تک کہ صاحب علو نے اس کے سفل کی تعمیر میں جو کچھ خرچ کیا ہے وہ اسے دے دے، اس لئے کہ وہ مجبور تھا۔

دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کی ملک میں حق ہوگا، علو والے کو ٹھہرنے کا حق ہوگا اور سفل والے کو سفل سے بارش اور دھوپ ہٹانے کا حق ہوگا، اور اگر سفل والا اپنے سفل کو اور علو والا اپنے علو کو

(۱) الہدایہ وفتح القدیر والکفایہ والعنایہ بالہامش ۶/۶۳، ۶۶ دار احیاء التراث العربی، حاشیہ ابن ماجہ ۱۰۱۔

(۱) ابن ماجہ ۳۵۸/۳، ۳۵۹۔

## تعلیٰ ۵-۶

علو والے کے خلاف سغل پر علو کی مزید تعمیر نہ کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اس لئے کہ اس سے سغل کو ضرر ہوگا سوائے اس معمولی چیز کے جو حال یا مال (حال یا مستقبل) میں سغل کو ضرر نہیں پہنچائے، اور اس سلسلے میں جاننے والوں کی طرف رجوع کیا جائے گا (۱)۔

۵- شافعیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ اگر نچلے حصہ کی دیواریں منہدم ہو جائیں تو اس کے مالک کو صاحب علو کو اس کی تعمیر پر مجبور کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، صرف ایک قول ہے، اس لئے کہ سغل کی دیواریں سغل والے کی ہیں، لہذا علو والے کو اس کی تعمیر پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور کیا صاحب علو کو یہ اختیار ہے کہ وہ صاحب سغل کو تعمیر پر مجبور کرے؟ اس میں دو اقوال ہیں، تو اگر کہا جائے کہ مجبور کرے گا تو اس کو حاکم لازم کر دے گا، اور اگر وہ نہ کرے اور اس کے پاس مال ہو تو حاکم اس کے مال کو بیچ دے گا اور اس پر خرچ کر دے گا، اور اگر مال نہ ہو تو قرض لے لے گا جو اس (یعنی صاحب سغل) کے ذمہ واجب الاداء ہوگا، پھر جب دیوار بن جائے گی تو دیوار صاحب سغل کی ملکیت ہوگی، اس لئے کہ اس کی تعمیر اسی کے لئے کی گئی ہے، اور تعمیر پر جو کچھ خرچ ہوا وہ اس کے ذمہ لازم ہوگا، اور صاحب علو اس پر اپنا بالا خانہ دوبارہ بنالے گا اور بالا خانہ نیز اس کی دیواروں کا خرچ بجائے سغل والے کے علو والے کی ملک سے ہوگا، اس لئے کہ وہ اس کی ملک ہے جس میں صاحب سغل کا کوئی حق نہیں ہے۔

یعنی چھت تو وہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگی اور اس پر جو خرچ کیا جائے گا وہ دونوں کے مال سے ہوگا، اور اگر صاحب علو تصریح کرے اور حاکم کی اجازت کے بغیر بنائے تو صاحب علو صاحب سغل سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرے گا، پھر دیکھا جائے گا: اگر اس نے سغل کی دیواروں کی تعمیر اسی کے سامان سے کی ہے تو دیواریں صاحب

سغل کی ہوں گی، اس لئے کہ دیواروں کا تمام مٹیریل اسی کا ہے، اور صاحب علو کو اس سے انتفاع سے روکنے کا حق نہیں ہوگا اور وہ اس کو توڑنے کا مالک نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ صاحب سغل کی ہے اور اس کو بالا خانہ میں سے اپنے حق (کے بقدر) دوبارہ بنانے کا حق ہوگا، اور اگر سغل کو صاحب سغل کے مٹیریل کے علاوہ سے بنایا ہو تو دیواریں صاحب علو کی ہوں گی، اور صاحب سغل کو صاحب علو کی اجازت کے بغیر ان دیواروں سے انتفاع کا حق نہیں ہوگا، لیکن اس کو سغل کے فرش پر رہنے کا حق ہوگا، اس لئے کہ فرش اسی کا ہے اور صاحب علو کو اختیار ہوگا کہ جو دیواریں بنائی ہیں ان کو توڑ ڈالے، اس لئے کہ دوسرے کو اس میں کوئی حق نہیں ہے، اور اگر نیچے والا قیمت دے تاکہ صاحب علو دیواروں کو نہ توڑے تو اس پر اس کا قبول کرنا ضروری نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس پر اس کا بنانا لازم نہیں ہے، صرف ایک قول ہے، لہذا عوض صرف کرنے کے بدلے اس کا باقی رکھنا اس پر ضروری نہیں ہوگا (۱)۔

۶- حنابلہ کے نزدیک سغل اگر کسی شخص کا ہو اور علو دوسرے کا ہو اور دونوں کے درمیان جو چھت ہے وہ منہدم ہو جائے اور ان میں سے ایک دوسرے سے باہم مل کر تعمیر کا مطالبہ کرے اور وہ انکار کرے تو کیا انکار کرنے والے کو اس پر مجبور کیا جائے گا؟ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں جیسے دو گھروں کی درمیانی دیوار میں دو روایتیں ہیں۔

اور اگر سغل کی دیواریں گر جائیں اور صاحب علو ان کے دوبارہ بنانے کا مطالبہ کرے تو اس میں بھی دو روایتیں ہیں:

ایک روایت یہ ہے کہ اسے مجبور کیا جائے گا تو اس روایت کے مطابق تعمیر پر تنہا اسی کو مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ خاص اسی کی ملکیت ہے۔

(۱) ائمہ رب فی فقہ الامام الشافعی ۱/ ۳۳۳، شرح روض الطالب من ائمتنی

الطالب ۲/ ۲۲۳، ۲۲۵، المکتبہ الاسلامیہ۔

(۱) جوہر لکھل ۲/ ۲۲۳، ۲۲۴، الشرح الکبیر ۳/ ۶۰، ۶۵، ۷۰۔



## تعلیٰ

دونوں شریک ہیں، لہذا وہ دو گھروں کی درمیانی دیوار جیسی ہے (۱)۔

گھر کے علو کو مسجد بنا دینا:

۷۔ - شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ نے گھر کے علو کو اس کے سفل کے بغیر مسجد بنا دینے اور اس کے برعکس کرنے کی اجازت دی ہے، اس لئے کہ یہ دونوں ایسے ”عین“ ہیں جن کا وقف کرنا جائز ہے، لہذا وہ غلاموں کی طرح ہی دوسرے کے بغیر صرف ایک کو وقف کرنا جائز ہوگا (۲)۔

اور جو ایسی مسجد بنائے جس کے نیچے تہہ خانے ہوں یا اوپر گھر ہو اور مسجد کا دروازہ راستہ کی طرف کر دے اور اس کو اپنی ملک سے علاحدہ کر دے تو وہ مسجد نہیں ہوگی، اور اس کے لئے اس کا بیچنا جائز ہوگا، اور اگر وہ مرجائے تو اس کی وراثت جاری ہوگی، اس لئے کہ اس نے اس کو خالص اللہ کے لئے نہیں کیا ہے، اس لئے کہ اس کے ساتھ حق عبد متعلق ہو گیا ہے، اور تہہ خانہ اگر مسجد کے مصالح کے لئے ہو تو جائز ہوگا، جیسا کہ بیت المقدس کی مسجد میں ہے (۳)۔

یہ صاحبین کے برخلاف امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے، اور امام حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ سفل کو مسجد اور اس کے اوپر مسکن بنانا جائز ہے اور اس کے برعکس جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مسجد دائمی چیزوں میں سے ہے، اور امام محمد سے اس کے برعکس روایت ہے، اس لئے کہ مسجد قابل تقسیم ہے، اور جب اس کے اوپر

دوسری روایت یہ ہے کہ اسے مجبور نہیں کیا جائے گا اور صاحب علو اگر اس کی تعمیر کا ارادہ کرے تو دونوں روایتوں کے مطابق اسے اس سے روکا نہیں جائے گا، تو اگر اس کی تعمیر اس کے میٹریل سے کی ہو تو وہ پہلے کے مطابق ہوگا، اور اگر اس کی تعمیر اپنے پاس سے میٹریل لگا کر کی ہو تو امام احمد سے مروی ہے کہ صاحب سفل اس سے انتفاع نہیں کرے گا یعنی قیمت کی ادائیگی تک، امام احمد کے اس قول میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ اس میں سکونت نہیں کرے گا، اس لئے کہ گھر کی تعمیر رہائش کے لئے کی جاتی ہے، لہذا دوسروں ہی کی طرح اسے بھی رہائش کا اختیار نہیں ہوگا، اور یہ احتمال بھی ہے کہ انہوں نے دیواروں پر لکڑی رکھنے، میخ گاڑنے اور طاق بنانے کے ذریعہ خاص دیواروں سے انتفاع کرنے کا ارادہ کیا ہو، اور دوسرے کی ملک میں تصرف کئے بغیر اس کو رہنے کا حق ہو، اس لئے کہ سکونت تو دیواروں کے درمیانی صحن میں دیواروں میں تصرف کئے بغیر اس کے قیام کرنے کا نام ہے تو یہ باہر سے اس سے سایہ حاصل کرنے کی طرح ہو گیا۔

اور اگر صاحب سفل تعمیر کا مطالبہ کرے اور صاحب علو انکار کر دے تو اس میں دو روایتیں ہیں:

ایک یہ کہ اسے اس کی تعمیر کرنے یا اس کی مدد کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ دیوار صاحب سفل کی اس کے ساتھ مخصوص ملک ہے، لہذا دوسرے کو اس کی تعمیر کرنے یا صاحب سفل کی مدد کرنے پر اسی طرح مجبور نہیں کیا جائے گا جیسے اس وقت (کیا جاتا) جب اس پر علو نہ ہوتا۔

دوسری روایت: یہ ہے کہ صاحب سفل کی مدد کرنے اور اس کے ساتھ تعمیر کرنے پر اسے مجبور کیا جائے گا، یہی ابو الدرداء کا بھی قول ہے، اس لئے کہ وہ ایک ایسی دیوار ہے جس سے نفع اٹھانے میں

(۱) المغنی لابن قدامہ ۳/ ۵۶۸ طبع ریاض۔

(۲) المہذب فی الامام الشافعی ۱/ ۳۳۸ دار المعرفۃ، موابہ الجلیل لشرح مختصر ضلیل ۶/ ۱۹۶ طبع النجاشی، المغنی لابن قدامہ ۵/ ۶۰۷ طبع ریاض، کشاف القناع ۳/ ۲۳۱ طبع انصر الحدیث۔

(۳) فتح القدیر ۵/ ۳۳۳، ۳۳۵، دار احیاء التراث العربی، حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۳۷۰، ۳۷۱، دار احیاء التراث العربی۔

مسکن یا دوسری نفع کی چیز ہو تو اس کی تعظیم دشوار ہوگی، اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب وہ بغداد اشرف لائے اور گھروں کی تنگی دیکھی تو انہوں نے دونوں صورتوں میں اس کی اجازت دے دی، تو کو یا انہوں نے ضرورت کا اعتبار کیا۔

اور جب مسجد ہونے کی صفت مکمل ہو جائے پھر (اس کے اوپر مسکن) تعمیر کرنے کا ارادہ کرے تو اسے روکا جائے گا (۱)۔

### علوی اسفل کا روشن دان کھولنا:

۸- حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ اس صاحب علو کو جس کے نیچے دوسرے کا سفل ہو اپنے علو میں صاحب سفل کی رضامندی کے بغیر روشندان کھولنے کا اختیار نہیں ہے، اور اسی طرح اس کے برعکس بھی، اور صاحبین اس طرف گئے ہیں کہ دونوں میں سے ہر ایک کو ایسے عمل کا حق ہے جس میں دوسرے کا ضرر نہ ہو، اور اگر اس سے دوسرے کا ضرر ہو تو اسے روک دیا جائے گا جیسے کہ روشن دان سے اپنے پڑوسی اور اس کے اہل و عیال کو جھانکے اور انہیں ضرر ہو، اور مختار یہ ہے کہ جب یہ جاننا مشکل ہو جائے کہ ضرر ہوگا یا نہیں تو اسے روشن دان کھولنے کا اختیار نہیں ہوگا، اور جب یقین ہو کہ ضرر نہیں ہوگا تو اسے کھولنے کا اختیار ہوگا (۲)۔

مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ اس صورت میں نیا روشن دان کھولنے والے پر اس کے بند کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا جب وہ بلند نہ ہو، اور اس سے وہ پڑوسی کو جھانک سکتا ہو، رہا قدیم روشن دان تو اس کے بند کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، اور پڑوسی سے کہا جائے گا کہ

(۱) ابن عابدین والدر المختار ۳/۳۷۰۔

(۲) ابن عابدین ۳/۳۵۸، مختلف مسائل سے، المہذب فی الامام الشافعی ۳/۳۲۲، شرح روض الطالب من اسنی المطالب ۳/۲۲۳، المغنی لابن قدامہ ۳/۵۵۳ طبع ریاض الطالب اولیٰ امسی ۳/۵۹، المکتبۃ الاسلامیہ۔

اگر چاہو تو اپنا پردہ کرلو، چنانچہ مالکیہ میں سے دسوقی کہتے ہیں: جس روشن دان کو نیا نیا کھولا ہو اس کے بند کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اور اگر اس کے بند کر دینے کے حکم کے بعد صرف اس کے پچھلے حصہ کو بند کرنے کا ارادہ کیا جائے تو اس کے پورے حصہ کو بند کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اور اس پر دلالت کرنے والی ہر چیز منادی جائے گی۔

اور یہ اس صورت میں ہے جب وہ اتنا بلند نہ ہو کہ اس سے پڑوسی کی بے ستری کے لئے سیڑھی وغیرہ پر چڑھنے کی حاجت ہو، ورنہ اس کے بند کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

اور جس کی طرف نیا روشن دان وغیرہ کھولا گیا ہے اگر وہ دس سال خاموشی اختیار کرے اور اس پر نکیر نہ کرے تو اس پر جبر کیا جائے گا، اور اس کے لئے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی، جبکہ ترک قیام (دعویٰ نہ کرنے) میں اس کو کوئی عذر نہ رہا ہو، یہ ابن القاسم کا قول ہے اور اسی پر فیصلہ کیا جاتا ہے (۱)۔

### تعمیر میں ذمی کا مسلمان سے اونچا ہو جانا:

۹- اس میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ذمیوں کو اس بات کی ممانعت ہے کہ ان کی عمارتیں ان کے پڑوسی مسلمانوں سے اونچی ہوں، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے: ”الایسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ“ (۲) (اسلام بلند رہے گا اور اس پر بلند نہیں ہوا جاسکتا) اور اس لئے بھی کہ اس میں مسلمانوں پر برتری ہے اور ذمیوں کو اس کی ممانعت ہے، البتہ بعض حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ

(۱) المشرح المکبیر، جامعۃ الدسوقی علیہ ۳/۳۶۹، جوہر لا کلیل ۳/۱۲۲، شرح الصغیر ۳/۳۸۳، تہذیب الفقہ ۳/۲۵۲، ۲۵۳، دارالکتب العلمیہ۔

(۲) حدیث: ”الایسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ“ کی روایت دارقطنی (۳/۲۵۲ طبع دارالحکامین) نے کی ہے اور ابن حجر نے الفتح میں اس کو حسن قرار دیا ہے (۳/۲۲۰ طبع المکتبۃ)۔

جب اونچائی چوروں سے حفاظت کے لئے ہو تو ان کو اس سے نہیں روکا جائے گا، اس لئے کہ ممانعت کی علت مسلمانوں پر تعمیر میں بلندی اختیار کرنے کے ساتھ مقید ہے تو جب یہ مقصد نہ ہو بلکہ تحفظ کے لئے ہو تو انہیں نہیں روکا جائے گا (۱)۔

۱۰- رہائش میں ان کا مساوی ہونا تو اس سلسلہ میں فقہاء کے دو اقوال ہیں:

بعض حنفیہ نے اس سے منع کیا ہے اور بعض نے اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ مالکیہ، حنابلہ اور بعض حنفیہ نے اس کی اجازت دی ہے، اس لئے کہ اس میں مسلمانوں پر بڑھ جانا نہیں پایا جاتا، اور بعض حنفیہ نے اس سے منع کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد: ”الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ“ (۲) (اسلام بلند ہوتا ہے اور اس پر بلند نہیں ہوا جاسکتا) سے استدلال کیا ہے، اور اس لئے بھی کہ ان کو لباس، بال اور سواریوں میں مسلمانوں کی برابری اختیار کرنے سے روک دیا گیا، لہذا اسی طرح تعمیرات میں بھی ہوگا۔

اور شافعیہ کے دو اقوال ہیں سے اصح قول ان کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے ممانعت کا ہے، اور اس لئے بھی کہ مقصد یہ ہے کہ اسلام کو بلندی ہو اور مساوات کے ساتھ یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی (۳)۔

۱۱- اور اگر ذمی کوئی بلند گھر کسی مسلمان کے ایسے گھر کے پڑوس میں

خریدے جو بلندی میں اس سے کم ہو تو ذمی کو اپنے گھر میں رہنے کا حق ہوگا اور اس کو اس سے نہیں روکا جائے گا، اور جو حصہ مسلمان کے گھر سے بلند ہے اس کو گرانا اس پر ضروری نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس نے اس پر کچھ بلند نہیں کیا ہے البتہ اس کو اس سے مسلمان کے گھر میں جھانکنے کا حق نہیں ہوگا اور اس پر لازم ہوگا کہ وہ اپنے بچوں کو اس کی چھت پر جانے سے منع کرے، الا یہ کہ اس پر چہار دیواری اتنی بلند بنالے جو دیکھنے سے مانع ہو۔

اور اگر ذمی کا بلند گھر گر جائے پھر اس کی تعمیر از سر نو کرے تو اس کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ اپنی عمارت مسلمان کی عمارت سے بلند کرے، اور اس میں جو حصہ بلند ہے اگر منہدم ہو جائے تو اس سے اس کے دوبارہ بنانے کا حق نہیں ہوگا، یہ وہ تفصیل ہے جس پر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ ہیں، اور مالکیہ کے یہاں بھی وہی معتقد ہے (۱)۔

۱۲- رہائشی کا اپنی عمارت کو ایسے شخص پر اونچا کرنا جو مسلمانوں میں سے اس کے پڑوس میں نہ ہو تو اس سے اس سے نہیں روکا جائے گا، اس لئے کہ حنابلہ کے نزدیک اس کا علو تو صرف اس کی عمارت کے پڑوس میں رہنے والے کے لئے مضر ہوگا، دوسرے کے لئے نہیں، اور حنفیہ و مالکیہ کے یہاں بھی معتقد قول یہی ہے جب تک کہ اس سے مسلمانوں پر نہ جھانکے اور اس کے بارے میں شافعیہ کے دو اقوال ہیں:

ایک قول: ممانعت نہ ہونے کا ہے اور دوسرا قول میں اصح ہے، اس لئے کہ دونوں عمارتوں میں دوری کے ساتھ مسلمانوں پر

(۱) ابن عابدین ۲/۳۶۷، ۲/۷۷، المشرح الکبیر وجامعہ الدسوقی ۳/۳۷۰، جامعہ العدوی بہامش الخرش علی مختصر فلیل ۶/۶۱، دار صادر، المشرح الصغیر ۳/۸۶۳، نہایت المحتاج للدری ۸/۹۳، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۲/۵۵۷، المغنی لابن قدامہ ۸/۵۲۸، ۵۳۳ طبع ریاض۔

(۲) اس کی تخریج فقہ نمبر ۹ پر گذر چکی ہے۔

(۳) ابن عابدین ۲/۳۶۷، المشرح الکبیر وجامعہ الدسوقی علیہ ۳/۳۷۰، جامعہ العدوی بہامش الخرش علی مختصر فلیل ۶/۶۱، دار صادر، شرح الترکات فی علی مختصر فلیل ۶/۶۳، نہایت المحتاج للدری ۸/۹۵، طبع المجلس، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۲/۵۵۷، ۲/۵۵۸، المغنی لابن قدامہ ۸/۵۲۸، ۵۳۳ طبع ریاض المحمدیہ۔

(۱) ابن عابدین ۲/۳۶۷، نہایت المحتاج للدری ۸/۹۳، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۲/۵۵۷، المغنی لابن قدامہ ۸/۵۲۸، ۵۲۹، طبع ریاض، جامعہ الدسوقی علی المشرح الکبیر ۳/۳۷۰، جامعہ العدوی بہامش الخرش علی مختصر فلیل ۶/۶۱، دار صادر۔



## تعلیق ۱-۲

اس کے بلند ہونے سے اطمینان ہے، نیز اس میں ضرر نہیں ہے۔  
دوسرا قول: ممانعت کا ہے، اس لئے کہ اس میں آرائیگی اور شرف  
ہے، نیز اس لئے کہ اس سے وہ مسلمانوں پر فخر کریں گے (۱)۔

## تعلیق

### تعریف:

۱- لغت میں تعلیق ”علق“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”علق الشيء بالشيء ومنه وعليه تعليقاً“ (۱) اس نے ایک چیز کو ایک چیز پر لٹکا دیا۔

اور اصطلاح میں تعلیق کسی جملہ کے مضمون کے حصول کو دوسرے جملہ کے مضمون کے حصول سے مربوط کرنے کا نام ہے، اور اس کو مجازی طور پر یقین کہتے ہیں، اس لئے کہ درحقیقت تعلیق شرط و جزاء ہوتی ہے، اور اس لئے کہ اس میں یقین کی طرح سمیت کے معنی ہوتے ہیں (۲)۔

اور علماء حدیث کے نزدیک تعلیق ابتداء سند سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی کا حذف کر دینا ہے (۳)۔



### متعلقہ الفاظ:

#### الف- اضافت:

۲- اضافت لغت میں ملانے، مائل کرنے، قہبت کرنے اور خاص کرنے کے معنی میں آتا ہے (۴)۔

(۱) لسان العرب۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۲/۲۹۲ طبع مصریہ، الکلیات ۲/۵۷ طبع دمشق۔

(۳) مقدمہ ابن الصراح ۲۰ طبع اطمینیہ۔

(۴) المصباح، القاسوس الجیط، الصحاح۔

(۱) ابن عابدین ۲/۲۹۳، ۲/۲۹۷، حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۳/۳۷۰، المہذب فی فقہ الإمام الشافعی ۲/۲۵۶، نہایت المحتاج ۸/۹۵، المغنی لابن قدامہ ۸/۵۲۸ طبع ریاض۔

## تعلیق ۳-۴

جہاں تک فقہاء کی اصطلاح میں اضافت کا تعلق ہے تو وہ اس کو اسناد اور تخصیص (نسبت کرنے اور مخصوص کرنے) کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، چنانچہ جب کہا جائے: ”الحکم مضاف الی فلان أو صفته کذا“ (حکم فلاں کی طرف مضاف ہے یا اس کی فلاں صفت کی طرف مضاف ہے) تو یہ اس کی طرف مسند (منسوب) ہوگا، اور جب کہا جائے کہ حکم فلاں زمانہ کی طرف مضاف ہے تو یہ اس کی تخصیص ہوگا۔

اور اضافت اور تعلیق میں فرق دو وجوہ سے ہے:

ایک: یہ کہ تعلیق یقین ہوتی ہے اور وہ قسم پوری کرنے کے لئے یعنی معلق کے موجب کو ختم کرنے کے لئے ہوتی ہے، اور حکم کا سبب نہیں بنتی ہے، رہی اضافت تو سبب کے وقت میں نسبت کے ثبوت کے لئے ہوتی ہے، نہ کہ اس کے منع کے لئے، لہذا بغیر کسی مانع کے سبب متحقق ہو جاتا ہے، اس لئے کہ زمانہ وجود کے لوازم میں سے ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شرط ہونے یا نہ ہونے کے خطرہ پر مبنی ہوتی ہے، اور اضافت میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا ہے، اور ان دونوں فرقوں میں کچھ اختلاف بھی ہے جسے کتب اصول میں دیکھا جائے (۱)۔

### ب- شرط:

۳- شرط (راء کے سکون کے ساتھ) کے کئی معانی ہیں اور انہیں معانی میں سے کسی شی کا التزام اور التزام (لازم کرنا اور التزام کرنا) بھی ہے، قاموس میں فرماتے ہیں: شرط: بیع وغیرہ میں کسی چیز کو لازم کرنا یا اس کا التزام کرنا ہے شریطہ کی طرح۔

”شروط“ (راء کے زیر کے ساتھ) کے معنی علامت کے ہیں

(۱) تیسیر القریہ ۱/ ۱۲۸، ۱۲۹ طبع مجلس، فتح الغفار علی المنار ۲/ ۵۵، ۵۶ اور دیکھئے اصطلاح ”اضافت“ (الموسمہ الفقہیہ ج ۵/ ۶۶)۔

اور جمع اشراط آتی ہے جیسے سبب و اسباب (۱)۔

اور اصطلاح میں شرط و طرح کی ہیں:

اول: شرعی شرط، یعنی جس کے عدم سے عدم لازم ہو اور اس کے وجود سے نہ وجود لازم ہو، نہ بالذات عدم اور اس کی کئی قسمیں ہیں: وجوب کی شرط، انعقاد کی شرط، صحت کی شرط، لزوم کی شرط اور نافذ ہونے کی شرط، اس کے علاوہ دوسری معتبر شرعی شرائط۔

دوسری قسم: مصنوعی شرط یعنی بقول حموی خصوص صفت کے ساتھ پائے جانے والے کسی معاملہ میں کسی ایسے امر کا التزام کرنا جو پایا نہ جا رہا ہو اور یہ وہ ہے جن کو متعاقدين اپنے تصرفات میں مشروط کر دیتے ہیں۔

اور بقول زرکشی تعلیق اور شرط کے درمیان فرق یہ ہے کہ تعلیق وہ ہے جو الفاظ تعلیق مثلاً ”ان“ اور ”اذا“ کے ذریعہ اصل فعل پر داخل ہو، اور شرط وہ ہے جس میں اصل پر یقینی حکم لگایا جائے اور اس کے لئے دوسرے امر کی شرط رکھی جائے۔

حموی کہتے ہیں کہ فرق یہ ہے کہ تعلیق کسی غیر موجود معاملہ کو ”ان“ یا اس کی اخوات میں سے کسی کے ذریعہ کسی موجود معاملہ پر مرتب کرنے کا نام ہے، اور شرط کسی مخصوص صیغہ کے ذریعہ کسی موجود معاملہ میں کسی غیر موجود امر کا التزام کرنا ہے (۲)۔

### ج- یقین:

۴- یقین، قسم، ایلاء اور حلف مترادف الفاظ ہیں یا حلف زیادہ عام ہے (۳)۔

(۱) القاموس المحیط، المصباح المیر۔

(۲) حاشیہ الحموی ۲/ ۲۲۵ طبع العامرہ، المنہور للورکشی ۱/ ۳۷۰ طبع الملیح اور دیکھئے اصطلاح ”شرط“۔

(۳) حاشیہ القلیوبی ۳/ ۲۷۰ طبع المجلس۔

## تعلیق ۵-۶

اور لغت میں یمین کے معنی جہت (وائیں)، جارحہ (دلیاں ہاتھ)، قوت اور شدت کے ہیں، اور حلف کو مجازاً یمین کہا جاتا ہے (۱)۔

شریعت میں یمین سے مراد وہ عقد ہے جس سے قسم کھانے والے کے عزم کو کرنے یا نہ کرنے پر پختہ کیا جائے، بہوتی کہتے ہیں کہ یہ کسی قائل تعظیم چیز کا ذکر کر کے مخلوف علیہ (جس پر قسم کھائی گئی ہو) حکم کو مخصوص طور پر مؤکد کرنا ہے۔

تعلیق اور یمین کے درمیان مشابہت ہے، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک میں نفس کو کسی چیز کے کرنے یا چھوڑنے پر آمادہ کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کو یمین صرف اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قسم کھائے گئے فعل یا ترک پر قوت کا فائدہ دیتی ہے۔

الفاظ یمین کے اعتبار سے یمین کی دو قسمیں ہیں، یمین منجر (فوری یمین) جو یمین کے اصلی صیغہ کے ذریعہ ہوتی ہے، مثلاً اللہ کی قسم میں فلاں کام ضرور کروں گا، یمین مطلق: وہ یہ ہے کہ بات کرنے والا حقیقت کی مخالفت کی حالت میں یا مقصود کے تخلف کے وقت ناپسندیدہ جزاء مرتب کرے (۲)۔

اس کی تفصیل اصطلاح ”ایمان“ میں ہے (۳)۔

### تعلیق کا صیغہ:

۵- تعلیق ہر اس چیز سے ہوتی ہے جو کسی جملہ کے مضمون کے حصول کو دوسرے جملہ کے مضمون سے مربوط کرنے پر دلالت کرے، خواہ یہ ربط شرط کے کلمات میں سے کسی کلمہ کے ذریعہ ہو یا اس کے قائم مقام

(۱) المصباح المہیر۔

(۲) ابن ماجہ ۳/۲۵، طبع مصر یہ جوہر الاکلیل ۱/۲۲۳ طبع دارالمعرفۃ جامعہ اقلیوبی ۳/۲۰۷، کشاف القناع ۶/۲۲۸ طبع انصر۔

(۳) الموسوعة الفقهیہ ۷/۲۳۷۔

کسی دوسری چیز کے ذریعہ ہو جیسے کہ سیاق کلام ارتباط پر اسی طرح دلالت کرے جیسے اس پر کلمہ شرط دلالت کرتا ہے۔

اور کلمات شرط میں سے کسی کلمہ کے ذریعہ تعلیق کے دو جملوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کی مثال شوہر کا اپنی بیوی سے یہ کہنا ہے: ”إن دخلت الدار فانت طالق“ (اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم پر طلاق ہے)، چنانچہ اس نے قوع طلاق کو بیوی کے گھر میں داخل ہونے پر مرتب کیا ہے تو اگر داخل ہوگی تو طلاق واقع ہو جائے گی، ورنہ نہیں، اور کلمہ شرط کے بغیر تعلیق کے دونوں جملوں میں ربط پیدا کرنے کی مثال کسی کہنے والے کا یہ کہنا ہے کہ جو نفع اس سال میری تجارت سے مجھ کو ہوگا وہ فقراء پر وقف ہے، چنانچہ اس نے وقف کے حصول کو کلمہ شرط کے بغیر نفع کے حصول پر مرتب کیا ہے، اس لئے کہ اس طرح کا اسلوب کلمہ شرط کے قائم مقام ہوتا ہے (۱)۔

اور اس شرط سے مراد جس میں تعلیق کے دونوں جملوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کے لئے اس کے کلمہ کا استعمال کیا جاتا ہے لغوی شرط ہے، اس لئے کہ اس سے پیدا ہونے والا دونوں جملوں کا ارتباط مسبب کے سبب سے ارتباط جیسا ہوتا ہے (۲)۔

### تعلیق کے کلمات:

۶- اس سے مراد ہر وہ کلمہ ہے جو کسی مضمون کے حصول کو کسی دوسرے جملہ کے مضمون کے حصول سے جوڑے، خواہ وہ شرط کے قطعی کلمات میں سے ہو یا دوسرے کلمات میں سے ہو، اور یہ کلمات جیسا کہ ”المغنی“ میں طلاق کو شرط سے مطلق کرنے کی بحث میں آیا ہے ”إن“، ”إذا“، ”متی“، ”من“، ”ای“ اور ”کما“ ہیں۔

(۱) تبیین الحقائق ۲/۲۳۳ طبع دارالمعرفۃ۔

(۲) المفروق للقرافی ۱/۶۰، ۶۱ طبع دار احیاء الکتب العربیہ۔



## تعلیق ۷-۸

نووی نے ”الروضہ“ میں ”متی ما“ اور ”مہما“ کا اضافہ کیا ہے، اور صاحب مسلم الشبوت نے ”لو“ اور ”کیف“ کا اضافہ کیا ہے (۱)۔

سرحدی نے اپنی اصول میں، بزدوی نے اپنی اصول میں اور صاحب ”فتح الغفار“ اور صاحب ”کشاف القناع“ نے ”حیث“ کا ذکر کیا ہے، اور صاحب ”فتح الغفار“ اور صاحب ”کشاف القناع“ نے تعلیق کے صیغوں میں ”اين“ کا بھی ذکر کیا ہے۔

صاحب ”کشاف القناع“ نے ”انی“ کا بھی ذکر کیا ہے اور اس کے اور ”ان“ کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے۔  
ذیل میں لغت اور تعلیق کے اعتبار سے ان کلمات میں سے ہر ایک کے بارے میں علماء نے جو کچھ لکھا ہے اس کا کچھ حصہ آ رہا ہے۔

### الف- ان (اگر):

۷- تعلیق کے دونوں جملوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کے لئے ”ان“ شرطیہ ہی کا استعمال کیا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ محض تعلیق اور شرط کے لئے ہونے کی وجہ سے تعلیق اور حروف شرط اور اس کے کلمات میں اصل ہے، چنانچہ سوائے شرط اور تعلیق کے اس کے دوسرے معنی نہیں ہیں، یا اس کے برخلاف دوسرے کلمات شرط جیسے ”لو“ اور ”متی“ کے، کیونکہ ان کے دوسرے معانی بھی ہیں جن میں ان کا استعمال شرط کے علاوہ کیا جاتا ہے (۲)۔

”ان“ اور اس کے مشابہ شرط کے دوسرے جزم دینے والے

حروف کا استعمال کسی ایسے معاملے میں کیا جاتا ہے جو وجود کے خطر میں ہونے اور نہ ہونے کے درمیان متردد ہوں اور اس چیز میں استعمال نہیں کیا جاتا جو قطعی الوجود یا قطعی الانقضاء ہوں (جن کا وجود یا عدم وجود قطعی ہو)، الا یہ کہ کسی نکتہ کی وجہ سے ان کو مشکوک کے مرتبہ میں کر دیا جائے (۱)۔

۸- ”ان“ کے شرط محض کے لئے ہونے پر یہ بات مرتب ہوتی ہے کہ اگر اپنی بیوی کی طلاق کو اپنی طرف سے طلاق نہ دینے پر مطلق کرے اس طور پر کہ کہے: ”ان لم اطلقک فانت طالق“ (اگر میں تم کو طلاق نہ دوں تو تم کو طلاق ہے) تو اسے طلاق نہیں پڑے گی، یہاں تک کہ اس کو طلاق دینے سے پہلے دونوں میں سے کسی کی موت آجائے، اس لئے کہ ”ان“ شرط کے لئے ہے اور اس نے اس پر طلاق واقع نہ کرنے کو شرط قرار دیا ہے، اور جب تک دونوں زندہ باقی ہیں اس وقت تک اس شرط کے وجود کا یقین نہیں ہے، تو یہ جملہ اس کے اس قول کی طرح ہے: ”ان لم آت البصرۃ فانت طالق“ (اگر میں بصرہ نہ آؤں تو تمہیں طلاق ہے)، پھر اگر شوہر مر جائے تو اس کی موت سے کچھ پہلے اس پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اس قلیل کی کوئی معروف حد نہیں ہے، لیکن اس کی موت سے کچھ پہلے اس پر طلاق واقع کرنے سے اس کی عاجزی متحقق ہو جائے گی، لہذا احث (قسم ٹوٹ جانے) کی شرط متحقق ہو جائے گی، اور اگر اس بیوی سے دخول نہ کیا ہو تو اس کو میراث نہیں ملے گی، اور اگر دخول کر چکا ہو تو فرار کے حکم (یعنی طلاق فار کے حکم میں ہونے) کی وجہ سے اس بیوی کو

(۱) المغنی لابن قدامہ ۷/۱۹۳ طبع ریاض، الروضہ ۸/۱۲۸ طبع المکتب الاسلامی، مسلم الشبوت ۸/۲۳۸، ۲۳۹، دارصادر۔

(۲) مغنی المصیب ۱/۷۱، ۲۳ طبع دارالفکر دمشق، فتح الغفار ۲/۳۵ طبع المکتب بدائع المصنائع ۲/۲۱۳ طبع الجمالیہ، کشف الاسرار للبزدوی ۲/۱۹۲ طبع دارالکتب العربیہ۔

(۱) الملوک علی التوضیح ۱/۱۲ طبع مکتبہ تیسیر التحریر ۲/۱۲۰ طبع المکتب، اصول السرحدی ۱/۲۳۱ طبع دارالکتب العربیہ، مسلم الشبوت ۸/۲۳۸ طبع دارصادر، کشف الاسرار للبزدوی ۲/۱۹۳ طبع دارالکتب العربیہ، المقطبی ۵/۳۰۳ طبع دارالکتب المصریہ۔

## تعلیق ۹-۱۰

بصرہ کے نحویین کے نزدیک وہ وقت کے معنی میں حقیقت ہے اور وقت کا معنی باقی رہنے کے ساتھ شرط کے لئے بھی استعمال ہو جاتا ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی قول ہے، چنانچہ ان دونوں حضرات کے نزدیک وہ ”متی“ کے مثل ہے یعنی ظرف کے معنی اس سے ساقط نہیں ہوتے، اور امام ابو حنیفہ کے یہاں محض شرطیت کے لئے ہونے میں وہ ”ان“ کی طرح ہے، لہذا اس میں ظرف کا معنی باقی نہیں رہے گا (۱)۔

۱۰- امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کے درمیان اختلاف سے یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ اگر وہ کہے: ”إِذَا لَمْ أَطْلُقْ فَأَنْتَ طَالِقٌ“ یا ”إِذَا مَا لَمْ أَطْلُقْ فَأَنْتَ طَالِقٌ“ (جب تمہیں طلاق نہ دوں تو تمہیں طلاق ہے) یا (جب تک تم کو طلاق نہ دوں تو تمہیں طلاق ہے)، تو اگر اس سے وقت مراد لے تو اسے فوراً طلاق پڑ جائے گی، اور اگر اس سے شرط مراد لے تو موت تک اسے طلاق نہیں ہوگی، اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو طلاق نہیں پڑے گی یہاں تک کہ عورت کی وفات ہو جائے، اور یہ امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق ہے، اس بناء پر کہ ”إِذَا“ کو جب شرط کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے وقت کا معنی ساقط ہو جاتا ہے، اور کوئی اس کی رائے یہی ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول کے مطابق نیت نہ ہونے پر اس پر فی الحال طلاق ہو جائے گی (یہ قول) بصریین کے اس قول پر معنی ہے کہ ”إِذَا“ زیادہ تر وقت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور اس چیز کے ساتھ مل کر آتا ہے جس میں ہونے یا نہ ہونے کا مفہوم نہ ہو، اس لئے کہ کہا جاتا ہے: ”الرطب إذا اشتد الحر، والبرد إذا جاء الشتاء“ (تری (پسینہ) اس وقت ہوتا ہے جب گرمی کی

میراث ملے گی) (۱) اور اگر عورت مر جائے تو جیسا کہ ”اصول اسرہی“ میں ہے دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق تب بھی بغیر کسی فصل کے طلاق ہو جائے گی، اس لئے کہ تطلق کا فعل محل کے بغیر متحقق نہیں ہوتا اور محل کے فوت ہونے سے طلاق کی شرط متحقق ہو جاتی ہے۔

ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ اگر اس نے طلاق کو کئی پرکلمات شرط میں سے کسی ایک کے ذریعہ معلق کیا ہو تو اگر ”ان“ کے ذریعہ ہے تو وہ تراخی پر محمول ہوگی، اور اگر ”متی“ من، کما، ای، وغیرہ میں سے کسی ایک کے ذریعہ ہے تو وہ فوری ہونے پر محمول ہوگی (۲)۔

تفصیل کا محل ”طلاق“ کی اصطلاح ہے۔

ب- إذا (جب):

۹- یہ لغت میں دو چیزوں کے لئے آتا ہے:

ایک: یہ کہ مغایات (اچانک کوئی بات ہونا) کے لئے ہو تو یہ اسمیہ جملوں کے ساتھ مخصوص ہوگا اور اس کو جواب کی حاجت نہیں ہوگی اور آغاز کلام میں واقع نہیں ہوگا، اور اس کے معنی حال کے ہوں گے نہ کہ استقبال کے۔

دوسرے یہ کہ وہ مغایات کے علاوہ کے لئے ہو تو غالب یہ ہے کہ شرط کے معنی کو متضمن ہو کر مستقبل کے لئے ظرف ہوگا (۳)۔

”إِذَا“ کے بارے میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ کوفہ کے نحویین کے نزدیک وقت اور شرط دونوں کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور جب شرط کے معنی میں استعمال ہوگا تو وقت کا معنی اس سے ساقط ہو جائے گا اور ”ان“ کی طرح حرف ہو جائے گا، اور یہی امام ابو حنیفہ کا بھی قول ہے جو گزر چکا ہے۔

(۱) کشف الاسرار للبہرہ ص ۲/ ۱۹۳۔

(۲) اصول اسرہی ص ۲۳۱/ ۱ طبع دارالکتب العربیہ المغنی ص ۷/ ۱۹۳، المصیوب ص ۵۲/ ۳۔

(۳) مغنی الماریب ص ۹۲/ ۱ طبع دارالفکر دمشق۔

(۱) الملوک ص ۱۲۱/ ۱ طبع مہج۔

## تعلیق ۱۱

مطلق کرے جیسے مثلاً کہے: ”إذا دخلت الدار فانت طالق“  
(جب تم گھر میں داخل ہو تو تمہیں طلاق ہے)، اسی لئے اسے استعمال میں کئی حضرات نے ”إذا“ سے ملحق کیا ہے (۱)۔

ج- متی:

۱۱- یہ بالاتفاق ایک اسم ہے جسے زمانے پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے، پھر اس میں شرط کا معنی ضمناً رکھ دیا گیا ہے (۲)۔  
اور ”إذا“ اور ”متی“ کے درمیان فرق یہ ہے کہ ”إذا“ کو ان امور میں استعمال کیا جاتا ہے جن کا وجود یقینی ہوتا ہے جیسے سورج کا طلوع ہونا اور کل کا آنا، برخلاف ”متی“ کے، اس لئے کہ اس کو مبہم امور کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یعنی جو امور ہو سکتے ہیں اور جو نہیں ہو سکتے، اس معنی میں کہ وہ کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا، اسی لئے ابہام میں وہ ”ان“ کا شریک ہے، اسی لئے سوائے استفہام کی جگہ کے بقیہ جگہوں میں ”ان“ کی طرح اس کے لئے مجازات (شرط و جزاء آما) لازم ہے، البتہ ”متی“ اور ”ان“ کے درمیان فرق یہ ہے کہ ”متی“ کے ذریعہ شرط و جزا کا معنی ادا کیا جاتا ہے وقت کا معنی اس میں باقی رہنے کے ساتھ، البتہ ”متی“ استفہامیہ کے ذریعہ جزا کا مفہوم ادا نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ استفہام سے مراد فعل کے وجود کے بارے میں سمجھنے کا مطالبہ کرنا ہوتا ہے، لہذا وہاں حرف ”ان“ کا اضافہ درست نہیں ہوگا (۳)۔

ابن قد امہ کہتے ہیں: اگر کسی فعل کو وجود میں لانے کے تصرف کو

شدت ہو اور ٹھنڈک اس وقت ہوتی ہے جب سردی کا موسم ہو جائے (اور اس کی جگہ ”ان“ کا استعمال صحیح نہیں ہے) (۱)۔  
اور ”المعنی“ میں بھی ”إذا“ کے سلسلہ میں اس صورت میں دو اقوال آئے ہیں جب اس نے اپنی بیوی سے کہا ہو: ”إذا لم تدخلی الدار فانت طالق“ (جب تم گھر میں داخل نہ ہو تو تم پر طلاق ہے)۔

ایک: یہ کہ وہ تراخی پر محمول ہوگا اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے، اور قاضی نے اس کی حمایت کی ہے، اس لئے کہ وہ ”ان“ کے معنی میں شرط کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، شاعر کہتا ہے:

استغن ما أغناک ربک بالغنی

وإذا تصبک خصاصة فتجمل

(اللہ تعالیٰ جب تک تم کو مال داری کے ذریعہ بے نیاز رکھے تب تک اظہار بے نیازی کرتے رہو، اور جب تم کو محتاجی لاحق ہو جائے تو صبر سے کام لو)۔

چنانچہ شاعر نے اس کے ذریعہ جزم دیا ہے جیسا کہ ”ان“ سے جزم دیا جاتا ہے، نیز اس لئے بھی کہ اس کو ”متی“ اور ”ان“ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور جب دونوں چیزوں کا احتمال ہو تو بقاء نکاح کا یقین ہے، لہذا وہ احتمال سے زائل نہیں ہوگا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ فور پر محمول ہوگا اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے، اور امام شافعی سے یہی منصوص ہے، اس لئے کہ یہ زمانہ مستقبل کا اسم ہے، لہذا ”متی“ کی طرح ہوگا، رہا اس کو شرط و جزا کے لئے استعمال کرنا تو یہ اسے اس کے اصل معنی سے نہیں نکالے گا۔

جب تصرف کو ”إذا“ کے ذریعہ کسی فعل کو وجود میں لانے پر

(۱) المعنی ۱/ ۱۹۳، ۱۹۴ طبع ریاض، نہایت المحتاج ۷/ ۷۷، ۷۸ طبع المکتبہ الاسلامیہ۔

(۲) شرح التصريح علی التوضیح ۲/ ۲۳۸ طبع المجلس، کشف الاسرار للبردوی ۲/ ۱۹۶ طبع دار الکتاب العربی۔

(۳) التلویح ۱/ ۱۲۱، کشف الاسرار ۲/ ۱۹۶۔

(۱) اصول السنن ۱/ ۲۳۲ طبع دار الکتاب العربی۔



”متی“ سے معلق کرے تو وہ تراخی پر محمول ہوگا، چنانچہ جو اپنی بیوی سے کہے: ”متی تدخلی الدار فانت طالق“ (جب تم گھر میں داخل ہوگی تو تمہیں طلاق ہو جائے گی)، تو طلاق حرف صفت یا فعل یعنی دخول کے وجود کے وقت واقع ہوگی، اور جب کسی صفت کی نفی کے تصرف کو ”متی“ سے معلق کرے جیسے کہے: ”متی لم اطلقک فانت طالق“ (جب تمہیں طلاق نہ دوں تو تمہیں طلاق ہے)، یا ”متی لم تدخلی الدار فانت طالق“ (جب تم گھر میں داخل نہ ہو تو تمہیں طلاق ہے)، تو یقین کے بعد اگر ایک زمانہ ایسا پایا جائے جس میں وہ داخل نہ ہو یا جس میں اسے طلاق نہ دے تو صفت پائی گئی ہے، اس لئے کہ وہ فعل کے وقت کا نام ہے، لہذا صفت کو اسی فعل سے مقدر مانا جائے گا اور طلاق واقع ہو جائے گی (۱)۔

۱۲- حکم میں ”متی“ ہی کی طرح ”متی ما“ بھی ہے، لہذا ہر وہ چیز جو ”متی“ کے متعلق کہی گئی ہے وہ ”متی ما“ کے متعلق بھی کہی جائے گی، اور شرط کے متعلق اس کا حکم ”متی“ ہی کی طرح مل کر اس سے بڑھ کر ہوگا، اس لئے کہ ”ما“ کا اس سے مل جانا اسے خالص جزاء کے لئے کرویتا ہے، استفہام وغیرہ اس سے مراد نہیں ہوتے (۲)۔

و- ”من“ (جو شخص):

۱۳- یہ بالاتفاق اسم ہے جس کو عاقل پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا پھر اس میں ضمناً شرط کے معنی رکھ دیئے گئے (۳)، اور یہ لغت کی وضع ہی سے عموم کے صیغوں میں سے ہے، اور کسی قرینہ کی احتیاج کے بغیر ہی خود سے عام معنی میں ہوتا ہے، اور جیسا کہ بیضاوی نے فرمایا ہے: وہ عالین یعنی اہل علم میں عام ہے تاکہ عقلاء اور ذات

اہلی کو شامل ہو، اس لئے کہ ”من“ کا اطلاق اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: ”وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بَرَازِقَيْنِ“ (۱) (اور ان کے لئے (بھی) جنہیں تم روزی نہیں دیتے)، اور اللہ تعالیٰ کو علم سے متصف کیا جاتا ہے، عقل سے متصف نہیں کیا جاتا، اور یہ عمدہ بات ہے جس سے بقول اسنوی شارحین غافل رہے ہیں (۲)۔

عبدالعزیز بخاری اصول امروہ کی شرح ”کشف الاسرار“ میں فرماتے ہیں: ”من“ اور ”ما“ اس باب یعنی باب شرط میں اپنے ابہام کی وجہ سے داخل ہوتے ہیں، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک کسی عین (متعین) کو شامل نہیں ہے، اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ ”من“ اور ”ما“ اپنے ابہام کی وجہ سے باب عموم میں داخل ہو گئے ہیں، تو چونکہ شرط میں عموم متکلم کا مقصود ہوتا ہے اور افراد میں سے ہر ایک کو خاص طور پر ذکر کرنا ممکن یا دشوار ہوتا ہے، اور ”من“ اور ”ما“ اس معنی کو اختصار اور حصول مقصود کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں، لہذا یہ دونوں ”ان“ کے قائم مقام ہو گئے، اور کہا گیا: ”من یا ان اکرمہ“ (جو آئے گا میں اس کا اکرام کروں گا) ”ما تصنع اصنع“ (جو تم کرو گے وہی میں کروں گا) اور ان دونوں میں مسائل بہت ہیں جیسے اس کا یہ کہنا: ”من دخل هذا الحصن فله رأس“ (جو اس قلعہ میں داخل ہوا اس کے لئے ایک سر ہے) ”ومن دخل منکم الدار فہو حر“ (تم میں سے جو گھر میں داخل ہو وہ آزاد ہے)، اور جب وہ شرط کے لئے ہو تو وہ ”ای“ کے معنی میں اسم ہوگا، تم کہو گے: ماتصنع اصنع (۳) (جو تم کرو گے وہی میں کروں گا) اور قرآن میں

(۱) سورہ حجر ۲۰۔

(۲) الاسنوی مع شرح البدیشی ۶۵/۲، ۶۶، طبع صبیح۔

(۳) کشف الاسرار لمروہوی ۱۹۶/۲۔

(۱) المغنی ۱/۱۹۳، نہایۃ المحتاج ۲/۲۲۔

(۲) کشف الاسرار و اصول السنن ۲۳۳/۱، الروضہ ۸/۱۲۸۔

(۳) التصریح بحلی التوضیح ۲/۲۳۸، طبع مجلس۔

## تعلیق ۱۳-۱۶

جیسے وہ کہے: ”مہما دخلت الدار فانت طالق“ (۱) (جب تم گھر میں داخل ہو تو تم کو طلاق ہے)۔

و- آی:

۱۶- یہ مضاف الیہ کے اعتبار سے ہوگا، چنانچہ ”ایہم یقم اقم معہ“ (ان میں سے جو بھی کھڑا ہوگا میں اس کے ساتھ کھڑا ہوں گا) میں وہ ”من“ کے باب سے ہے یعنی اس کو عاقل کے متعلق استعمال کیا جا رہا ہے، اور ”آی المذاب ترکب أو کب“ (جس چوپایہ پر تم سوار ہو گے اس پر میں بھی سوار ہوں گا) میں وہ ”ما“ کے باب سے ہے یعنی غیر عاقل کے باب سے اور ”آی یوم تصم أصم“ (جس دن تم روزہ رکھو گے اسی دن میں بھی رکھوں گا) میں وہ ”متی“ کے باب سے ہے یعنی وہ زمانہ مبہم پر دلالت کر رہا ہے، اور ”آی مکان تجلس أجلس“ (جس جگہ تم بیٹھو گے اسی جگہ میں بھی بیٹھوں گا) میں ”این“ کے باب سے ہے یعنی وہ مکان مبہم پر دلالت کر رہا ہے (۲)۔

اور ”المغنی“ اور ”الروضہ“ میں جو کچھ آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیق کے متعلق ”آی“ کا حکم ”متی“، ”من“ اور ”کلما“ کی طرح ہے، اس معنی میں کہ جب ”آی“ کے ذریعہ سے تصرف کو کسی فعل کی نفی پر مطلق کیا جائے، جیسے کہ طلاق کو ”آی“ کے ذریعہ دخول کی نفی پر مطلق کیا جائے، اس طور پر کہ کہے: ”آی وقت لم تدخل الدار فانت طالق“ (جس وقت تم گھر میں داخل نہیں ہوگی تو تمہیں طلاق ہوگی) تو اگر اتنا زمانہ گزر جائے جس میں داخل ہونا

ہے: مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا“ (۱) (ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو (کوئی) اس سے بہتر عی یا مثل اس کے لے آتے ہیں) ”مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا“ (۲) (اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے کوئی اس کا بند کرنے والا نہیں)۔

۱۳- رہا ”ما“ مصدر یہ تو اس کا استعمال فقہ میں ہوتا ہے، اور اس کے ذریعہ تصرف کو تعلیق کی قید کے بجائے اضافت کی قید کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے، ”البحر الرائق“ اور ”فتح القدیر“ میں یہی ہے، اس لئے کہ وہ ظرف زمان کی نیابت کرتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے: ”وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا“ (۳) (اور اسی نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں) یعنی میرے زندہ رہنے کی مدت تک۔

اسی بنیاد پر اگر کہا: تم کو طلاق ہے جب تک میں تم کو طلاق نہ دوں، اور خاموش ہو گیا تو اس کی خاموشی سے بالاتفاق طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ اس طلاق کی نسبت ایسے وقت کی طرف ثابت ہوگئی جس میں اس نے طلاق نہ دیا (۴)۔

ھ- مہما:

۱۵- ”مہما“ ایک اسم ہے جس کو غیر عاقل پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا پھر ضمناً شرط کے معنی رکھ دیئے گئے، اور نووی نے ”الروضہ“ میں ذکر کیا ہے کہ ”مہما“ تعلیق کے صیغوں میں سے ہے،

(۱) التصریح ۲/۲۳۸ طبع المجلدی، الروضہ ۸/۱۲۸ طبع المکتب الاسلامی، اور اس مثال میں غیر عاقل چیز دخول ہے اور معنی یہ ہیں: ”آی دخول دخلت فانت طالق“ (جس طرح کہ دخول سے داخل ہو تمہیں طلاق ہے)۔  
(۲) التصریح جلی التوضیح ۲/۲۳۸ طبع المجلدی۔

(۱) سورہ بقرہ ۱۰۶۔  
(۲) سورہ فاطر ۳۔  
(۳) سورہ بکریم ۳۱۔  
(۴) البحر الرائق ۳/۲۹۳، ۲۹۵ طبع المجلدی، فتح القدیر ۳/۶۵ طبع دار صادر۔

## تعلیق ۱۷-۱۸

جاء ک زید فاکرمہ“ (۱) (تمہارے پاس جب بھی زید آئے اس کا اکرام کرو)۔

۱۸- حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ”کل“ تعلیق کے صیغوں میں سے ہے اور اس سے بجائے مکافات (بدلہ دینے) کے اگر تعلیق کا قصد کرے تو شافعیہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہوگا۔

اور حنفیہ نے ”کل“ کے ذریعہ طلاق کی تعلیق کی دونوں صورتوں میں تفریق نہیں کی ہے کہ تعلیم کرے اور کہے کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے، یا خاص کرے اور یہ کہے کہ فلاں خاندان یا فلاں شہر کی عورت سے اگر میں نکاح کروں تو اس کا حکم یہ اور یہ ہے، رہے مالکیہ تو وہ عام رکھنے کی صورت میں حنفیہ کی مخالفت کرتے ہیں، اس لئے کہ اس میں نکاح کے باب کا بند کر دینا ہے، اور خاص رکھنے کی صورت میں ان سے متفق ہیں، اس طور پر کہ کسی شہر، قبیلہ، جنس یا ایسے زمانہ سے مخصوص کر دے جس تک بظاہر اس کی عمر پہنچے گی (۲)۔

اور سرحسی نے اپنی ”اصول“ میں بیان کیا ہے کہ ”کل“ کا لفظ افراد کے انداز میں احاطہ ثابت کرتا ہے، اس افراد کا مطلب یہ ہے کہ جس اسم سے ”کل“ کے لفظ کو ملایا جاتا ہے، اس کے مسمیات میں سے ہر ایک افراد کی طور پر اس میں مذکور ہو جاتا ہے، گویا کہ اس کے ساتھ دوسرا نہیں ہے، اس لئے کہ یہ کلمہ استعمال میں ایک صلہ ہے، یہاں تک کہ فائدہ سے خالی ہونے کی وجہ سے اسے تنہا استعمال نہیں کیا جاتا، اور اس میں کلمہ ”من“ کی طرح خصوص کا احتمال رہتا ہے، البتہ اس میں (پائے جانے والے) عموم کے معنی، کلمہ ”من“ کے معنی عموم کے مخالف ہوتے ہیں، اسی وجہ سے کلمہ ”من“ سے اس کا

اس کے لئے ممکن تھا اور داخل نہ ہوئی تو اس کے بعد فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور اگر ”ای“ کے ذریعہ طلاق کو کسی فعل کے ایجاد (وجود میں لانے) پر معلق کرے تو تعلیق کے دوسرے کلمات کی طرح ہی وہ فوراً فائدہ نہیں دے گا (۱)۔

اور ”تتمین الحقائق“ میں آیا ہے کہ ”ای“ صفت کے عموم سے عام نہیں ہوتا ہے، تو اگر کہے: ”ای امراة اتزوجها فہی طالق“ (جس عورت سے میں نکاح کروں اسے طلاق ہے)، تو یہ صرف ایک عورت پر متحقق ہوگا، برخلاف ”کل“ اور ”کما“ کے کلمات کے کہ یہ دونوں جس پر داخل ہوں اس کے عموم کا فائدہ دیتے ہیں، جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے (۲)۔

## ز- کل ، کلمہ:

۱۷- کل کا لفظ محل کے اعتبار سے استغراق پر دلالت کرتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“ (۳) (اور اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے) اور کبھی کبھی کثیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”تَدْمُرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا“ (۴) (وہ ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے برباد کر دے گی) یعنی اکثر کو، اس لئے کہ اس ہوانے دوسروں کے بجائے ان کو اور ان کے گھروں کو اکھاڑ پھینکا تھا، اور لفظ ”کل“ کو لفظی یا تقدیری طور پر مضاف کر کے ہی استعمال کیا جاتا ہے، اور اس کا لفظ واحد ہے اور معنی جمع کے ہیں، اور ”ما“ کے دخول سے تکرار کا فائدہ دیتا ہے، جیسے: ”کلما

(۱) المصباح الممیر -

(۲) تتمین الحقائق ۲/۲۳۳ طبع دار المعرفہ، جوہر لاہیل ۱/۳۲۲، ۳۲۳ طبع

دار المعرفہ، جامعہ الدینی ۲/۳۷۲ طبع دار الفکر، الخرجی ۳/۳۷۲، ۳۸ طبع

دار صادر، نہایت المحتاج ۵۲/۵ طبع المکتبۃ الاسلامیہ۔

(۱) المغنی ۷/۱۹۳ طبع ریاض، الروضہ ۸/۱۲۸ طبع المکتبۃ الاسلامیہ۔

(۲) تتمین الحقائق مع جامعۃ المغنی ۲/۲۳۳، الروضہ ۸/۱۲۸۔

(۳) سورہ بقرہ ۲۸۲۔

(۴) سورہ احقافہ ۲۵۔



## تعلیق ۱۹-۲۱

مالا درست ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ“ (۱) (زمین پر جو بھی ہیں سب فنا ہونے والے ہیں) یہاں تک کہ اگر وہ اسم نکرہ سے متصل ہو تو وہ اس اسم میں بھی عموم کا تقاضا کرتا ہے، اسی لئے اگر کہے: ”كل امرأة تزوجها فہی طالق“ (ہر عورت جس سے میں شادی کروں اسے طلاق ہے) تو عموم کے طور پر ہر اس عورت کو طلاق ہو جائے گی جس سے وہ شادی کرے گا، اور اگر ایک عورت سے دوسرے شادی کرے تو دوسری مرتبہ اسے طلاق نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہ جس اسم سے متصل ہے اس میں عموم ثابت کرتا ہے، فعل میں نہیں۔

۱۹- ”كل“ اور ”من“ کے الفاظ کے درمیان خصوص کے تعلق سے فرق یہ ہے کہ ”كل“ کے لفظ میں اگرچہ احاطہ ہر فرد کو شامل ہے، مگر اس میں کلمہ ”من“ کی طرح خصوص کا احتمال ہے، جیسے کہ اگر کہے: ”كل من دخل هذا الحصن أولا فله كذا“ (ہر وہ شخص جو اس قلعہ میں پہلے داخل ہو جائے اسے یہ ملے گا) اس کے بعد چند لوگ یکے بعد دیگرے قلعہ میں داخل ہوئے ”تو كل“ کے لفظ میں احتمال خصوص کی وجہ سے مال غنیمت میں سے اعلان کردہ انعام خاص کر پہلے والے کو ملے گا، اس لئے کہ ”اول“ نام ہے سبقت کرنے والے فرد کا، اور یہ وصف بعد میں داخل ہونے والوں کے بجائے اسی میں متحقق ہو رہا ہے، اور ایک کے بعد دوسرے کے داخل ہونے کی صورت میں اسی کے مثل ”من“ کا لفظ بھی ہوگا۔

۲۰- اور اگر سب ایک ساتھ داخل ہوں تو کلمہ ”كل“ کے ذریعہ بھی انعام کے مستحق ہوں گے کلمہ ”من“ میں نہیں ہوں گے (۲)۔

رہا ”كلما“ کا لفظ تو فقہاء کے نزدیک وہ تعلیق کے صیغوں میں

سے ہے، اور تکرار اور فور کا متقاضی ہوتا ہے، اس کے بعد اسم کے بجائے فعل آتا ہے اور وہ اس میں عموم کا تقاضا کرتا ہے، چنانچہ اگر کہے: ”كلما تزوجت امرأة فہی طالق“ (جب جب بھی میں کسی عورت سے شادی کروں اسے طلاق ہے) اور کسی عورت سے کئی مرتبہ شادی کرے تو ہر مرتبہ جب اس سے شادی کرے گا اسے طلاق ہو جائے گی، اس لئے کہ وہ اسماء کے بجائے افعال میں عموم کا تقاضا کرتا ہے، برخلاف ”كل“ کے لفظ کے کہ وہ افعال کے بجائے اسماء میں عموم کا فائدہ دیتا ہے (۱)۔

### ح- لو:

۲۱- ”لو“ مستقبل کا حرف شرط ہے، مگر وہ جزم نہیں دیتا، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ”وَلْيَحْشَ الَّذِينَ لَوْتَرَكُوا مِنْ خَلْقِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ“ (۲) (اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں تو ان کی انہیں (کیسی) فکر رہے) یعنی وہ لوگ جو چھوڑنے سے قریب اور نزدیک ہوں انہیں ڈرنا چاہئے، علماء نے ترک کی تاویل ترک سے قریب ہونے سے اس لئے کی ہے کہ خطاب ان لوگوں سے ہے جن کو وصی بنایا گیا ہے، اور وہ ترک (یعنی وفات) سے پہلے ہی ان کی طرف متوجہ ہوگا، اس لئے کہ اس کے بعد تو وہ مردہ ہوں گے۔

رہا ”لو“ کے ذریعہ تصرف کو معلق کرنا تو فقہاء جیسے امام ابو یوسف نے ”ان“ سے اس کی مشابہت کی وجہ سے اس سے تعلیق کرنے کی اجازت دی ہے، اس لئے کہ ”لو“ شرط کے معنی میں

(۱) اصول السنن ص ۱۱۵۸، تبیین الحقائق ص ۲۳۳، الفتاویٰ الہندیہ ص ۱۶/۳،

۳۲۰، البحر الرائق ص ۳۹۵، جوہر لکھل ص ۳۲۱، الدسوقی ص ۷۱/۳،

الروضة ص ۸/۱۲۸، المغنی ص ۷/۱۹۳، ۱۹۴۔

(۲) سورہ نساء ص ۹۔

(۱) سورہ رحمن ص ۲۶۔

(۲) اصول السنن ص ۱۱۵۷، ۱۵۸، املو ص ۱۱۰/۶۰۔

استعمال ہوتا ہے اور ”ان“ کی طرح ہی اس کے بعد صرف فعل آتا ہے، اور اس لئے بھی کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، البتہ ”لو“ ماضی میں قید لگانے کا فائدہ دیتا ہے اور ”ان“ اس کا فائدہ مستقبل میں دیتا ہے (۱)۔

البتہ فقہاء نے اس کو شہ پر نظر نہیں ڈالی ہے اور تعلیق کے بارے میں اس کا معاملہ ”ان“ کی طرح کیا ہے، چنانچہ جو اپنے غلام سے کہے: ”لو دخلت الدار لتعتق“ (اگر تم گھر میں داخل ہوتے تو آزاد ہو جاتے) تو کلام کو ابہال سے بچانے کے لئے دخول تک وہ آزاد نہیں ہوگا، یہاں تک کہ بعض فقہاء نے اس کے ساتھ مطلقاً ”ان“ کا معاملہ کیا ہے اور اس کے جواب پر فاء کے داخل ہونے کی اجازت دی ہے، اور اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ نحویوں کے نزدیک فاء کا داخل ہونا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ عوام غلط صحیح اعراب استعمال کرتے ہیں، پس جو شخص مرد سے زنیّت (تاء کے زیر کے ساتھ) اور عورت سے زنیّت (تاء کے زبر کے ساتھ) کہے تو اس پر حد قذف دونوں صورتوں میں جاری ہوگی (۲)۔

۲۲- ”ان“ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ”لو“ کا استعمال مستقبل میں ہوتا ہے، جیسے کہا جائے: ”لو استقبلت امرک بالتوبة لکان خیرا لک“ (اگر تم اپنے معاملہ کا سامنا توبہ کے ساتھ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا) یعنی ”ان استقبلت“، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ“ (۳) (اور مومن غلام تک بہتر ہے مشرک (آزاد) سے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو) یعنی: ”وإن أعجبکم“، اسی طرح ”ان“

کا استعمال ”لو“ کے معنی میں کیا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”إِنْ كُنْتُ فَلْتَهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ“ (۱) (اگر میں نے کہا ہوتا تو یقینی تجھ کو اس کا علم ہوتا)، اس بنیاد پر جو اپنی بیوی سے کہے: ”أنت طالق لو دخلت الدار“ (اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تمہیں طلاق ہے) تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ گھر میں داخل ہونے تک مطلقہ نہیں ہوگی۔

اس لئے کہ ”لو“ ”ان“ کے درجہ میں ہے، لہذا اترقب (انتظار) کے معنی کا فائدہ دے گا، اور اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ سے کوئی صراحت نہیں ہے، امام محمد سے بھی کچھ مروی نہیں ہے، لہذا یہ مسئلہ نو اور کا ہے (۲)۔

۲۳- رہا ”لولا“ یعنی جو پہلے کے وجود کی وجہ سے دوسرے کے امتناع (نہ پائے جانے) کا فائدہ دیتا ہے، تو فقہاء کے نزدیک وہ تعلیق کے صیغوں میں سے نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں اگرچہ شرط کے معنی ہیں، لیکن اس میں جزاء کے حصول کی توقع نہیں ہے، اس لئے کہ اس کو صرف ماضی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور زمانہ مستقبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، چنانچہ ان کے نزدیک وہ استثناء کے معنی میں ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ کسی شے کے وجود کی وجہ سے کسی دوسری چیز کی نفی کے لئے استعمال ہوتا ہے، لہذا جو اپنی بیوی سے کہے: ”أنت طالق لولا حسنک أو لولا صحبتک“ (اگر تمہارا حسن یا تمہاری صحبت نہ ہوتی تو تمہیں طلاق ہوتی) تو طلاق واقع نہیں ہوگی، حتیٰ کہ اگر حسن زائل ہو جائے یا صحبت ختم ہو جائے تب بھی، اس لئے کہ اس نے اس کو وقوع طلاق سے مانع قرار دیا ہے (۳)۔

(۱) سورہ مائدہ ۱۱۶۔

(۲) کشف الاسرار ۲/۱۹۶۔

(۳) التقریر و التقریر ۲/۷۳، اصول السنن ۲/۲۳۳، البز دوی ۲/۱۹۷، ۱۹۸، فتح الغفار ۲/۳۷، بدائع الصنائع ۳/۲۳۔

(۱) الفرق للقرانی للفرق المربع ۱/۸۵، ۱۰۷۔

(۲) کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البز دوی ۲/۱۹۶۔

(۳) سورہ بقرہ ۲۲۱۔

ط- کیف:

۲۴- ”کیف“ لغت میں دو طرح سے استعمال کیا جاتا ہے: ایک: یہ کہ وہ شرط ہو۔

دوم جو کہ اس میں غالب ہے، یہ ہے کہ: وہ استفہام ہو (اور استفہام) یا حقیقی ہوگا جیسے: کیف زید (زید کیسا ہے) یا غیر حقیقی ہوگا: جیسے ”کَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ“ (۱) (تم لوگ کس طرح کفر کر سکتے ہو اللہ سے)۔

اس لئے کہ وہ تعجب کے طور پر لایا گیا ہے اور مستغنی نہ ہونے والی چیز سے پہلے وہ بطور خبر واقع ہوتا ہے، جیسے: ”کیف آنت“ (تم کیسے ہو) کیف کنت (تم کیسے تھے)، اور مستغنی ہونے والے سے پہلے حال ہوتا ہے جیسے: کیف جاء زید (زید کیسے آیا) یعنی زید کس حالت میں آیا (۲)۔

فقہاء نے ”کیف“ کا استعمال لغت کے دائرہ استعمال سے باہر نہیں کیا ہے۔

چنانچہ امام ابو حنیفہ اس طرف گئے ہیں کہ حکم کو ”کیف“ پر معلق کرنا اصل تصرف میں مؤثر نہیں ہوگا، وہ تو صرف اس کی صفت میں مؤثر ہوگا، اور امام ابو یوسف و امام محمد اس طرف گئے ہیں کہ حکم کا اس پر معلق کرنا اصل اور وصف میں ایک ساتھ مؤثر ہوگا، اسی بنیاد پر امام ابو حنیفہ اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے کہے: ”آنت طالق کیف شئت“ (تم جس طرح چاہو اسی طرح تم پر طلاق ہے) فرماتے ہیں کہ مشیت سے پہلے اس پر ایک طلاق پڑے گی، پھر اگر وہ مدخول بہانہ ہو تو بغیر عدت کے بائنہ ہوگی اور اس کی مشیت (کا کوئی اعتبار) نہیں ہوگا، اور اگر وہ مدخول بہا ہو تو واقع ہونے والی طلاق رجعی ہوگی، اور اس کے بعد مجلس میں اسے اپنی مشیت (خواتین)

(۱) سورہ بقرہ ۲۸۔

(۲) مغنی المریب ۱/ ۲۲۳، ۲۲۸۔

بیان کرنے کا اختیار ہوگا تو اگر وہ بائنہ چاہے اور شوہر نے اس کی نیت کی ہو تو اسے طلاق بائن ہوگی، اور اگر وہ تین طلاق چاہے اور شوہر نے اس کی نیت کی ہو تو اسے تین طلاقیں ہوں گی، اور اگر ایک بائنہ طلاق چاہے اور شوہر نے تین کی نیت کی ہو تو ایک رجعی طلاق ہوگی، اور اگر تین چاہے اور شوہر نے ایک بائنہ کی نیت کی ہو تو ایک رجعی پڑے گی، اس لئے کہ اس کی مشیت شوہر کی نیت سے مختلف ہے، اور اس کی طرف جو طلاق تفویض کی گئی تھی، اس نے اس کے علاوہ کو واقع کیا ہے، لہذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ اس کی مشیت تک وہی طلاق مؤثر ہوگی جس کو شوہر نے اس کی مشیت سے معلق کیا ہو، وہ نہیں جس کو معلق نہ کیا ہو، اور ”کیف“ کا کلمہ اصل طلاق کی طرف نہیں لوٹتا ہے تو وہ اپنے قول ”کیف شئت“ (جیسے چاہو) میں اصل طلاق میں تنجیز کرنے والا، اور صفت کو اس کی مشیت کی طرف مفوض کرنے والا ہوگا، البتہ غیر مدخول بہا میں اصل طلاق کو واقع کرنے کے بعد صفت میں اس کی کوئی مشیت نہیں رہ جاتی، لہذا اصل کو واقع کر دینے کے بعد صفت کو اس کی مشیت پر مفوض کرنا لغو ہو جاتا ہے، اور مدخول بہا میں اصل کے وقوع کے بعد صفت میں عورت کو مشیت کا اختیار ہوتا ہے، اس طور پر کہ جیسا کہ جانا چاہا ہے اس کو بائنہ یا تین کر دے، لہذا مشیت کی طرف اس کا تفویض کرنا صحیح ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جب تک وہ نہ چاہے اس پر کچھ بھی واقع نہ ہوگا اور جب چاہے تو جزئیات امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق ہوں گی، اس لئے کہ اس نے طلاق کو اس کی مشیت پر معلق کیا ہے، لہذا مشیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے کہ وہ کہے: ”آنت طالق إن شئت أو کم شئت أو حیث شئت“ (۱) (تم

(۱) کشف الاستراہ اصول لبر روی ۲۲، ۲۰۰، ۲۰۱، بدائع الصنائع ۳/ ۱۲۱، ۱۲۲۔



## تعلیق ۲۵

اگر چاہو، یا جتنی چاہو یا جیسے چاہو تمہیں طلاق ہے) تو جب تک وہ نہ چاہے کچھ واقع نہیں ہوگا، اور یہ اس لئے کہ جب اس نے وصف طلاق کی تفویض اس کی طرف کر دی تو یہ لازماً اصل طلاق کا تفویض کرنا ہوا، کیونکہ وصف اصل کے بغیر نہیں ہوتا۔

اس مسئلہ میں ہمیں مالکیہ کے یہاں کوئی کلام نہیں ملا (۱)۔

اس مسئلہ میں شافعیہ کی دو رائیں ہیں، چنانچہ بغوی نے بیان کیا ہے کہ اگر وہ کہے: ”انت طالق کیف شئت“ (تم جس طرح چاہو تمہیں طلاق ہے) تو ابو زید اور قتال فرماتے ہیں: چاہے یا نہ چاہے اس پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور شیخ ابو علی کہتے ہیں: اس پر طلاق نہیں ہوگی، یہاں تک کہ مجلس میں طلاق واقع کرنے یا نہ کرنے کی اس کی مشیت پائی جائے۔

حنابلہ نے اس مسئلہ میں ”کیف“ اور دوسرے کلمات تعلیق کے درمیان فرق نہیں کیا ہے، چنانچہ عورت کے زبانی بیان سے اس کی مشیت معلوم ہونے تک ان کے یہاں طلاق واقع نہیں ہوگی، چنانچہ ”کشاف القناع“ میں آیا ہے کہ وہ اگر کہے: ”انت طالق ان شئت أو إذا شئت أو متى شئت أو كيف شئت الخ“ (اگر یا جب یا جس زمانہ میں یا جس طرح تم چاہو تمہیں طلاق ہے) تو اس کے ”قد شئت“ (میں چاہتی ہوں) کہنے تک طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ جب تک زبان ادائیگی نہ کرے اس وقت تک دل میں جو کچھ ہے اسے جاما نہیں جاسکتا (۲)۔

ی۔ ”حیث“ اور ”آین“:

۲۵۔ ”حیث“ مکان مبہم کا اسم ہے، مخفش کہتے ہیں: اور کبھی وہ زمان

کے لئے ہوتا ہے۔

اور ”حیث“ تعلیق کے صیغوں میں سے ہے، اس لئے کہ ابہام میں وہ ”ان“ کے مشابہ ہے اور اس کو ”ان“ سے تشبیہ دیتے ہوئے اس سے تصرف کی تعلیق مجلس مخاطبت سے متجاوز نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک مثلاً ”ان“ کے ذریعہ طلاق کو عورت کی مشیت سے معلق کرنا مجلس مخاطبت سے متجاوز نہیں کرتا ہے (۱)۔

تو اگر اپنی بیوی سے کہے: ”انت طالق حیث شئت“ (تم جہاں چاہو تمہیں طلاق ہے) تو مشیت سے پہلے اس پر طلاق نہیں ہوگی اور اس کی مشیت مجلس پر موقوف ہوگی، اس لئے کہ ”حیث“ ظرف مکان میں سے ہے، اور طلاق کا مکان سے کوئی اتصال نہیں ہوتا ہے، لہذا اس کا ذکر لغو ہوگا، اور طلاق میں مشیت کا ذکر باقی رہے گا، لہذا وہ مجلس ہی میں محدود رہے گا۔

اور، بہوتی نے ”حیث“ کو تعلیق کے کلمات میں ذکر کیا ہے کہ اس کا معاملہ دوسرے کلمات تعلیق کی طرح ہوگا، لہذا حنابلہ کے نزدیک اس سے حکم کا تعلق مجلس تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ اس سے غیر مجلس تک تجاوز کر جائے گا تو اگر کہے: ”انت طالق حیث شئت“ (تم جہاں چاہو تمہیں طلاق ہے) تو اس پر طلاق نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اس کے بیان سے اس کی مشیت جان لی جائے، خواہ یہ بیان فوری طور پر ہو یا تاخیر سے ہو، اور مالکیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے، اسی طرح شافعیہ میں سے امام نووی نے بھی ”الروضہ“ میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے (۲)۔

(۱) ان تمام چیزوں کی تفصیل مفتی المصیب ۱/۳۰۰، ۱۳۱، نور الفتاویٰ الہندیہ ۲/۳۰۲ میں دیکھئے۔

(۲) کشف الاستار ۲/۲۰۳، فتح المغفار ۲/۳۰۹، اصول السنن ۱/۲۳۳، البدوتی ۲/۳۶۱، ۳۰۵، جوہر الکلیل ۱/۳۳۷، ۳۵۷، الروضہ ۸/۱۶۲، ۱۲۸، کشاف القناع ۵/۳۰۹۔

(۱) البدوتی ۲/۳۶۱، ۳۰۵، جوہر الکلیل ۱/۳۳۷، ۳۶۲۔

(۲) الروضہ ۸/۵۹، کشاف القناع ۵/۳۰۹۔

## تعلیق ۲۶-۲۸

۲۶- جو باتیں ذکر کی گئیں ان میں ”حیث“ ہی کی طرح ”اَیْن“ بھی ہے، اس لئے کہ وہ بھی مکان مبہم کا اسم ہے، صاحب ”فتح الغفار“ نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا شمار کلمات تعلیق میں کیا ہے، اور صاحب ”کشاف القناع“ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، اور حکم میں اس کے اور ”اِن“ کے درمیان فرق نہیں کیا ہے (۱)۔

ک- ”اَنّی“:

۲۷- یہ بالاتفاق اسم ہے، جس کو ممکنہ پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے، پھر شرط کے معنی کی تسمین کر دی گئی اور لغت میں یہ ”اَیْن“ ”کیف“ اور ”متی“ کے معنی میں آتا ہے۔

حنا بلہ نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے کہ وہ ان الفاظ میں سے ہے جن کے ذریعہ حکم کو مطلق کیا جاتا ہے، چنانچہ ”کشاف القناع“ میں آیا ہے کہ اگر وہ کہے: ”اَنْت طالق اَنّی شئت“ (تم جہاں چاہو تمہیں طلاق ہے) تو اسے طلاق نہیں پڑے گی، یہاں تک کہ اس کے قول سے اس کی مشیت معلوم ہو جائے، اور انہوں نے اس کے اور ”اِن“ کے درمیان تفریق نہیں کی ہے، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک تعلیق پر دلالت کر رہا ہے (۲)۔

تعلیق کی شرائط:

۲۸- تعلیق کے صحیح ہونے کے لئے کئی امور شرط ہیں:

اول: یہ کہ جس پر تعلیق کی جارہی ہو وہ ایسا امر معدوم ہو جو ”علی خطر الوجود“ یعنی ہونے اور نہ ہونے کے درمیان متردد ہو، چنانچہ

موجود چیز پر تعلیق تجیز ہوتی ہے اور محال چیز پر تعلیق لغو ہوتی ہے (۱)۔  
دوم: یہ کہ جس پر تعلیق کی جارہی ہے وہ ایسا معاملہ ہو جس کے پائے جانے سے واقف ہونے کی امید ہو، چنانچہ جو چیز معلوم نہ ہو سکتی ہو اس پر تصرف کا مطلق کرنا صحیح نہیں ہے، چنانچہ اگر طلاق کو اللہ کی مشیت پر مطلق کرے، اس طور پر کہ اپنی بیوی سے کہے: ”اَنْت طالق اِن شاء اللہ“ (اگر اللہ چاہے تو تم پر طلاق ہے) تو بالاتفاق طلاق واقع نہ ہوگی، اس لئے کہ اس نے طلاق کو ایسی چیز پر مطلق کیا ہے جس کے وجود سے واقفیت حاصل کرنے کی امید نہیں ہے (۲)۔

سوم: یہ کہ شرط اور جزاء کے درمیان (یعنی جس کو مطلق کیا جا رہا ہے اور جس پر مطلق کیا جا رہا ہے ان دونوں کے درمیان) کوئی فصل نہ پایا جا رہا ہو، چنانچہ اگر اپنی بیوی سے کہے: ”اَنْت طالق“ (تمہیں طلاق ہے) پھر وقت کے ایک وقفہ کے بعد کہے: اگر میری اجازت کے بغیر گھر سے نکلی، تو یہ طلاق کی تعلیق نہیں ہوگی، اور طلاق پہلے جملہ کے ذریعہ فوری طور پر ہو جائے گی (۳)۔

چہارم: یہ کہ جس چیز کو شرط پر مطلق کیا جا رہا ہو وہ آئندہ ہونے والی چیز ہو، برخلاف ماضی میں پیش آمدہ چیز کے، کیونکہ تعلیق میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے، چنانچہ مثال کے طور پر اگر کو شرط پر مطلق کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ اگر ماضی کی خبر دینے کا نام ہے اور شرط صرف مستقبل کے معاملات سے متعلق ہوتی ہے (۴)۔

پنجم: یہ کہ تعلیق سے مجازات (جزاء کے معنی) کا قصد نہ کیا جائے، چنانچہ اگر بیوی نے شوہر کو اذیت دینے والی گالی دی، اس پر

- (۱) حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۹۳، الاشباہ والنظائر لابن نجیم ص ۶۷۔
- (۲) تبیین الحقائق ص ۲۴۳، جوہر للکلیل ص ۲۴۳، جامعہ اقلیو بی وغیرہ ص ۳۲۲، الانصاف ص ۱۰۳۔
- (۳) ابن ماجہ ص ۲۹۳، کشاف القناع ص ۵۸۳، الاشباہ والنظائر لابن نجیم ص ۶۷۔
- (۴) الاشباہ والنظائر للسیوطی ص ۶۷۔

- (۱) فتح الغفار ص ۳۹۲ طبع اعلیٰ، کشاف القناع ص ۳۰۹ طبع انصر۔
- (۲) انصریح علی التوضیح ص ۲۲۸، روح المعانی ص ۱۲۳، ۱۲۵، کشاف القناع ص ۳۹۵۔

## تعلیق ۲۹

۲۹- اس قول کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ یہ تصرف شرط و جزاء کے وجود کی وجہ سے یقین ہے، لہذا اس کی صحت کے لئے حال میں ملک کا قیام (وجود) شرط نہیں ہوگا، اس لئے کہ وقوع شرط کے وقت ہوتا ہے، اور شرط کے وجود کے وقت ملک یقینی ہے، اور اس سے پہلے اس کا اثر ممانعت کا ہے اور وہ متصرف کے ساتھ قائم ہے (۱)۔

شافعیہ اور حنابلہ تعلیق کے صحیح ہونے کے لئے تعلیق کی حالت میں قیام ملک کو اس معنی میں شرط قرار دیتے ہیں کہ جس سے تعلیق صادر ہو رہی ہے وہ تنجیز (فوری طور پر تصرف کرنے) پر قادر ہو، ورنہ اس کی تعلیق صحیح نہیں ہوگی، اور ان کے یہاں قاعدہ فقہیہ یہ ہے: ”من ملک التنجیز ملک التعلیق، ومن لا یملک التنجیز لا یملک التعلیق“ (۲) (جو تنجیز کا مالک ہوگا وہ تعلیق کا بھی مالک ہوگا، اور جو تنجیز کا مالک نہیں ہوگا وہ تعلیق کا بھی مالک نہیں ہوگا) اور یہاں قاعدہ کی دونوں شکلوں میں کچھ استثناءات ہیں جن کو سیوطی نے بیان کیا ہے۔

اس قول کے قائلین کی دلیل وہ حدیث ہے جس کی روایت احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کی ہے، اور وہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ”لا ینذر لابن آدم فیما لا یملک، ولا ینذر لابن آدم فیما لا یملک، ولا ینذر لابن آدم فیما لا یملک، ولا ینذر لابن آدم فیما لا یملک“ (۳) (اس چیز میں ابن آدم کی نذر نہیں ہو سکتی جس کا وہ مالک نہ ہو اور اس کو آزاد نہیں کر سکتا جس کا وہ مالک نہ ہو، اور اس کو طلاق نہیں دے سکتا جس کا وہ مالک نہ ہو)۔

(۱) فتح القدیر ۳/۲۸۸۔

(۲) المسکوٰۃ ۳/۲۱۱، ۲۱۵، الاشیاء والنظار للسیوطی ص ۸۷۔

(۳) حدیث: ”لا ینذر لابن آدم فیما لا یملک، ولا ینذر لابن آدم فیما لا یملک، ولا ینذر لابن آدم فیما لا یملک، ولا ینذر لابن آدم فیما لا یملک“ کی روایت ترمذی (۳/۲۵۵ طبع کلبی) اور ابو داؤد (۲/۶۳۰ تحقیق عزت عید دھاس) نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کی ہے۔ مورخ ترمذی نے اس کو صحت قرار دیا ہے۔

شوہر نے کہا: ”ان كنت كما قلت فانك طالق“ (اگر میں ویسا ہی ہوں جیسا تم نے کہا تو تمہیں طلاق ہے) تو فوری طور پر طلاق پڑ جائے گی، خواہ جس طرح اس نے کہا ہے شوہر ویسا ہی ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ شوہر عام طور سے طلاق کے ذریعہ صرف اس کو اذیت دینے کا ہی ارادہ کرتا ہے (۱)۔

اور اگر وہ تعلیق کا ارادہ کرے تو فیما بینہ و بین اللہ دیانۃ مان لیا جائے گا۔

ششم: یہ کہ فاء اور ”إذا“ مضافاتیہ کی طرح کا کوئی حرف ربط پایا جائے، اور جزا مؤخر ہو ورنہ طلاق فوراً واقع ہو جائے گی (۲)۔  
ہفتم: یہ کہ تعلیق (تصرف کو مطلق کرنا) جس شخص سے صادر ہو رہی ہو وہ تنجیز (فوری طور پر تصرف کرنے) کا مالک ہو (یعنی حقیقی یا حکمی طور پر زوجیت باقی ہو) اور اس شرط میں اختلاف ہے، چنانچہ حنفیہ اور مالکیہ طلاق مطلق کرنے میں اس کو شرط نہیں قرار دیتے ہیں، بلکہ اس میں مطلق ملک پر اکتفا کرتے ہیں، خواہ ملک محقق ہو یا مطلق ہو، یہاں تک کہ مالکیہ نے اس کے بارے میں تعلیق صریح اس صورت میں جبکہ اس نے کسی عورت سے کہا ہو: ”ان تزوجتک فانک طالق“ (اگر میں تم سے شادی کروں تو تم کو طلاق ہے) اور اس تعلیق کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی ہے جس میں (شرط کی) صراحت نہ کی ہو، جیسے کسی اجنبی عورت کے بارے میں کہے: ”ھی طالق“ (اسے طلاق ہے) اور نیت کرے کہ میری اس سے شادی کرتے وقت، چنانچہ دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی (۳)۔

(۱) ابن ماجہ ص ۲/۹۳۔

(۲) الاشیاء والنظار لابن کثیر ص ۶۷، ابن ماجہ ص ۲/۹۳۔

(۳) فتح القدیر ص ۳/۱۲ طبع دار صادر، الدرر السنی ۳/۲۰۷ طبع المکتبۃ الخیر فی ۳/۳۸، ۳۷ طبع دار صادر۔



## تعلیق ۳۰-۳۱

نیز یہ حدیث: ”لا طلاق إلا بعد نکاح“ (۱) (نکاح کے بعد ہی کوئی طلاق ہو سکتی ہے)۔

اس حدیث کی روایت وار قطنی وغیرہ نے بھی بروایت حضرت عائشہؓ کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے: ”وإن عینھا“ (اگر چہ عورت متعین کر دی ہو) نیز اس لئے کہ محل طلاق یعنی زوجہ پر تامل کی ولایت نہیں ہے (۲)۔

### تصرفات پر تعلیق کا اثر:

۳۰- یہاں ایک اہم اصولی مسئلہ یہ ہے کہ تعلیق کیا سبب کی سبیت سے مانع ہوتی ہے یا صرف حکم کو ثبوت سے روک دیتی ہے، سبیت کو انعقاد سے نہیں روکتی؟ اس مسئلہ میں اختلاف حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان ہے، چنانچہ حنفیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ تعلیق جس طرح حکم کو ثبوت سے روکتی ہے اسی طرح سبب کی سبیت میں بھی مانع ہوتی ہے، اور شافعیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ تعلیق سبب کو سبیت سے نہیں روکتی، وہ تو صرف حکم کو ثبوت سے روکتی ہے، اور سبب کو انعقاد سے نہیں روکتی۔ تو تعلیق کا حکم کے ثبوت سے مانع ہونا حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان متفق علیہ ہے، اور اس کا سبب کی سبیت سے مانع ہونا محل اختلاف ہے۔

حنفیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ تعلیق سبب کی سبیت میں بھی مانع ہوتی ہے، اور شافعیہ کی رائے اس کے برعکس ہے اور اس پر مقرر ہونے والی چیزوں میں طلاق اور عتاق کو ملک پر معلق کرنا ہے، اس لئے کہ حنفیہ کے یہاں وہ صحیح ہے اور ملک کے وجود کے وقت وقوع

(۱) حدیث: ”لا طلاق إلا بعد نکاح“ کی روایت پہنچی (۷/۳۲۰ طبع دارۃ المعارف المعانیہ) نے حضرت سجاد بن جبّل سے کی ہے اور ابن حجر نے الفتح (۹/۳۸۳ طبع المستقیم) میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔  
(۲) کشاف القناع ۵/۲۸۵، مغنی المحتاج ۳/۲۹۲۔

ہو جائے گا، اس لئے کہ فی الحال وہ سبب نہیں ہے بلکہ وہ شرط کے پائے جانے کے وقت سبب بنے گا اور یہاں پر شرط ملک ہے، لہذا وہ مملوک محل پر واقع ہو جائے گا، اور شافعیہ کے نزدیک یہ تعلیق صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک تعلیق حکم کا سبب فوری طور پر بنتی ہے اور یہاں محل مملوک نہیں ہے، لہذا وہ لغو ہوگی، اور شرط پائے جانے کے وقت کچھ بھی واقع نہیں ہوگا (۱)۔

۳۱- تعلیق کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے تصرفات کی دو قسمیں ہیں:

ان میں سے ایک: وہ تصرفات ہیں جو تعلیق کو قبول کرتے ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ ایلان، تدبیر (مدبر بنانا)، حج، خلع، طلاق، ظہار، حلق، کتابت (مکاتب بنانا) نذر، ولایت۔

دوسرے: وہ تصرفات جو تعلیق کو قبول نہیں کرتے، وہ یہ ہیں:  
اجارہ، قمار، اللہ تعالیٰ پر ایمان، بیع، رجعت، نکاح، وقف اور وکالت۔

اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جو تصرف خالص تملیک (مالک بنانا) ہو، اس میں تعلیق کا کوئی دخل نہیں ہوتا، جیسے فروختگی، اور جو تصرف خالص حل یعنی اسقاط ہوا اس میں قطعی طور پر تعلیق کا دخل ہوگا جیسے حلق، اور ان دونوں مراتب کے درمیان کچھ مراتب ایسے ہیں جن میں اختلاف ہوتا ہے جیسے فسخ اور ابراء (بری کرنا)، اس لئے کہ ان دونوں میں تملیک سے مشابہت ہے، اسی طرح وقف ہے، اس میں حلق سے معمولی مشابہت ہے، لہذا اس میں بھی ایک کمزور نقطہ نظر جاری ہوا (۲)۔

(۱) مسلم الشبوت ۱/۲۳۳، ۲۳۲ طبع صادر۔  
(۲) المحکو ولو کشی ۱/۳۷۸، الاشباہ والنسب ۱/۳۷۷۔

اس کی تفصیل ذیل میں ہے:

ج۔ خلع:

۳۴۔ خلع اگر بیوی کی طرف سے ہو، اس طور پر کہ طلاق کے مطالبہ کی ابتداء کرنے والی وہی ہو، تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک وہ تعلیق کو قبول نہیں کرے گا، اس لئے کہ بیوی کی طرف سے خلع معاوضہ ہے، اور اگر شوہر کی جانب سے ہو تو حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک وہ تعلیق کو قبول کرے گا، اس لئے کہ اس کی طرف سے خلع طلاق ہے، اور اسی طرح مال کی شرط پر طلاق دینے کا حکم ہے۔

حنابلہ نے بیع پر قیاس کر کے خلع کو مطلق کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

اور زرکشی نے ”المعوض“ میں بیان کیا ہے کہ خلع کو اگر ہم طلاق قرار دیں تو وہ شرائط پر مطلق کرنے کو قبول کرے گا، اور شرط کو قبول نہیں کرے گا (۱)۔

تفصیل کا محل ”خلع“ کی اصطلاح ہے۔

د۔ طلاق:

۳۵۔ فقہاء نے طلاق کے سلسلہ میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا اجمال یہ ہے کہ طلاق بالاتفاق تعلیق کو قبول کرتی ہے، اور جس پر مطلق کی گئی ہو اس کے پائے جانے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

اور زرکشی نے ”المعوض“ میں بیان کیا ہے کہ طلاق ان تصرفات میں سے ہے جو شرط پر مطلق کرنے کو قبول کرتے ہیں اور شرط کو قبول نہیں کرتے (۲)۔

اور طلاق کی تعلیق سے متعلق فقہاء بہت سے مسائل بیان کرتے

اول: وہ تصرفات جو تعلیق کو قبول کرتے ہیں:

الف۔ ایلاء:

۳۲۔ فقہاء کے نزدیک ایلاء شرط پر مطلق کرنے کو قبول کرتا ہے، مثلاً کہے: اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو اللہ کی قسم میں تم سے قریب نہیں ہوں گا، چنانچہ وہ شخص شرط پائے جانے کے وقت مولیٰ (ایلاء کرنے والا) ہو جائے گا، اس لئے کہ ایلاء ایک یمین ہے جس میں تمام ایمان کی طرح شرط کا احتمال ہوتا ہے۔

اور زرکشی نے ”المعوض“ میں بیان کیا ہے کہ ایلاء ان تصرفات میں سے ہے جو شرط پر مطلق کرنے کو قبول کر لیتے ہیں اور شرط کو قبول نہیں کرتے، لہذا اس کا یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ میں نے تم سے فلاں شرط پر ایلاء کیا (۱)۔

تفصیل کا محل ”ایلاء“ کی اصطلاح ہے۔

ب۔ حج:

۳۳۔ زرکشی نے ”المعوض“ میں بیان کیا ہے کہ حج کو مطلق کرنا صحیح ہے، جیسے کہے: اگر فلاں احرام باندھے تو میں بھی باندھتا ہوں، اور شرط کو بھی قبول کرتا ہے جیسے کہ کہے: میں نے اس شرط کے ساتھ احرام باندھا کہ اگر میں بیمار ہو گیا تو حلال ہو جاؤں گا (۲)۔

تفصیل کا محل ”حج“ کی اصطلاح ہے۔

(۱) بدائع الصنائع ۳/۱۶۵، المحرر ۳/۹۰، الروضہ ۲۸/۲۲۳، کشاف القناع ۵/۳۵۹، المعوضہ ۱/۳۷۵۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۳/۳۱ طبع المصریہ الدسوقی ۳/۳۸۰ طبع دار الفکر المعوضہ ۱/۳۷۵، ۳/۳۷۵ طبع الفیج، کشاف القناع ۳/۵۳۲ طبع انصر۔

(۱) تبیین الحقائق ۲/۲۷۲، بدائع الصنائع ۳/۱۵۲، جوہر لا طیل ۱/۳۳۵،

الروضہ ۷/۳۸۲، کشاف القناع ۵/۲۱۷، المعوضہ ۱/۳۷۵ طبع الفیج، اور دیکھئے وہ بحث جو الموسوعۃ الفقہیہ (۳/۲۳۲) میں آئی ہے۔

(۲) المعوضہ ۱/۳۷۵ طبع الفیج۔

## تعلیق ۳۶-۴۰

و- عتق (آزاد کرنا):

۳۷- شرط اور صفت پر عتق کی تعلیق صحیح ہونے پر دونوں میں کچھ تفصیل کے ساتھ جسے عتق کی اصطلاح میں دیکھا جائے، فقہاء متفق ہیں (۱)۔

ز- مکاتبت:

۳۸- مکاتبت کو شرط پر مطلق کرنا جائز ہے اور اس کے بارے میں کچھ تفصیل ہے جو ”إسقاط“ کی اصطلاح میں گزر چکی ہے، نیز ”مکاتبت“ کی اصطلاح کی طرف بھی رجوع کریں (۲)۔

ح- نذر:

۳۹- نذر کو شرط پر مطلق کرنے کے جواز پر فقہاء متفق ہیں، اور جس پر مطلق کیا گیا ہے، اس کے حصول سے پہلے نذر پوری کرنا سبب وفاء (پورا کرنے کا سبب) نہ پائے جانے کی وجہ سے واجب نہیں ہوگا، چنانچہ جب وہ چیز پائی جائے جس پر تعلیق کی گئی ہے تو نذر پائی جائے گی اور اسے پورا کرنا ضروری ہوگا (۳) ”نذر“ کی اصطلاح میں اس کی تفصیل ہے۔

ط- ولایت:

۴۰- اس کی مثال امارت، قضاء اور وصایت (وصی بنانا) سے دی جاتی ہے، امارت اور قضاء کو شرط پر مطلق کرنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ

(۱) البحر الرائق ۳۹۹، تمییز الحقائق ۳/۲۳۱، ۲۳۳، ابن ماجہ ۳۳۳، الدرر النقی ۳۶۵، اقلیو بی ۳۶۵، کشاف القناع ۳۶۱، الانصاف ۳۱۳/۷۔

(۲) إسقاط کی اصطلاح الموسوعة الفقہیہ ۳۲۳۔

(۳) بدائع الصنائع ۳/۵۳، جوہر لا طیل ۱/۲۲۳، حاشیہ اقلیو بی ۳۸۸، ۲۸۹، کشاف القناع ۶/۲۷۷۔

ہیں، جیسے اس کو مشیت، حمل، ولادت یا دوسرے کے فعل پر مطلق کرنا، خود طلاق پر مطلق کرنا، اور آنے والے کسی امر پر یا ایسے امر پر مطلق کرنا جس کا وقوع محال ہو، اس کے علاوہ وہ مسائل جن کی بحث لمبی ہے، لہذا اس کی تفصیل کے لئے طلاق کی طرف رجوع کیا جائے (۱)۔

ظہار:

۳۶- باتفاق فقہاء ظہار کو مطلق کرنا صحیح ہے، اور یہ اس لئے کہ ظہار طلاق ہی کی طرح تحریم کا تقاضا کرتا ہے اور یمین کی طرح کفارہ کا تقاضا کرتا ہے، اور طلاق و یمین میں سے ہر ایک کو مطلق کرنا صحیح ہے، لہذا جو اپنی بیوی سے کہے: ”أنت علی کظہر أُمی إن دخلت الممار“ (اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو) تو عورت کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے وہ ظہار کرنے والا نہیں ہوگا۔

اور زرکشی نے ”المختار“ میں بیان کیا ہے کہ شرط پر تعلیق قبول کرنے اور شرط قبول نہ کرنے میں ظہار طلاق کی طرح ہے (۲)۔ اور تفصیل کا محل ”ظہار“ کی اصطلاح ہے۔

(۱) فتح القدیر ۳/۲۷۷، ۱۳۲، تمییز الحقائق ۳/۲۳۱، ۲۳۳، ابن ماجہ ۳۳۳، ۵۲۰، فتاویٰ قاضی خاں بہاش القتاوی البندیہ ۱/۱۷۱، ۵۱۹، القتاوی البندیہ ۱/۱۵۳، ۵۳، جوہر لا طیل ۱/۳۳۱، الدرر النقی ۳/۳۷۰، اہل المذہب ۳/۱۵۳، ۱۵۶، الروضہ ۸/۱۱۳، ۱۸۵، حاشیہ اقلیو بی ۳۵۰، ۳۶۳، نہایہ المحتاج ۷/۱۰۳، ۵۳، تحفۃ المحتاج ۸/۷۸، ۱۳۶، کشاف القناع ۵/۲۸۳، الانصاف ۹/۵۹، المغنی لابن قدامہ ۵/۷۸، ۲۳۵۔

(۲) بدائع الصنائع ۳/۲۳۲، جوہر لا طیل ۱/۳۷۱، شرح الترغاتی ۳/۱۶۳، ۱۶۵، الخرش ۳/۱۰۳، مغنی المحتاج ۳/۵۳، نہایہ المحتاج ۷/۷۹، کشاف القناع ۵/۳۷۳، المحرر ۱/۳۷۵۔



## تعلیق ۳۱-۳۳

دونوں خالص ولایت ہیں (۱)۔

اس کی تفصیل کا محل ”مارت“ اور ”قضاء“ کی اصطلاح ہے۔

ری وصایت تو ظاہر مذہب میں حنفیہ کے یہاں، نیز ثانیہ اور حنابلہ کے نزدیک مارت سے قرب کی وجہ سے اس کو شرط پر معلق کرنا جائز ہے، چنانچہ جب کہے: جب میں مرجاؤں تو فلاں میرا وصی ہے تو مذکورہ شخص شرط پائے جانے پر وصی ہو جائے گا، اس لئے کہ صحیح حدیث ہے: ”فان قتل زید أو استشهد فامیرکم جعفر، فان قتل واستشهد فامیرکم عبداللہ بن رواحہ“ (۲) (اگر زید قتل یا شہید کر دیئے جائیں تو تمہارے امیر جعفر ہوں گے، اگر وہ بھی قتل یا شہید کر دیئے جائیں تو تمہارے امیر عبداللہ بن رواحہ ہوں گے)۔ مالکیہ نے اس کو معلق کرنے کے جواز کی صراحت نہیں کی ہے (۳)۔

تفصیل کا محل ”وصایہ“ کی اصطلاح ہے۔

دوم: وہ تصرفات جو تعلیق کو قبول نہیں کرتے:

الف- اجارہ:

۳۱- شرط پر اجارہ کرنا فقہاء کے درمیان اتفاق کے ساتھ جائز نہیں ہے، یہ اس لئے کہ اجارہ پر دیئے ہوئے سامان کی منفعت کی ملکیت

(۱) جامع المفصلین ۴/۲، الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۳/۶۸، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۹۶/۳۔

(۲) حدیث: ”عن عبداللہ بن جعفر“ قال: بعث رسول اللہ ﷺ جبشہا اسمعہل علیہم زید بن حارثۃ وقال: فان قتل زید أو استشهد فامیرکم جعفر، فان قتل أو استشهد فامیرکم عبداللہ بن رواحہ“ کی روایت احمد (۲/۲۰۳ طبع المصنوع) نے کی ہے اور ابن حجر نے الفتح (۵/۱۱ طبع المنقح) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے بخاری (فتح ۷/۵۱۰ طبع المنقح) میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت سے اس کا ایک ثابہ بھی ہے۔

(۳) جامع المفصلین ۴/۲، الترقا فی ۵/۸، ۴/۵۳، ۲/۹۳، جوہر لا طیل ۳/۱۶، ۳۲۷، الدرر النوری ۳/۲۲، ۵۶، ۳/۷۱، کشاف القناع ۳/۵۵۔

مدت اجارہ میں مؤخر (اجرت پر دینے والا) سے مستأجر (اجرت پر لینے والا) کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، اور ملکیتوں کا منتقل ہونا رضامندی کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے اور رضامندی جزم کے ساتھ ہوتی ہے، اور تعلیق کے ساتھ جزم نہیں ہو سکتا (۱)۔

ب- اقرار:

۳۲- اقرار کو شرط پر معلق کرنا بالاتفاق ناجائز ہے، اس لئے کہ اقرار کرنے والا اس کے ذریعہ فی الحال اقرار کرنے والا شمار ہوتا ہے، اور اس لئے بھی کہ شرط پر معلق کرنا اقرار سے رجوع کر لینے کے معنی میں ہے اور حقوق العباد کے اقرار میں رجوع کا احتمال نہیں ہوتا، اور اس لئے بھی کہ اقرار کرنا سابقہ حق کی خبر دینا ہے، لہذا اس کو معلق کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ شرط سے پہلے ہی واجب ہو چکا ہے (۲)۔

تفصیل ”اقرار“ کی اصطلاح میں ہے۔

ج- اللہ تعالیٰ پر ایمان:

۳۳- اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا شرط پر معلق کرنے کو قبول نہیں کرتا، چنانچہ جب کہے: ”اگر تم اس مسئلہ میں جھوٹے ہو تو میں مسلمان ہوں“ تو اگر وہ اسی طرح ہوتب بھی اس کو اسلام نہیں حاصل ہوگا، اور اس لئے بھی کہ دین میں داخل ہونا اس کی صحت پر جزم کرنے کا فائدہ دیتا ہے اور تعلیق کرنے والا جزم کرنے والا نہیں ہے (۳)۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۹۶/۳، الفروق ۲/۲۹، المکھور ۱/۷۳، نیز دیکھئے الموسوعۃ المکھیہ ۱/۲۵۶ ”اجارہ“ کی اصطلاح۔

(۲) الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۳/۶۷ طبع الہلال، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۹۶/۳ طبع المکتبۃ الاسلامیہ، الفروق للقرافی ۲/۲۹ طبع دار احیاء الکتب العربیہ، جوہر لا طیل ۳/۱۳۳ طبع المعرفی، المکھور ۱/۷۵ طبع الصبیح، کشاف القناع ۲/۶۶/۶ طبع المنصر، نیز دیکھئے الموسوعۃ ۶/۶۵۔

(۳) الفروق للقرافی ۲/۲۹، المکھور للورکشی ۱/۷۳، الاشباہ والنظائر للسیوطی ۳/۷۶۔

## تعلیق ۴۴-۴۷

شوہر کا حق ہے، لہذا اس کو اس کے مطلق کرنے کا اختیار ہے (۱)، تفصیل ”رجعت“ کی اصطلاح میں ہے۔

تفصیل ”ایمان“ کی اصطلاح میں ہے۔

و- بیع:

۴۴- بیع الجملہ بیع کو شرط پر مطلق کرنا بالاتفاق ناجائز ہے، یہ اس لئے ہے کہ بیع میں ایک جانب سے دوسری جانب ملکیت کی منتقلی ہوتی ہے، اور ملکیتوں کا انتقال رضامندی پر مبنی ہوتا ہے اور رضامندی جزم پر مبنی ہوتی ہے، اور تعلیق کے ساتھ جزم نہیں ہوتا (۱)۔  
تفصیل ”بیع“ کی اصطلاح میں ہے۔

و- نکاح:

۴۶- حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اور شافعیہ کے یہاں مذہب مختار میں نکاح کو شرط پر مطلق کرنا جائز نہیں ہے، حنابلہ کے نزدیک اللہ کی مشیت کے علاوہ کسی دوسری آئندہ آنے والی شرط پر ابتداء نکاح کو مطلق کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جیسا کہ ”کشاف القناع“ میں آیا ہے، وہ ایک عقد معاوضہ ہے، لہذا بیع کی طرح ہی کسی شرط مستقبل (آنے والی شرط) پر اس کو مطلق کرنا جائز نہیں ہے (۲)۔  
تفصیل ”نکاح“ کی اصطلاح میں ہے۔

ھ- رجعت:

۴۵- حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک رجعت کو کسی شرط پر مطلق کرنا ناجائز ہے (۲)۔

ز- وقف:

۴۷- حنفیہ کے نزدیک وقف کو کسی شرط پر مطلق کرنا ناجائز ہے، مثلاً کہے: اگر میرا لڑکا آجائے تو میرا گھر مساکین پر صدقہ موقوفہ ہے، اس لئے کہ ان کے یہاں وقف میں تجریر شرط ہے۔  
مالکیہ نے اپنے یہاں تجریر شرط نہ ہونے کی وجہ سے حق پر قیاس کر کے اس کی تعلیق کی اجازت دی ہے (۳)۔

شافعیہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے اور وقف کو مطلق کرنا ان صورتوں میں صحیح نہیں ہے جو آزا کرنے کے مشابہ نہ ہوں، جیسے کہے: جب زید آجائے تو میں فلاں چیز کو فلاں چیز پر وقف کرتا ہوں، اس لئے کہ یہ ایک ایسا عقد ہے جو بیع اور ہبہ کی طرح فوری طور پر وقف

مالکیہ نے رجعت کو مطلق کرنے کی صورت میں اس طور پر کہ اپنی بیوی سے کہے: ”اگر کل آجائے تو تم سے رجوع ہوگا“ اس کے باطل ہونے سے متعلق دو اقوال بیان کئے ہیں:

ایک: یہ، اور یہی اظہر ہے کہ وہ نہ ابھی صحیح ہوگی اور نہ کل، اس لئے کہ رجعت ایک طرح کا نکاح ہے، اور نکاح کسی مدت کے لئے نہیں ہوتا، نیز رجعت کو اس سے متصل نیت کی حاجت ہوتی ہے۔

اور دوسرا قول: یہ ہے کہ وہ صرف اس وقت باطل ہوگی، اور دوسرے دن میں رجعت صحیح ہو جائے گی، اس لئے کہ رجوع کرنا

(۱) الاشبہ والافکار لابن نجیم ۳/۶۷، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۹۶، الفرق للقرافی ۲۲۹/۱ طبع دار احیاء الکتب العربی، الروضہ ۳/۳۸، المنہج ۱/۴۷، ۳، کشاف القناع ۳/۱۹۵، ۱۹۵ طبع انصر، مثنی الارادات ۱/۳۵۳ طبع دارالعروب۔

(۲) جامع المقصولین ۳/۳، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۹۶، الاشبہ والافکار للسیوطی ۳/۶۷، ۳، روضۃ الطالبین ۲/۲۱۶، کشاف القناع ۵/۳۳۳۔

(۱) جوہر والکیل ۱/۶۳، الدسوقی علی شرح الدرر ۲/۲۰۲۔  
(۲) جامع المقصولین ۵/۵، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۹۶، جوہر والکیل ۱/۲۸۳، التاج والکیل ہاشم سواہب الجلیل ۳/۲۶۶، الروضہ ۵/۳۰، المنہج ۱/۴۷، ۳، کشاف القناع ۵/۹۸، ۹۸۔  
(۳) نتائج الافکار ۵/۷، حاشیہ ابن حابدین ۳/۶۲، الدسوقی ۳/۸۷۔

## تعلیق ۴۸

### ح-وکالت:

۴۸- حنفیہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک وکالت کو کسی شرط پر مطلق کرنا جائز ہے، مثلاً وہ کہے: اگر زید آجائے تو تم فلاں چیز بیچنے میں میرے وکیل ہو، اس لئے کہ بقول کاسانی توکیل تصرف کے اطلاق (تصرف کی آزادی دے دینا) کا نام ہے، اور اطلاقات ان چیزوں میں سے ہیں جو تعلیق بالشرط کو قبول کرتی ہیں، اور اس لئے کہ ان حضرات کے نزدیک موکل کی شرائط معتبر ہوتی ہیں، لہذا وکیل کو ان کی مخالفت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، اور اگر وکالت کو زمان و مکان یا اس طرح کی کسی چیز سے مقید کر دے تو وکیل کو اس کی مخالفت کا اختیار نہیں ہوگا (۱)۔

اور شافعیہ نے صفت یا وقت کی کسی شرط پر وکالت کو مطلق کرنے کے بارے میں دو اقوال نقل کئے ہیں:

دونوں میں صحیح: یہ ہے کہ ایسا کرنا تمام عقود پر قیاس کرتے ہوئے صحیح نہ ہوگا، اس سے صرف وصیت اور امارت مستثنیٰ ہیں، اس لئے کہ وصیت جہالت کو قبول کرتی ہے اور امارت میں حاجت کی وجہ سے اسے انگیز کیا جاتا ہے۔

دوسرے قول: یہ ہے کہ وصیت پر قیاس کرتے ہوئے صحیح ہے (۲)۔

کردہ چیز کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی طرف یا ان لوگوں کی طرف جن کے لئے وقف کی گئی ہے منتقل کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

اور جو وقف آزاد کرنے کے مشابہ ہو، جیسے جب رمضان آجائے تو میں نے اس کو مسجد بنایا، تو بقول ابن رفیعہ قول ظاہر اس کا صحیح ہونا ہے، اور یہ تفصیل اس وقت ہے جب اس کو موت پر مطلق نہ کیا ہو، اور اگر موت پر مطلق کیا ہو جیسے کہا: میں نے اپنے گھر کو اپنی موت کے بعد فقراء پر وقف کیا، تو یہ صحیح ہوگا، شیخین نے یہی فرمایا ہے، اور گویا یہ وصیت ہوگی، اس لئے کہ فقال کا قول ہے: اگر اس کو بیچ کے لئے پیش کرے تو یہ (وقف سے) رجوع ہوگا (۱)۔

حنابلہ نے ابتداء وقف کو زندگی میں کسی شرط پر مطلق کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے، مثلاً کہے: ”جب فلاں مہینہ کا آغاز ہو جائے تو میرا گھر وقف ہے“ یا ”میرا گھوڑا وقف ہے“ وغیرہ، اس لئے کہ وہ اس چیز میں ملکیت کو منتقل کرنا ہے جو تعلیب اور سرایت پر مبنی نہیں ہے، لہذا جبہ کی طرح اس کو کسی شرط پر مطلق کرنا ناجائز ہوگا۔

اور ابن قدامہ نے بیان کیا ہے کہ ان کو اس کے بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے، اور حنابلہ میں سے متاخرین نے اس کو موت پر مطلق کرنے اور زندگی میں کسی شرط پر مطلق کرنے کو براہِ قرار دیا ہے۔

رہا وقف کی انتہاء کو کسی وقت پر مطلق کرنا، جیسے اس کا کہنا: میرا گھر ایک سال تک یا حاجیوں کے آنے تک وقف ہے، تو وہ وجود میں سے ایک کے مطابق وہ صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ وقف کے تقاضے یعنی تابید (وانگی ہونا) کے منافی ہے، اور دوسرے قول کے مطابق صحیح ہوگا، اس لئے کہ وہ انتہاء کے انقطاع والا ہے (۲)۔

(۱) نہایۃ المحتاج ۵/۳۷۲۔

(۲) المغنی ۵/۶۲۸، نیز الموسوعۃ الفقہیہ میں ”وقف“ کی اصطلاح کی طرف رجوع کریں۔

(۱) بدائع الصنائع ۶/۲۰، التاج والکلیل ہامش سوامہ الجلیل ۵/۱۹۶، الدرر النوری ۳۸۳۔

(۲) نہایۃ المحتاج ۵/۲۸، کشاف القناع ۳/۶۲، المغنی ۵/۹۳، نیز الموسوعۃ الفقہیہ میں ”وکالت“ کی اصطلاح کی طرف رجوع کیجئے۔



## تعلیل ۱-۳

اور حکمت حکم کے مشروع کرنے کے محرک یا اس مصلحت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے حکم مشروع ہوا ہو (۱)۔  
اس کی تفصیل اصولی ضمیمہ میں دیکھی جائے۔

### احکام کی تعلیل:

۲- عبادات کے احکام میں اصل عدم تعلیل ہے، اس لئے کہ وہ حکم مرتب کرنے کے لئے کسی مناسب معنی کے ادراک کے بغیر ہی عام حکمت یعنی تعبد پر قائم ہوتے ہیں۔

معاملات، عادات، اور جنایات وغیرہ کے احکام میں اصل یہ ہے کہ وہ معلل ہوں، اس لئے کہ ان کا دار و مدار بندوں کے مصالح کی رعایت پر ہوتا ہے، لہذا ان مصالح کو محقق کرنے کے لئے اس کے احکام مناسب معانی پر مرتب کئے گئے۔

اور تعبدی احکام پر قیاس نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ ان کے حکم کو ان کے غیر کی طرف متعدی کرنے کا امکان نہیں ہوتا (۲)۔  
اس کی تفصیل ”تعبدی“ کی اصطلاح میں دیکھی جائے۔

### احکام کی تعلیل کے فوائد:

۳- احکام کی تعلیل کے کئی فوائد ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ شریعت نے علتوں کو احکام بتانے والا اور ظاہر کرنے والا بنایا ہے تاکہ مکلفین کے لئے ان کی واقفیت حاصل کرنا اور ان کی پابندی کرنا آسان ہو جائے۔

اور انہیں میں سے یہ بھی ہے کہ احکام زیادہ قابل قبول اور

## تعلیل

### تعریف:

۱- تعلیل لغت میں ”عل یعل و اعتل“ یعنی مریض ہوا، فہو علیہ سے ماخوذ ہے، اور علت مشغول کر دینے والے مرض کو کہتے ہیں، جمع ”علل“ ہے (۱) اور لغت میں علت سبب کے معنی میں بھی آتا ہے۔

اور اصطلاح میں تعلیل اثر کے اثبات کے لئے مؤثر کے ثبوت کو ثابت کرنے کا نام ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ شئی کی علیت ظاہر کرنے کا نام ہے، خواہ علت نامہ ہو یا ماقضہ (۲)۔

علت کی تعریف اہل اصول نے اپنے اس قول سے کی ہے: علت وہ ظاہر اور منضبط وصف ہے جس پر حکم مرتب کرنے سے مفیدہ دور کرنے یا مصلحت حاصل کرنے میں سے مکلف کی کوئی مصلحت لازم آتی ہو۔

اور علت کے کئی نام ہیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں: سبب، باعث، حامل، مناط، دلیل اور مقتضی وغیرہ۔

اور علت کو سبب کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ حکم کو ثابت کرنے میں مؤثر ہوتی ہے، جیسے قتل عمد میں عدوان وجوب قصاص کا سبب ہے۔

اسی طرح علت کو حکمت کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے،

(۱) الخلوخ علی الخوض ۲/۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، جمع الجوامع بحامیہ اخطار، ارشاد لکھنؤ  
حصہ ۲۰۷۔

(۲) المواعظ ۲/۳۰۹، ۳۰۹، المبرہان ۲/۸۹، ۸۹، ۹۵۔

(۱) المصباح للمیر، لسان العرب، تاج العروس مادہ ”علل“۔

(۲) القاسوس، التعریفات للبحر جانی حصہ ۶۱۔

## تعلیل ۴-۵

اطمینان بخش ہو جائیں (۱)۔

اس کی تفصیل اصولی ضمیمہ میں دیکھی جائے۔

استدلال کی حاجت کے بغیر اسی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔  
اس کی دو قسمیں ہیں: اول: جس میں وصف کے حکم کی علت یا  
سبب ہونے کی صراحت کی گئی ہو۔

دوم: جو کتاب یا سنت میں حروف تعلیل میں سے کسی حرف سے  
معلل ہو کر آیا ہو۔

### نصوص کی تعلیل:

۴- نصوص کی تعلیل کرنے میں اصولیین کے چار نقطہ ہائے نظر ہیں:

الف۔ یہ کہ اصل عدم تعلیل ہے، یہاں تک کہ تعلیل پر کوئی  
دلیل قائم ہو جائے۔

ب۔ یہ کہ اصل ہر اس وصف سے تعلیل کرنا ہے جس کی طرف  
حکم کی اضافت کرنا صحیح ہو، یہاں تک کہ بعض کی تعلیل سے کوئی مانع پایا  
جائے۔

ج۔ یہ کہ اصل کسی وصف سے تعلیل کرنا ہے، لیکن کسی ایسی  
دلیل کا ہونا ضروری ہے جو تعلیل کے قابل وصف اور ناقابل وصف  
کے درمیان امتیاز کر سکے۔

د۔ یہ کہ نصوص میں اصل بجائے تعلیل کے تعبد ہے (۲)۔

اس کی تفصیل ”تعبدی“ کی اصطلاح اور اصولی ضمیمہ میں دیکھی  
جائے۔

دوسرا طریقہ: اجماع:

تیسرا طریقہ: اشارہ اور تنبیہ:

وہ یہ ہے کہ لفظ کے مدلول سے تعلیل لازم ہو، یہ نہیں کہ لفظ اپنی  
وضع سے تعلیل پر دلالت کر رہا ہو، اس کی کئی قسمیں ہیں، جن کو اصولی  
ضمیمہ میں دیکھا جائے۔

چوتھا طریقہ: سہرا اور تقسیم:

یہ اصل کے اندر اوصاف کا حصر کر لینے اور ان میں جو تعلیل کے  
لائق نہ ہوں ان کو باطل کر دینے کا نام ہے، چنانچہ باقی رہ جانے والا  
وصف تعلیل کے لئے متعین ہو جائے گا۔

علت (معلوم کرنے) کے طریقے:

۵- وہ طریقے جن کو مجتہد احکام کی علت جاننے کے لئے اختیار کرتا  
ہے۔

پہلا طریقہ: نص صریح:

وہ یہ ہے کہ کسی وصف کے ذریعہ تعلیل کرنے پر کتاب یا سنت  
سے کوئی دلیل ایسے لفظ سے بیان کی جائے جو لغت میں تدبر اور

(۱) املو ج علی الخوض ۲/۳۸۲، الاحکام الامامی ۳/۸۸۔

(۲) املو ج علی الخوض ۲/۳۷۶۔

پانچواں طریقہ: مناسبت، شبہ اور طرد:

جس وصف سے تعلیل کی جائے اس کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ جس کی اس کے اوپر حکم مرتب کرنے کے لئے مناسبت  
ظاہر ہو جائے، اس کو وصف مناسب کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ کسی ایسے  
ظاہر اور منضبط وصف پر حکم مرتب ہو جس پر حکم مرتب کرنے سے مفسدہ  
دور کرنے یا منفعت حاصل کرنے میں سے مکلف کی کوئی مصلحت  
لازم آتی ہو، اس کی تعبیر ”خال“، ”مصلحت“، ”استدلال“ اور  
”رعایت مقاصد“ سے کی جاتی ہے، اور اس کے استخراج کو تخریج  
مناط کہا جاتا ہے۔

## تعلیل ۶

ب۔ جس پر حکم مرتب کرنے کے لئے اس کی مناسبت ظاہر نہ ہو، اس کی دو قسمیں ہیں:

اول: شارع کی طرف سے بعض احکام میں جس کا اعتبار مآلوف نہ ہو، اس کو ”وصف طردی“ کہتے ہیں۔

دوم: شارع کی طرف سے بعض احکام میں جس کا اعتبار مآلوف ہو اس کو ”وصف شبہی“ کہتے ہیں۔



چھٹا طریقہ: تنقیح مناط، تحقیق مناط اور دوران:

یہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے گزشتہ طریقوں کی طرف راجع ہیں اور انہیں کے تحت مندرج ہیں۔

تنقیح مناط: دو مسئلوں میں فارق کی نفی کر کے فرع کو اصل سے ملحق کرنے کا نام ہے۔

تحقیق مناط: یہ ہے کہ جو صورت محل نزاع ہو مجتہد اس میں علت کا وجود ثابت کرنے کے لئے اجتہاد کرے۔

دوران: یہ ہے کہ وصف کے پائے جانے پر حکم پایا جائے اور وصف کے نہ ہونے سے حکم مرتفع ہو جائے (۱)۔

اور ان مسالک میں سے بعض میں کچھ اختلاف اور تفصیل ہے جس کو اصولی ضخیمہ میں دیکھا جائے۔

### حدیث معلل:

۶۔ وہ ہے جس میں کسی ایسی علت کا پتہ چلے جو اس کی صحت میں قادح (عیب پیدا کرنے والی) ہو، باوجودیکہ اس کا ظاہر قادح سے

(۱) الاحکام الامدادی ۲/۵۱، اور اس کے بعد کے صفحات، المحمول ۲/۱۲، القسم الثانی  
 رص ۱۹۳، اور اس کے بعد کے صفحات، حاشیہ الخطار علی جمع الجوامع ۲/۱۳،  
 الجلو ج علی التوضیح ۲/۶۷۔



# تراجم فقہاء

جلد ۱۲ میں آنے والے فقہاء کا مختصر تعارف

[البدایہ و النہایہ ۳/۴۶۱: نیل الابتہاج بہامش  
الدریاج ۱۴۰: لآعلام ۳/۲۲۱]

## الف

الاولیٰ: یہ محمود بن عبد اللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۵ ص ۷۹ میں گذر چکے۔

ابن ابی لیلیٰ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۸ میں گذر چکے۔

الآمدی: یہ علی بن ابو علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۷ میں گذر چکے۔

ابن ابی موسیٰ: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۸ میں گذر چکے۔

ابراہیم الباجوری: یہ ابراہیم بن محمد الباجوری ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۵۴ میں گذر چکے۔

ابن الاثیر: یہ المبارک بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۲ میں گذر چکے۔

ابراہیم النخعی: یہ ابراہیم بن یزید ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۷ میں گذر چکے۔

ابن ابطال: یہ علی بن خلف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۸ میں گذر چکے۔

ابن تمیم: یہ محمد بن تمیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۳ میں گذر چکے۔

ابن ابی جمرہ (؟-۶۹۵ھ)

یہ عبد اللہ بن سعد بن ابی جمرہ، ابو محمد ازدی اندلسی ہیں، علماء حدیث میں سے ہیں، مالکی ہیں۔ صاحب ”لمدخل“ نے آپ سے علم حاصل کیا ہے، اور اپنی کتاب میں کثرت سے ان سے نقل کیا ہے۔ بعض تصانیف: ”جمع النہایہ“ جس میں آپ نے بخاری کا اختصار کیا ہے، اور اس کو ”مختصر ابن ابی جمرہ“ کے نام سے جانا جاتا ہے، ”بہجة النفوس“، اور ”المروانی الحسان“ حدیث میں۔

ابن تیمیہ (فتی الدین): یہ احمد بن عبد الحلیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۹ میں گذر چکے۔

ابن تیمیہ: یہ عبد السلام بن عبد اللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۶ میں گذر چکے۔

ابن جریج

ابن جریج: یہ عبدالملک بن عبدالعزیز ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۹ میں گذر چکے۔

ابن جنک: دیکھئے: الخلیل بن احمد:

ابن الجوزی: یہ عبدالرحمن بن علی ہیں:  
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۳ میں گذر چکے۔

ابن الحاج: یہ محمد بن محمد مالکی ہیں:  
ان کے حالات ج ۳ ص ۵۵ میں گذر چکے۔

ابن الحاجب:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۹ میں گذر چکے۔

ابن حامد: یہ الحسن بن حامد ہیں:  
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۳ میں گذر چکے۔

ابن حبان: یہ محمد بن حبان ہیں:  
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۳ میں گذر چکے۔

ابن حبیب: یہ عبدالملک بن حبیب ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۳۰ میں گذر چکے۔

ابن حجر العسقلانی:  
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۴ میں گذر چکے۔

تراجم فقہاء

ابن حمدان

ابن حجر المکی: یہ احمد بن حجر لہستانی ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۳۰ میں گذر چکے۔

ابن حکیم (۴۸۴ - ۵۶۷ھ)

یہ محمد بن اسعد بن محمد بن نصر بن حکیم، ابو المنظر حکیمی ہیں، آپ  
ابن حکیم کے نام سے مشہور ہیں، اور فقہاء حنفیہ میں سے ایک واعظ  
ہیں، آپ نے فقہ کی تعلیم حسین بن محمد بن علی الرئیس، نور الہدی زینی  
اور ابو علی بن بہان سے حاصل کی، اور آپ سے ابو المواب بن  
حصری اور ابو نصر شیرازی نے فقہ حاصل کی۔ ابن نجار کہتے ہیں: دمشق  
میں طرخان کے مدرسہ میں درس دیا، پھر امیر واثق نے جو معین الدولہ  
کے نام سے مشہور تھے، آپ کے لئے ایک مدرسہ بنوایا، اور کچھ دن  
آپ نے مدرسہ صادر یہ میں درس دیا۔

بعض تصانیف: "تفسیر القرآن"، "شرح المقامات الحریریة"  
اور "شرح شہاب الأخبار للقصاعی"۔

[تاج التراجم ۵۳: الجواهر المضية ۳۲/۲: طبقات المفسرین  
للد ادوی ۲/۹۰: لأعلام ۶/۶۵۶]

ابن حمدان (۶۰۳-۶۹۵ھ)

یہ احمد بن حمدان بن شعیب بن حمدان، ابو عبد اللہ، نمری حرانی  
ہیں، حنبلی فقیہ اور ادیب ہیں، انہوں نے حران میں حافظ عبدالقادر  
رہاوی سے حدیث سنی، اور ان سے روایت کرنے والے وہ آخری فرد  
ہیں، اور خطیب ابو عبد اللہ بن تیمیہ وغیرہ سے بھی حدیث سنی، اور خود  
شیوخ کے سامنے احادیث پڑھیں، اور اپنے چچا زاد بھائی شیخ  
مجد الدین بن تیمیہ کی ہم نشینی اختیار کی، ان سے کثرت سے بحث کی،  
فقہ میں مہارت حاصل کی، اپنے مذہب کے حقائق اور اس کی



ابن خزمہ

تراجم فقہاء

ابن الصلاح

باریکوں کا جاننا آپ پر ختم تھا، قاہرہ میں آپ کو نائب قاضی بنایا گیا۔  
بعض تصانیف: ”الرعاية الكبرى“، ”الرعاية الصغرى“  
دونوں فقہ میں، ”صفة المفتي و المستفتي“، ”مقدمة في  
أصول الدين“ اور ”الإيجاز في الفقه الحنبلي“۔  
[شذرات المذهب ۵/۴۲۸: لأعلام ۱/۱۱۶: معجم المؤلفين

[۲۱۱/۱]

ابن الشاط (۶۴۳-۷۲۳ھ)

یہ قاسم بن عبد اللہ بن محمد بن الشاط، ابو محمد، ابو القاسم انصاری  
اشبیلی ہیں، مالکی فقیہ اور فرائض کے عالم تھے، بعض علوم میں دستگاہ  
تھی، آپ نے ابو علی حسن بن رافع سے علم حاصل کیا، اور ابو القاسم بن  
براء، ابن ابی الدنیا اور ابن غماز وغیرہ نے آپ کو اجازت دی، اور  
آپ سے ابو زکریا بن بذیل، ابن حباب اور قاضی ابو بکر بن شبرین  
وغیرہ نے علم حاصل کیا۔

بعض تصانیف: ”أنوار البروق في تعقب مسائل القواعد  
والفروق“، ”تحفة الرافض في علم الفرائض“ اور ”تحرير  
الجواب في توفير الثواب“۔

[الديبان ۲۶۶: شجرة انوار الزكية ۲۱۷: معجم المؤلفين ۸/۱۰۵]

ابن شبرمہ: یہ عبد اللہ بن شبرمہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۶ میں گذر چکے۔

ابن الصباغ: یہ عبد السید بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۵۷۷ میں گذر چکے۔

ابن الصلاح: یہ عثمان بن عبد الرحمن ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۴ میں گذر چکے۔

ابن خزمہ: یہ محمد بن اسحاق ہیں:

ان کے حالات ج ۸ ص ۳۱۵ میں گذر چکے۔

ابن دقیق العید: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۴ ص ۴۴۰ میں گذر چکے۔

ابن رجب: یہ عبد الرحمن بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۱ میں گذر چکے۔

ابن رشد: یہ محمد بن احمد (الحفید) ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۲ میں گذر چکے۔

ابن سلمان: یہ احمد بن حسین ہیں:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۷۶ میں گذر چکے۔

ابن الرفعة: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۹ ص ۳۰۹ میں گذر چکے۔

ابن الزبیر: یہ عبد اللہ بن الزبیر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۶ میں گذر چکے۔

ابن عابدین

ابن عابدین: یہ محمد امین بن عمر ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۲ میں گذر چکے۔

ابن عباس: یہ عبداللہ بن عباس ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۲ میں گذر چکے۔

ابن عبدالبر: یہ یوسف بن عبداللہ ہیں:  
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۶ میں گذر چکے۔

ابن عبدالسلام: یہ محمد بن عبدالسلام ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۵ میں گذر چکے۔

ابن العربی: یہ محمد بن عبداللہ ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۵ میں گذر چکے۔

ابن عرفہ: یہ محمد بن محمد بن عرفہ ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۶ میں گذر چکے۔

ابن عقیل: یہ علی بن عقیل ہیں:  
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۷ میں گذر چکے۔

ابن عمر: یہ عبداللہ بن عمر ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۶ میں گذر چکے۔

ابن فرحون: یہ ابراہیم بن علی ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

تراجم فقہاء

ابن الملاحون

ابن القاسم: یہ عبدالرحمن بن القاسم مالکی ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

ابن قدامہ: یہ عبداللہ بن احمد ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۸ میں گذر چکے۔

ابن القسیم: یہ محمد بن ابی بکر ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۸ میں گذر چکے۔

ابن کثیر: یہ اسماعیل بن عمر ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۹ میں گذر چکے۔

ابن المباد (۲۵۰-۳۳۳ھ)

یہ محمد بن محمد بن وثناخ، ابو بکر قیروانی ہیں، ابن المباد کے نام سے مشہور ہیں، مالکی فقیہ، مفسر اور لغوی تھے، یحییٰ بن عمر، ان کے بھائی محمد، ابن طالب اور سعید الحداد وغیرہ سے علم فقہ حاصل کیا، اور آپ سے ابن حارث اور ابن ابی زید نے فقہ کی تعلیم حاصل کی، نیز آپ سے ایک جماعت نے روایت کی ہے جن میں زیاد بن عبدالرحمن اور ابن المثناب بھی ہیں۔

بعض تصانیف: ”الآثار و الفوائد“ وں اجزاء میں، ”کتاب الطہارۃ“، ”فضائل مکہ“ اور ”فضائل مالک بن انس“۔

[الذیباں ۲۴۹: شجرة النور الزكية ۸۴: لا علام ۲۴۲: معجم المؤلفین ۱۱/۳۰۹]

ابن الملاحون: یہ عبدالملک بن عبدالعزیز ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۹ میں گذر چکے۔

ابن ماجہ

ابن ماجہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۹ میں گزر چکے۔

ابن مسعود: یہ عبداللہ بن مسعود ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۶ میں گزر چکے۔

ابن مسعود: یہ محمد بن مسعود ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۲ میں گزر چکے۔

ابن المقرئ: یہ اسماعیل بن ابی بکر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۰ میں گزر چکے۔

ابن المنذر: یہ محمد بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۰ میں گزر چکے۔

ابن ناجی: یہ قاسم بن عیسیٰ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۸ میں گزر چکے۔

ابن نجیم: یہ زین الدین بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گزر چکے۔

ابن نجیم: یہ عمر بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گزر چکے۔

ابن وضاح (۱۹۹-۲۸۶ھ)

یہ محمد بن وضاح بن یزید، اور کہا گیا ہے کہ ابن بدیع، ابو عبداللہ

تراجم فقہاء

ابن وہبان

مالکی ہیں، جو عبدالرحمن بن معاویہ اندلسی کے آڑا کردہ غلام تھے، آپ فقیہ، محدث اور حافظ حدیث تھے، آپ نے یحییٰ بن یحییٰ، محمد بن خالد، محمد بن مبارک صوری، ابراہیم بن المنذر اور عبدالملک بن حبیب وغیرہ سے روایت کی۔

اور آپ سے احمد بن خالد، ابن لہب، ابن المواز، قاسم بن أصغیٰ اور وہب بن مسرہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ حمیدی کہتے ہیں: آپ کثرت سے روایت کرنے والوں اور مشہور ائمہ میں سے ہیں، اور احمد بن خالد کسی کو آپ پر فوقیت نہیں دیتے تھے، اور آپ کی بڑی تعظیم کرتے اور آپ کے فضل و تقویٰ کی تعریف کرتے تھے۔

بعض تصانیف: ”کتاب العباد والعوابد“، ”رسالة السنة“ اور ”کتاب الصلاة في التعليق“۔

[شجرة النور الزكية ۶: ۴۱۶؛ الديباج المذهب ۲۳۹؛ لسان المیزان ۵/۴۱۶؛ لأعلام ۷/۳۵۸]

ابن وہب: یہ عبداللہ بن وہب مالکی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۲ میں گزر چکے۔

ابن وہبان (۲۶-۷۲۸ھ)

یہ عبدالوہاب بن احمد بن وہبان، ابو محمد دمشقی حنفی ہیں، آپ فقیہ، قاری اور ادیب تھے، فقہ کی تعلیم فخر الدین احمد بن علی بن الفصح، حسن سغناقی، محمد بخاری اور شمس الامم کردری وغیرہ سے حاصل کی۔ حافظ ابن حجر ”الدرر الكامنة“ میں فرماتے ہیں: فقہ، عربیت، قراءت اور ادب میں ماہر و ممتاز ہوئے، تدریس و افتاء کا کام انجام دیا، اور حجة کی قضاء کے ذمہ دار بنائے گئے۔

بعض تصانیف: ”منظومة قيود الشرائد ونظم الفوائد“،



ابن یونس

تراجم فقہاء

ابوالعالیہ

”عقد القلائد فی حل قید الشرائد“ فقہ حنفی کفر وعات میں،  
اور ”نہایۃ الاختصار فی أوزان الأشعار“۔

[الدرر الکامنہ ۴/۲۳۳: شذرات الذبب ۶/۲۱۲:  
الفوائد البیہ ۱۱۳: معجم المؤلفین ۶/۲۲۱]

ابن یونس: یہ احمد بن یونس مالکی ہیں:

ان کے حالات ج ۱۰ ص ۳۶۱ میں گزر چکے۔

ابو اسحاق الاسفرائینی: یہ ابراہیم بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۲ میں گزر چکے۔

ابو امامہ: یہ صدیق بن عجلان ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۲ میں گزر چکے۔

ابوبکر الصدیق:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۲ میں گزر چکے۔

ابوبکر الطرطوشی: یہ محمد بن الولید ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۵ میں گزر چکے۔

ابوثور: یہ ابراہیم بن خالد ہیں:

ان کے حالات زندگی ج ۱ ص ۴۴۳ میں گزر چکے۔

ابو حنیفہ: یہ النعمان بن ثابت ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۲ میں گزر چکے۔

ابو الخطاب: یہ محفوظ بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۴ میں گزر چکے۔

ابو داؤد: یہ سلیمان بن الاشعث ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۴ میں گزر چکے۔

ابو ذر: یہ جندب بن جنادہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۷۱ میں گزر چکے۔

ابوزید: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۹ ص ۳۱۲ میں گزر چکے۔

ابوطالب: یہ احمد بن حمید حنبلی ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۵ میں گزر چکے۔

ابو الطیب الطبری: یہ طاہر بن عبد اللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۸۰ میں گزر چکے۔

ابوسعید الخدری: یہ سعد بن مالک ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۵ میں گزر چکے۔

ابوطحہ: یہ زید بن سہل ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۵ میں گزر چکے۔

ابوالعالیہ: یہ رفیع بن مہران ہیں:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۸۰ میں گزر چکے۔

ابو عبید

تراجم فقہاء

احمد الربلی

ابو عبید: یہ القاسم بن سلام ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۵ میں گذر چکے۔

کہتے ہیں: تابعی اور ثقہ ہیں۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں: آپ حضرت  
عمارؓ کے کاتب تھے۔

[تہذیب التہذیب ۳/ ۶۷]

ابو علی: غالباً اس سے مراد ابو علی بن ابی ہریرہ ہیں:

ان کے حالات ج ۵ ص ۴۸۲ میں گذر چکے۔

ابو یعلیٰ: یہ محمد بن الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۸۳ میں گذر چکے۔

ابو عمرو الدانی: یہ عثمان بن سعید ہیں:

ان کے حالات ج ۴ ص ۴۴۵ میں گذر چکے۔

ابو یوسف: یہ یعقوب بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

ابو قلابہ: یہ عبد اللہ بن زید ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۶ میں گذر چکے۔

ابی بن کعب:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۶ میں گذر چکے۔

ابو محمد الجونی: یہ عبد اللہ بن یوسف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۶ میں گذر چکے۔

الأتاسی: یہ خالد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

ابو موسیٰ الاشعری:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

الاثرم: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۸ میں گذر چکے۔

ابو ہریرہ: یہ عبد الرحمن بن صخر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

احمد بن حنبل:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۸ میں گذر چکے۔

ابوالہیاج الاسدی (؟ - ؟)

یہ حیان بن حصین، ابوالہیاج اسدی، کوفی تابعی ہیں۔

احمد الربلی: یہ احمد بن حمزہ الربلی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۵ میں گذر چکے۔

آپ نے حضرت علی اور حضرت عمارؓ سے روایت کی ہے، اور

آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں جریر، منصور، نیز ابو وائل اور شعبی نے

روایت کی ہے۔ ابن حبان نے آپ کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ عجلی

اسحاق بن راہویہ

تراجم فقہاء

البراء بن عازب

اسحاق بن راہویہ:

الاوزاعی: یہ عبدالرحمن بن عمرو ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۹ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۱ میں گذر چکے۔

الاسنوی: یہ عبدالرحیم بن الحسن ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

## ب

الأسود (؟-۷۵ھ)

یہ أسود بن یزید بن قیس، ابو عمر نخعی ہیں، آپ تابعی اور فقیہ نیز حفاظ حدیث میں سے ہیں، اپنے زمانہ میں کوفہ کے عالم تھے، آپ نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت بلال اور حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے، اور آپ سے آپ کے بیٹے عبدالرحمن، بھائی عبدالرحمن، بھانجے ابراہیم بن یزید نخعی وغیرہ نے روایت کی ہے، ابوطالب امام احمد کے حوالہ سے فرماتے ہیں: یہ ثقہ ہیں۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ وہ ثقہ تھے، اور ان کی متعدد حدیثیں ہیں۔ ابن حبان "الثقات" میں فرماتے ہیں: آپ فقیہ اور زہد تھے۔ [تہذیب التہذیب ۱/۳۴۳: تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۸: لأعلام

۱/۳۳۰]

اشہب: یہ اشہب بن عبدالعزیز ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۰ میں گذر چکے۔

امام الحرمین: یہ عبدالملک بن عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

انس بن مالک:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۷۶ میں گذر چکے۔

البراء بن عازب:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۸۳ میں گذر چکے۔

الباجی: یہ سلیمان بن خلف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۱ میں گذر چکے۔

البحیری (۱۱۳۱ - ۱۲۲۱ھ)

یہ سلیمان بن محمد بن عمر بحیری شافعی ازہری ہیں۔ آپ کی نسبت مصر کے مغربی گاؤں میں سے ایک گاؤں "بحیرم" کی طرف ہے، آپ فقیہ اور محدث تھے، آپ نے شیخ موسیٰ بحیری، شیخ مشماوی، شیخ حنفی اور شیخ علی صعیدی سے علم حاصل کیا۔

بعض تصانیف: "حاشیۃ علی شرح المنہج"، "التحرید

لنفع العبد" اور "تحفة الحبيب علی شرح الخطیب"۔

[حلیۃ البشر ۲/۶۹۴: ایضاح المکنون ۱/۲۲۸: معجم

المؤلفین ۴/۲۷۵]

البخاری: یہ محمد بن اسماعیل ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۲ میں گذر چکے۔



الہز دوی: یہ علی بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۳ میں گذر چکے۔

البیہقی: یہ احمد بن الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۷۸ میں گذر چکے۔

بشیر بن الخصاصیہ (؟-؟)

یہ بشیر بن معبد اور کہا گیا ہے کہ بشیر بن پرید بن معد بن ضباب بن سبع ہیں، آپ ابن الخصاصیہ سے مشہور ہیں، صحابی ہیں، آپ کا نام زحم تھا، تو نبی کریم ﷺ نے آپ کا نام بشیر رکھ دیا، آپ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے، اور آپ سے بشیر بن نہبیک اور جری بن کلیب وغیرہ نے روایت کی ہے۔

[لإصابہ ۱۵۹/۱: أسد الغابہ ۲۲۹/۱: تہذیب التہذیب

۴۶۷/۱]

## ت

الترمذی: یہ محمد بن عیسیٰ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۵ میں گذر چکے۔

التمر تاشی (آپ کی وفات ۶۰۰ھ کے آس پاس ہوئی)

یہ احمد بن اسماعیل بن محمد، ظہیر الدین، ابو محمد، اور کہا گیا ہے کہ ابو العباس، تمر تاشی حنفی خوارزمی ہیں، تمر تاشی خوارزم کے ایک گاؤں تمر تاش کی طرف نسبت ہے، آپ خوارزم کے مفتی تھے۔

بعض تصانیف: "فتاوی التمر تاشی"، "شرح الجامع الصغیر" اور "کتاب الترویح"۔

[الفوائد البیہ ۱۵۷: الجواهر المضمیہ ۶۱/۱: کشف الظنون

۱۲۲۱/۲: معجم المؤلفین ۱۶۷/۱]

البغوی: یہ الحسین بن مسعود ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۳ میں گذر چکے۔

البلقینی: یہ عمر بن سلمان ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گذر چکے۔

بہز بن حکیم:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

البہوتی: یہ منصور بن یونس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گذر چکے۔

البیضاوی: یہ عبداللہ بن عمر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۶۵ میں گذر چکے۔

## ث

الثوری: یہ سفیان بن سعید ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۵ میں گذر چکے۔

## ح

الحافظ العراقي: یہ عبدالرحیم بن حسین ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۴ میں گذر چکے۔

الحاکم: یہ محمد بن عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۰ میں گذر چکے۔

## ج

الحجاوی: یہ موسیٰ بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۰ میں گذر چکے۔

جابر بن عبداللہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۶ میں گذر چکے۔

حذیفہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۰ میں گذر چکے۔

جریر بن عبداللہ:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۸۴ میں گذر چکے۔

الحسن البصری:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۸ میں گذر چکے۔

جعفر بن محمد:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۷۳ میں گذر چکے۔

الحسن بن زیاد:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۸ میں گذر چکے۔

الحسن بن علی:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۱ میں گذر چکے۔

## الخطاب

الخطاب: یہ محمد بن محمد بن عبد الرحمن ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۵۹ میں گزر چکے۔

الحکم: یہ الحکم بن عتیبہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۲ میں گزر چکے۔

حماد بن ابی سلیمان:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۰ میں گزر چکے۔

حماد بن سلمہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۲ میں گزر چکے۔

حنبل الشیبانی: یہ حنبل بن اسحاق ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۴۵۰ میں گزر چکے۔

## خ

الخطابی: یہ حمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۱ میں گزر چکے۔

الخطیب الشربینی:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گزر چکے۔

## تراجم فقہاء

## الداودی

الخلیل بن احمد (۲۸۹-۳۷۸ھ)

یہ خلیل بن احمد بن محمد بن خلیل، ابو سعید بخری ہیں، ابن جنک سے مشہور ہیں، آپ حنفی فقیہ اور قاضی تھے، اپنے زمانہ میں اہل الرائے کے شیخ تھے، علوم کی مختلف انواع میں دستگاہ تھی، آپ نے مشرق سے مغرب تک دنیا کا سفر کیا، اور حدیث کی سماعت کی، سمرقند میں قاضی کے منصب پر ہوتے ہوئے وفات ہوئی۔

[انجوم الزاہرہ ۴/۱۵۳: شذرات المذہب ۳/۹۱: لا اعلام

۴/۳۶۳]

## د

الداودی (۳۷۷-۴۶۷ھ)

یہ عبد الرحمن بن محمد بن المنظر بن محمد بن داؤد، ابو الحسن، داودی بوسنجی ہیں، آپ فقیہ اور محدث تھے، فقہ کی تعلیم ابو بکر قتال، ابو الطیب صعلوکی، ابو حامد اسفرائینی، اور ابو الحسن طلیسی سے حاصل کی، اور عبد اللہ بن احمد بن حمویہ سرخسی، ابو محمد بن ابی سرتج، اور ابو طاهر زیادی وغیرہ سے حدیث سنی، اور آپ سے ابو الوقت، مسافر بن محمد، عائشہ بنت عبد اللہ بوسنجیہ، اور ابو الحسن اسعد بن زیاد مالینی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ عبد اللہ بن یوسف جرجانی کہتے ہیں: آپ وفات تک تصنیف، تدوین، فتویٰ اور تذکیر کے لئے بوسنج میں قیام پذیر رہے، آپ کو نظم و نثر دونوں میں درک حاصل تھا۔

[طبقات الشافعیہ ۳/۲۲۸: شذرات المذہب ۳/۳۷۷:



الدردیر

انجوم الزہرہ ۵/۹۹: معجم المؤلفین ۵/۱۹۲]

الدردیر: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۳ میں گذر چکے۔

الدسوقی: یہ محمد بن احمد الدسوقی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۳ میں گذر چکے۔

تراجم فقہاء

السامری

زفر: یہ زفر بن الہذیل ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۶ میں گذر چکے۔

الزہری: یہ محمد بن مسلم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

زید بن خالد الجہنی:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۵ میں گذر چکے۔

## س

سالم بن عبد اللہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۶ میں گذر چکے۔

السامری (؟-؟)

یہ ابراہیم بن عباس اور کہا جاتا ہے: ابن ابی العباس، ابو اسحاق، سامری کوئی ہیں۔ آپ نے قاضی شریک، ابن الزناد اور بقیہ وغیرہ سے روایت کی ہے، اور آپ سے امام احمد بن حنبل، صفائی اور دوری وغیرہ نے روایت کی ہے، امام احمد فرماتے ہیں: آپ کی حدیثیں قابل قبول تھیں، ایک مرتبہ فرمایا: آپ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، وار قطنی وغیرہ فرماتے ہیں: ثقہ ہیں، اور ابن حبان نے آپ کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

[تہذیب التہذیب ۱/۱۳۱: میزان الاعتدال ۱/۳۹]

## ر

الرافعی: یہ عبد الکریم بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۴ میں گذر چکے۔

الرویانی: یہ عبد الواحد بن اسماعیل ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۵ میں گذر چکے۔

## ز

الزركشي: یہ محمد بن بہادر ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۵ میں گذر چکے۔

السبکی

تراجم فقہاء

الشہر الملسی

السبکی: یہ عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی ہیں:

سہل بن حنیف:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۶ میں گذر چکے۔

السبکی: یہ علی بن عبد الکافی ہیں:

سہل بن سعد الساعدی:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۸ ص ۳۲۲ میں گذر چکے۔

سخون: یہ عبد السلام بن سعید ہیں:

السیوطی: یہ عبد الرحمن بن ابی بکر ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۶ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۹ میں گذر چکے۔

السرخسی: یہ محمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۷ میں گذر چکے۔

ش

سعد بن ابی وقاص: یہ سعد بن مالک ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

شارح السراجیہ: یہ علی بن محمد البحر جانی ہیں:

ان کے حالات ج ۴ ص ۴۴۹ میں گذر چکے۔

سعید بن جبیر:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۹ میں گذر چکے۔

الشاطبی: یہ ابراہیم بن موسیٰ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۸ میں گذر چکے۔

سعید بن المسیب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۹ میں گذر چکے۔

الشافعی: یہ محمد بن ادیس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گذر چکے۔

سعید بن منصور:

ان کے حالات ج ۷ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

الشہر الملسی: یہ علی بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گذر چکے۔

سلمان الفارسی:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۷۹ میں گذر چکے۔

الشر بنی

تراجم فقہاء

صاحب روضۃ الطالبین

الشر بنی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گذر چکے۔

الشر وانی: یہ شیخ عبدالحمید ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

ص

شریح: یہ شریح بن الحارث ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

صاحب الانصاف: یہ علی بن سلیمان المرادوی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

شریک: یہ شریک بن عبداللہ النخعی ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۸۱ میں گذر چکے۔

صاحب البیان: یہ ابراہیم بن مسلم المقدسی ہیں:

ان کے حالات ج ۹ ص ۳۰۹ میں گذر چکے۔

الشعمی: یہ عامر بن شراحیل ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۲ میں گذر چکے۔

صاحب التبرہ: یہ ابراہیم بن علی بن فرحون ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

شمس الائمہ الحلوانی: یہ عبدالعزیز بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۹ میں گذر چکے۔

صاحب الخلاصہ: یہ طاہر بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۵ ص ۴۹۰ میں گذر چکے۔

الشوکانی: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۰ میں گذر چکے۔

صاحب الدر المختار: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۹ میں گذر چکے۔

شیخین:

اس لفظ سے مراد کی وضاحت ج ۱ ص ۴۷۲ میں گذر چکی۔

صاحب الذخیرہ: یہ محمود بن احمد ہیں: دیکھئے: المرغینانی۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۵ میں گذر چکے۔

صاحب روضۃ الطالبین: یہ یحییٰ بن شرف النووی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۵ میں گذر چکے۔



## صاحب شرح الإقناع

صاحب شرح الإقناع: یہ منصور بن یونس البہوتی ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گزر چکے۔

## صاحب "الفتاویٰ التمر تاشیہ":

دیکھئے: التمر تاشی، احمد بن اسماعیل۔

## صاحب کشف القناع: یہ منصور بن یونس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گزر چکے۔

## صاحب المجموع: یہ یحییٰ بن شرف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۵ میں گزر چکے۔

## صاحب منہج الجلیل: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۰ میں گزر چکے۔

## صاحب فتح الغفار: یہ زین الدین بن نجیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گزر چکے۔

## صاحبین:

اس لفظ سے مراد کی وضاحت ج ۱ ص ۴۷۳ پر گزر چکی۔

## الصدر الشہید (۴۸۳-۴۳۶ھ)

یہ عمر بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ، ابو محمد، حسام الدین، حنفی ہیں، آپ الصدر الشہید سے مشہور ہیں، فقیہ اور اصولی تھے، حنفیہ کے اکابر میں سے ہیں، اپنے والد بڑھان الدین الکبیر عبد العزیز سے فقہ کی تعلیم پائی، علماء سے مناظرہ کیا، اور فقہاء کو درس دیا۔ بادشاہ آپ کی

## تراجم فقہاء

## الطحاوی

رائے سے فیصلہ صادر کرتے تھے، آپ کی وفات بحیثیت شہید کے ہوئی۔

بعض تصانیف: "الفتاویٰ الکبریٰ"، "الفتاویٰ الصغریٰ"، "عمدة المفتی والمستفتی"، "شرح أدب القاضي للخصاف"، "شرح الجامع الصغیر" اور "الواقعات الحسامیة"۔

[الفوائد البیہ / ۱۴۹: الجواهر المزیہ / ۳۹۱: لأعلام / ۲۱۰: معجم المؤلفین / ۲۹۱]

## الصیدلانی: یہ محمد بن داؤد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۹ میں گزر چکے۔

## ط

## طاؤس:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۴ میں گزر چکے۔

## الطبرانی: یہ سلیمان بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۱ میں گزر چکے۔

## الطحاوی: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۴ میں گزر چکے۔

الطحاوی

تراجم فقہاء

عبدالرحمن بن حرمہ

الطحاوی: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۵۷۷ میں گزر چکے۔

عبدالحمید تھا، کسی: سمرقند کے قریب ایک شہر کس کی طرف نسبت ہے، آپ حفاظ حدیث میں سے ہیں، یزید بن ہارون، ابن ندیک، محمد بن بشر العبدی، علی بن عاصم، حسین بن علی جعفی اور ان حضرات کے طبقہ والوں سے روایت کی ہے، اور آپ سے عمر بن بکر، بکر بن المرزبان اور ابراہیم بن ثریم شاشی وغیرہ نے حدیث نقل کی ہے، ذہبی فرماتے ہیں: آپ ثقہ امہ میں سے تھے۔

بعض تصانیف: ایک بڑی "مسند" اور ایک "تفسیر"۔

[شذرات الذہب ۱/۱۲۰: تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۰۴: المصاب

۳/۹۸: لا اعلام ۳/۴۱]

عائشہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۵۷۷ میں گزر چکے۔

عبدالرحمن بن ابی بکرہ:

ان کے حالات ج ۸ ص ۳۲۲ میں گزر چکے۔

عبدالجبّار بن عمر (؟ - ۲۶۰ھ کے بعد)

یہ عبدالجبّار بن عمر، ابو عمر، اور کہا جاتا ہے: ابو الصباح، اُپلی اموی یعنی امویوں کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ نے زہری، ابن المنکدر، حضرت ابن عمر کے مولیٰ مافع، ربیعہ، اور یحییٰ بن سعد انصاری وغیرہ سے روایت کی ہے، اور آپ سے رشید بن سعد، ابن المبارک، ابن وہب، اور قاری ابو عبدالرحمن وغیرہ نے روایت کی ہے۔ دوری ابن معین کے حوالہ سے فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہیں، کچھ بھی نہیں ہیں۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: ابن سعد کا کہنا ہے کہ ان کی کنیت ابو الصباح ہے، فریقہ میں قیام تھا، ابو زرہ سے روایت کرنے میں ثقہ تھے، واعی الحدیث (غلط حدیثیں بیان کرنے والے) ہیں، رہے ان کے مسائل تو ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[تہذیب التہذیب ۶/۱۰۳]

عبدالرحمن بن حرمہ (؟ - ۱۴۵ھ)

یہ عبدالرحمن بن حرمہ بن عمرو بن منہ، ابو حرمہ، سلمیٰ ہیں۔ آپ نے سعید بن المسیب، خطلہ بن علی سلمیٰ اور عمرو بن شعیب وغیرہ سے روایت کی ہے، اور آپ سے ثوری، اوزاعی، مالک، سلیمان بن بلال اور حاتم بن اسماعیل وغیرہ نے روایت کی ہے۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں: آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ ابن حبان نے آپ کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے، اور کہا: غلطی کر جاتے ہیں۔ ابن معین کے حوالہ سے اسحاق فرماتے ہیں: صالح شخص ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں: ان کی حدیثیں لکھی جائیں گی، اور ان سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

[تہذیب التہذیب ۶/۱۶۱: میزان الاعتدال ۲/۵۵۶]

عبد بن حمید (؟ - ۲۴۹ھ)

یہ عبد بن حمید بن نصر، ابو محمد کُسی ہیں، کہا گیا ہے کہ ان کا نام

عبدالرحمن بن یحمر

تراجم فقہاء

عبداللہ بن السائب

عبدالرحمن بن یحمر (؟-؟)

یہ عبدالرحمن بن یحمر ذیلی ہیں، ابن حجر نے کہا: انکی کنیت ابولا سود ہے، آپ صحابی ہیں اور نبی کریم ﷺ سے ”الحج عوفہ“ (حج تو عرفات کے قیام کا نام ہے) نیز دباء (لوکی کے چھلکے سے بنائے ہوئے ظرف) اور مزفت (تارکول ملا ہوا ظرف) سے ممانعت کی حدیث کی روایت کی ہے۔ اور آپ سے بکیر بن عطاء لیشی نے روایت کی ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن حبان نے ”اصحابہ“ میں بیان کیا ہے کہ آپ کی تھے، اور کوفہ میں مقیم تھے۔

[الاصابہ ۲/۴۲۵؛ اسد الغابہ ۳/۳۹۹؛ الاستیعاب

۲/۸۵۶؛ تہذیب التہذیب ۶/۳۰۱]

عبدالعزیز البخاری (؟-۳۰۷ھ)

یہ عبدالعزیز بن احمد بن محمد علماء الدین بخاری ہیں، آپ حنفی فقیہ نیز علماء اصول میں سے ہیں، فقہ کی تعلیم اپنے چچا محمد مایرغی سے حاصل کی، اور حافظ الدین الکبیر محمد بخاری، کروری، نجم الدین عمر نسبی، ابوالیسر محمد بزوی اور عبدالکریم بزوی وغیرہ سے بھی کسب فیض کیا۔ اور آپ سے قوام الدین محمد کاکی، اور جلال الدین محمد بن محمد خبازی وغیرہ نے علم حاصل کیا۔

بعض تصانیف: ”شرح اصول البزدوی“ جس کا نام ”کشف الأسرار“ ہے، اور ”شرح المنتخب الحسامی“۔

[الفوائد البیہ ۹۴؛ الجواهر المضية ۱/۳۱۷؛ لأعلام

۴/۱۳۷؛ معجم المؤلفین ۵/۲۴۲]

عبدالقادر الجیلانی (۴۷۱-۵۶۱ھ)

یہ عبدالقادر بن موسی بن عبداللہ بن جنکی دوست حسنی، ابو محمد

جیلانی یا کیلانی ہیں، یہ جیلان کی طرف نسبت ہے، جو طبرستان کے بعد مشہور علاقہ ہے، نوجوانی میں بغداد منتقل ہوئے، علم اور تصوف کے شیوخ سے ملاقات کی، اور اسالیب و عظمت میں مہارت حاصل کی، فقہ کی تعلیم حاصل کی، حدیث کی سماعت کی، ادب پر حواء اور بغداد میں مدرسہ و افتاء کے صدر نشین بن گئے۔

امام احمد کے مسلک میں ابو الوفاء بن عقیل، ابو الخطاب، ابو الحسن محمد بن القاضی اور مبارک مخرمی سے فقہ حاصل کی۔

بعض تصانیف: ”الغنیة لطالب طريقة الحق“، ”الفيوضات الربانية“ اور ”الفتح الرباني“۔

[شذرات الذریب ۳/۱۹۸؛ البدایہ والنہایہ ۱۲/۲۵۲؛

لأعلام ۴/۱۷۱؛ معجم المؤلفین ۵/۳۰۷]

عبداللہ بن السائب (؟-؟)

یہ عبداللہ بن السائب کندی، اور کہا جاتا ہے کہ شیبانی کوفی ہیں۔ تابعی ہیں، اپنے والد نیز حضرت عبداللہ بن معقل بن مقرن، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن قتادہ محارب کوفی سے روایت کی ہے، اور آپ سے اعمش، ابواسحاق شیبانی، عوام بن حوشب اور سفیان ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔

ابن معین، ابو حاتم اور نسائی کہتے ہیں: ثقہ ہیں۔ اور ابن حبان نے آپ کا تذکرہ ”ثقات“ میں کیا ہے۔

[تہذیب التہذیب ۵/۲۳۰؛ میزان الاعتدال ۲/۴۲۶]



عبداللہ بن عمرو

تراجم فقہاء

علی بن ابی طالب

عبداللہ بن عمرو:

[لاصابہ ۴/۳۶۸: تہذیب التہذیب ۷/۱۶۶: لأعلام

[۸/۵

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۶ میں گذر چکے۔

عبدالملک بن یعلی:

العدوی: یہ علی بن احمد مالکی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۳ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۵ ص ۴۹۰ میں گذر چکے۔

عثمان بن ابی العاص:

عروہ بن الزبیر:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۴ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۳ میں گذر چکے۔

عثمان بن عفان:

عزالدین بن عبدالسلام:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۴ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۷ میں گذر چکے۔

عدی بن حاتم (? - ۶۸ھ)

عقبہ بن عامر:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۵ میں گذر چکے۔

یہ عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد بن حشرج، ابوطریف، اور بقول بعض ابووبہ طائی ہیں، آپ صحابی ہیں، ہجرت کے نویں سال آپ نے اسلام قبول کیا، آپ نے نبی کریم ﷺ اور حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے، آپ سے عمرو بن حریث، عبداللہ بن معقل بن مقرن، عامر شعمی، حضرت عبداللہ بن عمر اور بلال بن المذر وغیرہ نے روایت کی ہے، وہ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں قبیلہ طے کے سردار رہے ہیں، معرکہ ارتدا میں آپ نے بڑے کارنامے انجام دیئے، یہاں تک کہ ابن اثیر کہتے ہیں: آپ قبیلہ طے میں پیدا ہونے والوں میں سب سے بہتر، اور ان میں خیر و بد کت کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر تھے، فتح عراق، جمل، صفین اور شہر وان میں حضرت علیؓ کے ساتھ شرکت کی، آپ انہیں حاتم طائی کے فرزند ہیں جن کی سخاوت ضرب المثل ہے۔

عطاء بن اسلم:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۸ میں گذر چکے۔

عکرمہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۸ میں گذر چکے۔

علقمہ بن قیس:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۸ میں گذر چکے۔

علی بن ابی طالب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۹ میں گذر چکے۔

عمر بن الخطاب

عمر بن الخطاب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۹ میں گذر چکے۔

عمر بن عبد العزیز:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۰ میں گذر چکے۔

عمران بن حصین:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۰ میں گذر چکے۔

عمر بن شعیب:

ان کے حالات ج ۲ ص ۴۵۸ میں گذر چکے۔

عمر بن العاص:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۹۵ میں گذر چکے۔

غ

الغزالی: یہ محمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۱ میں گذر چکے۔

ف

فضالہ بن عبید (؟ - ۵۳ھ)

یہ فضالہ بن عبید بن منافذ بن قیس بن صہیب، ابو محمد، انصاری اوی ہیں، آپ صحابی ہیں، درخت کے نیچے بیعت (بیعت رضوان) کرنے والوں میں سے ہیں، احد اور بعد کے غزوات میں شریک رہے، فتح شام و مصر میں شرکت کی۔ آپ نے نبی کریم ﷺ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت کی۔ اور آپ سے ابو علی ثمامہ بن شفی، حنش بن عبد اللہ صنعانی، اور ابو یزید خولانی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ سے پچاس احادیث منقول ہیں۔

[تہذیب التہذیب ۸/۲۶۷: لإصابہ ۳/۲۰۶:]

الاستیعاب ۳/۱۲۶۲: لا اعلام ۵/۳۲۹]

ق

القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۷ میں گذر چکے۔

قاضی حسین

تراجم فقہاء

لیث بن ابی سلیم

قاضی حسین:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۸ میں گذر چکے۔

قاضی خاں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۴ میں گذر چکے۔

قاضی شریح: یہ شریح بن الحارث ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

قاضی عیاض: یہ عیاض بن موسیٰ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۳ میں گذر چکے۔

قناوہ بن دعامہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۴ میں گذر چکے۔

القرافی: یہ احمد بن ادریس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۴ میں گذر چکے۔

القرطبی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۸ میں گذر چکے۔

القفال: یہ محمد بن احمد الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۵ میں گذر چکے۔

القلیوبی: یہ احمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۵ میں گذر چکے۔

## ک

الکاسانی: یہ ابو بکر بن مسعود ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۶ میں گذر چکے۔

الکرخی: یہ عبید اللہ بن الحسن ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۶ میں گذر چکے۔

کعب بن عجرہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۹ میں گذر چکے۔

## ل

لیث بن ابی سلیم (۶۰ کے بعد - ۱۳۸ھ)

یہ لیث بن ابی سلیم بن زینم، ابو بکر کوفی ہیں۔ آپ محدث تھے، آپ نے حضرت ابو بردہ، شعبی، مجاہد، طاؤس، عطاء اور عکرمہ وغیرہ سے روایت کی، اور آپ سے ثوری، شریک، ابو عوانہ اور ابو اسحاق فزاری وغیرہ نے حدیث نقل کی ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: لیث بن ابی سلیم مضطرب الحدیث ہیں، لیکن لوگوں نے ان سے



مالک

تراجم فقہاء

مطرف بن عبد الرحمن

حدیث نقل کی ہے، ابو عمر قطعی کہتے ہیں: ابن مہینہ لیث بن ابی سلیم کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ احمد بن یونس فضیل بن عیاض کے حوالہ سے کہتے ہیں: لیث بن ابی سلیم مناسک کے بارے میں اہل کوفہ میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ ابو داؤد کہتے ہیں: میں نے یحییٰ سے لیث کے متعلق پوچھا تو فرمایا: ان میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز فرمایا: ان کے اکثر شیوخ غیر معروف ہیں۔

[طبقات ابن سعد ۶/۲۴۳: تہذیب التہذیب ۸/۴۶۵]

شذرات الذہب ۱/۲۰۷: سیر اعلام النبلاء ۶/۱۷۹]

المروزی: یہ ابراہیم بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۲ میں گذر چکے۔

المزنی: یہ اسماعیل بن یحییٰ المزنی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

مسلم: یہ مسلم بن الحجاج ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

المسور بن مخرمہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۲ میں گذر چکے۔

مصعب بن سعد بن ابی وقاص (؟ - ۱۰۳ھ)

یہ مصعب بن سعد بن ابی وقاص، ابو زرارہ، مدنی زہری ہیں۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنے والد، نیز حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت عکرمہ بن ابی جہل، حضرت عدی بن حاتم، حضرت ابن عمرو، حضرت زبیر بن عدی اور حضرت حکم بن عتیہ وغیرہ سے روایت کی۔ ابن سعد نے اہل مدینہ کے طبقہ ثانیہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور کہا: ”آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے“۔ ابن حبان نے آپ کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ عجلی کہتے ہیں: تابعی اور ثقہ تھے۔

[تہذیب التہذیب ۱۰/۱۶۰: طبقات ابن سعد ۵/۱۶۹]

مطرف بن عبد الرحمن:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۳ میں گذر چکے۔

م

مالک: یہ مالک بن انس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۹ میں گذر چکے۔

الماوروی: یہ علی بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۰ میں گذر چکے۔

محمد بن حاطب:

ان کے حالات ج ۲ ص ۴۶۱ میں گذر چکے۔

المرداوی: یہ علی بن سلیمان ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

معاویہ بن الحکم

تراجم فقہاء

ولی اللہ دہلوی

معاویہ بن الحکم:

ان کے حالات ج ۱۰ ص ۷۹ میں گزر چکے۔

معتقل بن سنان (؟ - ۶۳ھ)

ن

یہ معتقل بن سنان بن مظہر، ابو محمد، اشجعی ہیں، آپ صحابی اور بہادر سپہ سالاروں میں تھے، حنین اور فتح مکہ کے دن ان کی قوم کا جھنڈا انہیں کے پاس تھا، انہوں نے بروء بنت واثق کی شادی کرانے کا واقعہ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے، اور آپ سے حضرت عبداللہ بن عمر، مسروق، عاتقہ، اسود، عبداللہ بن عقبہ بن مسعود، اور حسن بصری وغیرہ نے روایت کی ہے۔

[تہذیبِ اہندیہ ۱۰/۲۳۳؛ الاصابہ ۳/۴۶۳؛ لا عالم

۱۸۷/۸]

التحی: یہ ابراہیم التحی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۷ میں گزر چکے۔

النووی: یہ یحییٰ بن شرف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۹۵ میں گزر چکے۔

المناوی: یہ محمد عبدالرؤوف ہیں:

ان کے حالات ج ۱۱ ص ۲۴۵ میں گزر چکے۔

و

موسیٰ بن عقبہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۴ میں گزر چکے۔

ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۰-۱۱۷۶ھ)

یہ احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین بن معظم بن منصور، ابو عبد العزیز، ہندی ہیں، شاہ ولی اللہ دہلوی کے نام سے مشہور ہیں، آپ حنفی فقیہ تھے، اور کئی علوم میں آپ کو درک حاصل تھا۔

بعض تصانیف: ”عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید“، ”حجة الله البالغة“، ”الفوز الکبیر فی اصول التفسیر“، ”الإنصاف فی بیان سبب الاختلاف“ اور ”الإرشاد إلی مهمات الإسناد“۔

[لا عالم ۱/۱۴۴؛ البحر فی الاسلام ۲/۴۴۲؛ معجم المؤلفین ۱/۲۷۲]

میمون بن مہران:

ان کے حالات ج ۱۰ ص ۷۹ میں گزر چکے۔